بسم اللہ الرحمن الرحیم

دین حق

مذہب اہل بیت(ع)

تالیف

آیت اللہ عبدالحسین شرف الدین موسوی قدس سرہ

ناشر

تبلیغات ایمانی ہند

کتاب دین حق، مذہب اہل بیت(ع)

تالیف آیت اللہ عبدالحسین شرف الدین(رح)

کتابت سید جعفر صادق

ناشر تبلیغات ایمانی ھند ۱۵۹-نجفی ہاؤس۔ ایچ ۔ پاڑہ روڈ بمبئی ۹

تعداد ۵۰۰۰

صفحات ۶۴۰

اشاعت کا سال اگست ۱۹۸۷ء

پیش لفظ

شہرہ آفاق کتاب ''المراجعات'' کا ترجمہ شیخ کی خدمت ہے۔ یہ کتاب عرب ممالک میں لبنان اور ایران سے کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔ اردو کا ترجمہ بھی اب تک تقریباً تین دفعہ چھپ چکا ہے۔

شیعہ سنی اختلاف اب تک بے انتہا کتابیں چھپ چکی ہیں لیکن اس موضوع پر تحریر کی جانے والی کتب میں سے یہ کتاب اپنے منفرد انداز و خصوصیات کی وجہ سے ایک خاص مقام رکھتی ہے۔

پہلی خصوصیت تو یہ ہے کہ اس کتاب کے دونوں فریقین جن کے درمیان یہ خط و کتابت انجام پائی ہے، ہر قسم کے بغض و کینہ اور ذاتی تعصب سے پاک ہیں، دونوں میں اسلامی مقاصد و مصالح کے حصول کا جذبہ بطور کامل موجود ہے۔ امت مسلمہ پر آنے والی روئیداد سے آشنا و دام

اسلام کے زبردست حامی ہیں۔ ان دونوں کا مقصد ہر شیعہ سنی بحث و تحریر اور اس کے نتیجہ میں امت کی صفوں میں اختلافات اور تفرقہ کے مواقع فراہم کرنا نہیں بلکہ نہایت ہی شائستہ احول میں "مذہب اہلبیت(ع)" کو سمجھنا اور اس سلسلہ میں موجود مغرض اور متعصب و جاہل افراد کی پیدا کردہ غلط فہمیوں کا ازالہ ہے، "مذہب اہل بیت(ع)" پر سے پردے کو ان پردوں کو ہٹانا ہے جنھیں تنگ نظر اور منفعت پرست افراد نے ڈال کر امت مسلمہ کو اس مکتب عظیم سے دور کیا ہے۔

سنی و شیعہ دونوں ہی امم دین، اسلامی روح سے سرشار نظر آتے ہیں۔ حق پرستی کا جوہر کتاب کے مختلف حصوں میں بکثرت قابلِ مشاہدہ ہے۔ پھر دونوں ہی اپنے اپنے مکتبہ فکر میں صف اول کے علماء میں سے ہیں، اور اپنے زمانہ میں حرفِ آخر شمار کیے جاتے تھے۔ اہل سنت کے محترم امام جناب شیخ سلیم البشری ہیں جو اہلسنت والجماعت کی بین الاقوامی مرکزی علمی درسگاہ جامعۃ الازہر کے شیخ اور سربراہ ہیں۔ دوسری طرف حضرت آیت اللہ سید شرف الدین الموسوی ہیں جو اس زمانے میں شیعوں کے سب سے بڑے علمی مرکز نجف اشرف میں صف اول کے اساتذہ میں شمار ہوتے تھے۔

مناظرہ کی اکثر کتب میں جدال و مغالبہ کا رنگ نمایاں نظر آتا ہے جبکہ اس کتاب کے امتیازات میں سے ایک یہ ہے کہ یہاں پر اکثر علمی و برہانی روشِ استدلال کو اختیار کیا گیا ہے۔ آیت اللہ مرحوم کا استدلال مضبوط اور مستحکم ادلہ پر استوار نظر آتا ہے۔ مسئلہ کے اختلافی و حساس ہونے کے باوجود، ادب و متقابل احترام کے دائرہ میں رہتے ہوئے نہایت شستہ زبان استعمال کی گئی ہے۔

ر پھر کچھ ایسے مسائل اور موضوعات بھی مختلف مناسبتوں سے زیر بحث آتے ہیں جو کلام یا دوسری کتابوں میں کم یا بالکل نہیں ملتے۔ مثلاً تاریخ اسلام میں شیعوں کا حصہ۔ شیعہ اصحاب روایت کی علمی خدمات اور ان کا سنی کتب و مصادر میں تذکرہ، ایسے موضوعات ہیں جن میں کم از کم اردو زبان میں بہت کم لکھا اور بولا گیا ہے۔

ان تمام خصوصیات اور بہت سی دوسری خوبیوں نے اس کتاب کی افادیت و اہمیت میں خاطر خواہ اضافہ کیا ہے جس کی وجہ سے کتاب کلام کی علمی کتب میں شمار کی جاتی ہے۔

ہم نے اسے طباعت کے زیور سے از سر نو آراستہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ امید ہے کہ حق کے متلاشیوں کے لیے مشعل راہ ثابت ہوسکے گی۔

ناشر

عالیجناب شیخ سلیم البشری

(عالم اہل سنت کے مختصر حالات زندگی)

جناب شیخ سلیم البشری جو المکی مسلک رکھتے تھے سنہ۱۲۴۸ھ م ابق سنہ۱۸۳۲ء میں ضلع سجیزہ کے محلہ بشر میں پیدا ہوئے اور جامعہ الازہر (قاہرہ، مصر) میں تعلیم حاصل کی۔

بعد میں دو مرتبہ اس عظیم الشان درسگاہ کے انچارج بھی رہے۔ ایک دفعہ سنہ۱۳۱۷ھ م ابق سنہ۱۹۰۰ء سے سنہ۱۳۲۰ھ م ابق سنہ۱۹۰۴ھ تک اور دوسری دفعہ سنہ۱۳۲۷ھ م ابق سنہ۱۹۰۵ء سے سنہ ۱۳۳۵ھ م ابق سنہ۱۹۱۶ء تک۔

آپ ہی کے زمانہ میں جامعہ الازہر میں تدریس کے فرائض انجام دینے کے خواہشمند حضرات کے لیے امتحان کی بنیاد رکھی گئی جس میں بکثرت اہل علم نے شرکت کی۔

آپ نے جامعہ الازہر کو پورے نظم و ضبط کے ساتھ چلایا اور انچارج

ونے کی حیثیت سے جو ذمہ یاں آپ پر ائد تھیں انھیں درس و تدریس میں حائل نہ ونے دیا (بلکہ شیخ الجامعہ ونے کے اتھ اتھ طلبہ و درس بھی دیتے رہے)

آپ کی قلمی نگارشات بہت ہیں جگا زیادہ حصہ قدیم علمکی کتابوں پر حاشیہ اور گفتار مقدم کے عنوان سے ہے۔ مثلا :

ادب کے موضوع پر : حاشية تحفة الطلاب لشرح رسالة الآداب

توحید کے موضوع پر : حاشية على رسالة الشيخ على

علم نحو کے موضوع پر : الاستئناس فی بیان الاعلام و اسماء الاجناس جس میں نحوی مسائل پر بحث کی گئی ہے اور یہ (اتنی اعلی درجکی کتاب ہے کہ) جامعۃ الازہر میں درس و تدریس کے سلسلہ میں کتاب پڑھائی جاتی ہے۔ اور اعتماد کیا گیا ہے۔

جناب شیخ سلیم البشری نے سنہ۱۳۳۵ھ مطابق سنہ ۱۹۱۶ء میں وفات پائی [1]

۱:- حوالہ کے لیے ملاحظہ کیجئے کتاب " الازہر فی ۱۲ قرن" صفحہ ۵۳

عالی جناب آقائے سید عبدالحسین شرف الدین موسوی (علیہ الرحمہ)

کے مختصر حالات زندگی

(ممتاز شیعہ امام) جناب علامہ سید عبدالحسین شرف الدین موسوی علیہ الرحمہ کاظمین(عراق) میں سنہ۱۲۹۰ھ مطابق سنہ۱۸۷۲ء میں پیدا ہوئے۔ کاظمین اور نجف اشرف میں تعلیم حاصل کی اور اس زمانے کے انتہائی بلند مرتبہ امام دین جناب آقا شیخ کاظم الخراسانی (صاحب کفایہ) سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔

عراق کی سرزمین پر فرانس کی استعماری حکومت کے خلاف انقلابی اقدامات آپ ہی کے زمانہ میں شروع ہوئے جن میں آپ نے مثبت حصہ لیا۔ جس کی پاداش میں آپ کے اس نہایت قیمتی کتب خانہ کو جلا دیا گیا جو اسلامی علوم و معارف کا خزینہ تھا۔ اس میں آپ کے نہایت بیش قیمت مخطوطات بھی نذر آتش کردیے گئے اور آپ کو سرفراز کرنے کی کوشش بھی کی گئی۔

اس موقع پر آپ نے مناسب سمجھا کہ اپنی آواز و تمام اسلامی کھالہ تک پہنچانے کے لیے سفر کریں، چنانچہ آپ دمشق تشریف لے گئے اور وہاں سے فلسطین اور مصر کا سفر کیا۔

اور مصر کی میں اس زمانہ کے شیخ الازھر جناب شیخ سلیم البشری سے آپ کے مسلسل مذاکرات و اور ان کی مذاکرات کے نتیجے میں کیا تاب ترتیب ۔ پائی۔

مولانا موصوف نے متعدد موضوعات پر نہایت قیمتی کتابیں تحریر فرمائی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں :

۱. المرجعات ۲. الفصول المهمه ۳_ اجوبه مسائل جار الله ۴_ الكلمه الغراء فی تفضيل الزهراء. ۵_ المجالس الفاخره ۶_ النص والاجتهاد. ۷_ فلسبه الميساق والولايه ۸_ ابوهريره بغيه الراغبين ۹_ المسائل الفقهيه ۱۰_ ثبت الاثبات فی سلسله الرواه ۱۱_ الی المجمع العلمی العربی بدمشق.۱۲_ رسائل و مسائل ۱۳_ رساله كلاميه.....

اور ان کے علاوہ دو ایک ۔ تالیفات جنھیں دشمنان دین و ادب نے نذر آتش کر دیا۔

آپ نے اس کے اتھ ہت سے دینی و اجتماعی منصوبے بھی شروع کیے تھے جن کے ذکر کا موقع نہیں۔

آقا شرف الدین موسوی نے سنہ۱۳۷۷ھ مطابق سنہ۱۹۵۷ء میں رحلت فرمائی۔

کتاب زاے تحقیق علمائے اسلام کے مکتوبات

شام کے ایک عالم دین

شیخ محمد ابو الخیر کفری کا مکتوب گرامی

آقا محترم و استاد مکرم آقا شرف الدین عبدالحسین صاحب قبلہ دام مجدہ

قبلہ محترم !

میں نے آپکی کتاب " المراجعات" کا مطالعہ کیا اور اسے ایک بہترین کتاب پایا جو روشن و محکم دلائل و براہین سے مالا مال ہے۔ پروردگار تمام آپ و پوری قوم کی طرف سے جزاے خیر دے کہ آپ نے حکمت و دانائی اور فیصلہ کن انداز اختیار فرمایا ہے۔

اور وقتاً فوقتاً پیش اور مشکلات درسِ راہ میں وقتیں اتنی بڑھ گئیں تک میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دست بوسی کا شرف حاصل کرچکا تھا لیکن امید ہے کہ بہت جلد میں آپ کے چہرہ انکی زیارت کی سعادت حاصل کرسکوں گا۔

میں نے (آپکی کتاب پڑھنے کے بعد) اپنا سابق مذہب حنفی ترک

ردکر یا اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے مذہب و اختیار کر لیا ہے۔

آپ سے التماس ہے کہ وئی بکر تاب میرے لیے بھیجیں جس سے میں اس مذہب کے احکام ومعارف سے پوری طرح واقف وسکوں۔

والسلام

محمد ۔اجی غفری(۱۸ فر سنہ ۱۳۷۰ھ)

ان ی عالم دین کا دوسرا مکتوب راں

بخدمت الجناب آقا سید عبدالحسین شرف ادین صاحب دام مجدہ

سلام علیکم : مزاج شریف !

جناب محترم شرف ادین صاحب ! آپ تو میرے مہربان و ۔ پاسبان، میرے رشد اور راہ حق و صراطِ مستقیم تک پہنچنے کا سب سے بڑا وسیلہ ثابت و ۔ میں حضرت محمد و آل محمد علیہم السلام کے وسیلہ سے پروردگار امکی ۔ بارگاہ میں دست بہ دعا وں کہ آپ کا سایہ مومنین کے سروں پر تا دیر سلامت رکھے کیونکہ ان کی سعادت و خیر خواہی آپ کی ذات والا صفات سے وابستہ ہے۔

میں خداوند امام کی قسم کھا کر کہتا وں کہ مجھے آج تک ۔ز آپ جیسا وئی امام ملا،۔ز میں نے آپ جیسی صفات رکھنے وا لے کسی امام کے بارے میں سنا۔ آپ نے بحر اعلی حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی شریعت مقدسہ کی طرف سے دفاع کررہے ہیں اور وہ منحرف و گمراہ لوگ جو حق پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں ان کی سازشوں و خطرناک اقدام کر رہے ہیں اور ان کے سامنے ایسی محکم دلیلیں اور روشن برہان قائم کر رہے ہیں جن کا ۔ز تو وئی جواب دے سکتے ہیں۔ ۔ز ان دلائل

سے انکار کی ہمت کرسکتے ہیں(اور گو ایسی روشن دلیلوں کے بعدَ بھی) جو لوگ منجبِ حق و قبول نہ کریں اور حق، باطل میں امتیاز نہ کریں ان کے لیے بدبختی اور عذابِ یقینی ہے۔ پروردگار تمام آپ کو جزائے خیر دے (کہ آپ نے حق و آشکار کیا)

والسلام

محمد ہاجی غفری۔ ۱۵ ربیع الثانی سنہ۱۳۷۰ھ

مولانائے موصوف کا تیسرا مکتوب گرامی

بخدمت جناب آقا سید عبدالحسین شرف الدین موسوی دام مجدہ

سلام علیکم!

جناب محترم !

میں آپ کی التفات والا عنایات پر فخر کرتا ہوں۔ میرا دل بلکہ میرے تمام اعضاء و جوارح آپ کی عظمت کے تصور سے مالا مال ہیں اور دنیا بھر کے اہل علم کے درمیان آپ کے فضل و شرف کا بھر پورا اعتراف کر رہے ہیں۔

کیونکہ آپ نے اپنے قلم مبارک سے بہت سی اقوام و ملل کو حیات نو بخشی اور ضلالت و گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر انھیں ہدایت کی روشنی سے منور کیا اور یہ وہ حقیقت ہے جس کا انکار کرنے والا یا تو اپنی جہالت کے سبب انکار کررہے گا یا طبیعت کی سرکشی اور عناد کی بناء پر۔

اور دارالسلطنت میں میں نے جناب۔۔۔۔۔ سے ملاقات کی اور ان سے مذاکراتَ بھی کیے۔

وہ حضرت ۔۔۔۔[1] ۔۔۔۔ بہت بڑے قاضی کے منصب پر فائز ہیں (اور بہت زیادہ اثر و رسوخ کے مالک بھی ہیں) میں نے ان سے بحث و مباحثہ کیا تو بحمدہ تعالی وہ پوری طرح سے مذہب حق کی طرف مائل ہوگئے ہیں۔

چنانچہ آپکی کتاب ''المراجعات'' میں نے ان کی خدمت میں پیش کر دی ہے جسے انہوں نے پڑھا اور آپ کے حیرت انگیز دلائل نے انھیں تعجب و مسرت کے دوراہے پر کھڑا کر دیا ہے۔

کیونکہ آپ نے اپنے علم کے بحر ذخائر اور قلم کے شاہکار سے ان کے لیے اس امر کو ممتاز و نمایاں کر دیا ہے کہ دونوں راستوں میں سے حق و صداقت کا راستہ کون سا ہے۔

والسلام ۔ آپ کا مخلص

محمد باقی غفری۔ ۱۷ محرم سنہ ۱۳۷۳ھ

علامہ شیخ محمد حسین غفری

کا مکتوب گرامی

مجاہد ملت حجۃ الاسلام علامہ سید عبدالحسین شرف الدین دامت برکاتہ کے نام۔۔۔۔

سلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ!

آپ کی مساعی جمیلہ و شرق و غرب میں جو پذیرائی اور مقبولیت و محبوبیت

۱:۔ بعض خصوصی مصالح کی بناء پر اس جگہ قاضی مذور کا نام اور ان سے متعلق متعدد باتیں جو خط کے اندر موجود تھیں کہ کتاب کی طباعت کے موقع پر حذف کردی گئی ہیں۔

حاصل وئی ہے وہ لائق تـ.ب ہر نہیں ہے کیونکہ آپ داہ ِ خدا کے ایک ایسے مجاہد اور حق کا ایسا دفاع کرنے والے ہـیں جـو عـوان ِ حیات سے مسلسل رضت ِ دین اور نصت ِ شریعت سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے خو ر ہیں۔

آپ و دین کی خدمت کر و ـ.ر کسی قسم کی تکان محسوس وتی ہے ـ.ر پریشانی ـ.ر اضطراب ـ.ر تردد(بلکہ جہاد مسلسل ـو آپ نے اپنی زندگی کا شعار ـبنا رکھا ہے اور پروردگار ام کا وعدہ ہے کہ) :

ووالذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا

(اور جو لوگ ہماری را وں میں جہاد کر ہیں ان کے لیے ہم را وں وا نمیاں کر دیتے ہیں) اور یقیـنا ان مجاہدین ـو صـراط مستقیم پر گامزن رکھیـتا ہے۔

اور مجھے اس دن انتہائی مسرت وئی ج حلب (شام) کے شیخ محمد۔۔۔ کا مجھے خط موصول وا۔

مکتوب ۶ برا

میرا سلام و شریف النفس ام ؛ رگ جناب عبدالحسین شرف ارین مو وی اور ان پر خدا کی رحمت و برکت و۔

جناب الی ، میں نہ۔ شتہ میں شیوں کے اندرونی مسائل سے ۔ با خبر نہیں تھا اور ۔۔ مجھے ان کے سلوک و۔رفیار کی خبر تھی ۔ کیونکہ میری۔۔ کسی کے اتھ نشست و برخا ت تھی اور ۔۔ ان کے عوام الناس کے اندرونی حالات کا میں نے جائ ہ لیا تھا۔ مجھے یہ شوق تو تھا کہ میں ان کے ؛ رگان کی تقریر سنوں لین ام پبلک سےمیں ہمیشہ دور رہا۔۔ ان کے افکار اور آراء سے ۔۔ کسی اور ۔۔ ان کےرانظ یات میں مداخلت کی۔

البتہ جب خداوند کریم نے مجھے یہ توفیق عطا کی کہ میں آپ کے علوم و معارف کے سمندر سے کچھ کنارے چنوں اور دماغ کی پیاس بجھاؤں تو بحمد اللہ آپ نے نہایت شیریں پانی سے مجھے سیراب کیا۔ میری علمی تشنگی کو دور کیا اور علوم الٰہی کے شہر حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے باب مدینہ علم حضرت علی مرتضی علیہ السلام جو آپ کے اجداد کرام تھے ان کے معارف سے مجھے اس طرح سیراب کیا کہ اس سے زیادہ شیریں جام کسی پیاسے کو نہ ملا ہوگا اور نہ کسی بیمار کو ایسی شفا ملی ہوگی جیسی شفا مجھے آپ کے خزینہ ذخار سے ملی۔

میں لوگوں سے سنتا رہتا تھا کہ آپ شیعہ حضرات اپنے سنی بھائیوں سے میل جول نہیں کرتے ان سے اجتناب کرتے ہیں، تنہائی کو پسند کرتے ہیں اور ہمیشہ گوشہ نشینی اختیار کیے رہتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔اور اسی قسم کی باتیں میں سنا کرتا تھا۔

لیکن جب میں آپ کو دیکھا تو پتہ چلا کہ آپ انتہائی لطیف اور پاکیزہ مزاج کے انسان ہیں۔ بحث و مباحثہ کی گہرائی تک اترتے ہیں، متداول خیالات کے آزرو مند رہتے ہیں، مناظرہ میں انتہائی قوی اور بہادر ہیں، آپ کی گفتگو بہت پاکیزہ، آپ کا سلوک بہت شریفانہ، آپ سے تعلق لائق تشکر اور آپ سے گفتگو نہایت لائق تحسین ہے۔ اس لیے اب میری رائے یہ ہے کہ شیعہ حضرات محفل کی خوشبو اور ادب و تہذیب کی آرزوں کا مرکز ہیں۔

مناظرہ کی اجازت

جناب عالی ! اب جبکہ میں آپ کے اوقیانوس علم کے ساحل پر کھڑا ہوں آپ سے اجازت طلب کرتا ہوں کہ مجھے اس کی گہرائیوں تک اترنے کا اور

جواہر تلاش کرنے کا موقع عطا فرمائیے۔ تو اگر آپ نے مجھے اجازت دی تو میں ان باریکیوں اور الجھنوں کو آپ کی خدمت میں پیش کروں گا جو مدت دراز سے میرے سینہ میں موجزن ہیں اور اگر آپ نے اجازت نہ عطا فرمائی تو بھی آپ مختار کل ہیں کیونکہ میں حق بات کو پوچھنا چاہتا ہوں ان میں نہ تو کسی لغزش کا طلب گار ہوں نہ کسی بات کا پردہ فاش کرنا چاہتا ہوں نہ فتنہ انگیزی میرا مقصود ہے اور نہ اس سلسلہ میں کوئی برا ارادہ رکھتا ہوں بلکہ ایک تلاش گمشدہ کی طرح میں اس مسئلہ کو حل کرنا چاہتا ہوں اور حقیقت کو پہچاننا چاہتا ہوں۔ کیونکہ حق اور واضح وجا تو انسان کو اسی کی پیروی کرنا چاہئیے اور اگر حق واضح نہ بھی ہو سکا تو میں شاعر کے اس شعر پر عمل پیرا رہوں گا کہ :

نحن بما عندنا و انت بما عندک

راض والرای مختلف

" اگرچہ ہماری رائیں مختلف ہیں لیکن آپ اپنے نظریہ پر خوش رہیں ہم اپنے مسلک پر راضی رہیں ۔ "

اگر آپ نے مجھ کی اجازت دے دی تو میں صرف دو مسائل پر آپ سے راہنمائی طلب کروں گا۔

نمبر ۱ ۔ آپ کے مذہب میں امامت کی اصول اور فروعی حیثیت ۔

اور نمبر ۲ ۔ وہ عمومی امامت جو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کے طور پر کسی کو حاصل ہوتی ہے۔

میں اپنے ہر خط کے ساختتام پر دستخط کی جگہ " س" لکھا کروں گا اور آپ اپنے دستخط کی جگہ " ش" لکھ دیا کیجیے گا۔ آخر میں اپنی ممکنہ لغزشوں سے معذرت چاہتا ہوں۔

واجب ِ مکتوب

۔ناظرہ ی اجازت

الجناب شیخ الاسلام دام مجدہ

اسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

آپ کا مکتوب رامی موصول وا۔ آپ نے خط کی شکل میں وہ نعمت ِ فراواں َ بھیجی اور میرے لیے ایسے نفیس خیالات کا اظہ۔ار کیا جن کا حق ادارکنے سے زہ ان قاصر ہے اور جس کے شکریے سے میں زندگی َ بھر اج وں۔

آپ نے اپنی آرزؤوں و مجھ سے وا تہ کیا اور بلہ توقعات قائم یں جبکہ آپ کی ذات لوگوں کی امی۔روں کا مرک۔ اور ان کے افکار م رنظ یات کی پناہ گاہ ہے جہاں لوگوں کی امیریں آپ سے وا تہ رہتی ہیں اور وہ آپ کے وسیع و عریض دہلیز پر اتس کر آپ کے علم سے فیضیاب و ہیں، آپ کے فضل و شرف کی ۔ ارش سے سیراب و ہیں، اس لیے مجھے امید ہے کہ مںی َ بھی اپنی امیروں میں کامیاب وں گا اور جو تم۔ائیں میں نے وا تہ کر رکھی ہیں وہ قوی۔ثابت وں گی۔

آپ نے گفتگو کی اجازت چاں ہے جبکہ آپ صاح اختیار ہیں جیسا حکم فرائیں جس بات ک۔ بارے میں اچاہندر۔ یافت کریں۔ جس طرح چاہیں ارشاد فرائیں آپ صاح فضل َ بھی ہیں آپ کی گفتگو فیصلہ کن َ بھی وگی اور انشاء اللہ آپ جو حکم فرائیں گے وہ عدل کے م ابق وگا۔

والسلام

مکتوب نمبر ۲

شیعہ بھی حضرات اہلسنت کا مسلک کیوں نہیں اختیار کرلیتے؟

مولانا محترم ! تسلیمات زاکیات!!

اس کی وجہ آپ بتاسکتے ہیں کہ آخر آپ لوگ بھی وہی مذہب کیوں نہیں اختیار کرلیتے جو جمہور مسلمین کا مذہب ہے؟

جمہور مسلمین کا مذہب یہ ہے کہ وہ اصول دین اور عقائد میں اثناعشرہ کے ہم خیال ہیں اور فروع دین میں ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل میں سے کسی ایک کے مقلد ہیں۔ آپ بھی اصولِ دین میں اثناعشرہ کا مسلک اختیار فرمائیں اور فروعِ دین فرائض و عبادات میں مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کے پابند ہوجائیے، چاہے امام ابو حنیفہ کی تقلید کیجیے یا امام شافعی ۔ یا امام مالک کی یا احمد بن حنبل کی ۔ کیونکہ یہی مذہب ایک ایسا مذہب ہے کہ

سلف صالحینؒ بھی اسی پر کاربند رہے اور اسی کو بہتر و افضل سمجھتے رہے۔ نیز ہر زمانہ اور ہر خطہء ارض کے جملہ مسلمانوں کا مذہب بھی یہی رہا اور اب کے بھی ان ائمہ اربعہ کی عدالت ، اجتہاد، زہد و ورع ، تقدس و پرہیزگاری، پاکیزہ نفسی، حسنِ سیرت اور علمی و عملی جلالتِ قدر پر ابتدا سے لے کر آج تک بیک دلی زبان متفق رہے ہیں۔

اتحاد و اتفاق کی ضرورت

یہ بھی غور فرمائیے کہ اس زمانے میں ہم لوگوں کے لیے اتحاد و اتفاق کس قدر ضروری ہے۔ دشمنانِ اسلام ، ہم مسلمانوں کے خلاف محاذ قائم کیے ہوئے ہیں، ایذا رسانی پر کمر باندھ لی ہے دل و دماغ اور زبان کی ساری طاقتیں ہمارے خلاف استعمال کررہے ہیں۔

اتحاد جمہور اہلسنت کا مذہب اختیار کرنے سے ہوسکتا ہے۔

ہم لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور فرقہ بندی سے اپنے خلاف دشمنوں کی مدد کررہے ہیں۔ لہذا ایسی حالت میں ہم لوگوں کے لیے بہتر یہی ہے کہ ایک مرکز پر جمع ہوجائیں۔ ایک نقطہ پر سمٹ آئیں اور یہ اتفاق و اتحاد جس ہوسکتا ہے کہ ہمارا مسلک و مذہب بھی ایک ہو، آپ لوگ بھی اس مذہب کو اختیار کر لیں جسے اکثر المسلمین اختیار کیے ہوئے ہیں۔

کیا میرا رد سے آپ کو اختلاف ہے ؟ خدا کرے اس پر اگندگی

اور فرقہ واریت سے نجات کی راہ نکلے اور ہم لوگوں کے متحد وجانے ی سبیل پیدا و۔

س

جواب مکتوب

شرعی دلیلیں مجبور کرتی ہیں کہ مذہب اہلبیت(ع) کو اختیار کیا جائے

مکرمی تسلیم !

طا ۔امہ ملا۔ عرض یہ ہےکہ ہم جو اصولِ دین میں اشاعرہ کے ہم خیال نہیں اور فروع دین میں اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید نہیں کر تو یہ کسی تعصب یا فرقہ پرستی کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ شرعی دلیلیں ہمیں مجبور کرتی ہیں کہ ہم مذہب اہلبیت(ع) ی و اختیار کریں۔ یہی وجہ ہے جو ہم جمہور سے الگ و کر اصول و فروع دین میں ئس ارشادات ِ ائمہ طاہرین(ع) ے کو پابند ہیں۔ کیونکہ ادلہ و براہین کا یہی فیصلہ ہے اور سنت ِ نبوی کی ۔ پابندی بھی بس اسی صورت سے وسکتی ہے ا ر دلیلیں ہمیں ذرا بھی مخالفت اہل بیت(ع) کی اجازت نہیں دیتیں یا ان کے مذہب و چھوڑ کر دوسرے مذہب کی ۔ پابندی میں تقرب ِ الٰہی ممکن ہو تا تو ہم ضرور جمہور ی کی روش پہ چلتے تاکہ باہمی رشتہء اخوت اچھی طرح استوار رہے لیکن مجبوری یہ ہے کہ قطعی اور محکم دلیلیں سنگِ راہ بنی وئی ہیں اور کسی طرح مذہب اہلبیت(ع) چھوڑ کر کسی دوسرے مذہب و اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتیں۔

جمہور اہلسنت کا مسلک اختیار کرنے کی کوئی دلیل نہیں ملتی

اس کے علاوہ چاروں مذاہب کو کسی قسم کی ترجیح بھی تو نہیں۔ ان مذاہب کی پیروی کا واجب ولازم ہونا تو اور چیز ہے، ان کے بہتر اور قابل ترجیح ہونے پر جمہور کوئی دلیل بھی پیش نہیں کرسکتے۔ ہم نے تو جمہور مسلمین کے ادلہ کو پوری تحقیق سے دیکھا۔ ہمیں تو ایک دلیل بھی ایسی نہ ملی جو ان ائمہ اربعہ کی تقلید و پیروی کو واجب بتاتی ہو۔ بس لے دے کے یہی ایک چیز ملتی ہے جسے آپ نے بھی ذکر کیا ہے یعنی یہ کہ وہ مجتہد و اول اور بڑے جلیل القدر علماء تھے لیکن یہ بےچکی بات ہے کہ اجتہاد، امانت، عدالت، جلالتِ علمی، یہ ان چاروں بزرگوں کے ساتھ مخصوص تو نہیں، انھیں میں منحصر تو نہیں لہذا معین طور پر فقط ان کی پیروی اور ان کے مذاہب میں سے کسی کا پابند و رہنا واجب کیوں کر گا؟ اور میرا یہ دعوی ہے کہ مسلمانوں میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ نکلے گا جو یہ کہہ سکے یہ چاروں ائمہ اہلبیت ائمہ علیہم السلام سے علم یا عمل کسی ایک چیز میں بڑھ کر تھے۔ ہمارے ائمہ تو اہل بیت طاہرین(ع) ہیں۔ جو سفینہ نجات ہیں۔ امتِ اسلام کے لیباب حطہ ہیں۔ ستارہ ہدایت ہیں اور ثقل پیغمبر(ص) ہیں۔ امت میں رسول(ص) کی چھوڑی ہوئی نشانی ہیں۔ جن کے متعلق رسول(ص) کا یہ ارشاد ہے کہ

"دیکھو ان سے آگے نہ بڑھو ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے اور نہ انھیں پیچھے کردینا

ورنہ تم بھی ہلاک ہوجاؤ گے اور انھیں سکھانا

پڑھنا نہیں ، یہ تمھے زیادہ جانتے ہیں۔"

لیکن کیا کہا جا کہ رسول (ص) کے مرنے کے بعد سیاست نے کیا کیا کرشمے دکھا اور کیا سلوک کیا گیا اہلبیت(ع) کے ساتھ؟

آپ کے اس جملہ نے کہ سلفِ صالحینؑ بھی اسی مسلک پر گامزن رہے اور انہوں نے اسی کو معتدل و معتبر مذہب سمجھا، مجھے حیرت میں ڈال دیا۔ شاید آپ نہیں جانتے کہ مسلمانوں میں تقریبا آدھی تعداد شیعوں کی ہے اور شیعیان آل محمد(ص) کے سلف و خلف اس زمانے کے شیعہ ہوں یا اس زمانے کے پہلی صدی ہجری سے لے کر اس چودھویں صدی تک مذہب اہلبیت(ع) کے پابند ہیں۔ شیعہ مسلک اہلبیت(ع) کی اتباع عہد امیرالمومنین(ع) اور جناب سیدہ(س) سے کررہے ہیں جب کہ اشعری کا وجود تھا اور نہ ائمہ اربعہ میں سے کوئی امام وجود میں آیا تھا۔

پہلے زمانہ کے لوگ جمہور کے مذہب کو جانتے ہی نہ تھے

اس کے علاوہ تمام پیغمبر(ص) سے قریب تمام کے مسلمان خواہ شیعہ ہوں یا سنی انہوں نے ان مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کو اختیار ہی نہیں کیا۔ ان میں سے کسی ایک کے پابند ہی نہیں ہو اور ان مذاہب کو وہ اختیار بھی کر تو سکتے جب کہ ان مذاہب کا اس زمانے میں وجود ہی نہ تھا۔ اشعری(اصول دین میں آپ لوگ جن کے پیرو ہیں) سنہ ۲۷۰ھ میں پیدا ہوا اور سنہ ۳۲۰ھ میں انتقال کیا۔ ظاہر ہے کہ سنہ ۲۷۰ھ کے قبل کے مسلمان عقائد میں اشعری سے کہے جاسکتے ہیں۔ احمد بن حنبل سنہ ۱۶۴ھ

میں پیدا ہوا اور سنہ۲۴۱ھ میں انتقال کیا۔ شافعی سنہ۱۵۰ھ میں پیدا ہوا اور سنہ۲۰۴ھ میں انتقال کیا۔ امام مالک سنہ۹۵ھ میں پیدا ہوا اور سنہ ۱۶۹ھ میں انتقال کیا۔ امام ابو حنیفہ سنہ ۸۰ ھ میں پیدا ہوا اور سنہ۱۵۰ھ میں انتقال کیا۔

خدا کے لیے انصاف تو فرمائیے کہ جو اصول دین میں آپ کے پیشوا اشعری سنہ۲۷۰ھ میں پیدا ہوں اور فروع دین میں آپ کے ائمہ اربعہ ابتداء زمانہ اسلام سے اتنے زمانہ کے بعد امام وجود میں آئیں، پھر اس سے پہلے کے مسلمانوں کے متعلق، یہ کہنا کیونکر روا ہے کہ وہ بھی ان ہی مذاہب اربعہ کے پابند تھے اور ان کا مذہب بھی وہی تھا جو آج کل جمہور مسلمین کا ہے۔

ہم شیعیان اہلبیت(ع) تو ائمہ اہلبیت(ع) کے پیرو ہیں اور آپ لوگ یعنی جمہور مسلمین، اہلبیت(ع) کو چھوڑ کر صحابہ اور تابعین صحابہ کے پیرو ہیں۔ دور اول کے بعد کے تمام مسلمانوں پر ان مذاہب میں سے کسی ایک کو اختیار کرلینا۔ کسی نہ کسی کا پابند ہونا واجب کیونکر ہوگیا اور ان چاروں مذاہب سے پیشتر جو مذاہب رائج تھے ان میں کیا خامی تھی کہ ان سے کنارہ کشی کر لی گئی اور آپ کے ان مذاہب میں جو بہت بعد میں امام وجود میں آئے ایسی کیا خوبی تھی کہ اہلبیت(ع) سے روگردانی کی گئی جو ہم کو باب الٰہی کشتی نجات اور معدن رحمت ہیں۔

اجتہاد کا دروازہ اب بھی کھلا ہوا ہے

یہ بھی غور طلب امر ہے کہ اجتہاد کا دروازہ اب کیوں بند ہوگیا جب کہ ابتدا زمانہ اسلام میں یہ پاٹوں پاٹ کھلا ہوا تھا۔ ہاں اب اگر اپنے

۔ بالکل اجـ قرار دے لیا جا یہ طے کر لیا جا کہ ہم اجتہاد کرنا بھی چاہیں تو اب ہم سے نہیں وسکیا۔ ہم اس شـرف سے محروم ی رہیں گے تو یہ دوسری بات ہے ورنہ ون شخص اس کا قائل وہنا پ نر کرسکتا ہے کہ خداوند ـام نے حضـرت خـاتم المرسلین(ص) وَ بہترین شریعت کے اتھ مبعوث افر یا اور تمام کتب سماویہ سے افضل و اشرف کتاب قرآن مجید نازل کی۔ دیـن و مکمل اور اپنی نعمتوں و تمام کیا اور آنحضرت(ص) و آئینہ و شتہ باتیں بتا کرَ بھیجا تو وہ صرف اس لیے کہ یہی ائمہ الاربعہ شریعت کے الک و مختار و رہیں۔ انھیں سے پوچھے ، انھیں سے معلوم کرے ، ان و چوڑ کر دوسرے ذریے سے حاصـل کرنا چاہے وخ حـ بروجہد کرکے معلوم کرنا چاہے وتو نہ معلوم کرسکے۔ مختصر یہ کہ پوری شریعت اسلامیہ رقآن مجید سنت رسول(ص) تمام دلائل و بینات سمیت ان کی جاگیر وجا ، ملکیت خاص بن جا ، ان کے حکم و را و چوڑ کر کسی دوسرے کی را پر عمـل کرنے کی کسی و اجازت ی نہ و۔

گیا یہی ائمہ الاربعہ وارثِ نبوت تھے یا انھیں پر خداوند ام نے ائمہ و اوصیاء کا سلسلہ ختم کیا، کیا انھیں و آئینہ رہ و شتہ کے علوم ودیعت اکیے کہ یا بس انھیں و وہ صلاحیتیں ملیں جو دنیا بھر میں کسی اور و نہیں ملیں، میرے خیال میں وئی مسـلمان بھی اس کا قائل نہ لے گا۔

اتحاد ی آسان ورت یہ ہے کہ مذہب اہلبیت(ع) کو معتبر سمجھا جائے

آپ نے جس اہم امر کی طرف ہمیں متوجہ کیا ہے یعنی یہ کہ فرقہ واریت ختم کی جا اور تمام مسـلمان شـیعہ سـنی ایک وجائیں تو بسم اللہ یہ بہت مستحسن

اقدام ہے لیکن میرا خیال یہ ہے کہ مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کا وہ نا بس اسی پر موقوف و منحصر نہیں کہ شیعہ اپنا مذہب چھوڑ دیں یا اہلسنت اپنے مذہب سے الگ ہوجائیں اور خاص کر شیعوں سے یہ کہنا کہ وہ اپنا مذہب چھوڑ دیں ترجیح بلا مرجح ہے بلکہ درحقیقت مرجح و ترجیح دینا ہے۔ ہاں یہ پراگندگی تو دور ہوسکتی ہے اور اتحاد و اتفاق جو پیدا ہوسکتا ہے جو آپ مذہب اہلبیت(ع) کو بھی مذہب سمجھیں اور اس کو بھی ان چاروں مذہبوں میں سے کسی ایک جیسا قرار دیں یعنی کہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، شیعہ کو بھی ان نظروں سے دیکھیں جن نظروں سے آپس میں ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔ اگر آپ جائزہ لیں تو خود مذاہب اہلسنت میں جتنے اختلاف موجود ہیں وہ شیعہ سنی اختلافات سے کم نہیں ۔ لہذا صرف غریب شیعوں پر عتاب کیوں کیا جاتا ہے کہ وہ اہلسنت کے برخلاف ہیں۔ حضرات اہلسنت کو بھی شیعوں کی مخالفت پر سرزنش کیوں نہیں کی جاتی۔ بلکہ خود اہلسنت میں جو ایک دوسرے کے مخالف ہیں کوئی حنفی ہے کوئی شافعی، کوئی مالکی ہے کوئی حنبلی تو انھیں اختلاف سے منع کیوں نہیں کیا جاتا لہذا جب ملک اسلامیہ میں چار مذہب وسکتے ہیں۔ چار مذہب ہونے پر کوئی کشائی نہیں ہوتی پا رہی ہونے میں کیا قیامت ہے؟ کس عقل میں یہ بات آسکتی ہے کہ چار مذاہب تک ہونے میں کوئی خرابی نہیں، چار مذہبوں میں بٹ کر مسلمان متحد رہ سکتے ہیں اتحاد و اتفاق باقی رہ سکتا ہے لیکن اگر چار سے بڑھ کر پانچ ہوجائیں تو اتحاد رخصت ہوجائے گا جمعیت اسلام پراگندہ و منتشر ہوجائے گی۔

آپ نے ہم شیعوں کو مذہبی وحدت کی طرف جو دعوت دی ہے کاش کہ آپ یہی دعوت مذاہب الاربعہ کے دیتے یہ دعوت آپ کے لیے بھی آسان تھی اور ان کے لیے بھی یہ ہمیں کو مخصوص کر کے دعوت کیوں دی گئی ؟

کیا آپ بھی یہ سمجھتے ہیں کہ اہلبیت(ع) کی اتباع و پیروی میں اتحاد رخصت ، رشتہء اخوت منقطع ، اہلبیت(ع) کی پیروی کرنے والوں کا دیگر مسلمانوں سے کوئی واسطہ نہیں، کوئی رابطہ نہیں اور اہلبیت(ع) کو چھوڑ کر جس کی بھی پیروی کی جائے اسے امام بنا لیا جائے دل لے رہیں گے۔ عزائم ایک رہیں گے چاہے مذاہب مختلف ہی کیوں نہ ہوں۔ رائیں ایک دوسرے کے برخلاف ہی کیوں نہ ہوں، خواہشیں ایک دوسرے سے متضاد ہی کیوں نہ ہوں۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ آپ کا بھی یہ خیال نہیں ہوگا اور نہ آپ و رسول(ص) کے اہلبیت(ع) سے اتنی پرخاش ہوگی آپ تو دوستدار قرابت داران پیغمبر(ص) ہیں۔

ش

مکتوب نمبر ۳

مولانا محترم تسلیم !

آپ کا مفصل خط نامہ ملا۔ اس میں شک نہیں کہ آپ نے وصول و رفوعِ دین دونوں میں جمہور کے مذہب کی پیروی واجب ہونے کو بہت تفصیل سے بیان کیا۔ اجتہاد کا دروازہ ہنوز کھلے رہنے کو بھی شفی بخش طور پر ثابت کیا۔ آپ نے خط نامہ میں ان دونوں مسئلوں پر لیے ناقابل رد دلائل و براہین اکھٹا کردیئے ہیں کہ اب تامل کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اب تو میں بھی آپ کا ہم خیال ہوں کہ یقیناً جمہور کے مسالک کا اتباع کوئی ضروری نہیں نیز یہ کہ اجتہاد کا دروازہ اب بھی کھلا ہوا ہے۔

میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ لوگ بھی وہی مذہب کیوں اختیار نہیں کر لیتے جو جمہور مسلمین کا مسلک ہے۔ تو آپ نے یہ افسوس کیا کہ اس کے سبب ادلہ

شرعیہ ہیں۔ آپ کو چاہیے تھا کہ اس چیز کو ذرا تفصیل سے بیان کرتے بڑی مہربانی ہوگی اگر آپ کلام مجید اور احادیث نبوی(ص) سے ایسی قطعی دلیلیں پیش کریں جن سے یہ معلوم ہو کہ ائمہ اہل بیت(ع) ہی کی پیروی واجب و لازم ہے نہ کہ ان کے غیر کی۔

س

جواب مکتوب

مکرمی تسلیم !

آپ بحمدہ زیرک و دانا ہیں اسی لیے میں نے بجائے شرح و بسط کے اشارۃً کچھ باتیں ذکر کر دی تھیں۔ توضیح کی ایسی کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی تھی میرا خیال ہے کہ آپ کو ائمہ اہل بیت(ع) کے متعلق کسی قسم کا شبہ نہ ہوگا نہ ان کو ان کے غیروں پر ترجیح دینے میں کسی قسم کا پس و پیش ہونا چاہیے ۔ اہلبیت(ع) کی ذوات مقدسہ گمنام ہستیاں نہیں۔ ان کی عظمت و جلالت اظہر من الشمس ہے۔

۔ اتباعِ اہلبیت(ع) کے وجوب پر ایک ہلکی سی روشنی

ان کا کوئی ہمسر و نظیر، انہوں نے پیغمبر(ص) سے تمام علوم سیکھے، اور دین و دنیا دونوں کے احکام حاصل کیے، اسی وجہ سے پیغمبر(ص) نے انھیں قرآن کا مثل ، صاحبانِ عقل کو بصیرت کے لیے ہادی و پیشوا اور نفاق کے کی بخشش یقینی ہوگئی۔ عروہ وثقی (مضبوط رسی) انہیں جو کبھی ٹوٹے گی نہیں۔

امیرالمومنین(ع) کا دعوت دینا مذہب اہلبیت(ع) کی طرف

اور حضرت امیرالمومنین(ع) فرماتے ہیں۔

" تم کہاں جارہے ہو؟ کدھر بھٹک رہے ہو ؟ حالانکہ علم ہدایت نصب ہیں، نشانیاں واضح ہیں، پرچم لہرارہے ہیں۔ تمہاری یہ سرگردانی کہاں پہنچائے گی تمہیں، بلکہ میں یہ پوچھ رہا ہوں کہ تم بھٹک کیسے رہے ہو حالانکہ تمہارے درمیان اہلِ بیت(ع) پیغمبر(ص) موجود ہیں جو حق کی زمام ہیں، دین کے جھنڈے ہیں، سچائی کی زبان ہیں لہذا انھیں بھی قرآن کی طرح اچھی منزل پر رکھو اور تحصیل علم کے لیے ان کی خدمت میں پہنچو، جس طرح پیاسے اور تھکے ہارے اونٹ نہر کے کنارے پہنچتے ہیں، اے لوگو! یہ یاد رکھو یہ اراذلِ پیغمبر(ص) ہے کہ ہم میں[1] سے کسی شخص کو اگر موت آجائے تو ظاہری حیثیت سے وہ مرجائے گا لیکن در حقیقت زندہ رہے گا اور یوں اس کا جسم خاک میں مل جائے گا لیکن واقعا خاک میں نہ ملے گا لہذا تم جو باتیں جانتے نہیں ہو اس کے متعلق کنجائش نہ کرو کیونکہ زیادہ تر وہ باتیں حق ہیں جن کا تم انکار کرو۔ معانی سے انکو اس سے جس پر تم غلبہ نہیں پاسکتے اور وہ میں ہوں ۔ کیا میں نے تمھارے درمیان

۱:-کیونکہ ان کی روح امام ظہور میں کارفرما ہے۔ دنیا میں منور ہونا ہے جیسا کہ شیخ محمد عبدہ مفتی دیار مصر وغیرہ نے کہا ہے۔

ثقل اکبرؑ (یعنی قرآن) پر عمل نہیں کیا ؟ اور تم میں ثقلِ اصغرؑ (یعنی اپنے دونوں جگر گوشے حسن(ع) و حسین(ع)) چھوڑنے والا نہیں ہوں؟ کیا میں نے تمہارے درمیان ایمان کا جھنڈا نہیں گاڑا؟''

نیز حضرت امیرالمومنین(ع) فرماتے ہیں :

'' اپنے نبی(ص) کے اہل بیت(ع)[1] پر نظر رکھو، ان کی پہچان کا پورا دھیان رہے، ان کے نقشِ قدم پر چلتے رہو، یہ تمہیں راہِ راست سے الگ نہ کریں گے اور نہ ہلاکت میں ڈالیں گے، اگر وہ ٹھہریں تو تم بھی ٹھہر جاؤ اور اگر چل کھڑے ہوں تو تم بھی چل پڑو۔ ان سے آگے نہ بڑھ جانا کہ گمراہ ہوجاؤ اور نہ پیچھے رہ جانا کہ ہلاکت میں پڑ جاؤ۔''

ایک مرتبہ آپ(ع) نے اہلبیت(ع) کا ذکر فرمایا و کہا:

'' وہ علم کی زندگی ہیں[2] (ان کے دم سے علم زندہ ہے) جہالت کے لیے (پیام) موت ہیں۔ ان کے عمل و دیکھ کر تم ان کے علم کا اندازہ کر سکو گے ، ان کے ظاہر و دیکھ کر ان کے باطن کا اندازہ تمہاری سمجھ میں آجائے گا۔ ان کے سکوت سے تم سمجھو گے کہ ان کا کلام کس قدر جچاتلا ہوگا نہ تو وہ حق کی مخالفت کریں گے اور نہ ان کے ابین حق میں اختلاف ہوگا ہے۔

وہ اسلام

۱:-نہج البلاغہ، جلد اول، صفحہ ۱۷۹ خطبہ ۹۳

۲:-نہج البلاغہ، جلد۲، صفحہ۲۵۹، خطبہ ۲۳۴

کے ستون ہیں، مضبوط سہارا ہیں۔ ان ں کے ذریے حق اپنی منزل پر پاٹخ ۔ باطل و زوال وا اور ۔ باطل کی ز۔ ان جڑ سے کٹ گئی اُوں نے دین و حاصل کیا۔ اس پر عمل کرنے اور ذہن نشین کرنے کے لیے صرف سننے سنانے کے لیے نہیں کیونکہ۔ علم کے راوی تو ہت ہیں لین علم پر عمل کرنے والے، علم کا حق ادا کرنے والے ہت کم ہیں۔''

ایک دوسرے خطبہ میں آپ(ع) فرا ہیں :

'' پیغمبر(ص) کی عترت[1] عترتوں میں ہترین عترت ہے۔ آپ کا گھرا تمام گھرانوں سے ہتر گھرا ہے، آپ کا شجرۂ ہسرین شجرہ ہے۔ حرم کی چار دیواری میں وہ روئیدہ وا۔ اوج ی رگ تک بلند وا۔ اس درخت کی شاخیں دراز اور پھل اس کے ناممن الحصول ہیں۔''

نیز حضرت امیرالمومنین(ع) فرا ہیں:

'' ہم[2] ی پیغمبر(ص) کی نشانیاں ہیں، ہم ی اصحاب ہیں، ہم ی خینہ دار ہیں، ہم ی دروازے ہیں، گھروں میں دروازے سی سے آ یا جاتا ہے۔جو شخص دروازے سے نہ آ اسے چور کہا جاتا ہے۔ ''

آگے چل کر آپ اہل بیت(ع) کی توصیف فرا ہیں :

'' انھیں کی شان میں کلامِ مجید کی ہترین آیتیں نازل وئیں یہی

۱:-نہج البلاغہ، جلد اول، قم ۱۷۵، خطبہ ۱۹۰

۲:-نہج البلاغہ، جلد ۱، قم ۵۸، خطبہ ۱۵۰

اہل بیت(ع) خدا کے خزانے ہیں۔ اگر بولیں گے تو سچ بولیں گے، اور اگر خاموش رہیں گے تو ان پر سبقت نہ کی جا سکے گی۔''

ایک اور خطبہ میں آپ فرماتے ہیں :

'' سمجھ[1] رکھو تم ہدایت و استقامت تک جان نہیں سکتے جب تک تم یہ نہ جان لو کہ کون راہِ ہدایت سے منحرف ہے۔ کس نے خدا کے عہد و پیمان پر عمل نہیں کرسکتے جب تک تم یہ نہ معلوم کر لو کہ کس کس نے عہد شکنی کی۔ قرآن سے استقامت تک متمسک نہیں ہوسکتے جب تک قرآن چھوڑ دینے والوں کو پہچان نہ لو۔ لہذا اس و قرآن والوں سے پوچھو ، اہل بیت(ع) سے دریافت کرو وہ علم کی زندگی ہیں جہالت کے لیے موت ہیں۔ اہل بیت(ع) ہی ایسے ہیں کہ ان کے حکم سے تمہیں پتہ چلے گا کہ کتنا علم رکھتے ہیں۔ ان کی خاموشی سے تمہیں معلوم ہوگا کہ وہ کس قدر متین اور سنجیدہ گفتگو کرنے والے ہیں۔ ان کے ظاہر کو دیکھ کر تمہیں انکے باطن کا اندازہ ہوگا نہ تو وہ دین کی مخالفت کرتے ہیں اور نہ دین میں ان کے بین کوئی اختلاف ہے۔ پس وہ گواہ دین ان کے درمیان شاہد بھی ہے، صادق بھی، خاموش بھی ہے گویا بھی۔''

اس موضوع پر بکثرت ارشادات آپ کے موجود ہیں چنانچہ ایک اور موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا :

'' ہم ہی سے تمنے تاریکیوں میں ہدایت پائی۔ ہمارے ہی ذریعہ

ا:-نہج البلاغہ، جلد۲، صفحہ ۷۳، خطبہ ۱۴

بلندیوں پر فائز ہو۔ ہماری دعوت سے تاریکیوں سے نکلے، بہرے وجائیں وہ کان جو سنیں اور سن کر یاد رکھیں[1]۔''

ایک اور موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا :

'' اے[2] لوگو! روشنی حاصل کرو اس شخص کے چراغ کی لو سے جو تمہیں نصیحت کرنے والا بھی ہے اور خود بھی عامل نصیحت عمل کرنے والا ہے اور اپنی بھرواس پاک و صاف چشمہ سے جس کا پانی نتھرا ہوا ہے۔''

ایک اور موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا :

'' ہم شجرہ نبوت[3] (ص) ہیں۔ ہم منزل رسالت ہیں، ہم ملائکہ کی جا آمدو رفت ہیں، علم کے خازن ہیں، حکمتوں کے سرچشمہ ہیں، ہمارے مددگار اور دوست منتظر رحمت اور ہمارے دشمن ہم سے کینہ رکھنے والے خدا کے قہر و غضب کے منتظر ہیں۔''

ایک موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا :

'' کہاں[4] گئے وہ جو ہم سے سرکشی کر کے ہم پر کذب و افترا کر کے ہمارے

---

۱ - نہج البلاغہ، جلد ۱، ص۳۳، خطبہ۳

۲ - نہج البلاغہ، جلداول، خطبہ۱۰۳

۳ - نہج البلاغہ، جلد اول، ص۲۱۴ خطبہ ۱۰۵ ابن عباس کا قول ہے کہ ہم اہل بیت(ع) شجرہ نبوت ہیں، ملائکہ کی جا آمدو رفت ہیں۔ رسالت کے گھرانے والے ہیں، رحمت کے گھر والے ہیں، علم کے معدن ہیں، ان کے اس فقرہ و محققین علماء اہلسنت نے نقل کیا ہے۔ چنانچہ صواعق محرقہ ص ۱۴۳ پر بھی منقول ہے۔

۴ - نہج البلاغہ، جلد ۲، ص۳۶

مقابلے میں اپنے و راسخون فی العلم بنا تھے آئیں اور دیکھیں کہ ہم و خدا نے رفعت بخشی انھیں پست کیا، ہمیں الا ـال ردکر یا انھیں محروم رکھا، ہمیں اپنی رحمت میں رکھا انھیں نکال باہر کیا ہم سے ہدایت چاں جاتی ہے، ہم سے آنکھوں میں نور لیلا جاتا ہے، یقیناً ائمہ قریش ں سے جو ہاشم کی نسل سے وں گے امت بنی ہاشم کے وا کسی کے لیے لائق و سزاوار ں نہیں اور ـ۔ بنی ہاشم کے علاوہ کسی و حکومت زیبا دے سکتی ہے ـــــ"

اسی سلسلہ میں آپ نے اپنے مخالفین سے افر یا :

" ـــــ انُوں نے دنیا و اختیار کیا اور آخرت و پیچھےدکر یا۔ پاک و صاف چشمے و چوڑ کر گھے لہ پانی سے سیراب و ۔ "اسی طرح آخر خطبہ تک عنوان کلام ہے۔

آپ ں کا یہ قولَ بھی ہے کہ :

" تم میں[1] سے جو شخص اپنے بستر پر مرے اور وہ اپنے پروردگار اپنے ر ول(ص) اور اہلبیت(ع) ر ول(ص) کے حق و پہچانتا وا مرے تو شہید مرے گا۔ اس کا اجر خدا کے ذمہ وگا اور جس نیک کام(جہاد فی سبیل اللہ) کی نیت رکھتا تھا اس کی بھی اجر پا گا۔ اور اس کی نیت اس کی تلوار کشی کی قائم مقام وجا گی۔"

ایک اور موقع پر آپ نے ارشاد افر یا:

" ہم[2] ں شرفاء ہیں ہمارے ر رگ ر رگاں انبیاء ہیں ہماری

---

[1] - نہج البلاغہ، جلد۲، ص۱۵۶، خطبہ۸۵

[2] - صواعق محرقہ، ص۱۴۲

جماعت خدا کی جملک ہے اور ۔ باغی روہ شیر ان کی جماعت ہے۔ جو شخص ہمیں اور ہمارے دشمن و برابر رکھے وہ ہم سے نہیں۔''

امام حسن(ع) نے ایک موقع پر خطبہ ارشاد فرما و کہا :

'' ہمارے بارے میں خدا سے ڈرو کیونکہ ہم تمھارے امیر و حاکم ہیں[1]۔''

امام زین العابدین(ع) کا ارشاد رای

امام زین العابدین علیہ السلام نے اس آیت کی تلاوت فرما :

'' اے لوگو ! خدا سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ وجاؤ۔''

تو آپ دیر تک خدا سے دعا فرما جس میں صادقین کے درجے سے ملحق ونے اور اندراج اعلیہ کی خواستگاری فرما ، مصائب و شدائد کا ذکر کر اور ائمہ دین خانوادہ رسالت(ص) و چھوڑ دینے والے بدعتی لوگوں نے جن چیزوں کی دین کس طرف نسبت دے رکھی ہے اس کا تذکرہ کر پھر فرما :

'' اور کچھ لوگ ہمیں ہمارے درجے سے گھٹانے پر اتر آ ۔ کلام مجید کی متشابہ آیتوں سے کام نکالنے لگے۔ انھوں نے ان آیتوں کی من مانی تاویلیں یں اور ہمارے متعلق جو کچھ ارشادات پیغمبر(ص) ہیں ان و متہم قرار دے یا۔''

اسی سلسلہ میں آپ فرما : '' اے پالنے والے !اس امت کی نافرمانی کی کس سے فریاد کی جا حالت یہ ہے کہ اس ملت کی نشانیاں خاک میں مل گئیں اور امت

---

[1] - صواعق محرقہ، ص ۱۳۴

نے فرقہ پرستی اور اختلاف و اپنا دین بنالیا۔ایک دوسرے و کافر بنانے لگے۔ حالانکہ خداوند ام کا ارشاد ہے کہ تم ان لوگوں کی طرح نہ و جاؤ جو فرقہ فرقہ وگئے اور اختلافات میں پڑگئے بعد اس کے کہ ان کے پاس روشن نشانیاں آچکی تھیں لہذا حجت پہنچانے اور حکم ۔ تاویل میں وا ان کے جو ہم پلہ تاب الٰہی ہیں لہذا ائمہ ہدایت ہیں، تاریکیوں کے روشن چراغ ہیں، جن کے ذریعہ خدا نے بندوں پر اپنی حجت قائم کی اور اپنی مخلوق کو بغیر اپنی حجت کے نہیں چھوڑا ون بھروسہ کے قابل وسیلہ ہے۔ تم انھیں پہچانو ۔ اپنا چا و تو شجرہ مبارکہ کی شاخیں ان ۔ پاک ۔ پاکیزہ ذوات کے بقیہ راغو ۔ پاؤ گے جن سے خدا نے ہر گندگی و دور رکھا اور ان کی طہارت کی تکمیل کی۔ انھیں تمام آفتوں سے بری رکھا اور کلام مجید میں ان کی محبت واجب کی۔[1]

یہ اام(ع) کی اصل عبارت کا ترجمہ ہے ۔ غور سے ملاحظہ فرمائیے ۔ یہ عبارت اور امیرالمومنین(ع) کے جتنے فقرے ہم نے ذکر کیے یہ نمایاں طور پر مذہب شیعہ و پیش کر ہیں۔ ایسے ں متواتر اقوال دیگر ائمہ کرام کے ہمارے صحاح میں موجود ہیں۔

ش

---

[1] - صواعق محرقہ، تفسیر آیت واعتصموا ----الخ فصل اول، باب ۱۱، ص۹۰

مکتوب نمبر ۴

کلام مجید یا احادیثِ پیغمبر(ص) سے دلیل کی خواہش

مولانا محترم !

کلام مجید یا حدیثِ نبوی(ص) سے کوئی ایسی دلیل پیش کیجیے جسے سے معلوم ہو کہ ائمہ اہل بیت(ع) کی پیروی واجب ہے۔ قرآن و حدیث کے علاوہ چیزوں کو رہنے دیجیے۔ کیونکہ آپ کے ائمہ کا کلام مخالفین کے لیے حجت نہیں ہوسکتا کیونکہ ان کے کلام سے استدلال اس مسئلہ پر دور کا مستلزم ہے۔ آپ ثابت یہ کرنا چاہتے ہیں کہ ائمہ اہلبیت(ع) کی پیروی واجب ہے اور آپ دلیل میں انھیں ائمہ اہلبیت(ع) کا قول پیش کر رہے ہیں جن کی پیروی ہی محل بحث ہے۔

س

جواب مکتوب

ہماری تحریر پر غور نہیں کیا گیا

آپ نے غور نہیں کیا ۔ ہم نے حدیث سے ابتدا ں میں ثبوت پیش کر یا تھا۔ اپنے مکتوب میں یہ لکھتے و کہ ہر لحاظ سے ائمہ اہلبیت(ع) ں کی پیروی ہم پر واجب ہے نہ کسی غیر کی۔ ہم نے حدیث ثقلین کا ذکر کردی تھی۔ ہم نے یہ لکھا تھا کہ پیغمبر(ص) نے فرمایا کہ "اب خدا کے مقابلہ صالحین عقل کے لیے مقدس، نجات کا سفینہ، امت کے لیے امان فراہم کرتا ہے، باب حطہ فراہم کرتا ہے" تو میری یہ عبارت انھیں مضامین کی احادیث کی طرف اشارہ تھی جو کہ اکثر و بیشتر کتب احادیث میں موجود ہیں۔ ہم نے یہ بھی لکھا تھا کہ آپ انشاء اللہ ان لوگوں میں ہیں جن کے لیے اشارہ ں کافی ہے، تصریح کی ضرورت نہیں۔ لہذا جب ہمارے ائمہ کی اطاعت و پیروی کے متعلق اتنی کثرت سے احادیث موجود ہیں تو اب ان کے اقوال مخالفین کے مقابلہ میں بطور استدلال پیش کیسے جاسکتے ہیں اور کسی طرح دور لازم نہیں آتا ۔ ہم نے اقوال پیغمبر(ص) کی طرف ابتداء میں اشارہ جو کیا تھا ان کی تفصیل بھی کیسے دیتے ہیں۔ پیغمبر(ص) نے صاف الفاظ میں ارشاد فرمایا :

حدیثِ ثقلین

ببانگ دہل اعلان فرمایا :

"یا ایھا الناس انی تارک --------الخ "

" اے لوگو! میں تم میں ایسی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم انھیں اختیار کیے رہو تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ ایک کتاب خدا دوسرے میرے اہل بیت(ع)[1] ۔"

یہ بھی ارشاد فرمایا:

" میں نے تم میں ایسی چیزیں چھوڑیں کہ اگر تم ان سے محبت کرو تو کبھی گمراہ نہ ہو۔ ایک کتاب خدا جو ایک رسی ہے آسمان سے زمین تک کھینچی ہوئی، دوسرے میرے عترت و اہلبیت(ع)۔ یہ دونوں ہی کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوضِ وثر پر پہنچیں۔ دیکھو میرے بعد تم ان سے کیونکر پیش آتے ہو[2]۔"

یہ بھی آپ(ص) نے فرمایا کہ:

" میں تم میں اپنے دو جانشین چھوڑے جاتا ہوں ایک کتاب خدا جو ایک دراز رسی ہے آسمان سے لے کر زمین تک۔ دوسرے میری عترت و اہل بیت(ع)۔ یہ دونوں ہی کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوضِ وثر پر میرے پاس پہنچیں[3]۔"

---

۱ - ترمذی و نسائی نے جناب جابر سے روایت کی ہے اور ان دونوں سے ملا متقی نے کنزالعمال جلد اول ص ۴۴ ۔ باب اعتصام بالکتاب والسنہ کے شروع میں نقل کیا ہے۔

۲ - ترمذی نے زید ابن ارقم سے روایت کی ہے کنزالعمال جلد اول ص ۴۴ پر بھی موجود ہے۔

۳ - امام احمد نے زید بن ثابت سے دو صحیح طریقوں سے اس کی روایت کی ہے مسند ج ۵ ص ۱۸۳-۱۸۴ جلد ۵ کے بالکل آخر میں طبرانی نے بھی معجم کبیر میں زید بن ثابت سے روایت کیا ہے کنزالعمال جلد اول ص ۴۴ پر بھی موجود ہے۔

یہ بھی آپ(ص) نے فرمایا کہ :

"میں تم میں دو رانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کہ تمام خدا اور میرے اہل بیت(ع)۔ یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر میرے پاس پہنچیں[1]۔"

یہ بھی آپ(ص) نے فرمایا کہ :

"قریب ہے میں بلایا جاؤں اور مجھے جانا پڑے۔ میں تم میں دو رانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک دوسرا بڑا ور بزرگ کہ تمام دوسرے میری امت کہ تمام خدا تو ایک رسی ہے جو آسمان سے زمین تک دراز ہے اور میری عترت میرے اہل بیت(ع) ہیں۔[2] اور خداوند لطیف و خبیر نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر پہنچیں۔ پس دیکھو میرے بعد تمہارا سلوک ان کے ساتھ کیسا رہتا ہے[3]۔"

---

۱ - امام حاکم مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۴۸ پر اس کو درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ حدیث شیخین یعنی مسلم و بخاری کے شرائط کے لحاظ سے بھی صحیح ہے لیکن ان دونوں نے اس کو درج نہیں کیا۔

۲ - امام احمد نے اس حدیث کو ابو سعید خدری سے دو طریقوں سے روایت کیا ہے ایک جلد ۳ صفحہ ۱۷ پر دوسرے صفحہ ۲۶ جلد ۳ پر۔ ابن ابی شیبہ یعلی اور ابن سعد نے ابو سعید خدری سے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ کنزالعمال جلد اول صفحہ ۴۷ پر بھی موجود ہے۔

۳ - امام حاکم نے اس حدیث کو مستدرک جلد۳ صفحہ ۱۰۹ پر مرفوعاً نقل کیا ہے اور نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ حدیث مسلم وبخاری کے معیار پر بھی صحیح ہے لیکن ان دونوں نے درج نہیں کیا پھر اسی جلد۳ صفحہ ۵۳۳ پر دوسرے طریقے سے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن بخاری و مسلم نے ذکر نہیں کیا علامہ ذہبی نے بھی تلخیص مستدرک میں اس کو باقی رکھا ہے اور اس کے صحیح ہونے کا اعتراف کیا ہے۔

اور ج حضرت(ص) جِ آخری سے پلٹے اور مقام غدیر خم پرَ پہنچے تو آپ(ص) نے ارشاد افر یا :

'' مجھے ایسا معلوم و رہا ہے کہ جلد ی میری طلبی وگی اور مجھے اجنا پڑے گا۔ میں تم میں دو رانقدر چیزیں چوڑے جتا وں جن میں ایک دوسرے سے ا بڑھے۔ کہ تاب خدا ، دوسرے میرے اہل بیت(ع) دیکھ و خیال رکھنا کہ ان کے ساتھ تم کس طرح پیش آ وے۔ یہ دونوں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ وں گے۔ یہاں تک کہ حوضِ وثر پر میرے پاسَ پہنچیں۔''

َ پھر آپ(ص) نے کہا کہ خدا قوی ووالا میرا مولا وآقا ہے اور میں ہر مومن کا مولا وں۔َ پھر آپ(ص) نے حضرت علی(ع) کا ہاتھ پکڑا اور ارشاد افر یا کہ :

'' میں جس کا مولا وں یہ علی(ع)َ بھی اس کے مولا ہیں میرے بعد خداوندا ! دو ت رکھ اس و جو ان سے دو ت رکھے اور دشمن رکھ اس و جو ان و دشمن رکھے[1]۔''

---

[1]۔ طبرانی نے اس حدیث و درج کیا ہے جیسا کہ علامہ نبھانی کی اُربعین فی الاُربعین اور علامہ سیوطی کی احیاء المیت میں مذ ور ہے آپ واقف نہ وں گے کہ آنحضرت(ص) کا اس دن کا خطبہ صرف اسی فقرہ پر ختم نہیں تھا کیونکہ صرف اتنا کہنے پر خطبہ کا لفظ صادق نہیں آتا۔ لیکن سیا ت نے بیشتر محدثین کو زبان بند کردیں اور لکھنے والوں کے قلم روک دیے رنگر باوجود اس کے صرف یہ ایک فقرہ اس سمندر کا یہ ایک قطرہ بہت کافی ہے۔

عبداللہ بن اخطب سے روایت ہے کہ رسول(ص) نے مقام جحفہ پر خطبہ ارشاد فرمایا جس میں کہا :

''کیا میں تم پر تمہارے زیادہ اختیار نہیں رکھتا ؟''

لوگوں نے کہا بیشک یا رسول اللہ(ص)۔ آپ(ص) نے اس پر ارشاد فرمایا :

'' میں تم سے دو چیزوں کے متعلق پوچھوں گا کہ کتاب خدا دوسرے میرے اہل بیت(ع)۔''

حدیثِ ثقلین کا تواتر

احادیثِ صحیحہ جن کا قطعی فیصلہ یہ ہے کہ بس ثقلین(اہل بیت(ع) و قرآن کی پیروی واجب ہے) معمولی درجہ کی حدیثیں نہیں بلکہ متواتر حدیثیں ہیں اور بیس سے اوپر صحابیوں سے بکثرت طریقوں سے مروی ہیں۔ اہلبیت(ع) کی پیروی کو واجب بتانے کے لیے ایک مرتبہ نہیں بارہا اور متعدد مواقع پر پیغمبر(ص) نے علی الاعلان کھلے لفظوں میں فرمایا۔ کبھی غدیر خم میں اعلان کیا جیسا ابھی بیان کرچکا ہوں۔ حج آخری کے موقع پر عرفہ کے دن اعلان کیا کبھی طائف سے واپسی کے موقع پر اعلان کیا۔ ایک مرتبہ مدینہ میں بر سرِ منبر اعلان کیا پھر دوسری مرتبہ جب آپ بسترِ مرگ پر حجرہ میں تھے اور آپ(ص) کا حجرہ صحابیوں سے بھرا ہوا تھا۔ آپ(ص) نے ارشاد فرمایا :

'' اے لوگو! عنقریب تم سے رخصت ہونے والا ہوں۔ میں چلے جانے سے پہلے تم سے سب کچھ کہہ سن چکا ہوں۔ پھر کہے دیتا ہوں کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ اپنے پروردگار کی کتاب اور اپنی عترت و اہلبیت(ع)۔''

ؔ پھر آپ(ص) نے حضرت علی(ع) کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور ارشاد افرمایا کہ :

"دیکھو یہ علی(ع) ہیں یہ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن ان کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں ھی کبھی جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر میرے پاسؔ پہنچیں[1]۔"

رات اب(ص) کی اس وصیت پر جمہور مسلمین کے سربرآوردہ افراد کی ایک جماعت نے اقرار و اعتراف کیا ہے۔ یہاں تک کہ ابن حجر نے اپنی کتاب میں حدیث ثقلین درج کر کے لکھا ہے کہ حدیث تمسک بکثرت طریقوں سے مروی ہے اور ۲۰ بیس سے زیادہ صحابیوں نے اس کی روایت کی ہےؔ پھر آگے چل کر کہتے ہیں کہ یہاں ایک شبہ ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ حدیث بکثرت طریقوں سے مروی ہے مگر کہیں یہ ہے کہ آپ(ص) نے حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات میں افرمایا۔ کہیں یہ ہے کہ مدینہ میں جب آپ بسترِ بیماری پر تھے نے ارشاد افرمایا۔ اور حجرہ اصحاب سےؔ بھرا ہوا تھا۔ کہیں یہ ہے کہ غدیر خم میں افرمایا۔ کہیں یہ ہے کہ جب آپ(ص) طائف سے واپس ہو رہے تھے تو دوران خطبہ آپ(ص) نے افرمایا۔

لیکن یہ شبہ درست نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آنحضرت(ص) نے کلام اللہ اور اہل بیت(ع) کی عظمت و جلالت کا لحاظ کر کے اور لوگوں کو ان کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ دلانے کے لیے ان تمام مواقع پر اس حدیث کو بتکرار ارشاد افرمایا ہو، تاکہ اگر پہلے سے کسی کے کانوں میں یہ بات نہ پڑی ہو تو اب پڑجائے پہلے کسی نے نہ سنا ہو تو اب سن لے۔[2] اور جو اہلبیت طاہرین(ع)

---

[1] - ملاحظہ فرمائیے۔ علامہ ابن حجر کی صواعق محرقہ باب ۹ فصل ۲ کی آخری سطریں۔

[2] - دیکھئے صواعق محرقہ، ص۸۹ باب ۱۱ فصل اول۔

خدا اور رسول(ص) کے نزدیک قرآن کے ہم پلہ و ہم وزن ہیں، تو جو قرآن کی شان ہے وہی ان کی بھی شان ہوگی جس طرح قرآن کا اتباع و اطاعت ہر مسلم پر فرض ہے اس طرح اہلبیت(ع) کی اطاعت بھی ہر ایک پر واجب ولازم ہے لہذا ان ان کی اطاعت اور ان کے مذہب و مکتب کی پیروی سے مفر نہیں۔ مجبور ہے انسان کہ بس انھیں کا اتباع کرے کیونکہ کوئی مسلمان یہ نہیں پسند کرتا کہ کتاب خدا کو چھوڑ کر کسی اور چیز کو اس کے بدلے میں اپنا دستور العمل بنائے۔ تو جب کہ کتاب خدا کے بدلے میں کسی دوسری چیز کو اختیار کرنا مسلمانوں کے لیے ناممکن ہے کتاب خدا کے ہم پلہ و ہم درجہ جو ہستیاں ہیں ان سے روگردانی کر کے دوسرے اشخاص کی پیروی بھی اس کی نظر میں درست نہیں ہوگی۔

جن نے اہلبیت(ع) سے تمسک نہ کیا اس کا گمراہ ہونا

اس کے علاوہ سرور کائنات کا یہ ارشاد کہ :

" إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا كِتَاب اللَّهِ وَ عِتْرَتِي"

" میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑے رہو تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے یکی کتاب خدا دوسرے میری عترت۔"

اس کا صریحی مطلب یہ ہے کہ جن نے ان دونوں کو ایک ساتھ اختیار نہیں کیا، دونوں کی ایک ساتھ اطاعت نہیں کی وہ گمراہ ہوگا اس مطلب کی تائید اس حدیث ثقلین سے بھی ہوتی ہے جس کی طبرانی نے روایت کی ہے۔ جس میں

آنحضرت(ص) کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ :

'' دیکھو ان دونوں سے آگے نہ بڑھو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور نہ ان سے پیچھے رہو ورنہ تم بھی ہلاک ہو جاؤ گے اور انھیں کچھ سکھانا پڑھانا نہیں کیونکہ یہ تمہیں زیادہ جانتے ہیں۔''

ابن حجر فرماتا ہیں کہ سرور کائنات کا یہ کہنا کہ :

'' تم ان سے آگے نہ بڑھو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور نہ ان سے پیچھے رہو ورنہ تم بھی ہلاک ہو جاؤگے اور انھیں کچھ سکھانا پڑھانا نہیں کہ یہ تمہیں زیادہ جانتے ہیں۔''

اس امر کی دلیل ہے کہ اہل بیت(ع) کے جو افراد مراتب عالیہ اور درجات دینیہ پر فائز ہو انھیں اپنے ہم وا تمام لوگوں پر تفوق و برتری حاصل تھی۔[1]

۱- دیکھیے صواعق محرقہ ص ۱۲۹ باب وصیة النبی(ص) پھر پوچھیے ذرا علامہ ابن حجر سے کہ جو آپ اقرار فرما ہیں۔ اس کا اعتراف ہے آپ کو تو ھر اشعری و اہلبیت(ع) پر کیوں مقدم کیا گیااہلبیت(ع) کو چھوڑ کر اہل اشعری کا مسلک کیوں اختیار کیا گیا۔ فروع دین میں تنہا اربعہ ابو حنیفہ الک، شافعی، حنبل و اہل بیت(ع) پر کیوں ترجیح دی گئی ہے؟ حدیث میں عمران بن حطان جیسے خوارج کیوں مقدم رکھے گئے۔ تفسیر میں مقاتل بن سلیمان جو فرقہ مرجیہ سے تھا، جسمانیت خدا کا قائل تھا کیوں اہل بیت(ع) پر مقدم سمجھا گیا۔ دیگر علوم میں غیروں کو اہل بیت(ع) کے مقابلہ میں کیوں ترجیح دی گئی۔ رسول(ص) کی جانشینی و نیابت میں برادر رسول ولی پیغمبر جس کے متعلق رسول فرما چکے تھے کہ '' ادا قرض میری جانب سے علی ہی کرسکتے ہیں۔'' کیوں پیچھے کردیئے گئے۔ ان کو چھوڑ کر دوسرے کیوں خلیفہ بنالیے گئے۔ کس درجہ سے قابل ترجیح سمجھے گئے جن لوگوں نے دینی معاملات و امور شریعت میں اہل بیت(ع) سے روگردانی کی اور ان کے مخالفین کے نقش قدم پر چلے انھوں نے حدیث ثقلین اور اس جیسی دیگر حدیثوں پر جو میں اتباع اہل بیت(ع) کا حکم دیا گیا ہے کہاں اور کیونکر عمل کیا اور وہ یہ دعوی کیونکر کرسکتے ہیں کہ ہم اہل بیت(ع) سے تمسک کرنے والے ہیں۔ سفینہ اہل بیت(ع) پر ہیں۔ انکے کس باب حطہ میں داخل ہیں۔

اہلبیت(ع) کی مثال سفینہ نوح(ع) کی ۔ باب حطہ کی ہے اور وہ اختلاف فی الدین سے بچانے والے ہیں

نیز کہا اور یہ بات جو ہر مسلم و قہرا اہل بیت(ع) کا پیروہ بناتی ہے اور مجبور کرتی ہے کہ دینی معاملات میں بس ان کی پیروی کی جا ۔ سرور کائنات کی یہ مشہور حدیث ہے :

" آگاہ و اے لوگو ! تم میں میرے اہل بیت(ع) کی مثال بالکل ایسی کی ہے جیسے نوح(ع) کا سفینہ ۔ کہ جو شخص اس پر سلوار وا اس نے نجات پائی اور جس نے ریز کیا وہ ہلاک و گیا۔[1]"

نیز آنحضرت(ص) کا یہ ارشاد :

" تمہارے درمیان میرے اہلبیت(ع) کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے بنی اسرائیل کے لیے باب حطہ و جو شخص اس میں داخل وا وہ بخش دیا گیا۔[2]"

---

[1] - امام حاکم نے مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۵۱ پر بسلسلہ اسناد جناب ابوذر سے روایت کی ہے۔

[2] - طبرانی نے اوسط میں ابوسعید سے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ نیز علامہ نبہانی کی کتاب اربعین کے صفحہ ۲۱۶ پر بھی موجود ہے۔

نیز آنحضرت(ص) کا یہ قول کہ :

"ستارے زمین کے باشندوں کے لیے غرقابی سے امان ہیں اور میرے اہل بیت(ع) میری امت کے لیے دینی معلومات میں اختلاف کے وقت امان ہیں پس اگر میرے اہلبیت(ع) کی مخالفت کوئی قبیلہ عرب کرے گا(یعنی احکامِ الٰہی میں) تو وہ ایک دوسرے سے مختلف ہوکر ابلیس کی جماعت بن جائے گا۔[1]"

اہل بیت(ع) سے کون مراد ہیں ؟

ملاحظہ فرمائیے ان روایات کے بعد کیا گنجائش باقی رہتی ہے اور اہل بیت(ع) کی پیروی کرنے اور ان کی مخالفت سے باز رہنے کے سوا اور کیا چارہ کار رہتا ہے۔ رسول(ص) نے اس حدیث میں جیسے صاف اور صریحی الفاظ میں اس امر کی واضح تفسیر یا ہے میں تو نہیں جانتا کہ کسی اور زبان میں اس سے بھی زیادہ وضاحت ممکن ہے۔

یہاں اہلبیت(ع) سے مراد مجموع اہلبیت(ع) میں حیث المجموع ہیں یعنی جملہ اہلبیت(ع) سب کے سب علی سبیل الاستغراق مقصود ہیں۔ اس لیے کہ یہ منزلت صرف انھیں کے لیے ہے جو خدا کی حجت اور اس کی طرف سے درجہ امامت پر فائز ہیں۔ جیسا کہ عقل بھی کہتی ہے اور احادیث بھی بتاتی ہیں چنانچہ جمہور مسلمین کے علماء اعلام نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔ صواعقِ محرقہ

---

[1] - امام حاکم نے مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۴۹ پر ابن عباس سے روایت کی ہے اور دریافت کرنے کے بعد لکھا ہے، یہ حدیث صحیح ہے مگر شیخین نے درج نہیں کیا۔

میں علامہ ابن حجر مکی تحریر فرما ہیں:

" اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ آلِ البیت(ع) جنھیں رسول(ص) نے امان قرار دیا ہے ان سے مراد علمائے اہلبیت(ع) ہیں اس لیے کہ انھیں سے ہدایت حاصل کی جاسکتی ہے جیسے ستاروں سے لوگ ہدایت پاتے ہیں اور جو ہمارے درمیان سے ارتحال ہٹ جائیں تو روئے زمین کے باشندوں کو آیات الٰہی کا امن و جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔"

ابن حجر کہتے ہیں :

"کہ یہ اس وقت ہوگا جب مہدی تشریف لائیں گے جیسا کہ احادیث میں بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ(ع) ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور انھیں کے زمانے میں دجال بھی قتل کیا جائے گا اور اس کے بعد پے در پے خدا کی نشانیاں ظہور میں آتی رہیں گی[1]۔"

دوسرے مقام پر ابن حجر لکھتے ہیں:

" سرورکائنات(ص) سے پوچھا گیا کہ اہل بیت(ع) کے بعد لوگوں کی زندگی کیسے بسر ہوگی؟ آپ نے فرمایا۔ ان کی زندگی ایسی ہوگی جیسے اس گدھے کی زندگی جس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ چکی ہو[2]۔"

---

[1] - ملاحظہ فرمائیے۔ صواعق محرقہ، باب ۱۱، فصل ۱ پر آیتوں آیت کی تفسیر۔

[2] - ملاحظہ فرمائیے۔ صواعق محرقہ، فصل ۱۴۳۔ اب ہم علامہ ابن حجر سے پوچھتے ہیں کہ جب علمائے اہلبیت علیہم السلام کی یہ منزلت ہے تو آپ لوگ کدھر جائیں گے۔

اہلبیت(ع) کو سفینہ نوح(ع) اور باب حطہ سے کیوں تشبیہ دی گئی

آپ اس سے بھی واقف ہوں گے کہ سرور کائنات نے اہلبیت(ع) و سفینہ نوح(ع) سے جو تشبیہ دی ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ جس نے اہلبیت(ع) کا مسلک اختیار کیا، اصول و فروغ میں ائمہ اہلبیت(ع) کی پیروی اور اتباع کیا وہ عذاب جہنم سے محفوظ رہا اور جس نے ان سے روگردانی کیا اس کا حشر وہی ہوگا جو سفینہ نوح(ع) سے روگردانی کرنے والے کا ہوا جو جان بچانے کے لیے پہاڑ پر چڑھ گیا تھا۔ بس فرق یہ ہوگا کہ سفینہ نوح سے روگردانی کرنے والا پانی میں ڈوب گیا اور اہلبیت(ع) سے کنارہ کشی کرنے والا جہنم کی آگ میں غرق ہوا۔

اور سرور کائنات(ص) نے اہلبیت(ع) کو باب حطہ سے تشبیہ دی ہے تو اس میں وجہ تشبیہ یہ ہے کہ خداوند عالم نے منجملہ اور بہت سے مظاہر کے جہاں اس کے جاہ و جبروت حکم و فرمان کے آگے بندوں کی عاجزی اور سربسجود نیاز خم کرنے کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ باب حطہ وہ بھی ایک مظہر ارقدی تھا اور اسی وجہ سے اسے ذریعہ مغفرت بنایا تھا۔ اسی طرح خداوند عالم نے امت اسلام کے لیے اہل بیت(ع) پیغمبر(ص) کے اتباع و اطاعت کو اپنے جاہ و جبروت کے آگے بندوں کی خاکساری و عاجزی اور اپنے احکام کے آگے سربسجود تسلیم خم کرنے کے مظاہر میں سے ایک مظہر ارقدی یا۔ اسی وجہ سے اتباع اہلبیت(ع) سبب مغفرت ہے۔

ابن حجر نے[1] اس پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ اس قسم کی احادیث

---

[1] - صواعق محرقہ، باب ۱۱ فصل ۱ تفسیر آیہ ہشتم۔

ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ :

'' آنحضرت(ص) نے ان اہلبیت(ع) و سفینہ سے جو تشبیہ دی ہے تو وہ وجہ تشبیہ یہ ہے کہ جو ان سے محبت رکھے گا اور ان و معزز و محترم قرار دے گا اور ان کے علماء کی ہدایت سے مستفید ہوگا وہ مخالفت کی ۔ تاریکیوں سے نجات ۔ پائے گا اور جو ان سے تخلف کرے گا وہ کفران نعمت کے سمندر میں غرق ہوا اور طغیان و سرکشی کے بیابانوں میں ہلاک ہوا۔''

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ :

'' باب حطہ سے جو جو تشبیہ دی ہے تو اس میں وجہ تشبیہ یہ ہے کہ خداوند امم نے ۔ باب حطہ میں خاکساری و عاجزی کے ساتھ استغفار کر کے داخل ہونے کو بنی اسرائیل کے لیے سبب مغفرت قرار دیا تھا اور اسی طرح امت اسلام کے لیے اہلبیت(ع) پیغمبر(ص) کی مودت و محبت کو ذریعہ بخشش قرار دیا ہے[1] ۔''

---

[1] - آپ ان کی یہ عبارت دیکھیے اور انصاف فرمائیے کہ علامہ ابن حجر نے پھر فروع دین و عقائد فقہ کے اصول و قواعد میں ائمہ طاہرین(ع) کی رہبری کیوں نہ قابل قبول سمجھی ان کے ارشادات پر کیوں نہیں عمل کیا؟ باب و سنت، علم الاخلاق ، سلوک و آداب میں ان سے استغفار کیوں نہ کیا؟ کس بنا پر ان سے روگردانی کی اور کفران نعمت کے سمندر میں اپنے کو ڈبویا اور طغیان و سرکشی کے صحراؤں میں ہلاک ہوئے ۔ اُوں نے ہم شیعوں کے متعلق جو تہمت تراشیاں کی ہیں اور برا بھلا کہا ہے خدا انھیں معاف کرے۔

غرضیکہ ان اہل بیت علیہم السلام کے اتباع و اطاعت کے واجب و لازم ہونے کے متعلق بکثرت صحیح اور متواتر حدیثیں ہیں۔ خصوصاً بطریق اہلبیت طاہرین(ع) تو بے شمار متواتر حدیثیں مروی ہیں۔ اگر آپ کی تھکن کا خیال نہ ہوتا تو انھیں شرح وبسط سے ذکر کرتا لیکن جو کچھ لکھ چکے ہیں وہ بہت کافی ہے۔

ش

مکتوب نمبر ۵

مزید نصوص کی خواہش

آپ میری تھکن کا خیال نہ کیجیے، مزید تشریح فرمائیے۔ خوبی قسمت سے آپ سے استفادہ کا موقع ملا ہے میں ہمہ تن متوجہ ہوں، آپ کے حکیمانہ استدلال نے دل میں فرحت اور طبیعت میں شگفتگی پیدا کردی ہے۔

س

واجبِ مکتوب

نصوص کا مختصر سا تذکرہ

آپ کی اس توجہ اور انہماک کا شکریہ بہتر ہے تعمیل حکم میں کچھ اور روشنی ڈالتا ہوں۔

طبرانی نے معجم کبیر میں اور امام رافعی نے اپنے مسند میں بسلسلہ اسناد ابن عباس سے روایت کی ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت رسول خدا(ص) نے فرمایا :

" وہ شخص جسے یہ پسند ہو کہ میرا جینا جینے اور میری موت مرے اور باغ عدن میں (کہ) وہ علی(ع) و میرے بعد اس کے حاکم بنا اور میرے بعد میرے اہلبیت(ع) کی پیروی کرے کیونکہ وہ میری عترت ہیں اور میری طینت سے پیدا ہوئے ہیں اور انھیں میرا فہم، میرا علم عطا ہوا ہے۔ ہلاکت ہو اس کے لیے جو ان کے فضل و شرف و جھٹلائے۔ اور ان سے مجھ سے جو قرابت ہے اس کا خیال نہ کرے۔ خدا ایسے لوگوں کو میری شفاعت نصیب نہ کرے[1]۔"

مطیر ہارودی، ابن جریر، ابن شاہین اور ابن مردویہ ، ابن اسحاق کے واسطے سے زید بن مطرف سے روایت کرتے ہیں کہ زید کہتے ہیں کہ :

" میں نے خود رسول اللہ(ص) کو یہ کہتے سنا کہ جو شخص یہ چاہتا ہو

---

[1] - ٹھیک ان ہی الفاظ میں یہ حدیث کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۱۷ پر موجود ہے۔ منتخب کنزالعمال میں بھی یہ حدیث باقی رکھی گئی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے منتخب کنزالعمال بر حاشیہ مسند احمد بن حنبل جلد۵، صفحہ ۹۴ البتہ اس میں صرف اتنا ہے کہ انھیں میرا فہم یا گیا ہے علم کا لفظ نہیں۔ لہٰذا یہ کاتب کی غلطی ہے۔ حافظ ابو نعیم نے بھی اس حدیث کی اپنے حلیہ میں روایت کی ہے اور ان سے علامہ معتزلہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ جلد ثانی صفحہ ۴۵ طبع مصر رپ نقل کیا ہے۔ امام احمد بن حنبل نے بھی اسی حدیث ابو عبداللہ سے اپنی مسند اور مناقب علی(ع) دونوں کتابوں میں نقل ہے۔

کہ میرا جینا جیئے اور میری موت مرے اور اس جنت میں داخل ہو جس کا وعدہ مجھ سے میرے پروردگار نے کیا ہے یعنی جنت خلد وہ علی(ع) ہو اور علی کے بعد ان کی اولاد ہو اپنا حامی رہنما کیونکہ وہ ہر ہدایت کے دروازے سے تمہیں باہر کرنے والے نہیں اور ضلالت گمراہی کے دروازے میں پہنچانے والے ہیں[1]۔''

اسی طرح زید بن ارقم سے مروی ہے کہ آنحضرت(ص) نے فرمایا کہ :

'' جو شخص میرا جینا چاہتا ہو اور میری موت مرنا چاہتا ہو اور جنت خلد میں رہنا چاہتا ہو جس کا خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ علی(ع) ہو اپنا حامی رہنما کیونکہ وہ ہدایت سے تمہیں باہر نہ کریں گے اور ضلالت گمراہی میں تمہیں لے جائیں گے[2]۔''

---

۱ - کنزالعمال جلد۶ صفحہ ۱۵۵ منتخب کنزالعمال بر حاشیہ مسند احمد بن حنبل جلد۵ صفحہ ۳۲ علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی مختصرا اس حدیث کو باب اصابہ میں زید کے حالات میں لکھا ہے اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے سلسلہ رواۃ میں یحیی بن یعلی محاربی سے اور ضعیف ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ابن حجر عسقلانی کا یہ لکھنا بڑا ہی تعجب خیز ہے کیونکہ ابن یعلی محاربی بالاتفاق ثقہ مانے گئے ہیں خود امام بخاری نے صحیح بخاری میں غزوہ حدیبیہ کے تذکرہ میں ان سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ امام مسلم نے کتاب الجمع میں ان سے روایت کی ہے۔ علامہ ذہبی نے ان کا ثقہ ہونا میزان الاعتدال میں بطور مسلمات ذکر کیا ہے۔ اور علامہ قیسرانی وغیرہ نے ۔ انھیں ان لوگوں میں شمار کیا ہے جن سے مسلم و بخاری نے حدیثیں لی ہیں۔

۲ - امام حاکم نے مستدرک جلد۲ صفحہ ۱۲۸ پر اس حدیث کو لکھا ہے اور حدیث لکھنے کے بعد فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے مگر شیخین یعنی مسلم و بخاری نے درج نہیں کیا۔ طبرانی نے کبیر میں اور ابو نعیم نے بھی فضائل صحابہ میں اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ کنزالعمال جلد۶ صفحہ ۱۵۵۔ اور منتخب کنزالعمال بر حاشیہ مسند جلد ۵ صفحہ ۳۴ پر بھی موجود ہے۔

جناب عمار یاسر[1] سے مروی ہے کہ آنحضرت(ص) نے فرمایا :

" میں ہر اس شخص کو جو مجھ پر ایمان لایا اور میری تصدیق کرتا ہوں علی(ع) کی ولایت کے متعلق جسو انھیں دوست رکھے گا وہ مجھے دوست رکھے گا اور جو مجھے دوست رکھے گا وہ خدا کو دوست رکھے گا اور جو علی(ع) سے محبت کرے گا وہ مجھ سے محبت کرے گا اور جو مجھ سے محبت کرے گا وہ خدا سے محبت کرے گا اور جو علی(ع) سے بغض رکھے گا وہ مجھ سے بغض رکھے گا اور جو مجھ سے بغض رکھے گا وہ خدا سے بغض رکھے گا۔"

جناب عمار سے یہ حدیث بھی مروی ہے کہ آنحضرت(ص) نے ارشاد فرمایا:

" جو مجھ پر ایمان لایا اور جس نے میری تصدیق کی وہ علی بن ابی طالب (ع) کو دوست رکھے۔ ان کو دوست رکھنا مجھے دوست رکھنا ہے اور مجھے دوست رکھنا خدا کو دوست رکھنا ہے[2]۔"

ایک مرتبہ حضرت سرور کائنات(ص) نے خطبہ فرمایا جس میں کہا :

" اے لوگو! فضل و شرف اور منزلت و ولایت خدا کے رسول(ص) کی ذریت کے لیے ہے لہذا تم لوگ باطل میں نہ پڑنا[3]۔"

---

[1] - طبرانی نے کبیر میں ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اس حدیث کو نقل کیا ہے کنز العمال جلد۶ ص۱۵۴ پر بھی موجود ہے۔

[2] - طبرانی نے اس حدیث کو کبیر میں درج کیا ہے۔ کنزالعمال جلد۶ ص۱۵۵ پر بھی موجود ہے۔ منتخب کنزالعمال میں بھی ہے۔

[3] - ابو شیخ نے ایک طولانی حدیث میں اسے نقل کیا ہے اور ان سے تفسیر آیہ مودت کے ضمن میں ابن حجر نے صواعق محرقہ ص۱۰۵ پر نقل کیا ہے۔

آنحضرت(ص) نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

" میری امت کے ہادی ہر دور میں میرے اہلبیت(ع) کے اول افراد ہوں گے جو اس دین اسلام سے گمراہوں کی تحریف، اہل باطل کی تہمت تراشی اور جاہلوں کی تاویل کا ازالہ کرتے رہیں گے۔ آگاہ ہو کہ تمھارے ائمہ خدا کے حضور میں تمھارے نمایندہ ہیں۔ لہذا ہوچ سمجھ لینا کہ کسے اپنا نمایندہ بنا کر بھیجو گے[1]۔"

یہ بھی آنحضرت(ص) نے فرمایا کہ:

" دیکھو ان سے آگے نہ بڑھو ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے اور نہ پیچھے رہو ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے اور انھیں سکھانا پڑھانا نہیں کہ یہ تم سے زیادہ جانتے ہیں[2]۔"

یہ بھی ارشاد فرمایا کہ :

" میرے اہلبیت(ع) ہو ایسا سمجھو جیسا سر بدن کے لیے اور آنکھیں سر کے لیے ہیں اور سر آنکھوں کے لیے راہ پانا ہے[3]۔"

---

۱ - ملا نے اپنی سیرت میں یہ حدیث درج کی ہے جیسا کہ آیت وقفوهم انهم مسئولون کی تفسیر میں ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ ص۹۰ پر تحریر کیا ہے۔

۲ - طبرانی نے حدیث ثقلین میں اسے لکھا ہے اور ان سے علامہ ابن حجر نے آیت آیت وقفوهم انهم مسئولون کی تفسیر میں صواعق محرقہ باب۱۱ ص۷۹ پر نقل کیا ہے۔

۳ - ارباب سنن و احادیث کی ایک جماعت نے جناب ابوذر سے بسلسلہ اسناد اس حدیث کی روایت کی ہے اور صبان نے اپنے رسالہ اسعاف الراغبین میں شیخ یوسف نبہانی نے شرف النبوہ ص۳۴ میں نقل کیا ہے اور بھی بہت سے ثقہ علماء نے اسے لکھا ہے یہ حدیث صریح ہے کہ بس اہلبیت(ع) ہی اپنا امیر وحاکم سمجھا جائے انہیں کے ذریعہ حق تک ہدایت جاسکتی ہے۔

یہ بھی ارشاد فرمایا کہ :

" ہم اہل بیت(ع) کی محبت و اپنے اوپر لازم کرلو کیونکہ جو شخص خدا سے ملاقی و اور ہمیں دوست بھی رکھتا و خداوند اس سے ہماری شفاعت کی وجہ سے جنت میں داخل کرے گا۔ قسم ہے اس معبود برحق کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کسی بندے و اس کا عمل اس قدر تک فائدہ نہیں پہنچائے گا، جب تک وہ ہمارے حقوق نہیں پہچانتا و[1]۔"

یہ بھی آنحضرت(ص) نے فرمایا کہ :

" آل محمد(ص) کی معرفت عذاب جہنم سے رہائی اور ان کی محبت پل صراط سے گزر جانے کا پروانہ اور ان کی ولایت عذاب سے امان ہے[2]۔"

---

۱ - طبرانی نے اس حدیث کو اوسط میں درج کیا اور علامہ سیوطی نے احیاء المیت میں علامہ نبہانی نے اربعین الاربعین میں اور علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں اسے نقل کیا ہے۔ ذرا رسول(ص) کے اس جملہ کو اچھی طرح دیکھیے کہ کسی بندے و اس کا عمل اس قدر تک فائدہ نہیں پہنچائے گا جب تک وہ ہمارے حقوق کو نہیں پہچانتا ہو۔ اور خدا را مجھے بتائیے کہ وہ حق کون سا ہے خداوند عالم نے اعمال کی صحت کے لیے شرط قرار دیا کیا وہ حق یہ نہیں ہے کہ حضرات اہل بیت(ع) کی اتباع و پیروی کی جائے۔ ان کے احکام پر سر تسلیم خم کیا جائے اور ان کے ذریعہ خدا تک پہنچا جائے اور وہ نبوت و خلافت کے وہ کون سا حق ہوسکتا ہے جس کے اثرات اتنے ہمہ گیر ہوں۔ لیکن ہمارا کہنا تو ایسی قوم سے ہے جو تامل و فکر سے کام نہیں لیتی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

۲ - شفاء قاضی عیاض فصل قسم ثانی مطبوعہ آستانہ سنہ۱۳۳۸ھ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یہاں معرفت سے مراد محض ان کے نام و ذات اور ان کے قرابتداران رسول(ص) سے ہونے کو جان لینا نہیں کیونکہ یہ تو ابو لہب و ابوجہل بھی جانتے تھے بلکہ معرفت سے مراد یہ ہے کہ بعد رسول(ص) انھیں ولی اللہ سمجھا جائے بنا بر ارشاد پیغمبر(ص) " ومن مات ولم یعرف امام زمانه مات میتة جاهلیه" جو شخص اپنے زمانے کے امام کی معرفت حاصل کیے بغیر مرگیا وہ جاہلیت کی موت مرا۔ حضرات اہلبیت(ع) کی محبت و ولایت سے جس کا یہاں ذکر ہے وہ محبت و ولایت مراد ہے جو صاحبان حق ائمہ حق کے لیے ضروری سمجھتے ہیں۔ سچے اور حقیقی ائمہ کے اندر جو محبت و ولایت لازم و واجب ہے وہی محبت اہل بیت(ع) سے ہونا چاہیے۔

یہ بھی آپ(ص) نے افر یا کہ:

" قیامت کے دن موقف حساب سے کسی شخص کے پیر نہیں ہٹیں گے یہاں تک کہ اس سے پوچھا جا گا کہ تم نے پنی عمر کن باتوں میں اری۔ اپنے جسم و کس کام میں لا ۔ ال و کن امور میں صرف کیا اور کہاں سے حاصل کیا۔ نیز اس سے ہم اہلبیت(ع) کی محبت کے متعلق وال کیا جا گا[1]۔"

یہ بھی ارشاد افر یا کہ :" ار وئی شخص رکن و مقام کے درمیان اپنے دونوں قدم جما عمر بھ نماز پڑھتا رہے اور روزہ رکھتا رہے مگر آل محمد(ص) سے وہ بغض رکھتا و تو وہ جہنم ں میں جا گا[2] ۔"

---

[1] - ار حضرات اہل بیت(ع) خداوند ام کی جانب سے اس منصب پر فائز و جو مستوجب اطاعت و اتباع ہے تو ان کی محبت و اتنی اہمیت کیوں حاصل ہ۔ وتی۔ اس حدیث و طبرانی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے اور ان سے علامہ سیوطی نے احیاء المیت میں اور نبہانی نے پنی اربعین میں نیز اور بھی متعدد علما اعلام نے نقل کیا ہے۔

[2] - اس حدیث و طبرانی اور ام حاکم نے روایت کیا ہے جیسا کہ علامہ نبہانی کی اربعین اور علامہ سیوطی کی احیاء المیت میں مذور ہے۔ یہ حدیث ابق والی حدیث "قسم سے اس ذات برحق کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کسی بندے و اس کا عمل اس تک فائدہ نہ پہنچا گا جب تک وہ ہمارے حقوق کو پہچان نہ لے۔" کی نظیر ہے ۔ انصاف فرمائیے کہ آل محمد(ص) سے دشمنی خدا و رسول(ص) سے دشمنی نہ وتی تو ان کے دشمن کے اعمال رائگاں کیوں جاتا اور ار یہ حضرات جانشین و قائم مقام پیغمبر(ص) نہ و تو یہ منزلت انھیں سے حاصل وسکتی تھی۔ ام حاکم اور ابن حبان نے پنی احادیث کی کتابوں میں (جیسا کہ علامہ نبہانی کی اربعین اور سیوطی کی احیاء المیت میں مذور ہے) ابوسعید سے روایت کی ہے کہ پیغمبر(ص) نے افر یا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جو شخص بھی ہم اہلبیت(ع) سے بغض رکھے گا وہ جہنم میں جا گا اور طبرانی نے (جیسا کہ نبہانی کی اربعین اور سیوطی کی احیاء المیت میں مذور ہے) ام حسن(ع) سے روایت کی ہے۔ ام حسن(ع) نے معاویہ بن خدیج سے فرمایا ہے کہ جو شخص ہم سے بغض رکھے گا یا ہم سے حسد کرے گا قیامت کے دن حوض وثر سے آٹھ وڑوں کے ذریعہ ہٹایا جا گا۔" ایک مرتبہ آنحضرت(ع) نے خطبہ افر یا ۔ اے لوگو جس شخص نے ہم اہلبیت(ع) سے بغض رکھا خداوند ام قیامت کے دن اسے دین یہود پر محشور کرے گا۔ طبرانی نے اس حدیث کی اوسط میں روایت کی ہے

یہ بھی ارشاد فرمایا کہ :

" جو شخص محبت آل محمد(ص) پر مرے گا وہ شہید مرے گا۔ دیکھو جو محبِ آل محمد(ص) پر مرے گا وہ مغفور مرے گا۔ مرے گناہ اس کے بخش دیے جائیں گے۔ دیکھو جو محبِ آل محمد(ص) پر مرے گا یا وہ اپنے تمام گناہوں سے توبہ کر کے مرا، دیکھو جو محبِ آل محمد(ص) پر مرا وہ مومن اور کامل الایمان مرے گا۔ دیکھو جو محبِ آل محمد(ص) پر مرا

ملک اُوت اسے جنت کی بشارت دیں گے۔ پھر منکر و نکیر جنت کی خوشخبری دیں گے۔ دیکو جو محبت اہل بیت(ع) پسر مرا جنت میں یوں سنوار کر لے جیا جا گا جیسے دُلن اپنے خاوند کے گھر لے جائی جاتی ہے۔ دیکو جو محبت اہل بیت(ع) پسر مرا اس کے لیے قبر میں دو دروازے جنت کے کُول دیے جائیں گے۔ دیکو جو محبت اہلبیت(ع) پر مر اس کی قبر و اللہ یارت گاہ ملائکہ رحمت بناوے گا۔ دیکو جو محبت آل محمد(ص) پر مرا وہ سنت و جماعت پر مرے گا۔ دیکو جو بُغض آلِ محمد(ص) پسر مرا وہ قیامت کے دن یوں آ گا کہ اس کی دونوں آنکوں کے درمیان لکھا وگا " یہ رحمت خدا سے ایوس ہے"۔"

غرضیکہ آخر خطبہ تک آپ(ع) نے اسی کی توضیح فرمائی ہے۔ یہ خطبہ حضرت(ص) کا خطبہ ءِ ما[1] کے نام سے مشہور ہے اور تمام محققین علماء اہلسنت نے اپنی کتابوں میں اس خطبہ و درج کیا ہے۔ اس خطبہ میں آنحضرت(ص) نے جنتوں کی تمناؤں پسر اپنی کبریائی دلیا تھا ان احادیث کے کل مضامین متواتر ہیں خصوصاً بطریق اہلبیت(ع) اور زیادہ آنحضرت(ص) نے آل محمد(ص) کے اس قدر فضائل جو بیان کیے۔ ان کی محبت کی اتنی تاکید جو کی۔ ان کی ولایت و بکرات و مرات اٹھتے بیٹھتے بیان جو کیا وہ کیا صرف اس وجہ سے کہ یہ حضرات آپ(ص) کے عزیز و قرابت دار تھے؟ اس بنا پر تو رسول(ص) کی شان عوام کی شان سے بھی پست وجاتی ہے، بلکہ رسول(ص) نے اتنا اہتمام صرف

---

[1] - امام ثعلبی نے اس حدیث کو اپنی تفسیر کبیر میں آیت مودت کی تفسیر میں جریر بن عبداللہ بجلی سے روایت کیا ہے اور علامہ زمخشری نے بطور مسلمات اس حدیث کو اپنی تفسیر میں درج کیا ہے۔

اس لیے کیا کہ یہ حضرات خدا کی مکمل حجت تھے ، اس کی شریعت کے سرچشمہ تھے اور امر و نہی میں رسول (ص) کے قائم مقام تھے اور رسول(ص) کی ہدایت و تبلیغ سے اثر پذیر ہونے کا بہت ہی روشن اور واضح نمونہ تھے۔ لہذا جو ان سے اس حیثیت سے کہ یہ حجت خدا ہیں، جانشین رسول(ص) ہیں اور رسول اسلام کا مکمل ترین نمونہ ہیں محبت کرے گا وہ خدا کی محبت بھی رکھنے والا ہے اور رسول(ص) کی بھی۔ اور جو ان سے بغض رکھے گا وہ خدا سے بھی بغض رکھنے والا ہے اور رسول(ص) کے بھی۔ آنحضرت(ص) فرما چکے ہیں کہ ہم سے بس وہی محبت رکھے گا جو مومن و پرہیزگار ہے اور وہی بغض رکھے گا جو منافق و بدبخت[1] ہے۔ اسی وجہ سے فرزدق نے ان حضرات کی شان میں کہا ہے۔

من معشر حبهم دين و بغضهم كفرو قربهم منجى و معتصم

ان عد اهل التقى كانوا ائمتهم او قيل من خير اهل الارض قيلهم

" یہ امام زین العابدین(ع) اس جماعت سے ہیں جن کی محبت دین اور جن کی دشمنی کفر ہے۔ اور جن سے نزدیکی ذریعہ نجات اور جا پناہ ہے۔ اور پرہیزگار لوگ شمار کیے جائیں تو یہ اہل بیت(ع) ان کے امام و پیشوا ولی ہیں اگر یہ سوال کیا جائے کہ بہترین اہل ارض کون ہے ، تو یہی جواب ملے گا کہ یہ اہل بیت(ع) نبی(ص) ہیں۔"

اور امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ :

" میں اور میری پاکیزہ نسل اور میری نیکو کار عترت بچپن میں تمام لوگوں سے زیادہ حلیم اور بڑے ہوکر سب سے زیادہ علم والے ہیں اور ہمارے ذریعہ سے خدا جھوٹ و زائل کرے گا۔ ہمارے ذریعہ

---

[1] - صواعق محرقہ باب۱۱

سے خونخوار . یوں کے دانت توڑے گا۔ ہمارے ذریعہ تمھیں رہائی دلا گا اور تمھاری ردنوں کی ی ح .را کرے گا۔ خدا ہم سے ابتدا کرتا ہے اور ہم پر ختم[1]۔''

لہذا ہم نے جو آلِ محمد(ص) و ان کے اغیار پر ترجیح دی اور مقدم سمجھا تو اس لیے کہ خداوند ام نے انہیں ب پسر مقسرم رکھا اور ہر ایک پر ترجیح دی یہاں یک کہ نماز میں ان پر درودَ بھیجنا تمام بندوں پر واجب رارقدر یا گیا۔ ار وئی پوری نماز پڑھ ڈالے اور ان پر درود نہ بھیجے تو اس کی نماز صحیح ں نہیں وسکتی خواہ وہ یسا ں صاحب فضل کیوں نہ ہو، بلکہ ہر نماز - ار کے لیے ضروری ہے کہ اس طرح نماز پڑھے کہ نماز میں ان پر درودَ بھیجے جس طرح لمہ شہادتین کا ادا کرنا ضروری ہے بغیر تشہد کے نماز نہیں اسی طرح بغیر درود کے صحیح نہیں۔ اہل بیت علیہم السلام کی یہ وہ منزلت ہے ، یہ وہ درجہ و مرتبہ ہے جس کے امنے تمام امت کی ردنیں خم وگئیں اور آپ نے جن اموں کا ذکر کیا ہے ان کی نگاہیں بھی اہل بیت(ع) کے علو مرتبت کے آگے خیرہ وگئیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں

یا اهل بیت رسول الله حسبکم	فرض من الله فی القرآن انزله
کفاکم من عظیم الفضل انکم	من لم یصل علیکم لاصلاة له

'' اے اہل بیت(ع) رسول(ص) خدا آپ لوگوں کی محبت خداوند ام نے اپنے نازل کردہ قرآن میں فرض بتائی ہے۔ آپ کی بزرگی و بلندی فضل و شرف کے لیے بس یہی کافی ہے کہ جو نماز میں آپ پر درود

---

[1] - عبدالغنی بن سعید نے ایضاح الاشکال میں اس روایت کو درج کیا ہے۔ کنزالعمال جلد ۶ صفحہ ۲۹۶ پر بھی موجود ہے۔

ہ۔ٔ بھیجے اس کی نماز ، نماز ں نہیں۔‘‘

یہ چہ ر دلیلیں جو اہلِ بیت(ع) پیغمبر(ص) کی اطاعت واتباع اور ان کے قدم بہ قدم چلنے و واجہ ۔ بتاتی ہیں احادیثِ نبـوی(ص) سے پیش کر کے ختم کر تا وں یہی آپ کے لیے کافی وں گے۔ قرآن مجیر میں بے شمار محکم آیتیں ہیں ان کا بھی یہی فیصـلہ ہے کہ بس اہل بیت(ع) ں کی پیروی واجہ و لازم ہے۔ آپ جو کہ خود صاحہ فہم و بصیرت ہیں اور ذکی اور ذہـین ہـیں اس لیے میں اشارہ کیے دیتا وں آپ کلام مجیر کا مہ العہ فرمائیں آ انی سے آپ و اندازہ وجا گا۔

ش

مکتوب نمبر ۶

ہماری تحریر پر اظہارِ پسندیدگی

آپ کا مکتوب گرامی پاکر شرف یاب ہوا۔ آپ کی قوت تحریر، زور بیان علمی تبحر اور محققانہ شان کا میں قائل ہوگیا۔ آپ نے تو ہر گوشہ باقی نہیں رکھا اور تحقیقات کے خزانے آنکھوں کے سامنے کردیے۔

حیرت و دہشت کہ مذکورہ احادیث اور جمہور کی روش کو ایسا کیونکر کیا جائے؟

جب میں نے آپ کے استدلال پر غور و فکر کیا اور آپ کے ادلہ و براہین پر گہری نگاہ کی تو میں عجیب تردد کے دام میں پڑگیا۔ میں آپ کے ادلہ پر نظر

ر۔کرتا وں تو انھیں ۔ بالکل۔ناقابل رد دیکھتا وں جتنے ثبوت آپ نے پیش کیے ہیں ان و دیکھتا وں تو وا تسلیم کرنے کے ۔وئی چارہ نظر نہیں آ۔ تا۔ ج ائمہ اہل بیت(ع) کے متعلق سوچتا وں تو خدا و ر ول(ص) کے ؛ دیک ان کی وہ منز ت معلو۔وم ۔وتی ہے کہ وا اج ی و خاکساری سے سر ج کا دینے کے وئی چارہ نہیں اور ج جمہور مسلمین اور واد اعظم پر نظر۔کرتا وں تو ان کا طرز عمل ادلہ کے مف ہوم۔کر بالکل برعس ہے۔ ادلہ بتا ہیں کہ بس ان ں کی پیروی واج ہے اور جمہور ہ۔رکس و ۔۔اکس کس پیروی کرنے پر تیار لین اہل بیت(ع) کی پیروی پر آادہ نہیں۔ میں جیب کش مش میں مبتلا وں۔ گیا دو نفسوں کی کھینچ تانی میں پڑگیا وں۔ ایک نفس۔کہتا ہے کہ ادلہ کی پیروی کی جا اور دوسرا۔کہتا ہے کہ اکثریت اور واد اعظم کی روش پر چلنا چا۔ایے۔ ایک نفس نے تو اپنے و آپ کے حوالے۔کر یا ہے اور آپ کے ہاتھ سے جانے واالا نہیں لین دوسرا جو ہے وہ اپنے ع۔اد کی وجہ سے آپ کے ہاتھ میں جانے پر تیار نہیں اور ۔افرانی پر تلا وا ہے۔

کام مجید سے ادلہ کی خواہش

آپ۔اب خدا سے کچھ اور ایسی قطعی دلیلیں پیش کر جو یہ سرکش نفس بھی قابو میں اآجتا۔ اور را امہ کس ملتا۔ع۔ت کس د ن داغ سے بکلتی۔

س

جواب مکتوب

کام مجید سے دلائل

آپ بحمدہ ان لوگوں میں سے ہیں جو کلام مجید پر گہری نظر رکھتے ہیں اور

اس کے رموز و اسرار ظاہر و ۔ باطن سے واقف ہیں آپ خود غور فرمائیے کہ کیا اور کسی کے متعلق بھی ایسی واضح آیتیں نازل ہوئیں جیسی کہ اہل بیت(ع) طاہرین(ع) کی شان میں نازل ہوئیں۔ کیا کلام مجید کی محکم آیتوں نے وا اہل بیت(ع) کے کسی اور کی طہارت و ۔ پاکیزگی کا حکم لگایا[1]۔''

اہل بیت(ع) کے لیے جیسی آیتِ تطہیر نازل ہوئی کیا دنیا بھر کے لوگوں میں سے کسی ایک کے لیے نازل ہوئی[2]۔؟

کیا قرآن مجید نے اہل بیت(ع) کے علاوہ کسی اور کی محبت و مودت واجب ہونے کا حکم دیا ہے[3] ؟

کیا آیہ مباہلہ اہلبیت(ع) کے علاوہ کسی اور کے متعلق لے کر جبرائیل(ع) نازل ہوا[4] ؟

---

[1] - جیسا کہ آیت تطہیر ان سے ہر رجس و گندگی دور ہونے کا پتا دیتی ہے۔

[2] - ہر گز نہیں۔ اہلبیت(ع) کی یہ وہ فضیلت و شرف ہے جس میں ان کا کوئی شریک نہیں۔

[3] - ہر گز نہیں، بلکہ صرف انھیں کے ساتھ یہ فضیلت مخصوص ہے۔ خداوند کریم نے بس انھیں کی محبت فرض قرار دی ہے اور اس مخصوص فضیلت سے ان کو ہر گھرانہ پر شرف بخشا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہہ دو اے رسول(ص) کہ ہم تم سے اپنی رسالت کا کوئی اجر نہیں طلب کرتے سوا اپنے قرابتداروں کی محبت کے اور جو شخص نیکی حاصل کرے گا(یعنی ان سے محبت رکھے گا) ہم اس کے لیے اس کی خوبی میں اضافہ کرینگے۔ بے شک اللہ (محبت رکھنے والوں کو) بڑا بخشنے والا ہے (اور ان کی محبت کا بڑا قدر دان ہے) تفسیر ثعلبی میں ابن عباس سے روایت ہے کہ نیکی سے آل محمد(ص) کی دوستی مراد ہے اور علامہ زمخشری صاحب کشاف نے سدی سے یہی روایت کی ہے دیکھیے تفسیر کشاف جلد۳، صفحہ ۶۸ مطبوعہ مصر۔

[4] - آیہ مباہلہ بھی بس انھیں کے متعلق بالخصوص نازل ہوئی چنانچہ ارشاد خداوندی ہے ۔ کہہ دو اے رسول(ص) کہ (اچھا میدان میں آؤ) ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔

کیا اہل بیت(ع) کے علاوہ ورہ ہل اتی کسی اور کی ‌ان میں قصیدہ مدحیہ بن کر ‌ازل وا[1]؟

کیا اہل بیت(ع) ں خدا کی وہ رسی نہیں جن کے متعلق خدا نے افر یا ہے؟

'' وَ اعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعاً وَ لا تَفَرَّقُوا'' (آل عمران، ۱۰۳)

'' تم ب خدا کی رسی و مضبوطی سے پکڑے ر و اور پراگ‌ندہ‌ ‌ ‌ و[2]''

کیا اہل بیت(ع) ں وہ صادقین نہیں ہیں جن کے متعلق خدا افر تا ہے:

---

۱ - پورا ورہ ہل اتی اہلبیت(ع) کی مدح اور ان کے دشمنوں کی مذمت ‌ں ‌ازل وا ہے۔

۲ - امام ثعلبی نے اپنی تفسیر میں بسلسلہ‌اسنا د ابان بن تغلب سے اُوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے امام جعفر صادق(ع) فرما ہیں کہ ہم وہ خدا کی رسی ہیں جن کے متعلق خدا نے افر یا ہے کہ خدا کی رسی و مضبوط پکڑے ر و اور پراگندہ ‌ ‌ و۔ ابن حجر مکی نے فصل اول باب ۱۱ صواعق محرقہ مین دو آیتیں اکھٹا کی ہیں جو اہل بیت(ع) کے متعلق‌ازل وئیں چنانچہ اس آیت ان آ یات میں شمار کیا ہے اور اُوں نےَ بھی ثعلبی سے نقل کر کے امام جعفر صادق علیہ السلام کا قول ذکر یا ہے '' کشف الصادی'' میں امام شافعی کے یہ اشعار مذ ور ہیں۔

ولما رایت الناس قد ذهبت بهم مذاهبهم فی ابحر الغی والجهل
رکبت علی اسم الله فی سفن النجا وهم اهل بیت المصطفی خاتم الرسل
وامسکت حبل الله وهو ولاؤهم کما قد امرنا بالتمسک بالحبل

ج میں نے دیکھا کہ اہل بیت(ع)کے بارےمیں لوگوں و ان کے مذہب گمراہی و جہا ت کے سمندر میں لے جارہے ہیں تو میں خدا کا نام لے کر سفینہ نجات پر وار وگیا یعنی حضرت محمد مصطفی خاتم المرسلین(ص) کے اہل بیت کے اتھ وگیا اور میں نے خدا کی رسی جو ان اہل بیت(ع) کی محبت واطاعت ہے مضبوطی سے پکڑ لی۔ جیسا کہ ہمیں حکم‌دیا یا گیا ہے کہ خدا کی رسی و مضبوطی سے پکڑو۔

”وَ كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ“[1] (توبہ، ۱۱۹)

کیا ہل بیت(ع) ں وہ خدا کی راہ نہیں جس کے متعلق خدا نے افر یا ہے:

” وَ أَنَّ هذا صِراطي مُسْتَقيماً فَاتَّبِعُوهُ “[2] (آل عمران، ۱۵۳)

کیا اہل بیت(ع) ں خدا کا وہ واحد راستہ نہیں جس کے متعلق رخ نے امت ِ اسلام و حکیم یا :

”وَ لا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبيلِهِ“ (آل عمران، ۱۵۳)

اہلبیت (ع) و چ وڑ کر دوسری راہ ں ۔ر اختیار کرو کہ اصلی راستہ ں سے ح ۔را وجاؤ۔

کیا اہل بیت(ع) ں وہ اولی الامر نہیں جن کے متعلق خدا نے افر یا ہے:

”يا أَيُّهَا الَّذينَ آمَنُوا أَطيعُوا اللَّهَ وَ أَطيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ “ (النساء، ۵۹)

” اے یماندارو! اطاعت کرو خدا کی اور اس کے ر ول(ص) اور تم میں سے جو اولی الامر ہیں[3]۔“

---

[1] - صادقین سے مراد یہاں حضرت ر ول خدا(ص) اور ائمہ اہل بیت علیہم السلام ہیں جیسا کہ ہماری صحیح اور متواتر حدیثیں بتاتی ہیں ہمارے علاوہ حضرات اہل سنت کے یہاں بھی حدیثیں موجود ہیں جو بتاتی ہیں کہ صادقین سے مراد یہی حضرات ہیں جیسا کہ حافظ ابونعیم اور موفق ابن احمد نے روایت کی ہے اور ان سے ابن حجر سے صواعق محرقہ باب ۱۱ فر ۲۰ پر نقل کیا ہے۔

[2] - امام محمد باقر و جعفرصادق علیہم السلام فرما ہیں کہ صراط مستقیم سے مراد امام ہے اور (لا تتبعوا السبیل دوسری راہ ں ۔ر اختیار کرو) سے مقصود یہ ہے کہ گمراہ کرنے والے اماموں کی پیروی ۔ر کرو کہ اصلی راستہ (یعنی ہم سے) تمھ ۔را وجاؤ۔

[3] - ثقہ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی نے ۔ر صحیح بریدہ جلی سے روایت کی ہے بریدہ کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر (ع) سے قول خداوند ِ ام ”أَطيعُوا اللَّهَ وَ أَطيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ“ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے جواب میں یہ آیت پڑھی۔” النساء : ۵۱ أَ لَمْ تَرَ إِلَى الَّذينَ أُوتُوا نَصيباً مِنَ الْكِتابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوتِ وَ يَقُولُونَ لِلَّذينَ كَفَرُوا هؤُلاءِ أَهْدى مِنَ الَّذينَ آمَنُوا سَبيلاً“ کیا تم ان لوگوں و نہیں دیکھتے جنھیں توراۃ کا کتاب کا علم ملا ہے وہ شیطان اور طاغوت پر یمان رکھتے ہیں اور کفر اختیار کرنے والوں و کہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں سے زیادہ راہ را ت پر ہیں یہ گمراہی اور ضلا ت کے اماموں اور جہنم کی طرف لے جانے والوں کے متعلق کہتے ہیں کہ آل محمد(ص) سے زیادہ راہ ہدایت پانے والے ہیں۔” أُولئِكَ الَّذينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ وَ مَنْ يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ نَصيراً“ یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے اور جس پر خدا لعنت کرے اس کا کسی و مددگار ۔ پاؤگے۔

کیا اہلبیت(ع) ں وہ صاحبان ذکر نہیں جن کے متعلق خدا نے افر یا ہے :

''فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لا تَعْلَمُونَ''

'' ار تم نہیں جانتے تو صاحبان ذکر سے پوچ و[1]۔''

کیا اہل بیت(ع) ں وہ مومنین نہیں جن کے متعلق خدا کا ارشاد ہے:

''وَ مَنْ يُشاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ ما تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبيلِ الْمُؤْمِنينَ نُوَلِّهِ ما تَوَلَّى وَ نُصْلِهِ جَهَنَّمَ'' (النساء، ۱۱۵)

'' جو شخص ہدایت کا راستہ واضح وجانے کے بعد ر ول(ص) کی مخالفت

---

[1] - ام ثقلبی نے اپنی تفسیر میں جناب جابر سے روایت کی ہے کہ ج یہ آیت نازل وئی تو امیرالمومنین(ع) نے افر یا کہ ہم ں وہ اہل ذکر ہیں یہی جملہ ائمہ طاہرین(ع) سے منقول ہے علامہ بحرینی نے بیس سے زیادہ حدیثیں ۳۵ باب میں درج کی ہیں ب کا مضمون یہی ہے۔

کرے گا اور مومنین کا راستہ چھوڑ کر دوسری راہ چلے گا ہم اس کو اس کی رو ردانی کا مزا چکھائیں گے[1]۔''

کیا اہل بیت(ع) ں وہ ہادی نہیں جن کے متعلق افر یا ہے:

''إِنَّما أَنْتَ مُنْذِرٌ وَ لِكُلِّ قَوْمٍ هادٍ'' (الرعد، ۷)

'' اے ر ول(ص) تم ڈرانے والے و اور ہر قوم کے لیے ایک ہادی ہے[2]۔''

اور کیا اہلبیت(ع) ں وہ لوگ نہیں جن پر خدا نے اپنی نعمتیں ،ازل یں اور جن کے متعلق خداوند ام سے سورہ فاتحہ میں ارشاد افر یا ہے:

''اهْدِنَا الصِّراطَ الْمُسْتَقيمَ صِراطَ الَّذينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ '' (فاتحه، ۶-۷)

---

۱ - ابن مردویہ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ مشاقہ(مخالفت) ر ول(ص) سے مراد یہاں علی(ع) کی شان میں اختلاف رکنا ہے اور من بعدا تعین لہ الہدی میں ہدی کا جو لفظ ہے اس سے مراد شان امیرا ومنین(ع) ہے یعنی امیرا ومنین(ع) کی شان و جلا ت واضح ونے کے بعد جو اس میں چون وچرا کرے۔ عیاشی نے بھی اپنی تفسیر میں اسی مضمون کی حدیث درج کی ہے ۔ ائمہ طاہرین(ع) سے بکثرت صحیح اور متواتر حدیثیں مروی ہیں جو بتاتی ہیں کہ سبیل مومنین سے مراد انہیں ائمہ طاہرین(ع) کا مسلک ہے۔

۲ - ثعلبی نے اس آیت کی تفسیر میں جناب ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ر ول(ص) نے اپنا ہاتھ اپنے سینے پر رکھا کہ میں ڈرانے والا وں اور علی(ع) ہادی ہیں اور اے علی(ع) ! تمہارے ں ذریعہ ہدایت پانے والے ہدایت پائیں گے۔ اس مضمون کی متعدد حدیثیں مفسرین ، محدثین نے جناب ابن عباس سے روایت کی ہیں۔ محمد بن مسلم سے مروی ہے کہ میں نے ام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کے متعلق پوچھا تو آپ نے افر یا ہر ام اپنے زانے کا ہادی ہے اور ام محمد باقر(ع) نے افر یا ہے اس آیت کی تفسیر میں کی منذر سے مراد ر ول(ص) اور ہادی سے مراد حضرت علی(ع) ہیں پھر آپ نے افر یا کہ قسم بخدا یت اب تک ہم میں چلی آر ی ہے۔

" خداوند ہمیں راہ را ت کی ہدایت کر ان لوگوں کی راہ جن پر تونے اپنی نعمتیں ۔نازل فرمائیں[1]۔"

اور دوسری جگہ افر یا ہے:

" فَأُولئِكَ مَعَ الَّذينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَ الصِّدِّيقينَ وَ الشُّهَداءِ وَ الصَّالِحِينَ " (نساء ، ٦٩)

" اور وہ مومنین بہرے ان لوگوں کے اتھ وں گے جن پر خدا نے اپنی نعمت ۔نازل کی ہے[2] ۔"

کیا خداوند ام نے انھیں کے لیے ولایت امہ نہیں قرار دی اور ر ول(ص) کے بعد ولایت کا انحصار انھیں میں نہیں ہے؟ ۔

پڑھیے یہ آیت :

"إِنَّما وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَ رَسُولُهُ وَ الَّذينَ آمَنُوا الَّذينَ يُقيمُونَ الصَّلاةَ وَ يُؤْتُونَ الزَّكاةَ وَ هُمْ راكِعُونَ" (المائدة،٥٥)

" اے لوگو! تمہارا ولی خدا ہے اور اس کا ر ول(ص) اور وہ لوگ اج یمان لا ، جو نماز قائم کر ہیں اور حا ت ر وع میں ز وۃ دیتے ہیں[3]۔"

۱۔ ثعلبی اپنی تفسیر میں بسلسلہ تفسیر ورہ فاتحہ ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ صراطِ مستقیم سے مراد محمد(ص) وآل(ع) محمد(ص) کا راستہ ہے اور وکیع بن جراح سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے اُوں نے سفیان ثوری سے اُوں نے سدی سے اُوں نے اسبط و مجاہد سے اور اُوں نے جناب ابن عباس سے روایت کی ہے کہ "اهْدِنَا الصِّراطَ الْمُسْتَقيمَ" کا مطلب یہ ہے کہ تم کہو اے معبود محمد وآل محمد(ص) کی محبت کی طرف ہماری رہنمائی کر۔

۲۔ وئی شبہ نہیں کہ ائمہ علیہم السلام سید و سردار ہیں جملہ لصدیقین و شہداء و صالحین کے۔

۳ - تمام مفسرین کا اجماع و اتفاق ہے جیسا کہ علامہ وشجی نے شرح تجرید مین اس کا اعتراف کیا ہے (اور یہ علامہ وشجی اشاعرہ کے ائمہ سے ہیں) کہ یہ آیت امیرالمومنین علی علیہ السلام کی شان میں ۔نازل وئی ج آپ نے نماز میں بحا ت ر وع انگوٹھی خیرات کی تھی۔ امام نسائی نے بھی اپنی صحیح میں عبداللہ بن سلام سے روایت کی ہے کہ یہ آیت امیرالمومنین علیہ السلام کی شان میں ۔نازل وئی اسی طرح صاحب المجمع بن الصحاح التہ نے بھی ورہ مائدہ کی تفسیر میں اس آیت کے امیرالمومنین(ع) کی شان میں ۔نازل ونے کی روایت کی ہے ثعلبی نے بھی اپنی تفسیر میں اس آیت کے امیرالمومنین (ع) کی شان میں ۔نازل ونے کی روایت کی ہے۔

اور کیا خدا نے مغفرت و مختص نہیں کہ یا صرف ان لوگوں کے اتھ جو توبہ کریںاور ا یمان لائیں اور عمل صالح کریں اور اتھ اتھ ولایتِ آلِ محمد(ص) کی طرف ہدایت یابَ بھی وں جیسا کہ خود خداوند ام نے افر یا ہے:

''وَ إِنِّي لَغَفَّارٌ لِمَنْ تابَ وَ آمَنَ وَ عَمِلَ صالِحاً ثُمَّ اهْتَدى'' (، ۸۲)

'' بے شک میں بخشنے والا وں اس و جو توبہ کرلے یمان لا اور عمل صالح کرےَ پھر ہدایت یابَ بھی و[1]۔''

---

۱ - ابن حجر نے صواعق محرقہ فصل اول باب ۱۱ میں لکھا ہے ان کی اصل عبارت کا ترجمہ یہ ہے : آٹویں آیت میں اللہ تعالی افر ما ہے : بے شک میں بخشنے والا وں اس و جو توبہ کرےا، یمان لا اور عمل صالح کرے اور اتھ اتھ ہدایت یابَ بھی و''،ثابت نبانی کہتے ہیں کہ یعنی ولایت اہل بیت(ع) کی طرف ہدایت یاب وے۔ ام محمد باقر(ع) و جعفرصادق(ع) سےَ بھی یہی مُ ون مروی ہے۔ اس کے بعد ابن حجر نے ام محمد باقر(ع) کے اس قول کاَ بھی ذکر کیا ہے جسو آپ نے حارث بن یحی سے افر یا تھا کہ اے حارث ، کیا دیکھتے نہیں کہ خداوند ام نے کیونکر شرط قرار دی ہے کہ انسان و توبہ یمان و عمل صالح اس وقت تک نفع بخش نہیں جب تک ہماری ولایت کی طرف ہدایت نہ پا ےَ پھر آپ نے اپنی اسناد سے حضرت امیرالمومنین(ع) سے درج یافت فرمائی ہے کہ ا وئی شخص توبہَ بھی کرلے یمانَ بھی لا عمل صالحَ بھی کرے مگر ہماری ولایت کی طرف ہدایت یافتہ نہ و اور ہمارے حق کو پہچانا نہ و تو وئی چیزَ بھی اس کے لیے فائدہ بخش نہ وگی۔ حافظ ابونعیم نےَ بھی عون بن ابی جعفر سے اُوں نےاپنے باپ سے اُوں نے حضرت علی(ع) سے اسی مُ ون کی روایت کی ہے۔ ام حاکم نے ام محمد باقر(ع) وجعفر صادق(ع)،ثابت نبانی انس بن الک ان حضرات میں سے ہر شخص سے اس مُ ون کی حدیث روایت کی ہے۔

کیا انھیں کی ولایت وہ امانت نہیں جس کے متعلق خداوند امام کا ارشاد ہے[1] :

" إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمانَةَ عَلَى السَّماواتِ وَ الْأَرْضِ وَ الْجِبالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَها وَ أَشْفَقْنَ مِنْها وَ حَمَلَهَا الْإِنْسانُ إِنَّهُ كانَ ظَلُوماً جَهُولاً " (احزاب، ۷۲)

" ہم نے امانت و آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا ب نے اس کا بوجھ اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے خائف و اور انسان نے اٹھالیا اور وہ تو ظالم و جاہل ں ہے۔"

کیا اہل بیت علیہم السلام ں صحیح و سلامتی نہیں جس میں داخل ونے کا خداوند امام نے حکیم یا ہے۔ جیسا کہ ارشاد الہی ہے :

" يا أَيُّهَا الَّذينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَ لا تَتَّبِعُوا خُطُواتِ الشَّيْطانِ " (البقرة : ۲۰۸)

" اے لوگو! ب کے ب سلامتی میں داخل و جاؤ اور شیر ان کے نقش قدم پر نہ چلو[2]"

---

[1] - دیکھیے اس آیت کے معنی جو تفسیر صافی اور تفسیر علی بن ابراہیم قمی میں بیان کیے گئے ہیں۔ نیز کافی ۔ ابوبیہ نے امام محمد باقر علیہ السلام و امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اور علامہ بحرینی نے اس آیت کی تفسیریں کہ تاب غایۃ المرام باب ۱۱۵ میں حضرات اہلبت کی حدیثیں درج کی ہیں ا سے بھی ملاحظہ فرمائیے۔

[2] - علامہ بحرینے کہ تاب غایۃ المرام کہ باب ۲۲۴ ں ۔ ارہ صحیح حدیثیں اس آیت کے ولایت امیرالمومنین (ع) وائمہ طاہرین(ع) کے بارے ں ۔نازل ونے کے متعلق لکھی ہیں اور ۔ باب ۲۲۳ میں لکھا ہے کہ ا نہانی اموی نے امیرالمومنین(ع) سے متعدد طریق سے اس کی روایت کی ہے۔

کیا اہل بیت(ع) ں وہ نعمت ِ خداوند ام نہیں جس کے متعلق ارشاد الٰہی ہے :

'' ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعيمِ'' (التکاثر، ۸)

'' قیامت کے دن رور ۔ بالضرور تم سے اس نعمت کا وال کیا جا گا[1]۔''

کیا حضرت سرور کائنات(ص) و اسی نعمت کے پہنچنے کا ۔ تکیری حکم نہیں وا؟ اور اتنی سختی نہیں کی گئی جو د مکی سے مشابہ تھی؟ جیسا کہ آیت کا انداز ہ ہوتا ہے:

'' يا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ ما أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَ إِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَما بَلَّغْتَ رِسالَتَهُ وَ اللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ '' (مائدہ، ٦٧)

'' اے ر ول(ص) پہنچا دو اس چیز و جو تم پر تمھارے پروردگار کی جانب سے ۔نازل وئی ا ر تم نے ایسا نہ کیا تو گویا تم نے کار ر ا ت انجام ں نہیں دیا ۔ تم ڈرو نہیں خدا تمہیں لوگوں سے محفوظ رکھے گا[2]۔''

---

[1] - علامہ بحرینی نے غایۃ المرام باب ۱۲۳ میں ۳ حدیثیں حضرات اہل بیت کے طریقوں سے لکھی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نعیم سے مراد پیغمبر اسلام ولایت حضرت سرور کائنات(ص) اور امیرالمومنین(ع) اور ائمہ طاہرین علیہم السلام ہے جس سے خداوند ام نے بندوں و سر فراز کیا ور ۔ باب ۴۹ میں شیعوں کی ۱۲ صحیح حدیثیں اسی مضمون کی درج کی ہیں۔

[2] - ایک دو نہیں بکثرت محدثین جیسے امام واحدی و غیرہ نے بھی لکھا ہے ---------

وارد وئی ہیں اور درحقیقت ان حضرات کی ولایت ہےَ بھی ایسی ں اہمیت کی حامل کیونکہ ان کی ولایت ان چیزوں میں سے ہے جن کی تبلیغ کے لیے خداوند ام نے انبیاء مبعوث کیے۔ انبیاء و اوصیاء کے ذریعے اپنی حجتیں قائم یں ، جیسا کہ آیہ :

" وَ سْئَلْ مَنْ أَرْسَلْنا مِنْ قَبْلِكَ[1] مِنْ رُسُلِنا "(زخرف، ۴۵)

" ہمارے ان رسولوں سے پوچھ جنھیں ہم نے تم سے پیشترَ بھیجا تھا۔"

کی تفسیر میں علماء نے صراحت فرمائی ہے بلکہ ان کی ولایت تو وہ مہتم بالشان امر ہے جس کا خداوند ام نے روزِ الست ارواح خلق سے عہد وپیمان لیا، جیسا کہ :

" وَ إِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَني آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ أَشْهَدَهُمْ عَلى أَنْفُسِهِمْ أَ لَسْتُ بِرَبِّكُمْ قالُوا بَلى[2] "(اعراف، ۱۷۲)

" اور اے رسول(ص) وہ وقت بھی یاد دلاؤ جب تمھارے پروردگار نے آدم(ع) کی اولاد کے یعنی پشتوں سے باہر نکال کر ان کی اولاد سے خود ان کے مقابلے میں اقرار کرالیا۔ پوچھا کہ کیا میں تمھارا پروردگار نہیں ہوں۔ تو سب کے سب بولے ہاں۔"

کی تفسیر بتاتی ہے۔ انھیں وقت مقدسہ سے وسیلہ حاصل کر کے آدم(ع) نے وہ کلمات سیکھے جن کے ذریعے ان کی توبہ قبول ہوئی[3]۔

یہی وہ حضرات ہیں جن کی وجہ سے خداوند ام نے امت سے اپنا عذاب دور رکھا۔[4]

---

[1] - حلیۃ الاولیاء ، ابونعیم اصبہانی، تفسیر ثعلبی، تفسیر نیشاپوری۔

[2] - فردوس الاخبار، علامہ دیلمی۔ باب ۱۴، شمارہ ۳۰۴۔

[3] - تفسیر در منثور جلد۱، شمارہ ۶۱، کنزالعمال، جلد۱، شمارہ ۲۳۴، ینابیع المودۃ، شمارہ ۷۹۔

[4] - صواعق محرقہ، تفسیر آیہ " وما کان اللہ لیعذبھم الخ"

یہ زمین والوں کے لیے جا پناہ اوراخ تکَ پہنچنے کا ذریعہ و وسیلہ ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن سے حسد کیا گیا اور خداوند ام نے ان کے بارے میں افر یا : " أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلى ما آتاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ[1]" (نساء، ۵۴)

" یہ لوگ کیوں جل رہے ہیں ہمارے ان مخصوص لوگوں سے جن کے دامن میں ہم نے اپنے فضل سے نعمتیں بھر دی ہیں۔"یہی وہ علم میں راسخ حضرات ہیں جن کے متعلق خداوند ام نے افر یا :"وَ الرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا[2] " (آل عمران، ۷)

" علم میں ڑے و سما و کہتے ہیں کہ ہم یمان لا ۓ۔"یہی وہ اعراف کے رجال ہیں جن کے متعلق خداوند ام کا ارشاد ہے: " وَ عَلَى الْأَعْرافِ رِجالٌ يَعْرِفُونَ كُلاًّ بِسيماهُمْ[3] "(الاعراف، ۴۶)

---

[1] - صواعق محرقہ، باب ۱۱، آیت۶۔

[2] - ثقتہ الاسلام علامہ لینی نے ام جعفر صادق(ع) سے روایت کی ہے " ہم ں وہ لوگ ہیں جن کی اطاعت خدا نے فرض کی۔ ہم ں راسخون فی العلم ہیں، ہم ں وہ لوگ ہیں جن سے حسد کیا گیا۔ " جناب شیخ نے بھی تہذیہ میں ام جعفر صادق(ع) سے اس حدیث کی روایت کی ہے۔

[3] - ینابیع الودۃ فر ۸۳، روح البیان جلد ۱ ، فر ۷۲۳، ابن عباس سے مروی ہے کہ اعراف صراط سے ایک بلند جگہ ہے جس پر عباس، حمزہ، علی، اور جعفر ذوالجناحین وں گے، وہ اپنے دوستداروں و ان کے روشن چہروں سے اور اپنے دشمنوں و ان کے سیاہ چہروں سے پہچان لیں گے۔ ام حاکم نے سلسلہ اسناد حضرت علی(ع) سے روایت کی ہے کہ ہم بروز قیامت جت و نار کے درمیان کھ ے وں گے جس نے ہماری مدد کی وگی اسے ہم پہچان کر جنت میں اور جس نے دشمن رکھا وگا اسے جہنم میں داخل کرینگے اسی مضمون کی وہ حدیث ذکر کرتی ہے جو دار قطنی نے روایت کی ہے(ملاحظہ و صواعق محرقہ باب نہم) حضرت علی(ع) نے ان چھ آدمیوں سے جنھیں حضرت عمر نے اپنے بعد خلیفہ مقرر کرنے کے لیے اصحاب شوریٰ قرار دیا تھا ایک طولانی گفتگو میں کہا میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا وں کہ تم میں میرے وا وئی بھی ایسا ہے جس کے بارے میں پیغمبر(ص) نے افر یا اے علی(ع) تم بروز قیامت قسیم نار و جنت وگے لوگوں نے کہا نہیں آپ کے وا اور کسی کے متعلق رسول(ص) نے ایسا نہیں افر یا۔ علامہ ابن حجر (اس حدیث کے معنی بیان کر و لکھتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے جیساکہ عبتزہ نے ام رضا(ع) سے روایت کی ہے کہ پیغمبر(ص) نے افر یا اے علی (ع) تم قسیم نار وجنت و تم جنت سے کہو گے یہ تیرے لیے ہے اور یہ میرے لیے۔ علامہ ابن حجر فرا ہیں کہ سماک نے درجہ یافت کی ہے کہ ابوبکر نے حضرت علی(ع) سے کہا میں نے پیغمبر(ص) و ارشاد فرا ہوا ہے " پل صراط سے بس وں رے گا جسے علی(ع) نے پروانہ راہداری یا وہ۔"

'' اعراف پر ایسے مرد وں گے جو ہر شخص وَ ۔ شقی ۔ یا جہنمی اس کی پیشانی سے پہچان لیں گے۔''

ٰ یہی وہ رجال صدق ہیں جن کے متعلق ارشاد وا :

'' رِجالٌ صَدَقُوا ما عاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضى نَحْبَهُ وَ مِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَ ما بَدَّلُوا تَبْديلاً '' (احزاب، ۲۳)

ا'' یمانداروں میں سے کچھ لوگ ایسےَ بھی ہیں کہ خدا سے اُوں نے جان نثاری کا جو عہد کیا تھا اسے پورا کرادکھیا۔ ان میں سے ُ بعض وہ ہیں جو مر کر اپنا وقت پورا کر گئے اور ان میں سےُ بعض حکم خدا کے منتظر بیٹھے ہیں اور ان لوگوں نے دیاَ۔ بات ذراَ بھی نہیں بدلی[1]۔''

ا - علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ ، باب ۹ میں تحریر کیا ہے کہ حضرت امیرا ومعین(ع) منبر وفہ پر تشریف رکھتے تھے کہ کسی نے اس آیت کے متعلق -وال کیا۔ آپ نے افغر یا یہ آیت میرے اور میرے چچا حمزہ اور چچاَ بھائی عبیدہ بن حارث کے متعلق۔نازل وئی۔ عبیدہ تو بروز بدر واصل بحق و ۔ چچا حمزہ احد میں شہید و رہ گیا میں و میں اس بدبخت ترین مردم کا انتظار کررہا وں جو میری ڈاڑھی و میرے سر کے خون سے خضاب آلود کرے گا۔ میرے حبیب محمد ُ طفی(ص) مجھے بتا گئے ہیں۔ امام حاکم نےَ بھی اس ُ ون کی حضرت علی(ع) سے روایت کی ہے۔

یہی وہ رجال تسبیح ہیں جن کے بارے میں خداوند ام نے ارشاد فرمایا :

" يُسَبِّحُ لَهُ فيها بِالْغُدُوِّ[1] وَ الْآصالِ رِجالٌ لا تُلْهيهِمْ تِجارَةٌ وَ لا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَ إِقامِ الصَّلاةِ وَ إيتاءِ الزَّكاةِ يَخافُونَ يَوْماً تَتَقَلَّبُ فيهِ الْقُلُوبُ وَ الْأَبْصارُ " (نور، ۳۶ ـ۳۷)

" ان گھروں میں خداوند ام کی تسبیح کیا کرتے ہیں صبح و شام ایسے مرد جنھیں خرید و فروخت خدا کے ذکر اور نماز قائم کرنے ، زکوۃ ادا

---

[1] - مجاہد و یعقوب بن سفیان نے ابن عباس سے آیت "وَ إِذا رَأَوْا تِجارَةً أَوْ لَهْواً انْفَضُّوا إِلَيْها وَ تَرَكُوكَ قائِماً" (جمعہ،۱۱)" اور جب وہ کسی تجارت ، یا کھیل تماشے کو دیکھ پاتے ہیں تو اس طرف دوڑ پڑتے ہیں اور تمہیں کھڑا چھوڑ جاتے ہیں" کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ وحیہ کلبی ام ان تجارت لے کر جمعہ کے دن پلٹے اور مدینے کے باہر آکر ٹکے اور طبل بجایا تاکہ لوگوں کو ان کی آمد کی اطلاع ہوجائے طبل کی آواز سن کر سب کے سب دوڑ پڑے اور رسول اللہ(ص) کو منبر پر خطبہ پڑھتے چھوڑ گئے" صرف حضرت علی(ع) حسن(ع) و حسین(ع) ابوذر و مقداد رہ گئے۔ پیغمبر(ص) نے ارشاد فرمایا خداوند ام نے آج کے دن میری اس امت کی طرف نگاہ کی اور یہ چاہا نظر رحمت کو تو پورا مدینہ آگ سے کھودند یا جاتا اور ان لوگوں پر اسی طرح پتھر برسائے جاتے جیسا کہ قوم لوط پر برسائے گئے اور جو لوگ پیغمبر(ص) کے پاس مسجد میں باقی رہ گئے ان کے بارے میں خداوند ام نے یہ آیت نازل فرمائی "يُسَبِّحُ لَهُ فيها بِالْغُدُوِّ وَ الْآصالِ۔۔الخ"

کرنے سے ٹال نہیں کرتی وہ لوگ اس دن سے ڈر ہیں جس دن میں دل اور آنکھیں ا پلٹ وجائیں گی۔''

انھیں کا گھر وہ گھر تھا جس کا ذکر خداوند ام نے ان ثاندار الفاظ میں افر یا :

'' فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَ يُذْكَرَ فيهَا اسْمُهُ ''(نور، ٣٦)

'' وہ قندیل ایسے گھروں میں روشن ہے جس کی نبت خدا نے حکیم یا ہے کہ ان کی تعظیم کی جا اور ان میں اس کا نام لیا جا جن میں صبح و شام وہ لوگ اس کی تسبیح کیا کر ہیں[1]۔''

خداوند ام نے آیتِ نور میں انھیں کے مشکوۃ[2] و اپنے نور کی مثال ارقام د یا ہے اور اس کے تو زمین و آسمان میں بلند تر ونے ہیں۔ وہ بڑی قوت و حکمت والا ہے یہی سبقت کرنے والے یہی مقربان ب ارگاہ[3] یہی لصدیقین[4] یہ شہداء و صالحین ہیں۔

---

۱ - ثعلبی نے اس آیت کی تفسیر میں انس بن الک و بریدہ سے روایت کی ہے کہ پیغمبر(ص) نے آیت فی بیوت الخ کی تلاوت فر ائی تو حضرت ابوبکر نے کھ ے و کر علی(ع) و فاطمہ(س) کے گھر کی طرف اشارہ کر کے پوچھ یا ر ول اللہ(ص) یہ گھر بھی ان گھروں میں سے ہے ؟ پیغمبر(ص) نے افر یا ہاں بلکہ ان سے یہ بہتر گھروں میں ہے۔

۲ - اشارہ ہے آیت مثل نورہ کمشکوۃ ۔۔۔۔الخ کی طرف جس کے متعلق حسن بصری اور ابو الحسن مغازلی شافعی سے روایت ہے کہ مشکوۃ سے مراد حضرت فاطمہ(س) مصباح سے حسنین(ع) اور شجرہ مبارکہ سے حضرت ابراہیم(ع) شرقی و غربی نہ ہونے سے حضرت فاطمہ(س) کا یہودی و نصرانی نہ ہونا یکاد زیتہا سے ان کی کثرت علم اور نور علی(ع) نور سے ایک امام کے بعد دوسرا امام یھدی اللہ نورہ سے ان کی اولاد کی محبت مراد ہے۔

۳ - دیلمی نے جناب ائشہ اور طبرانی ابن مردویہ ن جناب ابن عباس سے روایت کی ہے کہ پیغمبر(ص) نے افر یا سبقت کرنے والے تین و موسیٰ کی طرف سبقت کرنے والے ۔ یوشع بن نون۔ عیسی کی طرف یاسین اور میری طرف علی بن ابی طا (ع) ۔ صواعق محرقہ باب۹ فصل ۲۔

۴ - ابن نجار نے جناب ابن عباس سے روایت کی ہےکہ پیغمبر(ص) نے ارشاد افر یا لصدیقین تین ہیں۔ حبیب نجار مومن آل یاسین۔دوسرے حزقیل مومن آل فرعون، تیسرے علی بن ابی طا (ع) اور یہ علی ب سے افضل ہیں۔

انھیں کے متعلق اور انھیں کے دوستوں کے بارے میں خداوند امم نے ارشاد فرمایا:

'' وَ مِمَّنْ خَلَقْنا أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَ بِهِ يَعْدِلُونَ ''(اعراف، ۱۸۱)

'' اور ہماری مخلوقات میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو دین حق کی ہدیت کرتے ہیں اور حق کی حمایت کرتے ہیں[۱]۔''

انھیں کی جماعت اور دشمنوں کی جماعت کے متعلق ارشاد ہوا:

'' لا يَسْتَوِي أَصْحابُ النَّارِ وَ أَصْحابُ الْجَنَّةِ أَصْحابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفائِزُونَ '' (حشر، ۲۰)

'' جہنم والے اور جنت والے دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔ جنت والے ہی تو کامیاب ورستگار ہیں[۲]۔''

نیز انھیں حضرات کے دوستوں اور دشمنوں کے متعلق یہ بھی ارشاد ہوا:

---

۱ - زاذان نے حضرت علی(ع) سے روایت کی ہے کہ عنقریب اس امت کے تہتر (۷۳) فرقے ہوں گے ان میں سے بہتر(۷۲) جہنمی اور ایک جنتی۔ یہ وہ لوگ ہیں جنکے بارے میں خداوند امم نے فرمایا و ممن خلقنا ۔۔۔ الخ اور یہ لوگ ہم ہیں اور ہمارے شیعہ ہیں کتاب علامہ ابن مردویہ ص ۲۷۶۔

۲ - شیخ طوسی نے اپنی آمالی میں باسناد صحیح امیرالمومنین(ع) سے روایت کی ہے کہ پیغمبر(ص) نے اس آیت کی تلاوت فرماکر کہا اصحاب النار وہ ہیں جو علی(ع) کی ولایت و امامت کریں اور عہد توڑیں اور میرے بعد ان سے جنگ کریں جناب صدوق نے بھی حضرت علی(ع) سے اسی مضمون کی روایت کی ہے او علامہ اہل سنت وموفق بن احمد نے جناب جابر سے روایت کی ہے کہ پیغمبر(ص) نے ارشاد فرمایا قسم بخدا یہ(علی(ع)) اور ان کے شیعہ ہی قیامت کے دن رستگار ہیں۔

'' أَمْ نَجْعَلُ الَّذينَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصَّالِحاتِ كَالْمُفْسِدينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقينَ كَالْفُجَّارِ ''(ص، ٢٨)

''کیا ہم ان لوگوں و اجو یمان لا اور عمل صالح کیا ان لوگوں جیسا قرار دین گے جو زمین میں فسادَ چھیلانے والے ہیں۔ یا ہم نیکوکار و پرہیز گار بروں و بدکاروں جیسا قرار دیں گے[1]۔''

انھیں دونوں جماعتوں کے متعلق ارشاد خداوند ام وا:

'' أَمْ حَسِبَ الَّذينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذينَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصَّالِحاتِ سَواءً مَحْياهُمْ وَ مَماتُهُمْ ساءَ ما يَحْكُمُونَ '' (جاثیه، ٢١)

'' جو لوگ برے کام کیا کر ہیں کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان و ان لوگوں کے برابر کردیں گے اج یمان لا اور اچھے کام بھی کر رہے اور ان ب کا جلیمر ہ ایک ا وگا۔ یہ لوگ کیا برے حکم گا ہیں[2]۔''

انھیں کے متعلق اور ان کے شیوں کے متعلق خداوند ام کا ارشاد ہے:

'' إِنَّ الَّذينَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصَّالِحاتِ أُولئِكَ هُمْ

---

[1] - ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ آیت جناب علی(ع) اور حمزہ اور عبیدہ بن الحارث کے حق میں نازل وئی ہے، پس اس آیت میں وہ لوگ کہ کر ہیں برائیاں عتبہ اور شیبہ اور ولید ہیں اور وہ لوگ اکہ یمان لا ہیں اور اچھے کام کر ہیں وہ جناب علی(ع) اور حمزہ اور عبیدہ ہیں۔

[2] - صواعق محرقہ، باب ٩، فصل اول۔

خَيْرُ الْبَرِيَّةِ'' (البینہ، ۷)

'' بہ تحقیق وہ لوگ اج یمان لا اور عمل صالح کیا و ی بہترین خلائق ہیں[1]۔''

انھیں کے متعلق اور انھیں کے دشمنوں کے متعلق خداوند ام نے ارشاد افر یا:

'' هذانِ خَصْمانِ اخْتَصَمُوا فِي رَبِّهِمْ فَالَّذينَ كَفَرُوا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيابٌ مِنْ نارٍ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُؤُسِهِمُ الْحَميمُ '' (حج، ۱۹)

'' یہ دونوں مومن وکافر دو فریق ہیں جو آپس میں اپنے پرورگار کے بارے میں لڑ ہیں پس جو لوگ کہ کافر ہیں ان کے لیے یہ آتشین لباس قطع کیا جا گا اور ان کے سروں پہ کولہاوا ۔ پانی انڈیلا جا گا۔''

انھیں کے بارے میں اور انھیں کے دشمنوں کے متعلق یہ آیت نازل وئی :

'' أَ فَمَنْ كانَ مُؤْمِناً كَمَنْ كانَ فاسِقاً لا يَسْتَوُونَ

---

[1] - امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری پارہ ۳ ف ۱۶ میں بسلسلہ تفسیر ورہ ج باب صحیح ، حضرت علی(ع) سے روایت کی ہے کہ آپ نے افر یا میں سب سے پہلے خداوند ام کے حضور بروز قیامت اپنا جھگڑا پیش کروں گا۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ قیس نے کہا یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل وئی جنھیں نے بدر کے روز جنگ کی وہ جناب حمزہ، اور علی(ع) اور عبیدہ بن الحارث اور عتبہ ، شیبہ اور ولید ہیں امام بخاری نے اس پر جناب ابوذر سے روایت کی ہے جناب ابوذر قسم کھا کر کہتے ہیں کہ یہ آیت جناب حمزہ اور علی(ع) اور عبیدہ بن الحارث اور عتبہ و شیبہ اور ولید کے حق نازل وئی۔

أَمَّا الَّذينَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصَّالِحاتِ فَلَهُمْ جَنَّاتُ الْمَأْوى نُزُلاً بِما كانُوا يَعْمَلُونَ وَ أَمَّا الَّذينَ فَسَقُوا فَمَأْواهُمُ النَّارُ كُلَّما أَرادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْها أُعيدُوا فيها وَ قيلَ لَهُمْ ذُوقُوا عَذابَ النَّارِ الَّذي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ[1]'' (سجدہ، ۱۸،۱۹،۲۰)

'' بھلا وہ شخص جو ایمان والا و فاسق جیسا ہوسکتا ہے ؟ (ہر نہیں) دونوں برابر نہیں ہوسکتے پس وہ لوگ جو ایمان لا اور عمل صالح کیا ان کے لیے جنات اوی ہیں وہاں وہ فروکش ہوں گے یہ صلہ ہے ان کے اعمال خیر کا اور جولوگ فاسق ہیں ان کا ٹھکانا جہنم ہے جو وہ اس میں سے نکلنا چاہیں گے تو پھر اسی جہنم میں پلٹا دیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ اس آتش جہنم کا مزہ چکھو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔''

انھیں حضرات کے متعلق اور ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے ان سے حاجیوں

---

[1] - یہ آیت بہ اتفاق مفسرین و محدثین حضرت امیرالمومنین(ع) اور ولید عتبہ بن ابی معیط کے متعلق نازل ہوئی۔ امام واحدی نے کتاب اسباب النزول میں سعید بن جبیر سے انہوں نے جناب ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ولید بن عتبہ بن ابی معیط نے حضرت امیرالمومنین(ع) سے کہا میرا نیزہ تمھارے نیزے سے زیادہ تیز اور میری زبان تمھاری زبان سے زیادہ چلتی ہوئی اور لشکر میری وجہ سے زیادہ جمرا معلوم ہوتا ہے بہ نسبت تمھارے۔ اس پر حضرت علی(ع) نے افسر یا خاموش بھی رہ کر تو فاسق کے برابر کچھ بھی نہیں۔ اسی واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی افمن کان مومنا کمن فاسقا ۔ اس آیت میں مومن سے مراد حضرت علی(ع) اور فاسق سے مراد ولید بن عتبہ ہے۔

و ۔ پانی پلانے اور مسجد حرام کی آ۔ باد کاری کی بدو ت فخر و مباہات کی تھی خداوند ام نے یہ آیت۔ نازل فر ائی۔

'' أَ جَعَلْتُمْ سِقايَةَ الْحاجِّ وَ عِمارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ وَ جاهَدَ في سَبيلِ اللَّهِ لا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللَّهِ وَ اللَّهُ لا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمينَ[1] ''(توبہ، ۱۹)

''کیا تم لوگوں نے حاجیوں کی سقائی اور خانہ کعبہ کی آ۔ بادی و اس شخص کے ہمسنزا دیہ یا ہے جو خدا کے اور روز آخرت پر ا یمان لایا اور خدا کی راہ میں جہاد کیا۔ خدا کے نزدیک تو یہ لوگ برابر نہیں اور خداوند ام ظالم لوگوں کی ہدایت نہیں کرتا۔''

انھیں حضرات کے ابتلا و آزائش میں بہ عمدگی پورے اترنے اور شدائد و مصائب ہنسی خوشی جھیل جانے پر خداوند ام نے ارشاد افر یا :

---

[1] - یہ آیت حضرت علی(ع) اور جناب عباس اور طلحہ بن شیبہ کی شان میں نازل ہوئی۔ واقعہ یہ ہوا تھا کہ ان لوگوں نے باہم فخر کیا طلحہ نے کہا تھا کہ خانہ کعبہ کا میں متولی ہوں اس کی کنجیاں میرے پاس رہتی ہیں۔ عباس نے کہا میں زمزم کا متولی ہوں اور سقائی میرے ہاتھوں میں ہے۔ حضرت علی(ع) نے کہا کہ میری سمجھ نہیں آتا کہ تم دونوں کیا کہہ رہے ہو میں نے چھ مہینے لوگوں سے پہلے نماز پڑھی ہے اور میں خدا کے راستہ میں جہاد کرنے والا ہوں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ علامہ واحدی نے کہ تاب اسباب النزول میں یہ روایت حسن بصری شعبی وغیرہ سے نقل کی ہے اور ابن سیرین و مرہ حمدانی سے منقول ہے کہ حضرت علی(ع) نے جناب عباس سے کہا آپ ہجرت نہیں کر ؟ آپ رسول(ص) کے پاس نہ جائیے گا۔ جناب عباس نے کہا مجھے حاجیوں کی سقائی کا شرف پہلے سے حاصل ہے کیا یہ ہجرت کے شرف سے بڑھا ہوا نہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

” وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْري نَفْسَهُ ابْتِغاءَ مَرْضاتِ اللَّهِ وَ اللَّهُ رَؤُفٌ بِالْعِبادِ[1] “ (بقره، ۲۰۷)

” لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو خدا کی خوشنودی کے لیے اپنی جان بیچ ڈالتے ہیں اور خدا اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔“

نیز یہ بھی ارشاد فرمایا :

” إِنَّ اللَّهَ اشْتَرى مِنَ الْمُؤْمِنينَ أَنْفُسَهُمْ وَ أَمْوالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقاتِلُونَ في سَبيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَ يُقْتَلُونَ وَعْداً عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْراةِ وَ الْإِنْجيلِ وَ الْقُرْآنِ وَ مَنْ أَوْفى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ

---

۱ - امام حاکم نے مستدرک جلد۳ صفحہ ۴ پر جناب ابن عباس سے روایت کی ہے کہ قال شری علی نفسہ لبس ثوب النبی الحدیث۔ جناب ابن عباس نے کہا حضرت علی(ع) نے اپنا نفس فروخت کیا اور پیغمبر (ص) کی چادر اوڑھی ۔ امام حاکم نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کے معیار و شرائط پر بھی صحیح ہے لیکن ان دونوں نے لکھا نہیں۔ ذہبی ایسے متشدد رگ نے بھی تلخیص مستدرک میں اس کی صحت کا اعتراف کیا ہے۔ امام حاکم نے اسی صفحہ پر امام زین العابدین(ع) سے یہ روایت بھی کی ہے کہ پہلے وہ شخص جنہوں نے اپنے نفس و خوشنودی خدا کے لیے بیچا وہ علی بن ابی طالب (ع) ہیں جو کہ وہ شب ہجرت پیغمبر(ص) کے بستر پر سوئے۔ پھر امام حاکم نے اس موقع پر حضرت علی(ع) نے جو اشعار فرمائے تھے وہ اشعار نقل کیے ہیں جن کا پہلا شعر یہ ہے

وقیت بنفسی خیر من وطا الحصا ومن طاف بالبیت العتیق و بالحجر

میں نے جان پر کھیل کر اس رگ کی حفاظت کی جو ان تمام لوگوں میں جو سرزمین بطحا پر چلے درجنوں نے خانہ کعبہ اور حجر اسود کا طواف کیا بہتر و افضل ہیں۔“

الَّذي بايَعْتُمْ بِهِ وَ ذلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظيمُ التَّائِبُونَ الْعابِدُونَ الْحامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ النَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْحافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنينَ " (توبہ، ۱۱۱۔۱۱۲)

" اس میں تو شک نہیں کہ خدا نے مومنین سے ان کی جانیں اور ان کے اال اس ۔ بات پر خرید لیے ہیں کہ (ان کی قیمت) ان کے لیئے ۔ شت ہے(اسی وجہ سے) یہ لوگ خدا کی راہ میں لڑ ہیں تو (کفار و) ار ہیں اور (خودَ جھی) ارے جا ہیں (یہ) پکا وعدہ ہے (جس کا پورا کرنا) خدا پر لازم ہے (اور ایسا پکا ہے کہ) توریت اور انجیل اور قرآن (ب) میں (لکھا) ہے اور اپنے عہد کا پورا کرنے والا خدا سے بڑھ کر اور ون ہے تو تم اپنی (خرید) فروخت سے جو تم نے خدا سے کی ہے خوشیاں مناؤ یہی تو بڑی کامیابی ہے (یہ لوگ) توبہ کرنے والے عبادت ار (خدا کی) حمد و ثنا کرنے والے (اس کی راہ میں) سفر کرنے والے ر وع کرنے والے سجدہ کرنے والے نیک کام کا حکم کرنے والے اور برے کام سے روکنے وا لے اور خدا کی (مقرر کی وئی) حدوں کے اوپر نگاہ رکھنے والے ہیں اور (اے ر ول(ص)ان) مومنین و (۔ شت کی) خوشخبری دے دو۔"

نیز ارشاد افر یا :

" الَّذينَ يُنْفِقُونَ أَمْوالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَ النَّهارِ سِرًّا

وَ عَلانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ لا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لا هُمْ يَحْزَنُونَ[1]'' (بقرہ، ۲۷۴)

'' جو لوگ کہ اپنے الوں و رات اور دن میں ظاہر بہ ظاہر اور چھپا کر (راہ خدا میں) خرچ کر ہیں ان کے لیے ان کا صلہ ہے ان کے پروردگار کے ؛ دیک ان کے لیے نہ وئی خوف ہے اور نہ وہ اندوہ گین وں گے۔''

انھیں نے صدق دل سے پیغمبر(ص) کی سچائی کی تر یق کی اور خداوند ام نے ان کی اس تر یق کی ان الفاظ میں گوای دی :

'' وَ الَّذي جاءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ[2] بِهِ أُولئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ '' (زمر، ۳۳)

اور ، یاد رکھو کہ جو ر ول(ص) سچے بات لے کر آ ہیں اور جس نے

---

۱ - جملہ محدثین و مفسرین نے بسلسلہ اسباب نزول ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ آیت حضرت علی(ع) کی شان میں نازل وئی ہے۔ آپ کے پاس چار درہم تھے آپ نے ایک درہم شب میں ایک دن میں ، ایک چھپا کر، ایک ظاہر ا ظہار راہ خدا میں صدقہ کیا تو یہ آیت نازل وئی۔ تفسیر وحیری ص۱۶، تفسیر معام التنزیل ص۱۳۵، تفسیر بیضاوی،جلد ۱، ص۱۲۵ تفسیر نیشاپوری، ص۲۷۸ تفسیر کبیر رازی، جلد۲، ص۵۲۸ تفسیر روح المعانی جلد۱، فحہ ۲۹۵ وغیرہ۔

۲ - الَّذي جاءَ بِالصِّدْقِ سے مراد پیغمبر(ص) صدق بہ سے مراد امیرالمومنین(ع) ہیں۔ جیسا کہ امام محمد باقر(ع) و جعفر صادق(ع) و موسی کاظم(ع) و امام رضا(ع) اور عبداللہ بن عباس ، ابن حذیفہ ، عبداللہ بن حسن ، زید شہید و غیر ہم نے تصریح کی ہے۔ خود امیرالمومنین(ع) اس آیت کے ذریعہ احتجاج افرمایا کرتے تھے کہ یہ آیت میرے متعلق نازل وئی اور میں مراد وں۔ ابن مغازلی نے بھی اپنی مناقب میں مجاہد سے اس مضمون کی روایت کی ہے اور حافظ ابن مردویہ اور حافظ ابو نعیم نے بھی۔

ان کی تر یق کی یہی لوگ تو پرہیز گار ہیں۔''

پس یہی حضرات حضرت ر ول خدا(ص) کی مخلص جماعت اور آپ کے قریبی رشتہ دار ہیں جنھیں خداوند ام نے اپنی بہترین ر ایت اور بلندترین توجہ کے اتھ مخصوص افر یا اور ارشاد افر یا :

'' وَ أَنْذِرْ عَشيرَتَكَ الْأَقْرَبينَ '' (شعراء، ۲۱۴)

'' اے پیغمبر(ص) اپنے ؛ دیکی رشتہ داروں و خدا کا خوف دلاؤ۔''

َ یہی پیغمبر(ص) کے اولی الارحام ہیں اور اولی الارحامُ بعضُ بعض سے مقدم و اولیٰ ہیںکہ تاب الٰہی میں یہ پیغمبر(ص) کے قریبی رشتہ دار اور قریبی رشتہ دارَ بھلائی کرنے یادہ حق دار و ہیںَ۔ یہی بروز قیامت پیغمبر(ص) کے درجے میں وں گے اور جنت نعیم میں آپ کے اتھ اتھ وں گے جس پر دلیل خداوند ام کا یہ قول ہے۔

'' وَ الَّذينَ آمَنُوا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإيمانٍ أَلْحَقْنا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ ما أَلَتْناهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ[1]'' (طور، ۲۱)

'' جو لوگ اکہ یمان لا اور ان کی ذریت ھی ا َ یمان لا کر اتباع کیا تو ہم ان کی ذریت وَ بھی انھیں سے ملحق کردیں گے اور ان کے اعمال میں سے رتی برابر کم ۔ کریں گے۔''

َ یہی وہ حق دار حضرات ہیں جن کے حق کی ادائگی کا قرآن نے ان الفاظ

ا - امام حاکم نے مستدرک جلد۲ ۴۶۸ پر بسلسلہ تفسیر ور طور ابن عباس سے اس آیت کے متعلق روایت کی ہےابن عباس نے کہا کہ خداوند کریم مومن کی ذریت وَ بھی جنت کے اسی درجے میں رکھے گا جس میں وہ مومن وگا ارچہ بلحاظ اعمال کمتر وَ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی اور کہا کہ و ا التہ-اہم کا مطلب یہ ہے کہ وا نقصناھم یعنی ہم وئی کم ۔ کریں گے۔

میں حکیم اسے یا :

'' وَ آتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ[1]'' (اسراء، ۲۶)

'' صاحبان قرابت و ان کا حق دے دو۔''

یہی وہ صاحبان خمس ہیں کہ جن تک ان کو خمس نہ پہونچا یا جا انسان بری الزمہ و ی نہیں ہوسکتا۔ ارشاد الٰہی ہے:

'' وَ اعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَ لِلرَّسُولِ وَ لِذِي الْقُرْبٰی[2]'' (انفال، ۴۱)

'' سمجھ رکھو کہ تم جو کچھ ال غنیمت حاصل کرو اس کا پانچواں حصہ خدا کا ہے اور رسول(ص) کا اور رسول(ص) کے قرابت داروں کا۔''

یہی وہ صاحبان فئی ہیں جن کے متعلق خداوند ام نے ارشاد افر یا:

''ما أَفاءَ اللَّهُ عَلی رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُری فَلِلَّهِ وَ لِلرَّسُولِ وَ لِذِي الْقُرْبٰی '' (حشر، ۷)

خداوند ام نے دیہات والوں سے جو ال بطور خالصہ بلا حرب و ضرب رسول(ص) واپس یا ہے وہ اللہ کے لیے ہے اور رسول(ص) کے لیے اور صاحبان قرابت کے لیے اور یہی وہ اہل بیت(ع) ہیں جن سے آیہ '' إِنَّما يُرِيدُ اللَّهُ

---

[1] - مفسرین نے لکھا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت(ص) نے جبرائیل(ع) سے پوچھا ، قرابت والے کون ہیں اور ان کا حق کیا ہے؟وحی ہوا فاطمہ(س) کو فدک دے دیجیے کہ یہ انھیں کا حق ہے اور جو کچھ فدک میں خدا و رسول(ص) کا حق ہے وہ بھی انھیں کے حوالے کر دیجیے پس رسول خدا(ص) نے جناب فاطمہ(س) کو بلا کر وثیقہ لکھ کر فدک ان کے حوالے کر دیا۔تفسیر در منثور جلد۴، ص۱۷۷، وغیرہ۔

[2] - تفسیر روح المعانی جلد ۳ ص ۶۳۷، تفسیر نیشاپوری، جلد۱۰، ص ۱۵ وغیرہ۔

لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً " (احزاب، ۳۳) خدا اب کیا گیا۔

یہی وہ آل یسین ہیں جن پر خداوند امم سلامؑ بھیجا اور ارشاد وا : سلام[0] علی آل یسینؑ۔ یہی وہ آل محمد(ص) ہیں جن پر درود و سلامؑ بھیجنا خداوند امم نے بندوں پر فرض ارقدہ یا اور ارشاد وا :

" إِنَّ اللَّهَ وَ مَلائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يا أَيُّهَا الَّذينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوا تَسْليماً " (احزاب، ۵۶)

" تحقیق کہ خداوند امم اور ملائکہ نبی(ص) پر درودؑ بھیجتے ہیں ، اے یمان والو تمؑ بھی درود و سلامؑ بھیجا کرو۔"

لوگوں نے پیغمبر(ص) سے پوچھا یا رسول اللہ(ص) ہم آپ پر سلام کیونکر کریں یہ تو ہمیں معلوم ہے لیکن یہ ارشاد ہوا کہ درود آپ کی آل پر کیونکرؑ بھیجا جا تو آپ نے ارشاد

---

[0] - علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ باب ۱۱ میں بسلسلہ آیات کے جو اہل بیت(ع) کی شان میں نازل ہوئیں تیسری آیت یہؑ بھی لکھی ہے اور لکھا ہے کہ مفسرین کی ایک جماعت نے جناب ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہاں آیت میں مراد سلام علی آل محمد (آل محمد پر سلام ہو) علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ ثعلبی نےؑ بھی ایسا ہی کہا ہے اور فخر رازی نے لکھا ہے کہ پیغمبر(ص) کےاہل بیت(ع) پانچ چیزوں میں پیغمبر(ص) کے برابر حصہ دار ہیں۔ سلام میں خداوند امم نے پیغمبر(ص) سے کہا السلام علیک ایہا النبی اور اہل بیت (ع) کے لیے کہا سلام علی آل یسین دوسرے تشہد مین درودؑ بھیجے جا ہیں تیسرے طہارت میں پیغمبر(ص) سے افرمایا ۔ اے طیب و طاہر اور اہل بیت(ع) کے لیے آیت تطہیر نازل ہوئی چوتھے صدقہ حرام ہونے میں۔ پانچویں محبت میں رسول کے لیے افرمایا : فاتبعونی یحببکم اللہ اور اہل بیت(ع) کے لیے ارشاد افرمایا: قُلْ لا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبى(شوری، ۲۳)

افر یا یوں کیا کرو :

"اللھم صل علی محمد و علی آل محمد"

لہذا اس حدیث سے معلوم وا کہ ان حضرات پر درودَ بھیجنا پیغمبر(ص) پر درودَ بھیجنے کا ج و ہے جہ تک آپ کی آل(ع) -و َ بھی شامل کرے کہ درود ب ز َ بھیجا جا ہ تک پیغمبر(ص) پر درود وپذا ب ز وگا اسی وجہ سے علماء و محققین نے اس آیت وَ بھی ان آ یات میں شمار کیا ہے جو اہل بیت(ع) کی شان میں ب ازل وئیں۔ چنانچہ علامہ ابن حجر مکی نے َ بھی صواعق محرقہ باب ا ہیں اس آیت و منجملان آ یات کے شمار کیا ہے جو اہل بیت(ع) کی شان میں ب ازل وئیں۔ پس یہی منتخب و بر یدہ بزرگان الہی ہیں بحکم خدا نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔ یہی وارثان کتاب خدا ہیں جن کے بارے میں خداوند ام نے افر یا ہے:

" ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتابَ الَّذينَ اصْطَفَيْنا مِنْ عِبادِنا فَمِنْهُمْ ظالِمٌ لِنَفْسِهِ وَ مِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَ مِنْهُمْ سابِقٌ بِالْخَيْراتِ بِإِذْنِ اللَّهِ ذلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبيرُ[1]۔" (فاطر، ۳۲)

---

۱ - ثقتہ الاسلام لینی علیہ الرحمہ نے بہ سند صحیح ام سے روایت کی ہے کہ ام کہتے ہیں کہ میں نے ام محمد باقر(ع) سے اس آیت ثم اورثنا الکتاب ا ذین ا طفینا من عبدنا کے متعلق یافت کیا تو آپ نے افر یا آیت میں سابق بالخیرات (نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والا) سے مراد ام اور مقتصد (ملیانہ رو) سے مراد ام کی معرفت رکھنے والا اور ظالم لنفسہ (اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والا) سے مقصود وہ ہے جو ام سے بےگانہ و بیگانہ آشنا و ۔ اسی مضمون کی روایت لینی نے ام جعفر صادق(ع) ام موسی کاظم(ع) اور ام رضا علیہ السلام سے بھی کی ہے۔ علما اہلسنت میں حافظ ابن مردویہ نے اس حدیث کی روایت امیرالمومنین(ع) سے کی ہے۔

"پھر ہم نے کتاب کا وارث بنایا ان لوگوں کو جنھیں ہم نے اپنے بندوں میں منتخب کیا ہے، پس لوگوں میں بعض تو ایسے ہیں جو اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں (اور یہ وہ لوگ ہیں جو امام کی معرفت نہیں رکھتے) اور بعض میانہ رو ہیں (یعنی دوسرا ائمہ) اور بعض نیکیوں کی طرف بحکم خدا سبقت کرنے والے ہیں (یعنی امام) اور یہ بہت بڑا فضل ہے۔"

اہل بیت طاہرین(ع) کی شان میں نازل شدہ اتنی آیات بیان کرنے پر ہم اکتفا کرتے ہیں۔

جناب ابن عباس اقرار کرتے تھے کہ تنہا حضرت علی(ع) کی شان میں تین سو آیتیں[1] نازل ہوئیں اور ابن عباس کے علاوہ دوسرے لوگوں کا بیان ہے کہ ایک چوتھائی قرآن اہل بیت(ع) کے متعلق نازل ہوا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اہلبیت(ع) اور قرآن ایک جڑکی دو شاخیں ہیں جو کبھی جدا نہیں ہو سکتیں۔ ہم انہیں چند آیتوں پر بس کرتے ہیں۔ انھیں میں غور فرمائیے آپ پر حقیقت و امر واقع بخوبی واضح ہو جائے گا۔

ش

---

[1] - جیسا کہ ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کی ہے ملاحظہ ہو صواعق محرقہ باب ۹، فصل ۳ فقرہ ۲۔

مکتوب ؑ برے

جناب مولانا محترم ! تسلیم

ر ا ؑ ۔امہ سبب عزت افزائی وا۔ سبحان اللہ آپ کے زور بیانوت ِ تحریر کی داد نہیں دی جاسکتی۔ آپ نے جتؑ ۔ ۔اتیں تحریر فرائیں ان میں کسی کا مجال یکلم نہیں جو کچھ آپ نے لکھا صحیح لکھا البتہ ایک کھٹک دل میں رہ جاتی ہے۔ اعتراض کرنے وا لے کہہ سکتے ہیں کہ وہ لوگ جنؑوں نے اہل بیت(ع) کے متعلق آ۔ یات کر۔ازل ونے کی روایت کی ہے وہ شیعہ جماعت سے تعلق رکھتے ہیں اور شیؑوں کی روایت کردہ حدیثیں حضرات اہل سنت کے لیے حجت نہیں۔ براہ کرم اس اعتراض کا دفعیہ فرائیے۔

س

جواب مکتوب

محترمی تسلیم!

آپ نے جو اعتراض پیش کیا وہ درست نہیں۔ اعتراض کے دونوں ٹکڑے غلط ہیں۔ یہ بھی کہ جن روایتوں کو ان آیات کے شان نزول کے متعلق روایت کیا ہے وہ شیعہ تھے اور یہ بھی کہ شیعوں کی روایت کردہ حدیثیں حضرات اہل سنت کے لیے حجت نہیں۔ اعتراض کا پہلا حصہ تو یوں درست نہیں کہ ان آیات کے شان نزول کے متعلق صرف شیعوں نے روایت نہیں کی بلکہ معتبر و موثق علماء اہل سنت نے بھی روایتیں کی ہیں۔ ان کی سنن اور مسانید اٹھا کر دیکھیے آپ کو نظر آئے گا کہ انہوں نے ان روایتوں کو شیعوں سے زیادہ طریقوں سے ذکر کیا ہے۔ اور شیعہ علماء نے کسی آیت کے متعلق چار طریقوں سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اہل بیت(ع) کی شان میں نازل ہوئی تو حضرات اہل سنت نے دس طریقوں سے روایت کی ہے۔

رہ گیا اعتراض کا دوسرا ٹکڑا کہ شیعوں کی روایت کردہ حدیثیں اہل سنت کے لیے حجت نہیں تو یہ اور بھی غلط ہے جیسا کہ علماء اہل سنت کی کتب حدیث گواہ ہیں حضرات اہل سنت کے طریق و اسناد میں ایک دو نہیں بکثرت شیعہ راوی ملتے ہیں۔ اور شیعہ بھی وہ معمولی نہیں بلکہ نامی گرامی ، جن کی شیعیت سے دنیا واقف ہے۔وہ شیعہ جنھیں برا کہلا جاتا ہے، گمراہ سمجھا جاتا ہے ، رافضی کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ انھیں شیعوں کی روایتیں آپ کے صحاح ستہ میں بھی موجود ہیں اور ان کے علاوہ دیگر حدیث کی کتابوں میں بھی۔ خود امام بخاری کے شیوخ میں بہت سے ایسے شیعوں کے نام ملتے ہیں

جنھیں رافضی مخالف وغیرہ کہلا جاتا ہے مگر پھر بھی امام بخاری نے ان سے استفادہ کیا ، ان سے روایتیں لیں۔ امام بخاری نے بھی ان کی روایت کردہ حدیثیں اپنی صحیح میں درج کی ہیں اور دیگر اصحاب نے بھی۔ ان تمام حقائق کے باوجود یہ کہنا کس طرح درست ہوسکتا ہے کہ شیعوں کی روایت حضرات اہلسنت کے لیے حجت نہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ اعتراض کرنے والوں کو حقیقت کا علم ہی نہیں۔ اگر معترضین اس حقیقت کو ذہن نشین کر لیں کہ شیعہ اہلبیت(ع) کے پیرو انھیں کے اصولوں کو اپنائے اور ان کے اوصاف و محاسن کو پرتو ہیں اندازہ کرے کہ وہ کس قدر اعتماد و اعتبار کے لائق ہیں تو واقف نے ایک اشتباہ کی کیفیت میں مبتلا کر رکھا ہے کس قدر لائق اتہام ہے یہ امر کہ محمد بن یعقوب کلینی ایسے بزرگ جنھیں دنیا ثقۃ الاسلام کے لقب سے یاد کرتی ہے محمد بن علی بن بابویہ القمی جو مسلمانوں کے صدوق کہے جاتے ہیں، محمد بن حسن طوسی جنھیں شیخ الامہ کہلا جاتا ہے محض شیعیت کے جرم میں معترضین کے نزدیک اعتبار کے قابل نہ سمجھے جائیں اور ان کی پاکیزہ تصنیفات جو علوم آلِ محمد(ص) کا خزینہ ہیں حقارت کی نظر سے دیکھی جائیں ایسے بزرگوں کے متعلق شک وشبہ سے کام لیا جائے جو جامع علوم و کمالات تھے۔ روئے زمین پر قطب و ابدال کی حیثیت رکھتے تھے جنھوں نے خدا و رسول(ص) کی اطاعت احکامِ الٰہی کی تبلیغ و اشاعت مسلمانوں کی خیر خواہی و رہبری میں اپنی عمریں تمام کردیں۔

معمولی سے معمولی شخص واقف ہے کہ یہ مقدس حضرات جھوٹ کو اتنا بڑا گناہ سمجھتے تھے۔ انھوں نے اپنی ہزاروں کتابوں میں جھوٹوں پر لعنت کی ہے اور صراحت کی ہے کہ حدیثِ پیغمبر(ص) میں جھوٹ بولنا ہلاکت و عذاب دائمی کا سبب ہے حدیث میں جھوٹ بولنا تو اتنا بڑا گناہ سمجھا ہے ان لوگوں نے کہ روزہ توڑ دینے

والی چیزوں میں ارقد۔ یا ہے۔ ا ر وئی شخص اہ ِ رمضان میں عمدا ج وٹی حدیث بیان کرے تو ان حضرات کا فتوی ہے کہ۔ اس شخص کا روزہ ۔ باطل وگیا۔ اس پر روزہ کی قضا بھی لازم ہے اور کفارہ بھی دینا ضروری ہے جس طرح دیگر منطرات کا حکم ہے ا جعینہ ج وٹی حدیث بیان کرنے کا بھی۔ جو کذب و وہ ایسا امر عظیم سمجھتے ہیں تو خدا را انصاف سے فرمائیے کہ خود ایسے حضرات کے متعلق جو صالحین و ابرار ابد شب زندہ دار وں ایسا وہم و گمان بھی کیا جاسکتا ہے؟

ہا ہا ! شیعان ِ آل محمد(ص) اہل بیت(ع) کے پیرو متہم سمجھے جائیں اور ان کی بیان کی وئی حدیثوں پر کذب و افترا کا شک وشبہ کیا جا ۔ ان کے اقوال ٹھکرا دینے کے قابل سمجھے جائیں اور خارج ۔اصبی خدا و مجسم ماننے والے افراد کس حدیثیں سر آنکھوں پر رکھی جائیں۔ وہ جو کچھ بیان کریں آمنا و صدقنا کہہ کر تسلیم کر لیا جا اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ۔۔ سمجھی جا ۔ یہ تو کھلی وأ ۔ انصافی صریحی جفا پروری ہے۔ خدا محفوظ رکھے۔

ش

مکتوب نمبر ۸

حضرت مولانا محترم ! تسلیم!

آپکا تازہ مکتوب موصول ہوا۔ آپ کی تحریر اتنی متین، دلائل سے پر اور حقائق سے لبریز تھی کہ میرے لیے چارہ کار سوائے نہیں تھا اس کے کہ جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے ایک ایک لفظ تسلیم کرلوں۔ البتہ جو آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرات اہل سنت نے بکثرت شیعہ راویوں سے روایتیں لی ہیں، اسے آپ نے بہت مجمل رکھا۔ آپ کو ذرا تفصیل سے کام لینا چاہیے تھا۔ مناسب تھا کہ آپ ان شیعہ راویوں کے نام بھی تحریر فرماتے نیز ان کی شیعیت کے متعلق حضرات اہل سنت کا اقرار بھی ذکر کرتے۔ امید ہے کہ آپ میرا مطلب سمجھ گئے ہوں گے۔

س

وجہِ مکتوب

محترمی سلام مسنون!

بہتر ہے میں مختصرا حروفِ تہجی کی ترتیب سے ان شیعہ راویوں کے اسما رامی تحریر کروں جن کی روایت کردہ حدیثیں آپ کے یہاں صحاح و دیگر سنن و مسانید میں موجود ہیں۔

ابان بن تغلب بکری کوفی

علامہ ذہبی ان کے حالات میں لکھتے ہیں :

"ابان بن تغلب کوفہ کے رہنے والے تھے اور بڑے کٹر شیعہ ہیں لیکن صدوق ہیں۔ ہمیں ان کی سچائی سے غرض ہے ان کی بدعت کا بار ان کے سر ہے احمد بن حنبل ، ابو حاتم اور ابن معین نے انھیں موثق قرار دیا ہے۔ ابن عدی نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ بڑے عالی شیعہ تھے۔ ان سے امام مسلم او ابو داؤد و ترمذی ، نسائی ، ابن ماجہ نے حدیثیں روایت کی ہیں آپ کا انتقال سنہ۱۴۱ھ میں ہوا۔

ابراہیم بن یزید بن عمرو بن اسود بن عمرو نخعی کوفی

علامہ ابن قتیبہ نے معارف میں انھیں مشاہیر شیعہ میں شمار کیا ہے۔

ان کی حدیثیں صحیح بخاری ، مسلم دونوں میں موجود ہیں۔ ان کی پیدائش سنہ۵۰ھ اور انتقال سنہ۹۵ھ یا سنہ۹۶ھ میں حجاج کے مرنے کے چار مہینے کے بعد ہوا۔

احمد بن مفضل ابن کوفی حفری

ان سے ابوزرعہ و ابو حاتم نے روایت کی اور ان کی بیان کی ہوئی حدیث سے اپنے مسلک پر دلیل پیش کی ہے حالانکہ ابوزرعہ و ابو حاتم نے ان کی شیعیت کی صراحت بھی کی ہے۔ علامہ ذہبی نے ابوحاتم کا یہ فقرہ احمد بن مفضل کے متعلق نقل کیا ہے کہ احمد بن مفضل رؤساء شیعہ میں سے تھے اور صدوق تھے ان کی روایت کردہ حدیثیں سنن ابی داؤد ، سنن نسائی دونوں میں موجود ہیں۔

اسماعیل بن ابان

امام بخاری کے شیخ ہیں۔ بخاری و ترمذی دونوں نے ان کی حدیث سے اپنے مسلک پر استدلال کیا ہے جیسا کہ علامہ ذہبی نے تحریر کیا ہے۔ علامہ ذہبی نے یہ بھی ان کے متعلق لکھا ہے کہ یحی و احمد نے ان سے حدیثیں لی ہیں۔ اور بخاری نے انھیں صدوق کہا ہے۔ امام بخاری نے متعدد جگہ صحیح بخاری میں بلاواسطہ ان کی حدیثیں ذکر کی ہیں۔

اسماعیل بن خلیفہ ملائی کوفی

ان کی نیت ابو اسرائیل ہے اور اسی کے ساتھ مشہور بھی ہیں۔ علامہ ذہبی نے ان کا تذکرہ میزان الاعتدال میں ان الفاظ میں کیا ہے۔ کہ بڑے متعصب شیعہ اور ان لوگوں میں سے تھے جو عثمان و کافر کہتے ہیں اور بھی بہت

کچھ ان کے متعلق لکھا ہے لیکن ان سب کے باوجود ترمذی نے اور دیگر اصحابِ سنن نے ان سے روایت کی ہے۔ ابوحاتم نے ان کی حدیثوں کو حسن کہا ہے۔ ابوزرعہ نے کہا ہے کہ صدوق ہیں اگرچہ خیالات عالیہ تھے امام احمد نے کہا ہے کہ ان کی حدیثیں درج کرنے کے قابل ہیں۔ ابن معین نے ثقہ کہا۔ فلاس نے کہا یہ جھوٹ بولنے والوں میں نہیں۔ ان کی حدیثیں صحیح ترمذی میں موجود ہیں۔ ابن قتیبہ نے معارف میں انھیں مشاہیر شیعہ میں شمار کیا ہے۔

اسماعیل ابن زکریا خلقانی کوفی

ذہبی نے میزان الاعتدال میں ان کے متعلق لکھا ہے کہ صدوق ہیں اور شیعہ ہیں اور ان لوگوں میں سے ہیں جن سے صحاح ستہ میں حدیثیں لی گئی ہیں۔ ان کی حدیث بخاری اور مسلم میں موجود ہے۔ سنہ ۱۷۴ھ میں بغداد میں انتقال کیا۔

اسماعیل بن عبد بن عباس طالقانی

صاحب بن عباد کے نام مشہور ہیں ابو داؤد و ترمذی نے ان سے روایتیں لی ہیں۔ جیسا کہ امام ذہبی نے میزان میں صراحت کی ہے نیز یہ بھی لکھا ہے کہ بڑے باکمال ادیب اور شیعہ تھے۔ ان کی شیعیت میں کسی کو شبہ نہیں ہوسکتا اور شیعیت کی کس وجہ سے سلطنت بویہہ کی وزارت عظمی پر فائز ہوئے۔ یہ پہلے وہ شخص ہیں جو صاحب کے لقب سے ملقب ہوئے اس لیے کہ یہ مؤید الدولہ بن بویہ کے جوانی کے زمانہ سے مصاحب رہے اور

موید ادولہ نے ان کا نام صاحب رکھا اور برابر اسی نام سے پکارے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ اسی نام سے مشہور ہوگئے اور ان کے بعد جو شخص وزارت کے درجہ پر پہنچا وہ بھی صاحب ہی کے نام سے پکارا گیا۔ یہ پہلے موید ادولہ کے وزیر رہے اس کے مرنے پر اس کے بھائی فخر ادولہ نے بھی انھیں وزارت عظمی پر برقرار رکھا۔ جب ان کا انتقال ہوا (۲۴ صفر سنہ۳۸۵ھ میں ۹۵ برس کی عمر میں) تو شہر رے کے دروازے بند ہوگئے اور تمام لوگ ان کے مکان پر آکر جنازہ کا انتظار کرنے لگے خود بادشاہ فخر ادولہ اور وزراء، و سروران فوج جنازہ میں ساتھ ساتھ تھے۔ یہ بڑے جلیل القدر امام اور رانقدر کتب و رسائل کے مصنف شخص تھے۔

اسماعیل بن عبدالرحمن بن ابی کریمہ مشہور مفسر

جو سدی کے نام سے شہرت رکھتے ہیں

علامہ ذہبی نے ان کے حالات میں لکھا ہے کہ متہم بالتشیع ہیں اور حسین بن واقد مروزی سے اس کی بھی روایت کی ہے کہ انھوں نے ابوبکر و عمر و سب و شتم کرتا تھا مگر ان سب کے باوجود ثوری ابوبکر بن عباس و غیرہ نے ان سے حدیثیں لی ہیں اور امام مسلم و ترمذی و ابوداؤد ، ابن ماجہ، نسائی صاحبِ صحاح نے ان کی حدیثیں اپنے کتابوں میں درج کی ہیں۔ امام احمد نے انھیں ثقہ، ابن عدی نے صدوق کہا ہے۔ یحی بن سعید کا قول ہے کہ میں نے ہر ایک کو دیکھا کہ وہ سدی کو اچھا ہی کہتا ہے اور سبھی نے اس سے حدیثیں لی ہیں سنہ۱۲۷ھ میں انتقال کیا ہے۔

اسماعیل بن موسی فہ اری کوفی

علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ان کے حالات میں لکھا ہے کہ ابن عدی ان کے متعلق کہتے تھے کہ شیعیت میں بہت زیادہ غلو رکھنے کی وجہ سے لوگ انھیں بدنام کرتے تھے اور عقیلی بیان کرتے تھے کہ بغداد اور ابن شیبہ ہمارا اسماعیل کے پاس جانا پسند نہیں کرتے تھے اور کیا کرتے تھے تم لوگ اس فاسق کے پاس جاکر کیا کرتے ہو جو بزرگوں کو سب وشتم کیا کرتا ہے۔ ان سب کے باوجود ابن خزیمہ، ابو عروبہ اور بہت سے لوگوں نے ان سے حدیث کا استفادہ کیا اور یہ اس طبقہ کے شیخ تھے جیسے ابوداؤد و ترمذی وغیرہ۔ ان سب حضرات نے ان سے حدیث لی اور اپنے اپنے صحیح میں درج کی۔ ابوحاتم نے انھیں صدوق کہا ہے۔ نسائی نے کہا ہے کہ کوئی مضائقہ نہیں ان سے حدیث لینے میں۔ سنہ۲۴۵ھ میں انتقال کیا۔ بعض لوگ انھیں سدی کا نواسہ بتاتے ہیں۔

ت :

ثلید بن سلیمان کوفی

ابن معین نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ یہ عثمان کو سب وشتم کیا کرتے تھے۔ بعض عثمانیوں نے سن لیا۔ انھوں نے اسے تیر مارا جس سے ان کا پیر ٹوٹ گیا۔ ابوداؤد نے ان کے متعلق کہا کہ یہ رافضی ہیں۔ ابوبکر و عمر کو سب وشتم کیا کرتے تھے مگر ان سب کے باوجود احمد و ابن نمیر نے ان سے

تحصیل حدیث کی۔ امام احمد نے ان کے متعلق کہا کہ تلیر شیعہ ہیں مگر ان سے حدیث لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ صحیح ترمذی میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔

ث :

ثابت بن دینار

جو ابوحمزہ ثمالی کے نام سے مشہور ہیں ان کی شیعیت اظہر من الشمس ہے۔ ترمذی میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔

ثویر بن ابی فاختہ

ام ہانی بنت ابی طالب کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ذہبی نے ان کے رافضی ہونے کی صراحت کی ہے۔ امام محمد باقر(ع) کے عقیدت مندوں میں تھے ترمذی میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔

ج :

جابر بن یزید جعفی کوفی

علامہ ذہبی نے ان کے حالات میں لکھا ہے کہ یہ علماء شیعہ میں سے تھے۔ نیز سفیان سے ان کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے جابر کو کہتے سنا۔ علم پیغمبر(ص) سے علی(ع) کی طرف منتقل ہوا اور علی(ع) سے حسن(ع) کی طرف۔ ایک امام سے دوسرے امام تک منتقل ہو کر امام جعفر صادق(ع) تک پہنچا

یہ امام جعفر صادق(ع) کے شاگرد میں تھے اور آپ نے بکثرت حدیثیں حاصل کیں چنانچہ خود جابر کہا کرتے تھے کہ میرے پاس ستر ہزار حدیثیں امام محمد باقر(ع) کی روایت کردہ ہیں۔ جابر جب امام محمد باقر(ع) سے کوئی حدیث روایت کر کے بیان کرتے تھے تو کہتے مجھ سے وصی الانبیاء نے بیان کیا۔ علامہ ذہبی نے میزان میں زائدہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جابر رافضی ہیں۔ سب و شتم کیا کرتے ہیں، ان سے امام ابو داؤد وترمذی ، نسائی نے حدیثیں روایت کی ہیں۔ سفیان ثوری نے انھیں حدیث میں ثبت محتاط کہا ہے۔ شیعہ نے صدوق ارقدر یا ہے۔ وکیع نے ثقہ کہا ہے سنہ ۱۲۷ھ میں انتقال کیا۔

جریر بن عبدالحمید جنبی کوفی

علامہ ابن قتیبہ نے اپنی کتاب معارف میں انھیں مشاہیر شیعہ میں شمار کیا ہے۔ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال کا تذکرہ کرتے ہوئے بڑی حمدوثنا کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ جریر اہل رے کے امام اور صدوق ہیں اور ان کے اقوال سے کتابوں میں استدلال کیا جاتا ہے اور ان کے ثقہ ہونے پر جملہ محدثین کا اجماع و اتفاق ہے۔ ان کی حدیثیں صحیح بخاری و مسلم دونوں میں موجود ہیں سنہ ۱۸۷ھ میں انتقال کیا۔

جعفر بن زیاد احمر کوفی

امام ابوداؤد نے ان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ صدوق ہیں اور شیعہ ہیں۔ ابن عدی نے انھیں صالح اور شیعہ لکھا ہے۔ ابن معین نے ثقہ، امام احمد نے صالح الحدیث افر یا ہے۔ صحیح ترمذی و سنن نسائی میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔

سنہ ۱۶۷ھ میں انتقال کیا۔

جعفر بن سلیمان ضبعی بصری

علامہ ابن قتیبہ نے معارف ؁ ۲۰۶ میں انھیں مشاہیر شیعہ میں لکھا ہے ابن سعد نے ان کی شیعیت اور ثقہ ونے کی تصریح کی ہے۔ ابن عدی ان کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ شیعہ ہیں ۔ میں توقع کرتا ہوں کہ ان وئی حرج نہیں اور ان کے حدیثیں قابل انکار نہیں اور میرے دیک اس قابل ہیں کہ ان کی حدیثیں قبول کی جائیں۔ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں انھیں راہ علما شیعہ میں سے لکھا ہے ان کی حدیثیں صحیح مسلم و نسائی میں موجود ہیں سنہ۱۷۹ھ میں انتقال کیا۔

جمیع بن عمیرہ بن ثعلبہ کوفی تیمی

میزان الاعتدال میں ہے کہ ان کے متعلق ابو حاتم کا یہ فقرہ ہے کہ صالح الحدیث اور شرفا الشیعہ سے ہیں۔ جامع ترمذی میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔

ح :

حارث بن حصیرہ کوفی

ابوحاتم رازی، ابو احمد زبیری، ابن عدی ، یحی بن معین ، امام نسائی وغیرہ نے ان کی شیعیت کی تصریح بھی کی ہے اور ان کے ثقہ ونے کا بھی اقرار کیا ہے۔ علامہ ذہبی نے انھیں صدوق لکھا ہے۔ امام نسائی نے ان سے حدیثیں لی ہیں۔

حارث بن عبداللہ ہمدانی

صحابی و حواری امیرالمومنین(ع) ، ابن قتیبہ نے مشاہیر شیعہ میں پہلے ان کا نام لکھا ہے۔ ذہبی نے لکھا ہے کہ یہ کبار علماء تابعین سے تھے اور ابن حبان انھیں بہت غالی شیعہ کہا کرتے تھے۔ جمہور اہلسنت انھیں اسی شیعیت کی وجہ سے بہت دشمن رکھتے تھے مگر باوجود اس کے ان کے علم و فضل اور ثقہ ہونے سے کسی کو انکار نہیں۔ سنن ترمذی ، نسائی، ابن ماجہ وابوداؤد میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔ سنہ۶۵ھ میں انتقال کیا۔

حبیب بن ابی ثابت اسدی

وفد کے رہنما اور تابعی ہیں۔ ابن قتیبہ نے معارف میں شہرستانی نے ملل و نحل میں انھیں مشاہیر شیعہ میں شمار کیا ہے۔ ان سے جملہ اربابِ صحاح ستہ نے بلا تردد روایتیں لی ہیں۔ سنہ ۱۱۹ھ میں انتقال کیا۔

سعید بن جبیر

علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں ان کے متعلق لکھتے ہیں یہ اجلہ علماء میں سے ہیں اور ان میں شیعیت کی بدعت موجود تھی۔ نماز جمعہ میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ ظالم حکام پر خروج جائز جانتے تھے۔ عثمان پر ترس نہیں کھاتے تھے۔ ابن سعد نے طبقات جلد۶ میں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ثقہ ہیں۔ ان کی حدیثیں صحیح ہیں اور یہ شیعہ تھے۔ ابن قتیبہ نے بھی ان کی شیعیت کی تصریح کی ہے۔ صحیح مسلم اور دیگر سنن میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔ سنہ۱۰۰ ھ میں پیدا اور سنہ۱۹۹ھ

میں انتقال کیا۔

حکم بن عتیبہ کوفی

ابن قتیبہ نے معارف میں انھیں مشاہیر شیعہ میں شمار کیا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔ سنہ۱۱۵ھ میں انتقال کیا۔

حماد بن عیسیٰ

صاحب منتہی المقال و غیرہ نے انھیں علماء شیعہ میں سے لکھا ہے اور ہر ایک نے انھیں ثقہ و معتمد سمجھا ہے۔ وہ امام موسیٰ کاظم(ع) کے اصحاب میں سے ہیں۔ مؤلف کتابوں کے مصنف ہیں۔ ترمذی اور دیگر سنن میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔

حمران بن اعین

مشہور ترین صحابی امام محمد باقر(ع) و امام جعفر صادق(ع) ۔ سنن ابی داؤد و غیرہ میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔

خ :

خالد بن مخلد قطوانی کوفی

امام بخاری کے شیخ الحدیث ہیں۔ علامہ ابن سعد نے طبقات جلد۶ ص۲۸۳ میں اور امام ابو داؤد نے انھیں شیعہ اور صدوق لکھا ہے۔ امام بخاری و مسلم دونوں

نے ان کی حدیثیں اپنی صحیح میں درج کی ہیں اورَ بھی دیگر اصحاب سنن نے ان کی شیعیت سے واقف ہو ان کی حدیثوں سے کام لیا ہے۔

ز :

زبید بن حارث بن عبدالکریم کوفی

علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں ان کے حالات میں لکھتے ہیں کہ یہ اشقہ ٔ تابعین مین سے ہیں اور ان میں تشیع تھا۔ اس کے باوجود ذہبی نے بہت سے علماء و محدثین کے اقوال ان کے ثقہ ہونے کے متعلق نقل کیے ہیں۔ ان کی حدیثیں صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں موجود ہیں۔ سنہ ۱۲۴ھ میں انتقال کیا۔

زید بن الحباب کوفی تمیمی

ابن قتیبہ نے معارف میں انھیں مشاہیر شیعہ میں ذکر کیا ہے اور علامہ ذہبی نے انھیں ابد ، ثقہ اور صدوق لکھا ہے اور ان کے ثقہ و صدوق ہونے کے متعلق دیگرَ بہت سے علماء کے اقوال نقل کیے ہیں۔ ان کی حدیثیں صحیح مسلم میں موجود ہیں۔

س :

سالم بن ابی الجعد اشجعی کوفی

ابن سعد نے طبقات جلد۶ فٔ۲۰۳ میں ابن قتیبہ نے معارف فٔ۱۵۶

علامہ شہرستانی نے ملل و نحل جلد۲ ف ۲۷ میں انھیں مشاہیر شیعہ میں شمار کیا ہے علامہ ذہبی نے انھیں اثقہ ۔ ثبت اور معین میں لکھا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم دونوں میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔

سالم بن ابی حفصہ عجلی کوفی

علامہ شہرستانی نے ملل و نحل میں انھیں مشاہیر شیعہ میں شمار کیا ہے۔ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں اور علامہ ابن سعد نے طبقات جلد۶ ف ۲۳۴ میں ان کی شدت تشیع کی کیفیت ذکر کی ہے۔ ان کی حدیثیں جامع ترمذی میں موجود ہیں۔ سنہ ۱۳۷ھ میں انتقال کیا۔

سعد بن طریف الاسکاف حنظلی کوفی

علامہ ذہبی نے علماء محدثین کے اقوال ان کے تشیع کے متعلق درج کیے ہیں۔ ان کی حدیثیں صحیح ترمذی میں موجود ہیں۔

سعید بن اشوع

علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ وفہ کے قاضی تھے اور مشہور صدوق ہیں۔ امام نسائی نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ ان میں کوئی خرابی نہیں تھی۔ جو زجانی نے کہا ہے کہ یہ بڑے غالی اور شیعیت میں حد سے بڑے ہوئے تھے۔ صحیح بخاری و مسلم دونوں میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔

سعید بن خیثم

یحیٰ بن معین سے ان کے متعلق پوچھا گیا کہ سعید بن خیثم شیعہ ہیں آپ ان کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ انہوں نے کہا شیعہ ہوں گے مگر ہیں ثقہ جامع ترمذی و سنن نسائی میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔

سمہ بن الفضل الابرش

رے کے قاضی تھے۔ ان کی شیعیت کی علماء نے صراحت کی ہے رمگار۔ باب صحاح نے ان سے حدیثیں لی ہیں۔ چنانچہ جامع ترمذی اور سنن ابی داؤد میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔

سمہ بن کمیل بن حصین حضرمی

علامہ قتیبہ نے معارف ص ۲۰۶ میں، علامہ شہرستانی نے ملل و نحل جلد۲ ص۲۷ میں ان کو مشاہیر شیعہ میں لکھا ہے۔ جملہ ارکان باب صحاح ستہ نے ان کی حدیثوں سے کام لیا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں ان کی حدیثیں موجود ہیں سنہ ۱۲۱ھ میں انتقال کیا۔

سلیمان بن صرد خزاعی کوفی

شیعیان عراق کے رگ تنِ فرد اور مرجع مومنین رگ تھے۔ انتقام خون حسین(ع) لینے والوں کے راس و رئیس اور قائد بھی تھے۔ جملہ ارکان باب صحاح سو ۔ تاریخ نے ان کے علم و فضل زہد و ورع عبادت کا فراخ دلی سے تذکرہ کیا ہے

جنگِ صفین میں امیرالمومنین(ع) کے ہمراہ تھے۔ دشمنان اہل بیت(ع) و گمراہ سمجھتے تھے ان کی حدیثیں صحیح مسلم و صحیح بخاری دونوں میں موجود ہیں۔

سلیمان بن طرخان تیمی بصری

ابن قتیبہ نے اپنی کتاب معارف میں انھیں مشاہیر شیعہ میں ذکر کیا ہے ان کی حدیثیں اربابِ صحاح نے بھی کام جلیا ہے اور دیگر محدثین نے بھی صحیح بخاری و مسلم دونوں میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔ سنہ ۱۴۳ھ میں انتقال کیا۔

سلیمان بن قرم بن معاذ ضبی کوفی

علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ان کے متعلق ابن حبان کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ بڑے غالی رافضی تھے اور ابن عدی نے ان کے متعلق یہ کہا ہے کہ ان کی حدیثیں عمدہ ہیں۔ صحیح مسلم، سنن ابی داؤد ، جامع ترمذی میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔

سلیمان بن مہران کاہلی کوفی مشہور بہ اعمش

یہ ارکان شیعہ سے ایک جلیل القدر فرد اور کبار محدثین میں سے امور ارکان ہیں بہت سے محققین علماء اہل سنت مثلاً ابن قتیبہ نے اپنی معارف میں اور علامہ شہرستانی نے اپنی ملل و نحل میں اور دیگر حضرات نے ان کی شیعہ ہونے کی صراحت کی ہے۔ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں جوزجانی کا یہ فقرہ نقل کیا ہے کہ اشرار کان وفہ میں سے ایک جماعت ایسی تھی کہ لوگ ان کے عقائد و مذہب و مذہب سمجھتے تھے۔ مگر وہ حضرات محدثین وفہ کے راس و رئیس تھے

مثلا ابو اسحاق منصور رزبی یامی اور اعمش اور انھیں جیسے دیگر حضرات و ان کے سچے ونے کی وجہ سے ان کی حدیثوں و لوگوں نے سر آنکھوں پر رکھا جو زجانی کا یہ فقرہ جس قدر رکیک اور ان کے تعصب کا مظہر ہے پوشیدہ نہیں۔ ناصبی لوگوں نے ان رگوں کے مذہب و عقائد و جو پسند نہیں کیا تو محض اس جرم کی وجہ سے کہ یہ حضرات اہل بیت(ع) کی محبت دل میں رکھ کر ان کے دامن سے متمسک وکر اجر رسالت پیغمبر(ص) ادا کر تھے۔ ناصبی افراد نے ان کی حدیثوں و سر آنکھوں پر جو رکھا تو محض اس وجہ سے نہیں کہ یہ حضرات سچے تھے بلکہ اس لیے کہ بغیر ان کی طرف رجوع کیے و وئی چارہ کار نہ تھا۔ اسی ایسے حضرات کی حدیثیں یہ ناصبی لوگ ٹھکرا دیتے تو پیغمبر(ص) کی اری حدیثیں وا وجاتیں۔ سنن و آثار پیغمبر(ص) کا پتہ بھی نہیں چلتا۔ جیسا کہ خود علامہ فیضؒ نے ابان بن تغلب کے تذکرہ کے سلسلہ میں اعتراف کیا ہے۔

اعمش کے چند جیب و غریب نوادر ہیں جو ان کی جلالت و قدر کا ظاہر کر ہیں چنانچہ علامہ ابن خلکان ان کے حالات میں یہ واقعہ لکھتے ہیں کہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے ان کے پاس اپنا قاصد بھیجا کہ عثمان کے فضائل اور علی(ع) کی برائی اس مجھے لکھ بھیجو۔ اعمش نے ہشام کا خط لے کر بکری کے منہ میں دیے یا اور وہ اس خط و چبا گئی اور قاصد سے کہا جا کر ہشام سے کہہ دینا کہ تمہارے خط کا یہی جواب ہے۔ قاصد نے کہا کہ ہشام نے قسم کھائی تھی کہ اگر میں تمہارا جواب لے کر نہ گیا تو مجھے قتل کر ڈالے گا۔ قاصد نے اعمش کے اعزہ و احباب سے بھی سفارش کرائی۔ جب نے اصرار کیا تو انہوں نے جواب میں لکھا۔

" اگر دنیا بھر کے لوگوں کے فضائل عثمان و حاصل وجائیں اور

دنیا بھر کے لوگوں کی برائیاں علی(ع) میں اکٹھا وجائیں تو تمہیں کیا ؟تم اپنے آپ و دیکھا کرو۔''

علامہ بن عبدالبر نے ان کا ایک واقعہ یہ نقل کیا ہے کہ فضل بن موسی بیان کر تھے کہ امام ابو حنیفہ کے ہمراہ اعمش کی عیادت و گیا ابو حنیفہ نے کہا اے ابو محمد (اعمش) ار تمہارےبار خاطر ہو تو میں جتنا بار تمہاری عیادت آ تا وں اس سے زیادہ آ تا۔ اعمش نے کہا کہ خدا کی قسم جب تم اپنے گھر میں و و تو بھی میرےلیے بار راں و جب میرے پاس وگے تو میرا کیا حال وگا؟

ایک اور ان کا واقعہ شریک بن عبداللہ قاضی کی زبانی ہے۔ شریک کہتے ہیں کہ میں اعمش کے مرض الوت میں ان کے پاس حاضر تھا کہ اتنے میں ابن شبرمہ اور ابن ابی لیلی اور امام ابوحنیفہ ان کی عیادت و آ ۔ لوگوں نے ان کی مزاج پرسی کی، انہوں نے انتہائی کمزوری و نقاہت کا ذکر کیا۔ اپنی خطاؤں پر اپنی ہراسانی ظاہر کی اور کچھ آب دیدہ سے وگئے۔ امام ابو حنیفہ سے اور انہوں نے افسوس یا : اے ابو محمد! خدا سے ڈریے اور اپنے اوپر ترس کھائیے۔ آپ حضرت علی(ع) کے متعلق ایسی حدیثیں بیان کر تھے ار آپ ان سے توبہ کرلیتے تو آپ کے لیے اچھا تا۔ اعمش نے کہا۔ تم میرے ایسے شخص کے لیے ایسی بات کہتے و اور خوب سنت و سستانا سا۔ مختصر یہ کہ اعمش بڑے ثقہ و معتمد امام و فاضل بزرگ تھے۔ ان کے صدق و عدالت تقوی و پرہیزگاری پر سب کا اتفاق ہے۔ جملہ کتب احادیث صحاح و غیرہ نے ان کی روایت کردہ حدیثوں سے کام لیا ہے۔

صحیح بخاری ، صحیح مسلم سب میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔ سنہ۶۱ ھ میں پیدا ہوا ۔ سنہ۱۴۸ھ میں انتقال کیا۔

ش :

قاضی شریک بن عبداللہ بن سنان بن انس نخعی کوفی

ابن قتیبہ نے معارف میں انھیں مشاہیر شیعہ میں ذکر کیا ہے۔ میزان الاعتدال علامہ ذہبی میں بہ ذیل حالتِ شریک مذکور ہے۔ عبداللہ بن ادریس خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ شریک شیعہ ہیں۔ اسی میزان میں یہ بھی ہے کہ ابو داؤد درہاوی روایت کرتے ہیں کہ ہم نے شریک کو کہتے سنا کہ :

" علی خیر البشر فمن ابی فقد کفر"

" علی(ع) تمام خلائق میں سب سے بہتر ہیں جس نے اس کا انکار کیا وہ کافر ہو گیا۔"

مطلب یہ ہے کہ حضرت علی(ع) بعد رسول اللہ(ص) سب سے بہتر ہیں۔ شریک منجملہ ان حضرات کے ہیں جنہوں نے امیرالمومنین(ع) کے خلافت کی حدیثیں روایت کی ہیں چنانچہ میزان الاعتدال میں ایک مرفوع حدیث ابوہریرہ سے ہے:۔

"لکل نبی وصی و وارث وان علیا وصیی و وارثی"

" ارشاد فرمایا پیغمبر(ص) نے کہ ہر نبی کا وصی و وارث ہوا کرتا ہے اور علی(ع) میرے وصی و وارث ہیں۔"

یہ شریک امیرالمومنین(ع) کے فضائل و مناقب کی نشر و اشاعت میں بڑے مستعد و سرگرم اور آپ کے فضائل و مناقب بیان کر کے بنوامیہ کو خوب زچ کیا کرتے تھے۔

مورخ ابن خلکان نے اپنی کتاب وفیات الاعیان میں بسلسلہ حالات کثیر کی کتاب درۃ الواعظ سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ:

'' ایک اموی شخص شریک کی صحبت میں اٹھا بیٹھا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ شریک نے حضرت علی(ع) کے فضائل بیان کیے۔ اس پر اموی نے کہا : '' نعم الرجل علی'' اچھے شخص تھے علی(ع)۔'' اس پر شریک کو غصہ آگیا اور بگڑ کر کہنے لگے کہ کیا علی(ع) کے لیے بس یہی کہہ دینا کافی ہے؟ نعم الرجل'' اچھے شخص تھے۔اس سے زیادہ کچھ اور نہیں کہتے ہو؟۔''

شریک کے حالات کا جائزہ لینے کے بعد کسی کو بھی اس میں ذرہ برابر شک و شبہ نہیں رہے گا کہ یہ دوستداران اہلبیت(ع) میں سے تھے اور علماء اہلبیت(ع) سے بکثرت حدیثیں انہوں نے روایت کی ہیں۔ عبداللہ بن مبارک ان کے متعلق کہا کرتے تھے کہ یہ اسفیہ سے زیادہ حدیث کے امام ہیں اور دشمنان علی(ع) کے سخت ترین دشمن تھے اور انھیں بہت برا کہا کرتے ۔ ایک مرتبہ عبدالسلام بن حرب نے شریک سے پوچھا کہ اپنے کیلئے بھائی کی عیادت کو چلتے ہو؟

پوچھا ون؟ عبدالسلام نے کہا الک بن منول۔ شریک نے کہا جو شخص علی(ع) کو عمار کو عیب گا وہ میرا بھائی نہیں۔

ایک مرتبہ شریک کے سامنے معاویہ کا تذکرہ ہوا۔ لوگوں نے کہا معاویہ بڑے حلیم تھے۔ شریک نے کہا۔ جو شخص حق سے اعراض کرے اور علی(ع) سے جنگ کرے وہ حلیم ہو نہیں۔ انھیں شریک نے ان یہ حدیث پیغمبر(ص) روایت کی ہے:

'' اذا رایتم معایه علی منبر فاقتلوه''

"جب تم میرے پر معاویہ و دیکھنا قتل کر ڈالنا"

مختصر یہ کہ ان کا شیعہ ونا اظہر من الشمس ہے رمگر باوجود اس کے علامہ ذہبی نے انھیں حافظ و صدوق اور کبار ائمہ کہا ہے اور ابن معین کا ان کے متعلق کے خاتمہ پر لکھا ہے کہ یہ منجملہ خزینہ داران علم تھے۔ ان سے اسحاق ارزق نے نو ہزار حدیثیں حاصل کیں۔ امام مسلم اور دیگار باب صحاح نے بھی ان کی حدیثوں سے اپنے مسلک پر استدلال کیا ہے اور اپنے صحاح نے بھی ان کی روایتیں لی ہیں۔ خلق یا بخارا میں سنہ۹۵ھ میں پیدا و اور سنہ۱۷۷ھ میں انتقال کیا۔

شعبہ بن حجاج عتکی

محققین اہلِ سنت مثلا ابن قتیبہ نے معارف میں، شہرستانی نے ملل ونحل میں انھیں مشاہیر شیعہ میں شمار کیا ہے ان کی حدیثیں صحیح بخاری و صحیح مسلم و دیگر صحاح میں موجود ہیں۔ سنہ۸۳ھ میں پیدا و سنہ ۱۶۰ھ میں انتقال وا۔

ص :

صعصعہ بن صوحان بن حجر بن حارث عبدی

ابن قتیبہ نے (معارف ف۲۰۶) میں انھیں مشاہیر شیعہ میں شمار کیا ہے۔ علامہ ابنِ سعد طبقات جلد۶ ف۱۵۴ میں ان کے متعلق لکھتے ہیں:

"یہ وفہ کے اصحاب خطط سے مقرر تھے اور حضرت علی(ع) کے

صحابی تھے۔ یہ ؓ عہ اور ان کے بھائی زید اور سیحان جنگِ جمل میں حضرت علی(ع) کے اتھ تھے۔ سیحان کے ہاتھ پہلے لشکر کا علم تھا، وہ قتل وگئے تو ؓ عہ نے علم ہاتوں میں لے لیا۔ ؓ عہ نے حضرت علی(ع) اور عبداللہ ابن عباس سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ یہ بڑے معتمد و موثق شخص تھے۔ مگر ان کی حدیثیں کم ہیں۔''

علامہ ابن عبدالبر استیعاب '' میں ان کا ذکر کر و لکھتے ہیں کہ عہد پیغمبر میں اسلام لا مگر فصیح و بلیغ مقرر، زیرک و داہدلہ یانت دار ، ام و فاضل انسان تھے۔ حضرت علی(ع) کے صحابیوں میں شمار کیے جا ہیں۔

یحیٰ ابن معین ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ ؓ عہ ، زید اور سیحان فرزندانِ صوحان ب کے ب خطیب تھے۔ زید و سیحان جنگ جمل میں شہید و عہد خلافت حضرت عمر میں ایک مشکل قضیہ در پیش وا، حضرت عمر نے لوگوں سے دریافت کیا۔ ؓ عہ جو کم سن نوجوان تھے اٹھ کھے و اور ایک پر مغز و مدلل تقریر کی جس میں تمام شک وشبہ دور کر یا اور جو صحیح جواب تھا اسے بیان کیا۔ ب نے ان کے قول و تسلیم کیا اور انھیں کی را اختیار کی غرض کہ بنی صحان رؤسایانِ عرب اور مرکز فضل و حسب تھے۔

علامہ ابن قتیبہ نے بھی اپنی کتاب معارف ص ۱۳۸ میں شہرہ آفاق معززین و شرفا اور مصاحبین سلا ان کے سلسلہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔ زید بن صوحان کے فضائل میں پیغمبر(ص) کی ایک حدیث بھی درج کی ہے۔

علامہ عسقلانی اصابہ قسم ثا ث میں ؓ عہ بن صوحان کا ذکر کر

و لکھتے ہیں جبکہ انُوں نے حضرت عثمان اور حضرت علی(ع) سے روایتیں یں۔ حضرت علی(ع) کی معیت میں جنگِ
فین میں شریک و ۔ بڑے فصیح و بلیغ خطیب تھے معاویہ کے اتھ ان کے بڑے معرکے و ہیں۔ شعبی ان کے متعلق
کہا کر کہ میں نے ان سے خطب کی تعلیم حاصل کی۔

علائی نے مثلاً زیاد میں ذکر کیا ہے کہ مغیرہ نے بحکم معاویہ انھیں وفہ سے جلا وطن کر کے رجۃ یا بحرین کی طرف بھیج
دیا۔ بعض کہتے ہیں جریرہ ابن کافان میں بھیجے گئے اور وہیں انتقال کیا۔ جس طرح جناب ابوذر نے زبذہ میں جلا وطن ہو کر انتقال
کیا۔

علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں انھیں ثقہ ، معروف ، مشہور و معروف موثق لکھا ہے نیز ان کے ثقہ ونے کے متعلق
علامہ ابن سعد اور نسائی کے اقوال ذکر کیے ہیں۔ ان کی حدیثیں سنن نسائی میں موجود ہیں۔

ظ :

ظالم بن عمرو بن سفیان ابو الاسود دؤلی

ان کا شیعہ و مخلص اہلِ بیت(ع) ونا دنیا جانتی ہے ملاحظہ و اصابہ جلد ۲ فحہ ۲۴۲۔ جملہ باب صحاح ستہ نے ان کی حدیثیں
سر آنکھوں پر لی ہیں۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم سبھی میں موجود ہیں۔ پچانوے(۹۵) برس کی عمر میں سنہ۹۹ھ میں شہر بصرہ میں
انتقال یا۔ یہ وی ابوالا ود دؤلی ہیں جنھوں نے امیرالمومنین(ع) سے تعلیم حاصل کر کے علم نحو کی بنیاد رکھی اور دنیا عربیت
ں میوجہ بر علم نحو کے ناصحے ۔ یاد کیے جا ہیں۔

ع :

ابو الطفیل عامر بن واثلہ بن عبداللہ بن عمرو اللیثی

غزوہ احد کے ال پیدا و ۔ علامہ ابن قتیبہ نے معارف میں انھیں اول درجہ کے ·الی شیوں میں شمار کیا ہے نیز ذکر کیا ہے کہ مختار کے علمدار لشکر اور مختار کے آخری ت ق۔ یک رفیق تھے۔

علامہ ابن عبدالبر ، استیعاب میں ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ وفہ میں وارد و اور حضرت علی(ع) کے اتھ ہر معرک۔ میں شریک رہے۔ ج حضرت علی(ع) شہید وگئے تو یہ مکہ چلے گئے۔ بڑے ام و فاضل زیرک و دا·ا فصیح و بلیغ حاضر جواب تھے۔ حضرت علی(ع) کے پیرو خاص تھے۔ بعد موت امیرا ومنین(ع) یہ ابو طفیل ایک مرتبہ معاویے کے پاس پہنچے، معاویہ نے پوچھا تم اپنے دو ت ابوالحسن (علی(ع)) کی وفات پر تنے رنجیدہ و؟ ا وں نے کہا (تنا ں جتنا اور موسی(ع) ، موسی(ع) کے انتقال پر رنجیدہ تھیں خداوندا میری اس تا ی و معاف رکھ ا(یعنی امیرا ومنین(ع) سزاوار تھے کہ ان کا غم اس سے ھی·زہ یادہ کیا جا)

معاویہ نے ان سے پوچھا۔ عثمان کا محاصرہ کرنے والوں میں تم بھی تھے؟ ا وں نے کہا۔ محاصرہ کرنے والوں میں نہیں تھا البتہ۔ میں ان کے قریہ ضرور موجود تھا۔ معاویہ نے پوچھا ۔ تم نے ان کی مدد کیوں۔ کی؟ ابوطفیل نے پوچھا اور تم؟ تم نے کیوں مدد سے جان چرائی؟ تم تو شام میں تھے اور شام والے ب کے ب تمھارے تابع تھے۔

معاویہ نے کہا : میرا وخونِ عثمان کا انتقام لینا کیا ان کی مدد نہ تھی؟ ابو طفیل نے کہا: تمھاری مثال تو ایسی ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے :

'' میری موت کے بعد مجھ پر ٹوٹے پڑا و اور میری زندگی میں تم نے ذرہ برابر میری مدد نہ کی۔''

صحیح مسلم میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔

عباد بن یعقوب الاسدی

دار قطنی نے شیعہ اور صدوق لکھا ہے۔ ابن حبان نے کہا ہے کہ یہ رفض کے مبلغ تھے۔ ابن خزیمہ ان کے متعلق کہا کرتے کہ ہم سے حدیث بیان کی عباد بن یعقوب نے جو روایت میں ثقہ اور مذہب میں متہم (یعنی شیعہ) تھے۔

انھیں عباد نے روایت کی ہے کہ ابن مسعود مشہور صحابی پیغمبر(ص) آیت '' و کفی اللہ المومنین القتال '' کو یوں پڑھا کرتے تھے '' و کفی اللہ المومنین القتال بعلی '' نیز یہ حدیث بھی کہ '' اذا رائیتم معاویہ علی منبری فاقتلوہ'' ''جب معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو قتل کر ڈالو۔''

یہ عباد کہا کرتے تھے کہ جو شخص نماز میں دشمنان آل محمد(ص) پر بزا بھیجا کرے گا وہ انھیں کے ساتھ محشور ہوگا۔ یہ بھی انھیں کا قول ہے کہ خداوند امام اس سے زیادہ انصاف کرنے والا ہے کہ وہ طلحہ و زبیر کو جنت میں داخل کرے جنھوں نے علی(ع) کی بیعت کرنے کے بعد پھر ان سے جنگ کی۔

صالح ج رۃ کا بیان ہے کہ عباد ، عثمان و ب و شتم کیا کر تھے ان ب ۔ باتوں کے باوجود بخاری، ترمذی ، ابن اجہ وغیرہ میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔ سنہ۲۵۰ھ میں انتقال کیا۔

ابو عبدالرحمن بن داؤد ح رانی کوفی

علامہ ابن قتیبہ نے انھیں مشاہیر شیعہ میں لکھا ہے ۔ صحیح بخاری میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔

عبداللہ بن شداد

ابن سعد اپنی طبقات جلد۶ فہ ۸۶ پر ان کے متعلق لکھتے ہیں ۔ بڑے ثقہ، فقیہہ، کثیر الحدیث اور شیعہ تھے۔ ان کی حدیثیں کل صحاح ستہ میں موجود ہیں۔

عبداللہ بن عمر مشہور بہ مشکدانہ

امام مسلم و ابوداؤد .وی وغیرہ کے استاد ہیں۔ ابن حاتم نے انھیں صدوق اور شیعہ لکھا ہے۔ صالح بن محمد بن جہ رہ نے ان کے متعلق کہا کہ بڑے .الی شیعہ تھے۔ ان کی حدیثیں صحیح مسلم، سنن ابی داؤد میں موجود ہیں۔

عبداللہ بن ہیعہ قاضی و محاِ صر

ابن قتیبہ نے انھیں شیعہ لکھا ہے۔ ابن عدی نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ تشیع میں حد سے بڑھے و تھے۔ ابو یعلی نے عبداللہ بن لہیعہ سے روایت

کی ہے اور انُوں نے بسلسلہ اسناد عبداللہ بن عمر سے کہ ر ا ت اب(ص) نے مرض موت میں افر یا : میرےؑ بھائی کو بلا دو۔ لوگوں نے ابوبکر وبلا یا۔ آنحضرت(ص) نے منہؑ پیر لیاؑ پھر افر یا کہ میرےؑ بھائی و بلاؤ۔ لوگوں نے اب کی عثمان کو بلا دو۔ یا اس مرتبہؑ بھی آپ(ص) نے منہؑ پیر لیاؑ پھر علی(ع) بلا گئے۔ آپ نے انھیں اپنی چادر میں لے لیا اور ان پر جھک گئے۔ جب علی(ع) اپنے سے باہر آ تو لوگوں نے پوچھا ۔ رسول(ص) سے کیا باتیں ہیں۔ علی(ع) نے بتایا کہ آنحضرت(ص) نے مجھے ایک ہزار باب علم کے تعلیم کیے کہ رہے۔ اب سے ایک ہزار باب منکشف ہوئے ہیں۔

ان کی حدیثیں جامع ترمذی ، سنن ابی داؤد وغیرہ میں موجود ہیں۔ سنہ ۱۴۷ھ میں انتقال کیا۔

عبداللہ بن میمون قداح صحابی امام جعفر صادق(ع)

ترمذی نے ان کی حدیثوں سے اپنے مسلک پر استدلال کیاہے ۔ جامع ترمذی میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔

ابو مُ ر عبدالرحمن بن صالح ازدی

ابن عدی نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ " ارحق ۔ بالتشیع" شیعیت میںؑ بھن گئے تھے۔ صالح جزرہ نے کہا کہ یہ عثمان کو برا کہتے تھے۔ امام ابو داؤد نے ذکر کیا ہے کہ عبدالرحمن نے صحابہ کی مذمت میںکتابیکتاب لکھی تھی۔ بڑے برے آدمی تھے۔ ان بےکر باوجود عباس دوری امام نسوی و نسائی نے ان سے حدیثیں روایت ہیں ، سنن نسائی میں ان کی

حدیثیں موجود ہیں۔ علامہ ذہبی نے ابن معین کے متعلق لکھا ہے کہ وہ انھیں ثقہ کہا کر تھے۔

عبدالرزاق بن ہمام بن نافع حمیری

یہ اکابر و عمائد شیعہ اور سلف صالحین سے تھے ۔ ابن قتیبہ نے معارف میں انھیں مشاہیر شیعہ میں لکھا ہے مورخ ابن اثیر نے تاریخ کامل جلد ۶ صفحہ ۱۳۰ میں سنہ ۲۱۱ھ کے حوادث کے سلسلہ میں ان کی وفات کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

" اسی سنہ ۲۱۱ھ کے آخر میں عبدالرزاق بن ہمام نے اسی سال پائی یہ امام احمد کے استاذ میں سے تھے اور شیعہ تھے۔"

ملا متقی صاحب کنزالعمال نے حدیث ۵۹۹۴ کے سلسلہ میں ان کا ذکر کیا اور ان کی شیعیت کی صراحت کی ہے۔ (کنزالعمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۱)

علامہ ذہبی میزان میں ان کے متعلق لکھتے ہیں:

" عبدالرزاق بن نافع کبیر از علما اعلام و ثقات تھے بہت سی کتابیں لکھیں۔ جامع کبیر تصنیف کی۔ یہ شیخ علوم تھے۔ علم کی تحصیل کے لیے لوگ دور دراز سے سفر کر کے ان کے پاس آتے مثلاً امام احمد و اسحاق ، یحیی ، ذھلی ، رازی وغیرہ جملہ حفاظِ حدیث و ائمہ علم نے ان کی حدیثوں سے اپنے مسلک پر استدلال کیا ہے۔ طیالسی سے منقول ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ ابن معین بیان کرتے تھے کہ میں نے عبدالرزاق کی زبان سے سنیں جن سے مجھے ان کے شیعہ ہونے کا

ُ یقین وگیا۔ میں نے عبدالرزاق سے پوچھا کہ تمھارے ا اتذہ جن سے تم نے پڑھا ہے وہ تو ب کے ب سنی تھے معمر، الک، ابن جریج، سفیان، اوزاعی وغیرہ، پھر تم شیعہ سے وگئے؟ اُوں نےاجے دہ یا کہ جعفر بن سلیمان ہمارے یہاں آ تھے ہم نے انھیں ام و فاضل اور بڑا نیکت سے پا یا ، انھیں سے متاثر وکر میں نے یہ مذہب اختیار کیا۔''

عبدالرزاق کی اس گفتگو سے نکلتا ہے کہ وہ جعفر ضبعی کی وجہ سے شیعہ و مگر لطف یہ ہے کہ محمد بن ابی بکر مقدمی کا خیال یہ ہے کہ خود جعفر ضبعی عبدالرزاق کی وجہ سے شیعہ و ۔ محمد بن ابی بکر ، عبدالرزاق پر بد د اکر تھے کہ جعفر ضبعی ایسے لوگوں و اس نے شیعہدکر یا۔

ابن معین جن کا قول ہم نے اوپر ذکر اکیہ۔ باوجودیکہ عبدالرزاق کی شیعیت سے بخوبی آگاہ تھے لین اُوں نے یہت یادہ ان کی حدیثوں سے استفادہ کیا۔

احمد بن خیثمہ بیان کر تھے کہ ابن معین سے کسی نے کہا کہ ام احمد تو کہتے ہیں کہ عبیداللہ بن موسی عبدالرزاق کی حدیثوں و ان کی شیعیت کی وجہ سے مردود سمجھتے تھے تو ابن معین نے کہا ، خدا کی قسم عبدالرزاق ، عبیداللہ بن موسی سے ور درجہ اونچے ہیں اور میں نے عبیداللہ بن موسی کی حدیثوں سے کئنا زگہ یادہ حدیثیں عبدالرزاق سے سنی ہیں۔ (میزان الاعتدال)

ابو صالح محمد بن اسماعیل ضراری کا بیان ہے کہ ہم لوگ شہر صنعا میں عبدالرزاق کے پاس تحصیل علم حدیث میں منہمک تھے ہمیں خبر ملی کہ ام احمد اور ابن معین نے عبدالرزاق کی حدیثوں و شیعہ ونے کی وجہ سے متروک قرار دے یا ہے ہمیں اس خبر سے بڑا صدمہ وا کہ اری محنت اکارت گئی

ً پھر ہم حاجیوں کے ہمراہ مکہ آ وہاں ابن معین سے ملاقات وئی ہمنے ان سے در۔ یافت کیا۔ اُوں نے کہا ا ۔ر عبدالرزاق مرتدً بھی وجائیں تو (وہ اتنے ثقہ ہیں کہ) ہم ان کی حدیثوں و متروک نہیں قرار دے سکتے۔(میزان الاعتدال تذکرہ عبدالرزاق)

ابن عدی ، عبدالرزاق کے متعلق لکھتے ہیں کہ اُوں نے فضائل (اہلبیت(ع)) میں ایسی حدیثیں بیان کی ہیں جسکی ۔ تائید کسی دوسرے[1] نے نہیں کی۔ اور

---

[1] - ابن عدی کا یہ کہنا وا ان کے تعصب کے اور کیا سمجھا جا عبدالرزاق نے فضائل اہلبیت(ع) کی جو حدیثیں روایت کی ہیں انصاف پ ر علماء اہل سنت نے اس کی ۔ تائیدً بھی کی ہے اور اسے صحیح حدیثوں میں شمار کیا ہے ۔ ہاں خارج و ۔اصبی دشمنان اہلبیت(ع) نے البتہ مخالفت کی ہے ۔ منجملہ ان حدیثوں کے ایک وہ حدیث ہے جو احمد بن ازہر وجہ اتفاق حجت ہیں نے روایت کی ہے کہ مجھ سے عبدالرزاق نے ان کہ یا ان سے معمر نے ان سے زہری نے ان سے عبیداللہ نے ان سے ابن عباس نے کہ پیغمبر(ص) نے حضرت علی(ع) کی طرف نگاہ اٹھا کر کہا تم دنیا میںً بھی سردار و اور آخرت میںً بھی جس نے تمھیں دو ت رکھا اس نے مجھے دو ت رکھا اور جس نے تم سے دشمنی کی اس نے مجھ دشمنی کی۔ تمھیں دو ت رکھنے والا خدا و دو ت رکھنے والا اور تمھیں دشمن رکھنے والا دشمن رکھنے والا اور عذاب جہنم ہے تمہارے دشمن کے لیے۔ امام حاکم مستدرک جلد۳ ۱۲۸ پر اس کی درج کر کے لکھتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کے معیار پرً بھی صحیح ہے مگر ان دونوں نے اپنی صحیحین میں درج نہیں کیا دوسری حدیث ہے جو عبدالرزاق نے بسلسلہ اسناد ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جناب سیدہ نے ر ا ت اب(ص) سے عرض۔ یا ! جان آپ(ص) نے مجھے غریبہ و ۔ادار شخص سے بیاہا آنحضرت(ص) نے افسر یا کیا تم اس سے خوش نہیں ۔و کہ۔ خداوند کریم نے ۔ باشندگان زمین کی طرف نظر کی ان میں سے صرف دو شخصوں و منتخب کیا ایک و تمھارا ۔ باپ ۔ یا دوسرے و تمھارا شوہر۔ اس حدیث و امام حاکم نے بسلسلہ اسناد ابوہریرہ سےً بھی روایت کیا ہے۔ (ملاحظہ و مستدرک جلد۳ ۱۲۹۔

اہل بیت(ع) کے دشمنوں کے معائ [1] میں منکر حدیثیں بیان کی ہیں۔ لوگوں نے انھیں شیعہ لکھا ہے۔

مختصر یہ کہ باوجود عبدالرزاق کے کھلم کھلا شیعہ ونے کے علماء اہل سنت نے انتہائی جلیل القدر امام محدث اور بے حد ثقہ و معتبر سمجھا ہے، امام احمد سے کسی نے پوچھا عبدالرزاق سے بڑھ کر بھی آپ وَ بہتر حدیث والا ملا؟ اُوں نےاجے دہ یا۔ نہیں ان سے بہتر وئی نہیں۔

علامہ قیسرانی ہکنہ تاب جمع بین رجال الصحین میں بسلسلہ حالات عبدالرزاق امام احمد کا قول نقل کر ہیں کہ جو لوگ پیغمبر(ص) کی کسی حدیث میں اختلاف کریں تو عبدالرزاق جو کہیں وہ صحیح ہے۔ ان کی جلالت قدر کا اسی سے اندازہ وسکتا ہے کہ علامہ ابن خلسکان عبدالرزاق کے پاس (ملاحظہ و وفیات الاعیان) ان سے اپنے زمانہ کے ائمہ اسلام نے حدیثیں روایت کیں جیسے سفیان بن عیینہ ، احمد بن حنبل، یحی بن معین وغیرہ ان کی حدیثیں جملہ صحاح ستہ میں موجود ہیں سنہ۱۲۶ے میں پیدا ہو اور سنہ۲۱۱ھ میں انتقال کیا۔ امام جعفر صادق(ع) سے امام محمد تقی (ع) تک بکا زندہ یا۔

---

۱ - دشمنان اہل بیت(ع) کے متعلق عبدالرزاق کی بیان کردہ حدیثیں معاویہ اور ان کے پیروؤں کی ؛ دیک منکر وسکتی ہیں مثلا یہ حدیث جو عبدالرزاق نے بسلسلہ اسناد مرفوعا روایت کی کہ ''اذا رائیتم معاویہ علی منبری فاقتلوہ'' جب معاویہ و میرے منبر پر دیکھنا قتل کردینا۔

عبدالملک بن اعین

یہ زرارہ ، حمران و بکیر و عبدالرحمن و غیرہ کے بھائی ہیں۔ یہ سب کے سب ارکان شیعہ سے ہیں اور انہوں نے خدمت شریعت کر کے بڑے درجے حاصل کیے ان کے بھائیوں نے اولاد بھی بڑی صالح و مبارک پائی ۔ باپ کی طرح بیٹوں نے بھی مذہب حقہ کی ترویج و اشاعت میں بڑا حصہ لیا عبدالملک کے متعلق علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں۔ ابو وائل وغیرہ کا بیان ہے کہ ابو حاتم نے انھیں صالح الحدیث کہا ہے دوسروں نے صدوق او رافضی کہا۔

ابن قیسرانی نے اب جمع بین الرجال الصحیحین میں ان کا ذکر کر و لکھتے ہیں کہ عبدالملک بن اعین حمران وفی کے بھائی ہیں اور شیعہ تھے۔

بخاری و مسلم میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔

عصر امام جعفر صادق(ع) میں انتقال کیا۔ امام نے ان کے لیے دعا کی اور یہ بھی روایت میں ملتا ہے کہ امام نے اپنے اصحاب کے ساتھ ان کی قبر کی زیارت کی۔

عبداللہ بن عیسی کوفی

امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں۔ ابن قتیبہ نے اپنی کتاب معارف ص ۱۷۷ میں اصحاب حدیث میں ان کا ذکر اور ان کی شیعیت کی تصریح کی ہے پھر مشاہیر شیعہ کے ضمن میں بھی ان کا ذکر کیا ہے۔ (ملاحظہ و معارف ص ۲۷۹)

علامہ ابن سعد نے طبقات جلد ۶ ص ۱۳۹ پر ان کے حالات لکھے ہیں

اور ان کے شیعہ ونے کی صراحت کی ہے۔ ابن اثیر نے ۔ تاریخ کامل میں بسلسلہ واقعات سنہ ۲۱۳ھ ان کی وفات کا ذکر کر و لکھا ہے کہ عبیداللہ بن موسی عبسی فقیہ۔ یہ شیعہ تھے اور امام بخاری کے شیخ ہیں۔ ان کی صحیح میں علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ان کے متعلق لکھا ہے۔ عبیداللہ بن موسی بخاری کے شیخ ہیں اور فی نفسہ ثقہ ہیں لیکن یہ شیعہ اور مذہب اہل سنت سے منحرف تھے۔ ابوحاتم و ابن معین نے انھیں ثقہ قرار دیا ہے۔ احمد بن عبداللہ جلی ان کے متعلق کہتے ہیں کہ عبیداللہ بن موسی بڑے امام قرآن و صاحب معرفت تھے میں نے انھیں کبھی سر برہنہ کیے و ۔ یا بنتے و نہیں دیکھا۔

انھیں علامہ ذہبی نے مطر بن میمون کے حالات کے ضمن میں بھی عبیداللہ کا ذکر کر و لکھا ہے کہ یہ ثقہ اور شیعہ تھے۔ ابن معین عبیداللہ بن موسی اور عبدالرزاق سے حدیث کا استفادہ کر ، یہ جانتے و کہ یہ دونوں شیعہ مسلک کے ہیں ان کی حدیثیں بخاری و مسلم اور سبھی صحاح میں موجود ہیں۔

ابوالیقظان عثمان بن عمیر ثقفی کوفی بجلی

سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔

عدی بن ثابت کوفی

ابن معین نے انھیں غالی شیعہ لکھا ہے۔ دار قطنی ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ غالی رافضی ہیں اور ثقہ ہیں۔

علامہ ذہبی ان کے حالات میں لکھتے ہیں کہ یہ شیعوں کے امام صادق ان کے قاضی اور ان کی مسجد کے امام ہیں۔ اگر انھیں جیسے دوسرے شیعہ بھی وا کریں

تو شیعوں کی برائیاں بہت کم دکھائیں۔ دار قطنی، احمد بن حنبل ، احمد حلبی ، احمد نسائی، سبھی انھیں ثقہ جانتے تھے۔ ان کی احمد حدیثیں صحیح مسلم و بخاری میں موجود ہیں۔

عطیہ بن سعد بن جنادہ عوفی

بڑی مشہور شخصیت کے حامل ہیں۔ علامہ ذہبی امام مرادی سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عطیہ شیعہ تھے۔

ابن قتیبہ نےعطیہ سعد کے پوتے حسین بن حسن ابن عطیہ کے حالات کے ضمن میں لکھا ہے کہ یہ عطیہ حجاج کے زمانہ میں فقیہ تھے اور شیعہ تھے۔ پھر بسلسلہ تذکرہ مشاہیر شیعہ بھی ان کا تذکرہ کیا ہے۔

علامہ ابن سعد نے ان کے جو حالات لکھے ہیں اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ شیعیت میں تنے راسخ و ثابت قدم جگ تھے۔ ان کے باپ سعد بن جنادہ امیرالمومنین (ع) کے اصحاب میں سے تھے۔ امیرالمومنین(ع) کوفہ میں تھے۔ سعد حضرت کی خدمت میں آئے۔ عرض کیا : امیرالمومنین(ع) ! میرے یہاں فرزند پیدا ہوا ہے اس کا نام رکھ دیجیے۔

آپ نے فرمایا: یہ عطیہ خداوندی ہے۔ چنانچہ عطیہ نام رکھ دیا گیا۔ ابن سعد یہ بھی لکھتے ہیں کہ :

" عطیہ نے ابن اشعث کی ہمراہی میں حجاج پر خروج کیا جب ابن اشعث کو شکست ہوئی تو عطیہ قندس کر بھاگ گئے۔ حجاج نے فارس کے حاکم محمد بن قاسم ثقفی کو لکھا کہ عطیہ کو بلا کر کہو کہ علی(ع) پر تبرا کریں ورنہ تم انھیں چار سو کوڑے مارو۔ سر اور ڈاڑھی مونڈ ڈالو۔ محمد بن قاسم نے بلاکر حجاج کا یہ خط سنایا

اُوں نے انکار کیا تو اس نے انھیں چار و وڑے ارے اور سر اور ڈاڑھی مونڈ ڈالی۔ ج قتیبہ والی خرا ان وا تو عطیہ ؒ اس سے کہ پاسَ پہنچے اور برابر خرا ان ں میں رہے ؒ پھر ج عمر بن ہبیرہ عراق کا گورنر وا تو اُوں نے عمر و خط لکھا اور عراق آنے کی اجازت انگی۔ اس کی اجازت پر یہ وفہ آ اور برابر وفہ میں رہے ؒ یہاں تک کہ سنہ۱۱۱ھ میں وہیں انتقال کیا۔ یہ ؒ بڑے ثقہ ؒ ر رگ ہیں اور ان کی حدیثیں بڑی پاکیزہ ہیں۔ (طبقات ابن سعد جلد ٦ فہ ۲۱۲)''

عطیہ نے بڑی پاکیزہ نسل پائی۔ ان کی اولاد ب کے ب شیعہ تھے اور بڑے ام و فاضل صاحب عزو شرف اور ممتاز شخصیتوں کے الک جیسے حسین بن حسن بن عطیہ و محمد بن سعد بن محمد بن حسن بن عطیہ وغیرہ۔ عطیہ ؒ کی حدیثیں سنن ابی داؤد و ترمذی میں موجود ہیں۔

ء بن صالح تیمی کوفی

میزان الاعتدال میں بسلسلہ حالات علماء ابو حاتم و یہ قول مذ ور ہے کہ یہ خالد شیعوں میں سے تھے۔ امام ابوداؤد و ترمذی نے ان کی حدیثوں سے اپنے مسلک پر استدلال کیا ہے۔ ابن معین نے ثقہ کہا ہے ابو حاتم و ابو زرعہ نے ان میں کوئی خرابی نہیں سمجھی۔

ان کی حدیثیں سنن ابی داؤد و جامع ترمذی میں موجود ہیں۔ یہ شاعر بھی تھے۔ امیرالمومنین(ع) کی مدح میں بڑے معرکہ کے قصیدے اور حضرت سید الشہداء کے مرثیے لکھے ہیں۔

علقمہ بن قیس بن عبداللہ نخعی

یہ مخصوص محبان اہل بیت(ع) سے تھے۔ علامہ شہرستانی نے ملل و نحل میں انھیں مشاہیر شیعہ کے زمرہ میں لکھا ہے۔ یہ علامہ کبار محدثین میں سے تھے۔ یہ اور ان کے بھائی ابی امیرالمومنین(ع) کے صحابی ہیں۔ جنگ صفین میں حضرت کے ہمرکاب تھے۔ ابی جنھیں کثرت عبادت کی وجہ سے "ابی الصلاۃ" نماز والے ابی کہلا جاتا تھا۔ جنگ صفین میں شہید ہوئے۔ علامہ نے بھی بڑے کارہا نمایاں انجام دیے۔ دشمنوں کو خوب تہ تیغ کیا۔ ان کی ٹانگ زخمی ہوگئی۔ یہ مدت العمر معاویہ کے سر رم مخالف رہے۔

علامہ کی عدالت و جلالت قدر حضرات اہل سنت کے نزدیک باوجود ان کی شیعیت کے مسلم الثبوت حیثیت رکھتے ہے۔ ارباب صحاح ستہ نے ان کی حدیثوں سے احتجاج کیا ہے۔ صحیح بخاری جو صحیح مسلم میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔ سنہ۶۲ھ میں وفات میں انتقال کیا۔

علی بن بذیمہ

علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں ان کے متعلق لکھا ہے۔ احمد بن حنبل انھیں صالح الحدیث اور جلیل القدر شیعہ بیان کرتے تھے۔ ابن معین نے انھیں ثقہ قرار دیا ہے۔ اصحاب سنن نے ان سے روایت کی ہے۔

ابو الحسن علی بن جوہری بغدادی

امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں۔ ابی قتیبہ نےمعارف میں انھیں

مشاہیر شیعہ میں لکھا ہے۔ میزان الاعتدال میں ان کے حالات میں ہے کہ اٹھ سن ۔ تک ان کا وطیرہ یہ رہا ہے کہ ایک دن روزہ سے رہتے دوسرے دن بحا تِ افطار۔ قیسرانی نے کہ تاب جمع بین رجال الصحیحین میں ان کا ذکر کیا ہے بخاری نے اپنی صحیح میں ان سے ۔ بارہ حدیثیں روایت کی ہیں۔ ۹۲ برس کی عمر میں سنہ۲۳۰ھ میں انتقال کیا۔

علی بن زید بن عبداللہ تیمی بصری

احمد جلی نے انھیں شیعہ اور رافضی لکھا ہے مگر باوجود ان کے شیعہ رافضی ہونے کے علماء تابعین نے ان سے استفادہ کیا۔ یہ بصرہ کے فقہا میں سے تھے اور ایسے جلیل القدر و علم و فضل میں ممتاز کہ جب حسن بصری کا انتقال ہوا تو بصرہ والوں نے ان سے کہا کہ آپ حسن بصری کی جگہ پر تشریف فرما ہوں۔ اس زمانہ میں بصرہ کے اندر کوئی کوئی شیعہ تھا کرتا۔

قیسرانی نے کتاب جمع بین رجال الصحیحین میں ان کا ذکر کیا ہے۔ سنہ ۱۳۱ھ میں انتقال کیا۔

ابویحیٰی علی بن غراب فزاری کوفی

ابن حبان نے انھیں شیعہ لکھا ہے۔ ابن معین و دار قطنی نے انھیں ثقہ

رارقدہ یا ہے ۔ ابوحاتم نے ان کی حدیثوں میں وئی مضائقہ نہیں سمجھا ۔ ابو زرعہ نے کہا ہے کہ میرے : دیک صدوق ہیں۔ امام احمد کا ارشاد ہے کہ میں تو انھیں صدیق ں سمجھتا وں۔ اصحاب سنن نے ان کی حدیثیں درج کی ہیں۔ ہارون رشید کے زمانہ میں سنہ ۱۸۴ھ میں انتقال کیا۔

ابوالحسن علی بن قادم خزاعی کوفی

یہ بہت سے محدثین کے شیخ ہیں۔ ابن سعد نے طبقات جلد ۶ صفحہ ۲۷۳ پر ان کا تذکرہ کیا اور لکھا ہے کہ بڑے شیعہ تھے۔ سنن ابی داؤد و جامع ترمذی میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔

علی بن عذر طرائفی

ترمذی و نسائی اور دیگر محدثین کے شیخ ہیں۔ علامہ ذہبی نے امام نسائی کا قول نقل کیا ہے کہ علی ابن منذر خالص شیعہ اور ثقہ ہیں۔ ابن حاتم نے انھیں صدوق و ثقہ لکھا ہے۔ امام نسائی گواہی دیتے ہیں کہ علی بن منذر خالص شیعہ تھے پھر ان کی حدیثوں کی روایت قابل اعتنا نہیں اور شیعہ راویوں سے محدثین اہل سنت نے روایت لی ہے کسی ایک لائق اتم ذہنیت ہے۔ سنہ ۲۵۶ھ میں انتقال کیا۔

ابوالحسن علی بن ہاشم بن برید کوفی

امام احمد کے اساتذہ میں ہے ہیں۔ امام ابوداؤد نے انھیں ثقہ کہا

شیعہ لکھا ہے۔ ابن حبان کا قول ہے کہ علی بن ہاشم غالی شیعہ تھے ۔ جعفر بن عدی کہتے ہیں کہ میں نے ابن نمیر کو کہتے سنا۔ علی بن ہاشم شیعیت میں حد سے بڑھے ہوئے تھے۔

بخاری فرماتے ہیں کہ علی بن ہاشم اور ان کے باپ دونوں اپنے مذہب میں بڑے غالی تھے۔ اسی وجہ سے بخاری نے ان کی حدیثیں صحیح میں درج نہیں کیں لیکن بقیہ پانچوں صحاح نے ان کی حدیثیں اپنی صحاح میں درج کی ہیں اور ان کی حدیثوں سے اپنے مسلک پر احتجاج کیا ہے۔

ابن معین وغیرہ نے انھیں ثقہ صدوق کہا ہے۔ ابو داؤد نے اثبات میں شمار کیا۔ ابوزرعہ نے صدوق کہا۔ امام نسائی نے ان میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا۔ سنہ۱۸۱ھ میں انتقال کیا۔

عمار بن زریق کوفی

سلیمان نے انھیں رافضی کٹر کہا ہے اور باوجود ان کے رافضی ہونے کے صحیح مسلم و سنن ابی داؤد وسنن نسائی میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔

عمار بن معاویہ

ان کی کنیت ابو معاویہ تھی۔ یہ جلیل القدر شیعہ تھے۔ محبت اہلبیت(ع) کے جرم میں انھیں بڑی اذیتیں دی گئیں۔ بشیر بن مروان نے شیعیت کے جرم میں ان کے دونوں پیر کاٹ ڈالے۔ بہت سے محدثین کے استاد ہیں جنہوں نے ان سے حدیث کا استفادہ کیا اور ان کی حدیثوں سے اپنے مسلک پر استدلال کیا۔ امام احمد ، ابن معین، ابو حاتم، اور بہت سے لوگوں نے انھیں ثقہ صدوق کہا ہے

بخاری و چھوڑکر باقی تمام کی اور باب صحاح نے ان کی حدیثیں اپنے صحاح میں درج کی ہیں۔ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں ان کے متعلق تمام مذمہ باتیں نقل کی ہیں اور ان کے شیعہ اور ثقہ ہونے کی صراحت کی ہے نیز یہ کہ ان کے متعلق کسی نے کبھی کشائی نہیں کی اور نہ ان کے ثقہ ہونے میں کلام کیا وا عقیلی کے۔ سنہ ۱۳۳ھ میں انتقال کیا۔

ابواسحٰق عمرو بن عبداللہ ہمدانی کوفی

ابن قتیبہ نے معارف میں، علامہ شہرستانی نے ملل و نحل میں، ان کی شخصیت کے تصریح کی ہے۔ یہ بزرگ کوفہ کے انھیں جلیل القدر محدثین مین سے ہیں جن کے مسلک و دشمنان اہل بیت پر برگشتگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کیونکہ انوں نے جمہور کی روش کو چھوڑ کر اہل بیت(ع) کی اتباع و پیروی کو بہتر سمجھا اور ہر دینی مسئلہ میں۔ اہل بیت(ع) کی طرف رجوع کرنے میں انوں نے نجات سمجھی۔ اسی وجہ سے تو جوزجانی کا یہ فقرہ ہے:

" کوفہ کے کچھ ایسے افراد تھے کہ باوجودیکہ لوگ ان کے عقائد و خیالات کو پسند نہیں کرتے تھے مگر فن حدیث میں وہ مرجع انام اور محدثین کوفہ کے راس و رئیس تھے۔ جیسے ابواسحٰق ، منصور، رزیق یامی، اعمش وغیرہ لوگوں نے ان افراد کی سچائی و راستبازی کی وجہ سے ان کی بیان کردہ حدیثوں کو سر آنکھوں پر رکھا اور جو حدیثیں ان لوگوں نے مرسلا بیان کیں ان میں توقف کیا۔"

ابو اسحٰق کی مرسلا بیان کی ہوئی حدیثوں میں ناصبی ذہنیت والوں نے

توقف جو کیا انھیں میں سے ایک حدیث یہ ہے:

'' قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ و آلہ: مثل عليّ كشجرة أنا أصلها، و عليّ فرعها، و الحسن و الحسين ثمرها، و الشيعة ورقها''

'' علی(ع) کی مثال درخت جیسی ہے۔ میں اس درخت کی جڑ وں ، علی (ع) اس کی شاخ ہیں حسن(ع) و حسین(ع) اس کے پھل ہیں اور شیعہ اس درخت کے پتے ہیں۔''

ان کی حدیثوں سے جملہ اصحاب صحاح نے احتجاج کیا ہے۔ بخاری و مسلم اور دیگر کتب صحاح سبھی میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔

ابو سہل عوف ابن ابی جمیلہ البصری

ابن قتیبہ نے معارف میں انھیں مشاہیر شیعہ میں شمار کیا ہے۔ علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ : کان يقال له عوف الصدق'' انہیں لوگ سچائی والے عوف کہتے ہیں۔ جعفر بن سلیمان انھیں شیعہ اور بزار انھیں رافضی بیان کر ہیں۔ ان کی حدیثیں صحیح بخاری و صحیح مسلم میں بھی ہیں اور دیگر کتب صحاح میں بھی۔

ف :

فضل بن دکین

نیت آپ کی ابونعیم تھی یہ بخاری کے شیوخ میں سے ہیں۔ محققین

اہل سنت مثلا ابن قتیبہ وغیرہ نے انھیں شیعہ لکھا ہے۔ علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں :

''الفضل بن دکین ابونعیم حافظ حجة الا انه یتشیع''

'' فضل بن دکین جن کی کنیت ابونعیم تھی یہ حدیث کے حافظ اور حجت ہیں، مگر یہ کہ شیعہ تھے۔''

ان کی شیعیت میں کسی کو شک کی گنجائش نہیں۔ ان سے جملہ اربابِ صحاح احتجاج کرتے ہیں۔ ان کی حدیثیں صحیح بخاری ، صحیح مسلم اور دیگر صحاح سبھی میں موجود ہیں۔ سنہ ۲۱۰ھ کو بمقام حکمتِ معتصم میں انتقال کیا۔

علامہ ابن سعد طبقات جلد ۶ صفحہ ۲۷۹ پر ان کے متعلق لکھتے ہیں:

'' و کان ثقه مامونا کثیرالحدیث ، حجة''

'' یہ بھروسہ کے لائق ہر طرح قابل اطمینان بہت زیادہ حدیثوں کے راوی اور حجت ہیں۔''

ابو عبدالرحمن فضیل بن مرزوق

علامہ ذہبی ان کے متعلق میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں کہ یہ مشہور و معروف شیعہ ہیں۔

سفیان بن عینیہ ، ابن معین، ابن عدی وغیرہ جملہ ائمہ حدیث نے انھیں ثقہ وارقد کیا ہے۔ ہیثم بن جمیل نے ان کے متعلق کہا ہے کہ فضیل بن مرزوق ، بلحاظ زہد و فضل کے از ائمہ ہدایت تھے۔ صحیح مسلم میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔

فطر بن خلیفہ حناط کوفی

عبداللہ بن احمد نے اپنے وا ر ام احمد حنبل سے فطر کے متعلق پوچھا تو اُوں نے افر یا :

" ثقة صالح الحديث ، حديثة حديث رجل كيس الا انه يتشيع۔"

" فطر ثقہ ہیں، صالح الحدیث ہیں۔ ان کی حدیثیں زیرکـو دا۔ا لوگوں جیسی ہیں لیـن یہ کہ وہ شیعہ تھے۔"

ابن معین کا قول ہے کہ فطر بن خلیفہ ، ثقہ اور شیعہ ہیں۔ صحٰیح بخاری و سنن الاربعہ میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔ سـنہ ۱۵۳ھ میں انتقال کیا۔

م :

ابوغسان مال بن اسماعیل بن زیاد بن درہم کوفی

ام بخاری کے شیخ ہیں۔ ابن سعد طبقات جلد۶ فحہ ۲۷۲ پر ان کے حالات کا ذکر کر و آخر میں لکھتے ہیں کہ

" ابو غسان ثقہ اور صدوق اور بڑے شدید قسم کے شیعہ تھے"

علامہ ذہبی نےَ بھی ان کی عدا ت و جلا ت قدر پر روشنی ڈالی ہے اور وضاحت کی ہے کہ اُوں نے مذہب تشیع اپنےاستاد حسـن صالح سے حاصل کیا۔ اور ابن معین کہا کر کہ وفہ میں ابو غسان جیسا ٹوس آدمی نہیں ۔ ابوحاتمَ بھی ان کے متعلق یہی را رکھتے تھے۔ ام بخاری نے

بلاواسطہ ان سے متعدد حدیثیں روایت کی ہیں ۔ بخاری و مسلم میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔ سنہ ۲۱۹ھ میں انتقال کیا۔

مُ ر بن خازم

جو ابو معاویہ ضریر تمیمی کے نام سے زیادہ مشہور ہیں۔ علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں ان کا ذکر کر و لکھتے ہیں کہ:

" یہ بڑے ثقہ، ٹوس اور کے از ائمہ اعلام تھے۔ میری دانست میں کسی نے بھی ان کے متعلق وئی بات نہیں کہی جو ان کی شان کے منافی و۔"

امام حاکم فرما ہیں کہ ان کی حدیثوں سے بخاری و مسلم دونوں نے اپنے مسلک پر استدلال کیا ہے ۔ ان کے متعلق مشہور ہے کہ بڑے غالی شیعہ تھے۔ ان کی حدیثوں سے جملہ کتب صحاح ستہ نے احتجاج کیا ہے اور سبھی صحاح میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔ سنہ ۱۱۲ھ میں پیدا و اور سنہ ۱۹۵ھ میں انتقال کیا۔

مُ ر بن عبداللہ نیشاپوری مشہور بہ امام حاکم

یہ بزرگ حفاظ و محدثین کے امام اور سینکڑوں کتابوں کے مصنف ہیں تحصیل علم کی خاطر ملک ملک کے سفر کیے اور دو ہزار شیوخ حدیث سے احادیث کا استفادہ کیا۔ ان کے زمانہ کے مرجع الانام علما اعلام جیسے حلو کی امام ابن فورک اور دیگر جمیع ائمہ اعلام انھیں اپنے سے مقدم و بہتر سمجھتے تھے اور آپ کے علم وفضل کا لحاظ رکھتے تھے ۔ معزز و محترم ونے کے معترف اور بے شک و شبہ امام سمجھتے تھے۔ ان کے بعد کے جتنے محدثین و وہ ب آپ کے

خواں علم کے زلہ خوار ہیں۔ ؛ رگ اکابر شیعہ اور اشریعت م طنوی کے حافظوں میں سے تھے۔ جیسا کہ علامہ ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ میں صراحت موجود ہے نیز میزان الاعتدال میں بھی بسلسلہ حالات ام موصوف تصریح ہے ۔ سنہ ۳۲۱ھ میں پیدا ہو اور سنہ ۴۰۵ھ میں انتقال کیا۔

م ر بن عبیداللہ بن ابی رافع مدنی

ان کا پورا خاندان شیعہ تھا۔ ان کے خاندان والوں کی تصانیف دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ حضرات شیعیت میں بڑے راسخ اور ثابت قدم تھے۔ محمد بن عبیراللہ و ابن عدی نے وفہ کے سربرآوردہ شیعوں میں شمار کیا ہے۔ ملاحظہ و میزان الاعتدال علامہ ذہبی۔

ترمذی و دیگر اصحاب سنن نے ان کی حدیثیں اپنے صحاح میں درج کی ہیں۔ طبرانی نے اپنی معجم کبیر میں بسلسلہ اسناد محمد بن عبیراللہ سے اور انوں نے اپنے باپ دادا کی و اطت سے حضرت پیغمبر خدا(ص) کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرت(ص) سے حضرت علی(ع) سے ارشاد افرمایا :

"کہ سب سے پہلے ہم اور تم اور حسن(ع) و حسین(ع) جنت میں جائیں گے ہمارے پیچھے ہم لوگوں کی اولاد رہے گی اور ہم لوگوں کے شیعہ ہمارے دائیں اور بائیں رہیں گے۔"

ابوعبدالرحمن م ر بن فضیل بن غزوان کوفی

ابن قتیبہ نے اپنی معارف میں انھیں مشاہیر شیعہ میں شمار کیا ہے۔ علامہ ابن سعد نے اپنی طبقات جلد ۶ صفحہ ۲۷۱ پر ان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''کہ یہ ثقہ ، صدوق اور اکثر الحدیث ہیں۔ یہ شیعہ تھے۔ بعض علماء ان کی حدیثوں سے احتجاج نہیں کر ۔''

علامہ ذہبی نے انھیں میزان میں کئی جگہوں پر صدوق اور شیعہ لکھا ہے۔ امام احمد نے ان کے متعلق افر یا کہ ان کی حدیثیں پاکیزہ ہیں اور یہ شیعہ ہیں۔

امام ابو داؤد نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ بڑے سنت و شدید شیعہ تھے۔ حدیث و معرفت والے ہیں اور حمزہ سے اؤں نے علم قرآن حاصل کیا۔ ابن معین نے انھیں ثقہ ارقدہ یا ہے۔ امام احمد و نسائی نے ان کی حدیثوں میں وئی مضائقہ نہیں دیکھا۔ ان کی حدیثیں صحیح بخاری و مسلم اور دیگر صحاح میں موجود ہیں۔

مہ ر بن مسلم بن طائفی

یہ امام جعفر صادق(ع) کے سربرآوردہ اصحاب میں سے تھے۔ شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی نے اپنی کتاب رجال الشیعہ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ حسن بن حسین بن داؤد نے ثقہ لوگوں کے سلسلہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔

علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں بکثرت جلیل القدر محدثین اہلسنت کے اقوال ان کے ثقہ ہونے کے متعلق نقل کیے ہیں۔ ان کی حدیثیں صحیح مسلم میں موجود ہیں۔

مہ ر بن موسیٰ بن عبداللہ الفطری ا رنی

ابو حاتم نے ان کے شیعہ اور ترمذی نے ان کے ثقہ ہونے کی صراحت کی ہے(میزان الاعتدال علامہ ذہبی) ان کی حدیثیں صحیح مسلم و دیگر سنن

میں موجود ہیں۔

معاویہ بن عمار دہنی بجلی کوفی

یہ بزرگ علما امامیہ کے ثقہ بھی بڑے معزز و محترم اور علما اہلسنت کے ثقہ بھی بڑے ثقہ، عظیم المرتبت اور جلیل القدر میں انے کے وار عمار حق پروری، حق وشی کا بہترین نمونہ تھے۔ شیعیت کے جرم میں دشمنان آل محمد(ص) نے ان کے پیر قطع کردیے تھے۔ بیٹا وں، قدم بہ قدم ووجہ باپ کے۔ معاویہ بھی اپنے باپ کی مکمل شبیہ تھے۔ امام جعفر صادق(ع) و موسی کاظم(ع) کی صحبت میں رہے اور آپ کے علوم کے حامل و ۔ آپ کی حدیثیں صحیح مسلم میں موجود ہیں۔

روف بن خربوذ کرنی

ذہبی نے میزان الاعتدال میں انھیں صدوق و شیعہ لکھا ہے۔ نیز یہ کہ بخاری و مسلم اور ابو داؤد نے ان کی حدیثیں اپنے صحاح میں درج کی ہیں۔ ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں امام علی رضا(ع) کے موالی میں انھیں ذکر کیا ہے صحیح مسلم میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔ سنہ۲۰۰ھ میں بغداد میں انتقال افرمایا۔ ان کی قبر زیارت گاہ عوام خواص ہے۔ سری سقطی مشہور مشہور صوفی ان کے تلامذہ میں سے تھے۔

نصور بن المعتمر بن عبداللہ بن ربیعہ کوفی

امام محمد باقر(ع) و امام جعفر صادق(ع) کے اصحاب سے تھے۔ جیسا کہ صاحب

منتہی الاقال نے وضاحت کی ہے۔ ابن قتیبہ نے معارف میں انھیں مشاہیر شیعہ میں شمار کیا ہے۔ یہ وہی منصور ہیں جن کے متعلق جوزجانی کا یہ فقرہ ہے کہ

"وفہ کچھ ایسے افراد تھے کہ لوگ ان کے عقائد و نظریات سمجھتے تھے مگر ان کی بیان کردہ حدیثوں و ان کی غیر معمولی صداقت ودیانت کی وجہ سے آنکھوں پر رکھا جیسے ابو اسحاق، منصور ،رزیز یامی اور اعمش وغیرہ۔۔۔"

جملہ اصحاب صحاح و سنن نے ان کی حدیثوں سے اپنے مسلک پر استدلال کیا ہے صحیح بخاری و مسلم بھی میں ان کی حدیثوں موجود ہیں۔

مہزال بن عرعرہ ۔ تابعی

وفہ کے مشہور شیوں میں سے تھے۔ ان کی حدیثیں صحیح مسلم و بخاری میں موجود ہیں۔

موسیٰ بن قیس حضرمی

ان کی نیت ابو محمد تھی۔ عقیلی نے انھیں غالی رافضیوں میں شمار کیا ہے ان سے سفیان نے حضرت علی(ع) اور ابوبکر کے متعلق دریافت کیا تو جواب دیا کہ علی(ع) مجھ سے بدرجہا زیادہ محبوب ہیں۔

موسیٰ نے بسلسلہ اسناد جناب ام سلمہ زوجہ پیغمبر(ص) سے روایت کی ہے کہ جناب ام سلمہ(رض) فرمایا کرتیں کہ علی(ع) حق پر ہے جو علی(ع) کی پیروی کرے گا وہ حق پر ہوگا۔ اور جس نے علی(ع) کو چھوڑا اس نے حق کو چھوڑا۔

موسیٰ نے فضائل اہلبیت(ع) میں بہت سی صحیح حدیثیں روایت کی ہیں جو عقیلی

پر ثاق ریں اور انھیں نالی رافضیوں میںارقدہ یا۔

ابن معین نے انھیں ثقہارقدہ یا ہے۔ امام ابی داؤد اور دیگر اصحبِ سنن نے ان کی حدیثوں سے اپنے مسلک پر استدلال کیا ہے۔ ان کی حدیثیں سنن میں موجود ہیں۔

ن :

ابو داؤد نفیع بن حارث نخعی کوفی

عقیلی ان کے متعلق کہتے ہیں کہ رفض میں بہت غلو سے کام لیتے تھے بخاری فرما ہیں کہ لوگ ان کے متعلق - کشمائی کر ہیں۔ (ان کی شیعیت کی وجہ سے) ان بے کہ باوجود محدثین علماء نے ان سے استفادہ کیا اور ان کی حدیثوں سے کام لیا۔ ان کی حدیثیں جامع ترمذی میں موجود ہیں۔

نوح بن قیس ابو روح الحدانی

علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ صالح الحدیث ہیں۔

امام احمد و ابن معین نے انھیں ثقہارقدہ یا ہے۔ ابو داؤد فرما ہیں کہ یہ شیعیت کی طرف مائل تھے۔

نسائی نے فرمایا کہ ان میں کوئی مضائقہ نہیں۔

مسلم و دیگر اصحاب سنن نے ان کی حدیثیں اپنے صحاح میں درج کی ہیں۔

ھ :

ہارون بن سعد عجلی کوفی

ذہبی ان کے متعلق فرا ہیں کہ یہ فی نفسہ صدوق ہیں لیکن سنت قسم کے رافضی ہیں۔ ابن معین ان کے متعلق فر ا ہیں کہ یہ بڑے غالی شیعہ تھے۔ صحیح مسلم میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔

ابو علی ہاشم بن برید کوفی

ابن معین نے انھیں ثقہ قرار دیا ہے اس اقرار کے باوجود یہ رافضی تھے امام احمد نے ان کی حدیثوں میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا ۔ ان کی حدیثیں سنن ابی داؤد ، سنن نسائی میں موجود ہیں۔ یہ ہاشم مشہور شیعہ گھرانے کے فرد تھے جیسا کہ علی بن ہاشم، کے حالات میں ہم اوپر لکھ آ ہیں۔

ہبیرہ بن بریم حریری

امیرالمومنین(ع) کے صحابی ہیں۔ امام احمد ان کی حدیثوں میں کوئی مضائقہ نہیں تصور فرا ۔ شہرستانی نے ملل ونحل میں انھیں مشاہیر شیعہ میں شمار کیا ہے ان کا شیعہ ہونا مسلمات سے ہے۔ سنن اربعہ میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔

ابوا قدام ہشام بن زیاد بصری

شہرستانی نے ملل و نحل میں انھیں مشاہیر شیعہ میں شمار کیا ہے۔ ان کی

حدیثیں صحیح ترمذی وغیرہ میں موجود ہیں۔

ابوالولید ہشام بن عمار بن نصیر بن میسرہ

انھیں ظفری دمشقیؒ بھی کہتے ہیں۔ امام بخاری کے شیخ ہیں۔ ابن قتیبہ نے معارف میں انھیں مشاہیر شیعہ کے سلسلہ میں ذکر کیا ہے۔ ذہبی نے انھیں امام ، خطیب ، محدث، امام، صدوق بتہ زیادہ حدیثوں کا راوی لکھا ہے بخاری نے صحیح میں بہت سی حدیثیں ان سے بلاواسطہ روایت کی ہیں۔ سنہ ۱۵۳ھ میں پیدا ہوا ۔ سنہ ۲۴۵ھ میں انتقال کیا۔

ہیثم بن بشیر بن قاسم بن دینار سلمی واسطی

ابن قتیبہ نے معارف میں انھیں مشاہیر شیعہ میں شمار کیا ہے۔امام احمد اور ان کے ہم عصر علما کے استاد ہیں۔ ذہبی نے انھیں حفاظ اور کبار از علما اعلام لکھا ہے۔ ان کی حدیثیں صحیح بخاری و مسلم اور باقی سبھی صحاح میں موجود ہیں۔

و :

وکیع بن جراح بن ملیح بن عدی

ان کی نیت ابوسفیان تھی۔ ابن قتیبہ نے معارف میں انھیں مشاہیر شیعہ میں ارقام کیا ہے۔

ابن مدینی نے بھی تہذیب میں ان کی شیعیت کی صراحت کی ہے مروان بن معاویہ ان کے شیعہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں کرتے ۔ ان کی حدیثوں سے

جملہ ارباب صحاح ستہ نے احتجاج کیا ہے۔ صحیح مسلم وغیرہ سبھی میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔

ی :

یحیٰ بن جزار عرفی کوفی

یہ امیرالمومنین(ع) کے صحابی ہیں۔ علامہ ابن سعد نے طبقات جلد۶ صفحہ ۲۰۶ میں انھیں شیعہ لکھا ہے۔ نیز یہ کہ یہ شیعیت میں غلو کیا کرتے تھے اور محدثین نے انھیں ثقہ ارقدیا ہے اور انوں نے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں۔

ذہبی نے انھیں صدوق اور ثقہ لکھا ہے ۔ ان کی حدیثیں صحیح مسلم و دیگر سنن میں موجود ہیں۔

یحیٰ بن سعید قطان

ان کی نیت ابوسعید تھی اپنے زمانہ کے محدث ہیں۔ ابن قتیبہ نے معارف میں انھیں مشاہیر شیعہ میں شمار کیا ہے۔ جملہ ارباب صحاح ستہ نے ان کی حدیثوں سے احتجاج کیا ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم اور سبھی صحاح میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔

یزید بن ابی زیاد کوفی

ابن فضیل ان کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ یہ کبار علماء شیعہ سے ہیں

ذہبی نے بھی لکھا ہے کہ یہ وفہ کے مشہور علماء میں سے ہیں۔ مگر لوگوں نے ان سے تعصب برتا جس کی وجہ یہ ہے کہ انوں نے بسلسلہ ابن ابی زیاد ابو بردہ سے روایت کی ہے کہ :

" ہم لوگ پیغمبر(ص) کے ساتھ تھے کہ پیغمبر(ص) نے گانے کی آواز سنی پتہ چلا کہ معاویہ اور عمرو بن العاص گارہے ہیں۔ اس پر پیغمبر(ص) نے بد دعا فرمائی کہ خداوندا! دونوں کو فتنہ میں اچھی طرح مبتلا کر اور آتش جہنم کی طرف بلا۔"

صحیح مسلم و سنن الاربعہ میں ان کی حدیثیں موجود ہیں۔ نوے (۹۰) برس کی عمر میں سنہ۱۳۶ھ میں انتقال کیا۔

ابو عبداللہ جدلی

ذہبی نے انھیں شدید سنت شیعہ لکھا ہے۔ جوزجانی نے ان کے متعلق بیان کیا ہے کہ یہ مختار کے علمدار لشکر تھے۔ امام احمد انھیں ثقہ قرار دیتے ہیں۔ شہرستانی نے بھی ملل و نحل میں شیعہ لکھا ہے۔

ابن قتیبہ نے معارف میں ان کی ، رافضی ذکر کیا ہے۔ ان کی حدیثیں جامع ترمذی اور سنن ابی داؤد اور دیگر سنن و مسانید میں موجود ہیں۔ علامہ ابن سعد نے طبقات جلد۶ صفحہ ۱۵۹ پر انھیں شدید التشیع شیعہ لکھا ہے نیز کہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ مختار کے سپاہیوں کے افسر تھے۔ مختار نے انھیں عبداللہ بن زبیر کی طرف آٹھ سو سپاہیوں کے ساتھ روانہ کیا تاکہ ابن زبیر سے جنگ کر کے محمد ابن حنفیہ و ان کی قید سے نکال لیں۔ ابن زبیر نے محمد ابن حنفیہ اور بنی ہاشم و محصور کر رکھا تھا اور لکڑیاں اکٹھی کی تھیں کہ

انھیں جلا ڈالیں کیونکہ ان لوگوں نے ابن زبیر کی بیعت سے انکار کیا تھا۔ ابو عبداللہ برلی نے پہنچ کر ان حضرت و رہا کیا۔

یہ سنیکڑوں میں سے چند نام نے درج کیے ہیں۔ یہ لوگ علوم اسلام کے خزینہ دار تھے۔ ان سے آثار نبوی(ص) محفوظ رہے اور ان پر صحاح وسنن ومسانید کا مدار رہا ہے۔

ہم نے آپ کو خواہش کے مطابق ان کے متعلق علما اہلسنت کی توثیق اور ان سے احتجاج کو بھی ذکر کیا۔ اس سے آپ کو امید ہے ضرور تسلی ہوگی کہ اہل سنت رجال شیعہ سے احتجاج نہیں کرتے۔ اور شیعوں کی حدیثیں صرف ان کے تشیع کے جرم میں رد کردی جائیں تو جیسا کہ ذہبی نے میزان میں ابان بن تغلب کے ذکر میں کہا ہے۔ کتب آثار نبوی ضائع ہوجائیں۔

ان کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں ایسے شیعہ ہیں جن سے اہل سنت نے احتجاج کیا ہے اور وہ ان سے بھی سند کے اعتبار سے اور رکثت حدیث سے زیادہ کشادہ دامن اور علم کے اعتبار سے زیادہ وسیع النظر تھے اور زمانے کے لحاظ سے ان سے بھی مقدم تھے اور ان سے بھی زیادہ ان کے قدم تشیع میں راسخ تھے اصحاب رسول(ص) میں بڑی تعداد رجال شیعہ کی ہے جنھیں ہم نے فصول مہمہ کے آخر میں بیان کیا ہے۔ تابعین میں ایسے حافظ و صدوق و ثقہ شیعہ ہیں جو محبت اہلبیت(ع) کی راہ میں پیہم جھیلتے چڑھتے رہے۔ جنھیں جلا وطن کیا گیا۔ سزائیں دی گئیں۔ قتل کیا گیا۔ ولیاں دی گئیں۔ اور جو علوم و فنون کے موسس و موجد رہے۔ یہ رفیق و دیانت ورع و تقوی زہد و عبادت و اخلاص کے روشن ستارے تھے۔ اور ان سے دین الٰہی و لایتامی فائدے پہنچے۔ اور ان کی خدمات کی برکتوں سے اسلام کا بحر بیکنار آج بھی موجزن ہے۔

ش

مکتوب ۹

تسلیم !

میں نے آپ ایسا تازہ دم سریع الخاطر و زود فکر نہیں دیکھا اور نہ میرے کانوں نے آپ سے زیادہ صاحبِ بصیرت شخص کا ذکر سنا۔ آپ کی نرم گفتاری، شیریں بیانی قابل داد ہے۔ آپ کے کل مکاتیب میں آپ کی شیوا بیانی دامن دل کو کھینچتی ہے۔ آپ دل و دماغ، ہوش و حواس پر چھا جاتے ہیں۔ آپ کی مدلل و سنجیدہ تحریر نے ردنیں جڑ کادیں اور ضلالت و حق کے سامنے سرنگوں رکھ دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ سنی کے لیے وئی انع نہیں ہے کہ اپنے شیعہ بھائی سے احتجاج کرے جبکہ شیعہ معتبر و لازیہ اس موضوع میں آپ کی رائے حق و صداقت پر مبنی ہے منکر کی رائے عناد و تنگ ولی ہے۔

ہم کلمہ آیات الٰہی پر ایمان لانا اور ان کا انکار آیات الٰہی پر ایمان لانا جن میں سے اکثر کو آپ نے ذکر کیا ہے جو امیرالمومنین(ع) اور ائمہ اہل بیت(ع) کے فضل و شرف پر دلالت کرتی ہیں۔ اللہ ہی جانے کہ اہل قبلہ نے ائمہ اہل بیت(ع) سے کیوں بے اعتنائی کی؟ اور اصول وفروع میں ان کے مسلک سے دورہے اور اختلافی مسائل میں ان کے پیرو نہ ہو علما امت نے اہل بیت(ع) کا افکار و خیالات سے منہ کی بلکہ بجا ان کی تقلید کرتے ان سے معارضہ کرتے رہے اور ان کی مخالفت کی پروا نہ کی اور سلف سے لے کر خلف تک عوام امت، غیر اہلبیت(ع) کے آستانوں پر نظر آتے ۔ لہذا کلام مجید کی آیتیں اور صحیح اور مسلم الثبوت حدیثیں اور ائمہ اہلبیت(ع) اطاعت و پیروی کے واجب و فرض ہونے کے متعلق صریح ہوتیں تو جمہور اہل سنت و پیروی اہلبیت(ع) کے دا چارہ کار ہوتا۔ اور ائمہ اہلبیت(ع) کو چھوڑ کر وہ کسی کو اپنا مقتدا پیشوا نہ بناتے پروی نہیں کرتے وہ آیات الٰہی اور احادیث پیغمبر(ع) کو سمجھتے نہیں وہ ان آیات اور ان احادیث کو جن میں اہل بیت(ع) کے شرف وکمال کو بیان کیا گیا ہے، صرف مدح و ثنا سمجھے اور یہ کہ ان سے محبت رکھنا اور ان کی عزت و تعظیم کرنا واجب ہے ان کے گویان آیات و احادیث کا احصل یہ ہے کہ اہل بیت(ع) سے مودت و محبت و اخلاص واجب ہے اور ان کا احترام کرنا ضروری ہے۔ آیات قرآن مجید و احادیثِ پیغمبر(ص) میں تصریح ہوتی کہ بس ائمہ اہلبیت(ع) کی پیروی فرض ہے تو اہلِ قبلہ علما اہلبیت سے انحراف نہ کرتے ۔ اور نہ بجا ان کے کسی دوسرے کی طرف رجوع کرتے ۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اگلے بزرگ زیادہ صحیح سمجھنے والے تھے کہ آیات الٰہی واحادیث پیغمبر(ص) کا مطلب آج کل کے لوگوں سے بہتر سمجھتے تھے۔

جواب مکتوب

اس ۔اچیز سے آپ کے حسنِ ظن کا شکریہ۔ آپ کے لطف۔اوعنایات کے امنے میرا دل ج کلا جتا ہے اور آپ کی ہرم۔ ابی و حق جوئی کی بہبت مجھ پر مسلط ہے لین میں آپ سے یہ ارش کرنے کی اجازت چاہتا وں کہ آپ اپنے مکتوب پر نظر ۔ثانی کریں جس میں آپ لکھا ہے کہ اہل قبلہ نے اہل بیت(ع) سے عدول کیا۔ یہ لفظ یادہ وسیع استعمال وگیا۔ اہل قبلہ تو شیعہ بھی ہیں اُوں نے ایسا سے آج تک اصول و فروع کسی چیز میں اہل بیت کے مسلک سے انحراف نہیں کیا۔ شیعہ تو مسلک اہل بیت(ع) پر عمل واجب سمجھتے ہیں۔ اہل بیت(ع) سے عدول رؤ ا ملت نے کیا جو کہ ن کے و و صاف صاف تصریح خلافت و امت کے متعلق و و امیرا ومنین(ع) و حق خلافت سے محروم کیا گیا اور اصول و فروع میں اہل بیت(ع) و چ۔وڑ کر دوسرے مرکز پنا ے گوئ کہ تاب وسنت کی مصالح کے لحاظ سے ۔ تاولیں کی گئیں۔ امت ائمہ سے عدول کرنا س سبب وا کر فروع میں بھی ان سے علیحدگی اختیار کی جا ۔

قطع نظر کیجیے ان نصوص و ادلہ سے جن سے اہل بیت(ع) سے تمسک کرنا وا جب ثابت۔ تا ہے صرف اہلبیت(ع) کے علم و عمل اور تنوی و دیکھیے۔ امام اشعری اور ائمہ اربعہ کے مقابلہ میں ان کی کیا کم۔ پائی گئی کہ اطاعت و اتباع کے معاملہ۔ میں اہل بیت(ع) پیچھے کردیے گئے۔ اور یہ افراد قابل ترجیح سمجھے گئے۔ ون امحکمہ انصاف ہے جو یہ فیصلہ کرے کہ اہل بیت(ع) سے تمسک کرنے والے ان کی۔ یات پر چلنے والے گمراہ ہیں۔ اہل سنت کے لیے ایسا فیصلہ۔ امن معلوم۔ تا ہے۔

ش

مکتوب نمبر ۱۰

واقعہ یہ ہے کہ پیروانِ اہلبیت(ع) نہ از رو عدل و انصاف گمراہ کہا ں نہیں جاسکتا اور نہ ائمہ اہلبیت(ع) دیگر ائمہ سے لائق پیروی و اقتدا ہونے میں کسی طرح کم تھے۔ جس طرح اربعہ میں سے کسی امام کی تقلید کر کے انسان بری الزمہ ہوسکتا ہے اسی طرح ائمہ اہلبیت(ع) کی پیروی کرکے بھی۔

بلکہ یہاں تک کہا جاسکتا ہے کہ ائمہ اہلبیت(ع) بہ نسبت ائمہ اربعہ وغیرہ کے اتباع و پیروی کے زیادہ سزاوار ہیں۔ اس لیے ائمہ اثنا عشر کا مسلک و مذہب اصول و فروع سب میں ایک ہے ان میں باہم کوئی اختلاف نہیں۔ سب کی نگاہ ایک ہی مرکز پر گروہ کوئی اور اسی پر سب کے سب متفق رہے۔ برخلاف ائمہ اربعہ وغیرہ کے کہ ان کا باہمی اختلاف دنیا جانتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ بارہ شخص غور و فکر کر کے ایک نتیجہ پر پہنچیں ایک رائے قائم کریں اور اکیلا شخص دوسری

را قائم کرے تو بارہ(۱۲) کے متفقہ فتوی کے مقابلہ میں سے اس ایک اور اکیلے کا فتوی ہی وزن نہ رکھے گا۔

اس میں کسی منصف مزاج و عذر خواہ کا چاہیے۔

بالکل یہ بات ہے کہ اصحابی خیال کے آگ آپ لوگوں کے مذہب و مذہب اہلبیت(ع) اپنے میں تامل کر ہیں۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ آگے چل کر اس پر روشنی ڈالیں کہ مذہب شیع مذہب اہلبیت(ع) ں ہے انھیں حضرات سے ماخوذ ہے ۔ فی الحال میری ارش ہے کہ آپ لوگ حضرت علی(ع) کی امت و خلافت پر جن نصوص کے مدعی ہیں وہ نصوص صاف صاف ذکر فرمائیں۔

س

باب دوم

امامت عامہ یعنی خلافتِ پیغمبر(ص)

واجب مکتوب

ارسولِ کائنات (ص) کے حالاتِ زندگی کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے۔ دولتِ اسلامیہ کی بنیاد قائم کرنے۔ احکام مقرر کرنے ، اصول و قواعد بنانے۔ دستور مرتب کرنے، سلطنت کے انتظام انصرام غرض جملہ حالات میں ہر پہلو سے آپ کی سیرت کا جائزہ لیا جائے تو حضرت امیرالمومنین(ع) رات اب(ص) کے ہر معاملہ میں بوجھ بٹانے والے ، دشمنون کے مقابلہ میں پشت پناہ آپ کے علوم کا گنجینہ ، آپ کے علم و حکمت کے وارث ، آپ کی زندگی میں آپ کے ولی عہد اور آپ کے بعد آپ کے جانشین، اور آپ کے تمام امور کے ممالک و مختار نظر آئیں گے۔

اول یوم بعثت سے پیغمبر(ص) کی رحلت کےتقریبا تیک سفر میں، حضر میں

اٹھتے بیٹھے ، آپ کے افعال ، آپ کے اقوال کی چھان بین کی جا ۔ تو حضرت علی(ع) کی خلافت کے متعلق بکثرت صراف و تصریح حد رتواتر تک پہنچے و واضح نصوص ملیں گے۔ آنحضرت(ص) نے ہر محل پر اپنی رفتار و گفتار ، کردار اور ہر ممکن ذریعہ سے اپنی جانشینی کے مسئلہ کی وضاحت کردی تاکہ کسی کے لیے تامل کی گنجائش نہ رہ جا ۔

دعوت عشیرہ کے موقع پر پیغمبر(ص) کا خلافت امیرالمومنین(ع) پر نص فرمانا

پہلا واقعہ دعوت ذوالعشیرہ کا لے لیجیے جو اسلام کے ظاہر ہونے کے قبل مکہ میں پیش آیا جب آیہ

'' وَ أَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ '' (شعراء، 214)

نازل ہوا اور رسول(ص) امور ہوا کہ خاص خاص رشتہ داروں کو بلا کر دعوت اسلام دیں۔ تو حضرت سرور کائنات نے تمام بنی ہاشم کو جو کم بیش چالیس نفر تھے جس میں آپ کے چچا ابو طالب ، حمزہ ، عباس اور ابولہب بھی تھے اپنے چچا ابو طالب کے گھر میں دعوت دی۔ دعوت کے بعد آپ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا وہ تمام کتب احادیث و سیر و تواریخ میں موجود ہے۔ اسی خطبہ میں آپ نے فرمایا :

'' فَقَالَ: يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، إِنِّي وَ اللَّهِ مَا أَعْلَمُ شَابّاً فِي الْعَرَبِ جَاءَ قَوْمَهُ بِأَفْضَلَ مِمَّا جِئْتُكُمْ بِهِ، إِنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِخَيْرِ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ، وَ قَدْ أَمَرَنِي اللَّهُ (عَزَّ وَ جَلَّ) أَنْ أَدْعُوَكُمْ إِلَيْهِ، فَأَيُّكُمْ يُؤْمِنُ بِي وَ يُؤَازِرُنِي عَلَى أَمْرِي، فَيَكُونَ أَخِي وَ وَصِيِّي وَ وَزِيرِي وَ خَلِيفَتِي فِي أَهْلِي مِنْ بَعْدِي قَالَ: فَأَمْسَكَ الْقَوْمُ، وَ أَحْجَمُوا عَنْهَا جَمِيعاً.

قَالَ: فَقُمْتُ وَ إِنِّي لَأَحْدَثُهُمْ سِنّاً، وَ أَرْمَصُهُمْ عَيْناً، وَ أَعْمَشُهُمْ بَطْناً، وَ أَحْمَشُهُمْ سَاقَا. فَقُلْتُ: أَنَا يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَكُونُ وَزِيرَكَ عَلَى مَا بَعَثَكَ اللَّهُ بِهِ. قَالَ: فَأَخَذَ بِيَدِي ثُمَّ قَالَ: إِنَّ هَذَا أَخِي وَ وَصِيِّي وَ وَزِيرِي وَ خَلِيفَتِي فِيكُمْ، فَاسْمَعُوا لَهُ وَ أَطِيعُوا.قَالَ: فَقَامَ الْقَوْمُ يَضْحَكُونَ، وَ يَقُولُونَ لِأَبِي طَالِبٍ: قَدْ أَمَرَكَ أَنْ تَسْمَعَ لِابْنِكَ وَ تُطِيعَ.''

'' فرزندِ عبدالمطلب ! جتنی بہتر شے(یعنی اسلام) میں تمھارے پاس لے کر یا وں میں تو نہیں جانتا کہ عرب کا کوئی نوجوان اس سے بہتر چیز اپنی قوم کے پاس لایا ہو۔ میں دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی لے کر یا وں اور خداوند عالم نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں اس کی طرف دعوت دوں۔ اب بتاؤ تم میں کون ایسا ہے جو اس کام میں میرا بوجھ بٹائے تاکہ تمھارے درمیان میرا بھائی وصی اور خلیفہ ہو؟ تو علی(ع) کے وا ب خاموش رہے۔ حضرت علی(ع) جو اس وقت بہت کم سن تھے اٹھ کھڑے ہو اور کہا: یا رسول اللہ(ص) ! میں آپ کا بوجھ بٹاؤں گا۔ رسول اللہ(ص) نے آپ کی گردن پر ہاتھ رکھا اور پورے مجمع کو دکھا کر ارشاد فرمایا: کہ یہ میرا بھائی بنے میرا وصی ہے اور تم میں میرا جانشین ہے۔ اس کی بات سننا اور اس کی اطاعت کرنا۔ یہ سن کر لوگ ہنستے ہوئے اٹھ کھڑے ہو اور ابوطالب سے کہنے لگے کہ یہ محمد(ص) آپ کو حکم دے

رہے ہیں کہ آپ اپنے بیٹے کی بات سنیں اور ان کی اطاعت کریں۔"

پیغمبر(ص) کی اس نص کا تذکرہ کن کن کتابوں میں موجود ہے

پیغمبر(ص) کے اس خطبہ کو بعینہ انہی الفاظ میں اکثر علما کبار و اجلہ محدثین نے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔ جیسے ابن اسحاق، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابونعیم اور امام بیہقی نے اپنے سنن اور دلائل دونوں میں ثعلبی اور طبری نے اپنی اپنی عظیم الشان تفسیروں میں ورہ شعراء کی تفسیر کے ذیل میں نیز علامہ طبری نے اپنی تاریخ طبری کی دوسری جلد ص ۲۱۷ میں بھی مختلف طریقوں سے اس کو لکھا ہے اور علامہ ابن اثیر جزری نے اپنی تاریخ کامل کی دوسری جلد ص ۲۲ میں بطور مسلمات ذکر کیا ہے۔

مورخ ابو الفداء نے اپنی تاریخ کی پہلی جلد ص ۱۱۶ میں سب سے پہلے اسلام لانے والے کے ذکر میں درج کیا ہے۔ امام ابوجعفر اسکافی معتزلی نے اپنی کتاب نقض عثمانیہ میں اس حدیث کی صحت کی صراحت کر کو لکھا ہے(شرح نہج البلاغہ جلد ۳ ص ۲۶۳) علامہ حلبی نے آنحضرت(ص) اور اصحاب کے دار ارقم میں روپوش ونے کے واقعہ کے ضمن میں ان کو لیا ہے[1] (سیرت حلبیہ ج، ص ۳۸۱) ان کے علاوہ تھوڑے بہت لفظی تغیر کے ساتھ مگر مفہوم و معنی

---

[1] - ملاحظہ فرمائیے ص ۳۸۱ جلد اول سیرۃ حلبیہ۔ ابن تیمیہ نے اس حدیث کو جھٹلانے اور غلط ثابت کرنے کی جو کوششیں کی ہیں۔ اپنی مشہور عصبیت کی وجہ سے وہ در خور اعتنا نہیں اس حدیث کو مصر کے وشلسٹ ادیب محمد حسین ہیکل نے بھی لکھا ہے ملاحظہ فرمائیے ان کے رسالہ سیاست شمارہ نمبر۲۷۵ ص ۵ جیپر گود بمبئی جو ۱۴ ذیقعد سنہ۱۳۵۰ھ میں شائع ہوا۔ انہوں نے کافی تفصیل سے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور شمارہ نمبر۲۶۸۵ ص ۶ پر گود رائج میں انہوں نے اس حدیث کو صحیح مسلم، مسند امام احمد اور عبداللہ بن راہویہ کی زیادات مسند اور ابن حجر ہیثمی کی جمع الزوائد، ابن قتیبہ کی عیون الاخبار، احمد بن عبدربہ قرطبی کی عقد الفرید، علامہ جاحظ کے رسالہ بنی ہاشم، امام ثعلبی کی تفسیر، مذکورہ بالا تمام کتب سے نقل کیا ہے۔ مزید برآں جرجس انگلیزی سے اپنی کتاب مقالہ فی الاسلام میں بھی اس حدیث کو درج کیا ہے جس کا بروقت انت کے ملحد نے عربی میں ترجمہ کیا ہے جس نے اپنا نام ہاشم عربی رکھا ہے۔ اس حدیث کی ہمہ گیر شہرت کی وجہ سے متعدد مورخین فرنگ نے فرانسیسی، جرمنی، انگریزی تاریخوں میں اس کو ذکر کیا ہے اور ٹامس کارلائل نے اپنی کتاب ابطال میں مختصر کر کے لکھا ہے۔

کے لحاظ سے ۔ بالکل ایک ی مضمون ۔ جتیرے اعیان اہل سنت اور ائمہ احادیث نے اپنی اپنی کتابوں میں اس واقعہ کو تحریر کیا ہے جیسے علامہ طحاوی اور ضیاء مقدسی نے مختارہ ،سعید بن منصور نے سنن میں تحریر کیا ہے۔

ب سے قطع نظر امام احمد نے اپنی مسند جلد اول صفحہ ۱۵۹ پر حضرت علی (ع) سے روایت کی ہے ۔ پھر اسی جلد کے صفحہ ۳۳۱ پر ابن عباس سے بڑی عظیم الشان حدیث اس مضمون کی روایت کی ہے، جس میں حضرت علی(ع) کی دس ایسی خصوصیتیں مذکور ہیں جن کی وجہ سے حضرت علی(ع) اپنے تمام اقران سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ اسی جلیل الشان حدیث کو امام نسائی نے بھی اپنی کتاب خصائص صفحہ ۶۰ پر ابن عباس سے روایت کر کے لکھا ہے اور امام حاکم نے صحیح مستدرک

جلد۳ ؍ ۱۳۲ پر اور علامہ ذہبی نے تلخیص مستدرک میں اس حدیث کی صحت کا اعتراف کر و نقل کیا ہے۔

کنزالعمال جلد۶ ملاحظہ فرمائیے[1]۔ اس میں بھی یہ واقعہ بہت تفصیل سے موجود ہے۔ منتخب کنزالعمال و دیکھیے جو مسند احمد بن حنبل کے حاشیہ پر طبع ہوا ہے۔ حاشیہ مسند جلد۵ ؍ ۴۱ ۔ ۴۲ ؍ ۴۲ پر اس واقعہ کا ذکر موجود ہے اور پوری تفصیل کے ساتھ۔

میرے خیال میں یہی ایک واقعہ جسے تمام علماء محدثین ومورخین بالاتفاق اپنی کتابوں میں لکھتے آ ہیں حضرت علی(ع) کی امامت و خلافت کا بین ثبوت اور صریحی دلیل ہے۔ کسی دوسری دلیل کی ضرورت ہی نہیں۔

ش

---

[1] - ملاحظہ فرمائیے کنزالعمال ؍ ۳۹۲ حدیث نمبر۶۰۰۸ جو ابن جریر سے منقول ہے ؍ ۳۹۶ پر حدیث ۶۰۴۵ جو امام احمد کی مسند نیز ضیاء مقدسی کی مختارہ ، طحاوی و ابن جریر کی صحیح سے منقول ہے ؍ ۳۹۷ پر حدیث ۶۰۵۶ جو ابن اسحق ، ابن جریر ، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، اور ابو نعیم نیز بیہقی کی شعب الایمان اور دلائل سے منقول ہے ؍ ۴۰۱ پر حدیث ۶۱۰۲ جو ابن مردویہ سے منقول ہے ؍ ۴۰۸ پر حدیث ۶۱۵۵ جو امام احمد کی مسند اور ابن جریر اور ضیاء مقدسی کی مختارہ سے منقول ہے۔ کنزالعمال میں یہ حدیث اور بھی مقامات پر مذکور ہے۔ شرح نہج البلاغہ جلد۳ ؍ ۲۵۵ پر یہ طولانی حدیث بہت تفصیل سے مذکور ہے۔

مکتوب نمبر ۱۱

حدیث مذکور بالا کی سند میں تردد

تسلیم زاکیات!

آپ کا مخالف اس حدیث کی سند کو معتبر نہیں سمجھتا۔ کسی طرح اس حدیث کو صحیح سمجھنے پر تیار ہے کیونکہ شیخین یعنی بخاری و مسلم نے اس حدیث کو نہیں لکھا۔ نیز شیخین کے علاوہ دیگر اصحاب صحاح نے بھی نہیں لکھا۔ میرا تو یہ خیال ہے کہ یہ حدیث معتبر و معتماد یاں اہلسنت سے مروی کی نہیں گئی اور شاید آپ بھی بطریق اہل سنت اسے صحیح نہیں سمجھتے ہوں گے۔

س

جواب مکتوب

نص کا ثبوت

ا ر میرے ؛ دیک اس حدیث کی صت خود بطریق اہلت ثابت ہ۔ وقی تو میں اس محل پر اس کا ذکر س نہیں ر کرتا۔ مزید ر برآں اس حدیث کی صت تو ایسی اظہر من الشمس ہے کہ ابن جریر اور امام ابو جعفر اسکافی نے اس حدیث و بطور مسلمات ذکر کیا ہے[1]۔ اور کبار محققین اہل سنت نے اس حدیث و صحیح ارقد یا ہے۔ اس حدیث کی صت کا مختصرا آپ اسی سے اندازہ کر لیجیے کہ اصحاب صحاح جن ثقہ اور معتبر راویوں کی روایتوں سے استدلال کر ہیں اور آنکھ بند کرکے بڑی خوشی سے جن کی روایتوں و لے لیتے ہیں انھیں معتبر و ثقہ راویوں کے طریقوں سے اس حدیث کی صت ثابت ہے۔ اس حدیث کی روایت انھیں معتبر و موثق اشخاص نے کی ہے جن کی روایت کردہ حدیثیں صحاح میں موجود ہیں۔

ا - ملاحظہ فرمائیے کنزالعمال جلد۶ ص ۳۹۶ پر حدیث ۶۰۴۵ جہاں آپ و معلوم وگا کہ ابن جریر نے اس حدیث و صحیح ارقد یا ہے۔ حاشیہ مسند احمد حنبل جلد۵ ص ۳۷۳ پر منتخب کنزالعمال میں بھی آپ و معلوم وگا کہ ابن جریر نے اس حدیث و صحیح ارقد یا ہے۔ امام ابو جعفر اسکافی نے تو اس حدیث و بڑی پختگی کے اتھ صحیح ارقد یا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے ابن ابی الحدید کی کتاب نقض عثمانیہ شرح نہج البلاغہ جلد۳، ص ۳۶۳

مسند احمد بن حنبل جلد اول ف ۱۱۱ ملاحظہ کیجیے۔ اُوں نے اس حدیث و[۱] ا ود بن امر سے اُوں نے شریک[۲] سے اُوں نے اعمش[۳] سے اُوں نے منہال[۴] سے اُوں نے عباد[۵] بن عبداللہ اسدی سے اُوں نے حضرت علی(ع) سے مرفوعاً روایت کرکے لکھا ہے۔ اس سلسلہ اسناد کے کل کے کل راوی مخالف

---

۱ - امام بخاری و مسلم دونوں نے اس کی حدیث سے احتجاج کیا ہے ۔ شعبہ نے امام بخاری و امام مسلم دونوں کی صحت میں ا ود سے روایت کر کے حدیث بیان کر و پہنا اور عبدالعزیز بن ابی سلمہ نے امام بخاری و ان سے روایت کر و اور زہیر بن معاویہ اور حماد بن سلمہ نے امام مسلم و ان سے روایت کر و پہنا۔ صحیح بخاری میں محمد بن حاتم بزیع کی ان سے روایت کی وئی حدیث موجود ہے اور صحیح مسلم میں ہارون بن عبداللہاور ۔اقد اور ابن ابی شیبہ اور ابو زہیر کی ان سے روایت کردہ حدیثیں موجود ہیں۔

۲ - امام مسلم نے ان حدیثوں سے اپنے صحیح مسلم میں احتجاج کیا ہے جیسا کہ ہم نے ف ۱۳۴ رپ ان کا تذکرہ کے ضمن میں وضاحت کی ہے۔

۳ - ان سے امام بخاری و مسلم دونوں نے اپنے اپنے صحیح میں احتجاج کیا ہے جیسا کہ ہم نے ف ۱۳۴ پر وضاحت کی ہے۔

۴- امام بخاری نے ان سے احتجاج کیا ہے ملاحظہ و ف ۱۲۶۔

۵ - ان کا سلسلہ نسب یہ ہے عباد بن عبداللہ بن زبیر بن عوام قرشی اسدی۔ ان سے بخاری و مسلم دونوں نے اپنے اپنے صحیح میں احتجاج کیا ہے۔ اُوں نے ابوبکر کی دونوں صاحبزادیوں عائشہ اور اسماء سے حدیثیں سنیں۔ صحیح بخاری و مسلم میں ان سے ابی ملیکہ اور محمد بن جعفر بن زبیر اور ہشام و عروہ کی روایت کردہ حدیثیں موجود ہیں۔

کے ذریعے حجر ہیں اور یہ تمام کے تمام رجال صحابہ ہیں۔ چنانچہ علامہ قیسرانی نے اپنی کتاب الجمع بین رجال الصحیحین میں ان کا ذکر کیا ہے۔ لہذا اس حدیث کو صحیح ماننے کے واوئی چارہ کار ہی نہیں۔ اس کے علاوہ یہ حدیث صرف اسی طریقہ وسلسلہ اسناد سے نہیں بلکہ اور بھی بہ شمار طریقوں سے مروی ہے اور ہر طریقہ دوسرے طریقہ کا موید ہے۔

نص سے کیوں اعراض کیا؟

اور شیخین یعنی بخاری و مسلم نے اس لیے اس روایت کو اپنی کتاب میں جگہ نہیں دی کہ یہ روایت مسئلہ خلافت میں ان کی ہمنوائی نہیں کرتی تھی ان کے منشاء کے خلاف تھی اسی وجہ سے انہوں نے اس حدیث نیز دیگر بہتیری ایسی حدیثوں سے جو امیر المومنین(ع) کی خلافت پر صریحی نص تھیں صرف نظر کیا اور اپنی کتاب میں درج نہ کیا۔ وہ ڈرتے تھے کہ یہ شیعوں کے لیے استدلال کا کام دیں گی لہذا انہوں نے جان بوجھ کر اس کو پوشیدہ رکھا۔

بخاری و مسلم ہی نہیں بلکہ بہتیرے شیوخ اہل سنت کا وتیرہ یہی تھا۔ اس قسم کی ہر چیز کو وہ چھپانا ہی بہتر سمجھتے تھے۔ ان کا یہ کتمان وئی ڈھکی چھپی بات نہیں بلکہ ان کی یہ پرانی اور مشہور عادت ہے چنانچہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں علماء سے نقل بھی کیا ہے، امام بخاری نے بھی اس مطلب میں ایک خاص باب وارقام دیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری[1] حصہ اول کتاب العلم میں انہوں نے یہ عنوان قائم کیا ہے :

"باب من خص بالعلم قوما دون قوم۔"

---

۱ - ص ۱۵۔

”: باب بیان میں اس کےجو ایک قوم و مخصوص کر کے علم تعلیم کرے اور دوسرے و نہیں۔“

امیرالمومنین(ع) کےمتعلق امام بخاری و روش اور آپ کے اتھ نیز جملہ اہل بیت(ع) کے اتھ ان کے سلوک سے جو واقف ہے اور یہ جانتا ہے کہ ان کا قلم امیرالمومنین (ع) واہل بیت(ع) کی شان میں ارشادات و نصوص پیغمبر(ص) کے بیان سے رکا رہتا ہے اور ان کے خصائص و فضائل بیان کر وقت ان کے دوات کی روشنائی خشک وجاتی ہے۔ اس لیے امام بخاری کس اس حدیث یا اس جیسی دیگر حدیثوں کے ذکر سے گریز کرنے پر تعجب نہ ونا چاہیے۔

ش

مکتوب نمبر ۱۲

حدیث کی صحت کا اقرار

چونکہ دعوت عشیرہ والی حدیث حدِ تواتر کو نہیں پہنچتی اس لیے اس سے استدلال صحیح نہیں یا وہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مخصوص قسم کی خلافت ثابت ہوتی ہے۔

آپ کے ارشاد کے موجب میں نے مسند احمد بن حنبل جلد اول کے صفحہ ۱۱۱ پر اس حدیث کو دیکھا جن رجال سے یہ حدیث مروی ہے ان کی چھان بین کی۔ آپ کے کہنے کے مطابق وہ سب کے سب ثقات اہل سنت نکلے۔ پھر میں نے اس حدیث کے دوسرے تمام طریق کو بغائر نظر مطالعہ کیا۔ بے شمار و بے اندازہ طریقے نظر آئے۔ ہر طریقہ دوسرے طریقہ کا مؤید ہے۔ مجھے ماننا پڑا کہ یقیناً یہ

حدیث پایہ ثبوت وَ پہنچی وئی ہے۔ اس کے ثابت و مسلم ونے سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

البتہ کیا ۔ بات ہے آپ لوگ اثبات امت میں اس حدیث صحیح سے استدلال کر ہیں جو متواترَ بھی و کیونکہ امت آپ کے دیک اصول دین سے ہے اور یہ حدیث جو آپ نے پیش فرمائی ہے اس کے متعلق یہ کہنا غیر ممکن ہے کہ یہ رتواتر تکَ پہنچی وئی اور ج حد رتواتر تکَ پہنچی وئی نہیں ہے۔ تو اس سے آپ لوگ استدلالَ بھی نہیں کرسکتے ۔

یہ حدیث منسوخ ہوگئی تھی

یہَ بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ حدیث صرف یہ بتاتی ہے کہ حضرت علی(ع) رسول(ص) کے جانشین تو تھے مگر خاص کر اہلبیت (ع) پیغمبر(ص) میں جانشین تھے۔ لہذا تمام مسلمانوں کا خلیفہ ونا کہاں ثابت ہوتا ہے ؟ اس حدیث سے خلافت امہ کہاں ثابت وتی ہے۔

یہَ بھی کہلا جتا ہے کہ یہ حدیث منسوخ وگئی تھی اس لیے کہ آنحضرت(ص) نے اس حدیث کے مفاد کی طرف کبھی توجہ نہ کی اسی وجہ سے صحابہ و خلفاء ثلاثہ کی بیعت میں وئی انعقاد نظر یا۔

س

جواب مکتوب

اس حدیث سے استدلال کرنے کی وجہ

حضرات اہلبیت امت کے اثبات میں ہر حدیث صحیح سے استدلال

کر ہیں خواہ کر ہیں خواہ وہ متواتر ۔ یا غیر متواتر ۔ لہذا خود حضرات اہل بیت جس چیز کو حجت سمجھتے ہیں ہم اسی چیز کو ان پر بطور حجت پیش کر ہیں۔ جس چیز کو وہ خود مانتے ہیں ہم اسی سے انھیں قائل کر ہیں۔

رہ گیا یہ کہ ہم جو اس حدیث سے امامت پر استدلال کر ہیں تو اسکی وجہ ظاہر ہے کیونکہ یہ حدیث ہم لوگوں کے طریق سے صرف صحیح ہی نہیں بلکہ حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہے۔

مخصوص خلافت کو کوئی بھی قائل نہیں

یہ دعوی کرنا کہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ حضرت علی(ع) خاص کر اہلبیت(ع) میں جانشین پیغمبر(ص) تھے مہمل ہے کیونکہ جو شخص اہل بیت(ع) رسول(ص) میں حضرت علی(ع) کو جانشین رسول(ص) سمجھتا ہے وہ امت مسلمین میں بھی جانشین سمجھتا ہے اور جو امت مسلمین میں جانشین رسول(ص) نہیں مانتا وہ اہل بیت(ع) میں بھی نہیں مانتا۔ آج تک بس یہ دو ہی قسم کے لوگ نظر آئے ۔ آپ نے یہ فرق کہاں سے اپنایا یا جس کا آج تک کوئی قائل نہیں ۔ یہ تو جیسے قسم کا فیصلہ ہے جو اجماع مسلمین کے خلاف ہے۔

حدیث کا منسوخ ہونا ناممکن ہے

یہ کہنا کہ یہ حدیث منسوخ ہوچکی تھی یہ بھی غلط ہے کیونکہ اس کا منسوخ ہونا عقلا و شرعا دونوں جہتوں سے محال ہے کیونکہ وقت آنے کے پہلے ہی کسی حکم کا منسوخ ہونا بداہتا باطل ہے۔ اس کے علاوہ اس حدیث کو منسوخ کرنے والی آپ کے خیال کس روایت سے زیادہ سے زیادہ ایک چیز ثابت ہوتی ہے اور

وہ یہ کہ رسول اللہ(ص) نے حافظِ حدیث کی طرفَ پھر توجہ نہ کیَ پھر ادہ نہ کیا۔ مگر یہَ بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ رسول(ص) نے مفاد حدیث سے کبھی بے توجہی نہیں کی۔ بلکہ اس حدیث کے ارشاد فرمانے کے بعدَ بھی وضاحت کر رہے۔ کھلے لفظوں میں، بھرے مجمع میں، سفر میں، حضر میں، ہر موقع ہر محل ہر صراحتہ اعلان فرما رہے۔

اور یہ انَ بھی لیا جا کہ آپ صرف دعوت عشیرہ ں کے موقع پر حضرت علی(ع) و اپنا جانشین فرما کے رہ گئے پھر کبھی اس کی وضاحت نہیں کی تہ َ بھی یہ سے معلوم کہ رسول(ص) نے بعد میں مفاد حدیث ؟؟؟؟؟ کیا آگے چل کر آپ کا خیال بدل گیا اپنے قول سے پلٹ گیا۔

'' إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلاَّ الظَّنَّ وَ ما تَهْوَى الْأَنْفُسُ وَ لَقَدْ جاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدى''(نجم، ۲۳)

'' وہ صرف گمان اور خواہش نفس کی پیروی کر ہیں حالانکہ ان کے پروردگار کا جانب سے ہدایت آچکی ہے۔''

ش

مکتوب ۱۳

میں نے ان نصوص کے آسمانے پر اپنی پیشانی ج کا دی۔ کچھ اور مزید ثبوت۔ خدا آپ کا بھلا کرے۔

س

وجب ِ مکتوب

حضرت علی(ع) ی دس(۱۰)ہی فضیلتیں جس میں ی کوئی یَ بھی کسی دوسرے کو حاصل نہیں اور جس ے آپ(ع) ی خ فت ی صراحت ہور ی ہے۔

دعوت ذوالعشیرہ والی حدیث کے علاوہ یہ دوسری حدیث ملاحظہ ملاحظہ کیجیے ہے امام احمد بن حنبل نے اپنی م ر کیَ پہلی جلد فحہ ۳۳۰ پر ، امام نسائی نے

ی پنکہ تاب خصائ علویہ کے فر ۶ پر ، امام حاکم نے اپنے صحیح مستدرک کی تیسری جلد کے فر ۱۲۳ پر ، علامہ ذہبی نے اپنی تلخیص مستدرک میں اس حدیث کی صحت کا اعتراف کر و نیز دیگار باب حدیث نے ایسے طریقوں سے جن کی صحت پر اہل سنت کا اجماع و اتفاق ہے نقل کیا ہے۔

عمرو بن میمون سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں ابن عباس کے پاس بیٹھا وا تھا اتنے میں ان کے پاس ۹ سرداران قبائل آ ۔ انوں نے ابن عباس سے کہا کہ یا تو آپ ہمارے اتھ اٹھ چلیئے یا اپنے پاس کے بیٹھے و لوگوں و ہٹا کر ہم سے تخلیہ میں گفتگو کیجیے۔

ابن عباس نے کہا ۔ میں آپ لوگوں کے اتھ خود ی چلا چلتا وں۔ ابن عباس کی بینائی چشم اس وقت ۔ باقی تھی۔ ابن عباس نے ان سے کہا:

'' کہیے کیا کہنا ہے؟''

گفتگو ونے لگی ۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ کیا گفتگو وئی۔ ابن عباس وہاں سے دامن جھٹکتے و آ ۔ کہنے لگے:

'' وا و۔ یہ لوگ ایسے شخص کے متعلق بدکلامی کر ہیں جسکی دس سے زیادہ ایسی فضیلتیں ہیں جو کسی دوسرے و نصیب نہیں۔ یہ لوگ بدکلامی کر ہیں ایسے شخص کے متعلق جس کے بارے میں رسول(ص) نے افرمایا :

''لأبعثنّ رجلا لا يخزيه اللّه أبدا، يحبّ اللّه و رسوله، و يحبّه اللّه و رسوله»، فاستشرف لها من استشرف فقال: «أين عليّ؟»، فجاء و هو أرمد لا يكاد أن يبصر، فنفث في عينيه،

ثمّ هزّ الراية ثلاثة، فأعطاها إيّاه، فجاء عليّ بصفيّة بنت حيي. قال ابن عباس: ثمّ بعث رسول اللّه (صلّى اللّه عليه و آله و سلّم) فلانا بسورة التوبة، فبعث عليّا خلفه، فأخذها منه، و قال: «لا يذهب بها إلّا رجل منّي و أنا منه»، قال ابن عباس: و قال النبيّ لبني عمّه: «أيّكم يواليني في الدنيا و الآخرة»، قال:- و عليّ جالس معه- فأبوا، فقال عليّ: أنا أوالئك في الدنيا و الآخرة، فقال لعليّ: «أنت وليّي في الدنيا و الآخرة». قال ابن عباس: و كان عليّ أوّل من آمن من الناس بعد خديجة. قال: و أخذ رسول اللّه (صلّى اللّه عليه و آله و سلّم) ثوبه فوضعه على عليّ و فاطمة و حسن و حسين، و قال: إِنَّمٰا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً. قال: و شرى عليّ نفسه فلبس ثوب النبيّ، ثمّ نام مكانه، و كان المشركون يرمونه .. [إلى أن قال:] و خرج رسول اللّه في غزوة تبوك، و خرج الناس معه،

فقال له عليّ: أخرج معك؟ فقال (صلّى اللّه عليه و آله و سلّم): «لا»، فبكى عليّ، فقال له رسول اللّه (صلّى اللّه عليه و آله و سلّم): «أما ترضى أن تكون منّي بمنزلة هارون من موسى إلّا أنّه لا نبي بعدي، إنّه لا ينبغي أن أذهب إلّا و أنت خليفتي». و قال له رسول اللّه: «أنت وليّ كلّ مؤمن بعدي و مؤمنة». قال ابن عباس: و سدّ رسول اللّه أبواب المسجد غير باب عليّ، فكانيدخل المسجد جنبا و هو طريقه ليس له طريق غيره، و قال رسول اللّه (صلّى اللّه عليه و آله و سلّم): «من كنت مولاه فإنّ مولاه عليّ.» الحديث.“

” میں ایسے شخص وَ بھیجوں گا جسے خدا کبھی ناکام نہ کرے گا۔ وہ شخص خدا و رسول(ص) کو دوست رکھتا ہے اور خدا و رسول(ص) اسے دوست رکھتے ہیں۔کس کس کے دل میں اس فضیلت کی تمنا پیدا نہ ہوئی مگر رسول(ص) نے ایک کی تمنا خاک میں ملا دی اور صبح ہوئی دیکھا کہ علی(ع) کہاں ہیں؟ حضرت علی(ع) تشریف لا حالانکہ وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ دیکھ نہیں پا تھے۔ رسول(ص) نے ان کی آنکھیں کھولیں، پھر تین مرتبہ علم و حرکت دی اور حضرت علی(ع) کسی ہاتھوں میں اٹھا یا۔ حضرت علی(ع) جنگ فتح کر کے مرحبا و اسر کر اور اس کی گردن میں طوق ڈال کر خدمت رسول(ص) میں کھینچ لائے پھر

ر ول اللہ(ص) نے ایک ؛ رگ و ورہ توبہ دے رکر رواہ۔ کیا۔ ان کے بعد پیچھے ورا ں حضرت علی(ع) -و رواہ۔-ر کیا اور حضرت علی(ع) نے راستہ ں میں ان سے ورہ لے لیا کیونکہ ر ول(ص) کا حکم تھا کہ یہ ورہ بس و ں شخص ؑ پہنچا سکتا ہے جو مجھ سے ہے اورمیں اس سے وں۔ اور ر ول(ص) نے اپنے رشتہ داروں، قرابت مندوں سے کہا کہ تم میں ون ایسا ہے جو دنیا و آخرت میں میرا اتھ دے۔ میرے کام آ ۔ حضرت علی(ع) نے کہا میں اس خدمت و انجام دوں گا۔ میں دین و دنیا میں آپ کی خدمت کروں گا۔ آپ(ص) نے افر یا ۔ اے علی(ع) ! دین و دنیا دونوں میں تم ں میرے ولی و۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ ر ول اللہ(ص) نے حضرت علی(ع) و بٹھا کے ؑ پھر لوگوں سے مخا۔ بات دہرائی اور پوچھا کہ۔ تم میں ون شخص ہے جو میرا مددگار و دنیا میں اور آخرت میں۔ ب نے انکار کیا صرف ایک حضرت علی(ع) ں تھے جنہوں نے کہا کہ۔ میں آپ کی مدد و نصرت کروں گا دین و دنیا دونوں میں یا ر ول اللہ(ص) ر ول اللہ(ص) نے افر یا کہ علی(ع) تم ں میرے ولی و دنیا میں ؑ بھی اور آخرت میں ؑ بھی۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ علی(ع) ؑ پہلے وہ شخص ہیں جو جناب خدیجہ۔ کے بعد ر ول(ص) پہ یمان لا ۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ۔ ر ول اللہ(ص) نے اپنی ردا لی اور اسے علی(ع) وفاطمہ(س) و حسن(ع) و حسین(ع) و اڈھیا اور اس آیت کی تلاوت کی :

’’ إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً.‘‘

’’ اے اہل بیت(ع) ! خدا بس یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر برائی اور گندگی و اس طرح دور رکھے جیسا کہ دور رکھنا چاہیئے۔‘‘

ابن عباس کہتے ہیں : اور علی(ع) ں نے اپنی جان راہ خدا میں فروخت کی اور ر ول اللہ(ص) کی چادر اوڑھ کر ر ول(ص) کس جگہ پر ورہے۔ در آنحالیکہ مشر ین پتھر بر ارہے تھے۔

اسی سلسلہ کلام میں ابن عباس کہتے ہیں: کہ پیغمبر جنگ تبوک کے ارادے سے نکلے۔ لوگ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ حضرت علی(ع) نے پوچھا: یا ر ول اللہ(ص) ! میں بر کاب ر وں گا؟ آپ نے افر یا : نہیں ، تم نہیں ر وگے۔ اس پر حضرت علی(ع) آبدیدہ وگئے تو آپ نے افر یا : کہ یا علی (ع) ! تم اسے پ ند نہیں کر کہ تم میرے لیے وسیے ں یو جیسے موسی(ع) کے لیے ہارون تھے۔ البتہ میرے بعد نبوت کا سلسلہ بند ہے۔ جنگ میں میرا جانا بس اسی صورت میں ممکن ہے کہ میں تمھیں اپنا قائم مقام چھوڑ کے جاؤں۔

نیز حضرت رسول کائنات(ص) نے حضرت علی(ع) سے افر یا: کہ اے علی(ع) ! میرے بعد تم ہر مومن و مومنہ کے ولی و۔ ابن عباس کہتے ہیں: کہ ر ول اللہ(ص) نے مسجد کی طرف ب کے دروازے بند کرادیے بس صرف علی(ع) کا دروازہ کھلا رکھا اور حضرت علی(ع) جنب کی حالت میں بھی مسجد

سے ر جا تھے۔ و ں ایک راستہ تھا دوسرا وئی راستہ ں ہ۔ تھا۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ ر ول اللہ (ص) نے یہ َ بھی ارشاد افر یا کہ: میں جس کا مولا وں علی(ع) اس کے مولا ہیں۔''

اس حدیث میں من ک ت مولاہ و ام حاکم نقل کرنے کے بعد تحریر فرا ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے ا ر چہ شیخین بخاری و مسلم نے اس نہج سے ذکر نہیں کیا۔

علامہ ذہبی نے َ بھی تلخیص مستدرک میں اس حدیث و نقل کیا ہے اور نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

اس حدیث سے ثبوت خ فت امیرامو منین(ع)

اس عظیم الشان حدیث میں امیرا ومنین(ع) کے ولی عہد ر ول(ص) اور بعد رحلت رسول کائنات خلیفہ و جانشین ونے کے بعد جو قطعی دلائل اور روشن براہین ہیں وہ آپ کی نگا وں سے مخفی ہ۔ وں گے۔ ملاحظہ فرا ہیں آپ اندازہ پیغمبر(ص) کا کہ۔ حضرت علی(ع) و دنیا و آخرت میں اپنا ولی قرار دیتے ہیں۔ اپنے تمام رشتے داروں، قرابت داروں میں بس علی(ع) ں و اس اہم منصب کے لیے منتخب فرا ہیں۔ دوسرے موقع پر حضرت علی(ع) و وہ منز ت و خصوصیت ع ا فرا ہیں جو جناب ہارون و جناب موسی(ع) سے تھی۔ جتنے مراتب و خصوصیات جناب ہارون و جناب موسی(ع) سے حاصل تھے۔ وہ ب کے ب حضرت علی(ع) و مرحمت فرا جا ہیں وا درجہ نبوت کے ۔ نبوت و مستثنی کرنا دلیل ہے کہ نبوت و چھوڑ کر جتنے خصوصیات

جناب ہارون و حاصل تھے وہ ایک ایک کر کے حضرت علی(ع) کی ذات میں مجتمع تھے۔

آپ اس سے بھی بے خبر نہ ہوں گے کہ جناب ہارون و منجملہ دیگر خصوصیات کے ب سے بڑی خصوصیت جو جناب موسی(ع) سے تھی وہ یہ کہ جناب ہارون جناب موسی(ع) کے وزیر تھے۔ آپ کے قوت ۔ بازو تھے۔ آپ کے شریک معاملہ تھے اور آپ کی غیبت میں آپ کے قائم مقام ، جانشین و خلیفہ وا کر اور جس طرح جناب موسی(ع) کی اطاعت تمام امت پر فرض تھی اسی طرح جناب ہارون کی اطاعت بھی تمام امت پر واجب و لازم تھی اس کے ثبوت میں آیات ملاحظہ فرمایئے:

خداوند عالم نے جناب موسی(ع) کی دعا کلام مجید میں نقل فرمائی ۔ جناب موسی نے دعا کی تھی۔

''وَ اجْعَل لِّی وَزِیرًا مِّنْ أَهْلِی هَارُونَ أَخِی اشْدُدْ بِهِ أَزْرِی وَ أَشْرِكْهُ فِی أَمْرِی''

'' معبود میرے گھر والوں میں سے ہارون و میرا وزیر بنا ان سے میری کمر مضبوط کر اور انھیں میرے کار نبوت میں شریک بنا۔''

دوسرے موقع پر جناب موسی (ع) کا قول خداوند عالم نے قرآن میں نقل کیا ہے:

''اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي وَ أَصْلِحْ وَ لا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ''(اعراف، ۱۴۲)

'' اے ہارون تم میری امت میں میرے جانشین رہو،

ے بھلائی ں پیش نظر رہے اور فساد کرنے والوں کی پیروی نہ کرنا۔"

تیسری جگہ ارشادِ خداوند ام ہے:

" قالَ قَدْ أُوتيتَ سُؤْلَكَ يا مُوسى" (، ٣٦)

" اے موسیٰ(ع) ! تمھاری التجائیں منظور کی گئیں۔"

لہذا جس طرح جناب ہارون جناب موسیٰ(ع) کے وزیر تھےت ِ ، بازو تھے ، شریک کار ِ ر ا ت تھے، خلیفہ و جانشین تھے اسی طرح امیرالمومنین(ع)ؑ بھی ارشاد پیغمبر(ص) کی بنا پر پیغمبر(ص) کے وزیر تھے، امت میں پیغمبر(ص) کے جانشین تھے، کار ر ا ت میں شریک زتھےیادہ سے زیادہ یہ کہ ب ، باتیں بر سبیل فرض نہ تھیں بلکہ بلحاظ خلافت حاصل تھیں) اور تمام امت سے افضل تھے اور آنحضرت(ص) کی حیات و موت دونوں حالتوں میں بہ نسبت تمام امت کے آپسے زیادہ خصوصیت رکھنے وا لے تھے اور جس طرح جناب موسیٰ(ع) کی امت پر جناب ہارون کی اطاعت فرض تھی اسی طرح تمام امت اسلامیہ پر حضرت علی(ع) کی اطاعتؑ بھی لازم تھی۔

ہر سننے والا حدیث منزلت و سن کر یہی سمجھتا ہے اور سننے کے بعد اس کے ذہن میں یہ باتیں آتی ہیں اور انھیں باتوں کے مقصود ونے میں کسی قسم کا شک نہیں ہوتا۔ خود رسول اللہ(ص) نےؐ بھی اچھی طرح وضاحت فرمادی اور کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رکھی۔ آپ کا یہ فرمانا کہ :

" انه لا ينبغى ان اذهب الا و انت خليفتى"

" میرا قدم باہر نکالنا مناسب نہیں جب تک تمھیں اپنی جگہ پر قائم مقام نہ چھوڑ جاؤں"

صریح ن ہے کہ حضرت علی(ع) ں خلیفہ ر ول تھے۔ بلکہ اس سے بھی کچھ بڑھ کر روشن وضاحت ہے اس امر کی کہ ر آنحضرت علی(ع) و اپنا خلیفہ ہنا ا بغیر چلے جا وتہ نا ہنا ب فعل کے مرتکب و ۔

ر ول (ص) کا یہ ارشاد کہ میرے لیے یہ ہنا ب ں نہیں کہ بغیر تمھیں اپنا خلیفہ ہنا و چلا جاؤں تیلا ہتا ہے کہ ر ول اللہ(ص) امور تھے۔ آپ و حکیم یا تھا خداوند ام نے کہ علی(ع) و اپنا خلیفہ ہنا اچا جیسا کہ آیہ بلا کی تفسیر دیکھنے سے ثابت وہ تا ہے:

'' یا أَیُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ ما أُنْزِلَ إِلَیْكَ مِنْ رَبِّكَ وَ إِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَما بَلَّغْتَ رِسالَتَهُ '' (ائدہ ، ٦٧)

'' اے ر ول(ص) ! پہنچا دو تم اس حکم و جو تم پہ نازل کیا گیا۔ ار تم نے نہیں پہنچایا تو گویا تم نے کار ِ ر ا ت انجام ں نہیں یا۔''

آیت کے ٹکڑوں و خوب اچھی طرح دیکھیے یا أَیُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ کے بعد یہ دوسرا ٹکڑا وَ إِنْ لَمْ قیامت کا ٹکڑا ہے۔ آیت کے اس ٹکڑے و حدیث ر ول(ص) کے اس جملہ کے اتھ انه لا ینبغی ان اذهب الا و انت خلیفتی سے ملائیے تو معلوم وگا کہ یہ دونوں فقرے ایک ں مطلب کی ترجمانی کر ہیں۔ آیت بھی یہی کہتی ہے کہ ار علی(ع) و خلیفہ نہیں ہنا یا تو گویا کار ر ا ت ں انجام نہیں یا اور ر ول(ص) بھی اقرار کر ہیں کہ میرا بغیر تمھیں خلیفہ ہنا و اچا ہنا ب ں نہیں۔

ابن عباس کی اس حدیث میں ر ول(ص) کا یہ فقرہ بھی ۔ ولیے گا نہیں کہ : اے علی(ع) تم میرے بعد ہر مومن کے ولی و۔ یہ ن صریحی

ہے ۔ کہ ر ول(ص) کے بعد امت کے الک و مختار آپ ں تھے۔ آپ ں ر ول(ص) کے مقرر کردہ حاکم و امیر تھے۔ اور امت ِ اسلام مین ر ول(ص) کے قائم مقام تھے جیسا کہ کمیت (رح) نے کہا ہے :

و نعم ولی الامر بعد ولیه

و منتجع التقوی و نعم المودب

'' ر ول(ص) کے بعد آپ بہترین الک و مختار ِ امور تھے اور تقوی اور بہترین ادب سکھانے والے تھے۔''

ش

مکتوب نمبر ۱۴

حدیث منزلت صحیح بھی ہے اور مشہور بھی لیکن مدقق آمدی نے (جو اصول میں استاد الامتیاز تھے) اس حدیث کے اسناد میں شک ہے اور وہ اس کے طرق میں شک و شبہ کرتے ہیں۔ آپ کے مخالفین آمدی کی رائے درست سمجھیں تو آپ انھیں کیونکر قائل کریں گے؟

س

جواب مکتوب

حدیثِ منزلت صحیح ترین حدیث ہے

آمدی یہ شک کر کے خود اپنے نفس پر ظلم کے مرتکب ہوئے کیونکہ حدیث منزلت تمام احادیث سے صحیح تر اور تمام ثبوتوں سے زیادہ پایہ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے۔

اس ی صحت پر دلائل بھی موجود ہیں

وا آمدی کے آج تک اس کے اسناد میں کسی و کشف نہ وا ۔ نہ اس کے ثابت و مسلم الثبوت ونے میں کسی سو کشائی کی جرائت وئی ۔ علامہ ذہبی جیسے متعصب تک نے تلخیص مستدرک میں اس کے صحت کی صراحت کی ہے۔[1] اور ابن حجر ایسے دشمن شیع شخص نے صواعق محرقہ کے فہ ۲۹ پر اس حدیث و ذکر کیا ہے اور اس کی صحت کے متعلق ان ائمہ حدیث کے اقوال درج کیے ہیں جو فن حدیث میں حضرات اہل سنت کے ملجا و اوی سمجھے جا ہیں[2]۔ اور یہ حدیث ایسی ی ثابت و ناقابل انکار نہ وتی تو امام بخاری ایسا شخص کبھی اپنی صحیح بخاری میں ذکر نہ کرتا۔

وہ علمائے اہل سنت جنھوں نے اس حدیث ی روایت ی ہے

امام بخاری کی تو یہ حالت ہے کہ امیرالمومنین(ع) یا اہلبیت(ع) کے فضائل و خصائص کسی حدیث میں دیکھ لیتے ہیں تو اس سو یوں اڑا جا ہیں جیسے رسول(ص) نے افترا یاں نہ وں۔ تو جب امام بخاری تک مجبور وگئے اور صحیح بخاری میں درج کر کے رہے تو اب اس کے متعلق شک وشبہ کرنا زبردستی ہے۔

۱:-آپ اس سے پہلے فہ ۱۹۴ پر ملاحظہ فرا چکے ہیں کہ علامہ ذہبی نے خود اس حدیث کی صحت کی تصریح کی ہے۔

۲:-صواعق محرقہ، فہ ۲۹۔

معاویہ جو دشمنان امیرالمومنین(ع) اور آپ سے بغاوت کرنے والوں کے سرغنہ تھے۔ جنہوں نے امیرالمومنین(ع) سے جنگ کی ۔ بالا منبر آپ کو گالیاں دیں۔ لوگوں کو سب وشتم کرنے پر مجبور کیا لیکن باوجود اتنی بد ترین عداوت کے وہ بھی اس حدیث منزلت سے کار نہ کرسکا اور نہ سعد بن ابی وقاص کو جھٹلانے کی انھیں ہمت ہوئی۔

چنانچہ صحیح مسلم میں یہ روایت موجود ہے کہ:

" جب سعد بن ابی وقاص معاویہ کے پاس[1] آئے اور معاویہ نے ان سے فرمائش کی کہ منبر پر جاکر امیر المومنین(ع) پر لعنت کریں۔۔۔۔۔۔ اور انہوں نے انکار کیا تو معاویہ نے پوچھا کہ آخر وجہ انکار کیا ہے ؟ انہوں نے جواب دیا کہ رسول(ص) نے علی(ع) کے متعلق تین باتیں ایسی کہی ہیں کہ جب تک وہ یاد رہیں گی میں ہرگز انھیں سب وشتم نہیں کرسکتا۔ اور ان تین باتوں سے کوئی بات بھی مجھے نصیب ہوتی تو وہ سرخ اونٹوں کی ارزش سے زیادہ میرے لیے محبوب ہوتی ۔ میں نے خود رسول اللہ(ص) سے علی(ع) سے کہتے سنا ہے جب کہ آپ کسی غزوہ میں تشریف لے جارہے تھے اور حضرت علی(ع) کو اپنی جگہ چھوڑے جارہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تمہیں مجھ سے وہی منزلت ہے جو موسی (ع) سے ہارون کو تھی۔ سوا اس کے کہ باب نبوت

---

۱ - صحیح مسلم، جلد۲، صفحہ ۳۲۴ باب فضائل علی(ع)

میرے بعد بہتر ہے[1]۔"

معاویہ کے لئے بہت آسان تھا کہ جھٹلا دیتے سعد سے، کہہ دیتے کہ نہیں، رسول(ص) نے ایسا فرمایا ہی نہیں ہے۔ لیکن یہ حدیث ان کے نزدیک بھی اس قدر ثابت و مسلم تھی کہ اس کے متعلق چوں چرا کی گنجائش ہی نہیں پائی۔ انہوں نے بہتری اسی میں دیکھی کہ خاموش ہوجائیں۔ سعد سے مجبور نہ کریں۔

اس سے بڑھ کر مزے کی بات سناؤں آپ کو۔ معاویہ نے خود اس حدیث منزلت کی روایت کی ہے۔ ابن حجر صواعق محرقہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"امام احمد حنبل نے روایت کی ہے کہ کسی شخص نے معاویہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا۔ معاویہ نے کہا کہ اسے علی(ع) سے پوچھو۔ اس شخص نے کہا[2] آپ کا جواب مجھے علی(ع) کے جواب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ معاویہ نے جھلا کر کہا کہ یہ بدترین بات تمہارے منہ سے سن رہا ہوں۔ تم اس شخص سے کراہت ظاہر کررہے ہو جسے رسول اللہ(ص) نے علم یوں پڑھایا ہے جس طرح طائر اپنے بچے کو دانہ پڑھاتا ہے۔ اور جس کے متعلق

---

[1] - امام حاکم نے بھی اس حدیث کو مستدرک جلد۳، صفحہ۱۰۹ پر درج کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کے شرائط کے معیار پر بھی صحیح اور علامہ ذہبی نے بھی تلخیص مستدرک میں اس حدیث کو درج کیا ہے اور اعتراف کیا ہے کہ یہ حدیث امام مسلم کے معیار پر صحیح ہے۔

[2] - صواعق محرقہ باب ۱۱ صفحہ ۱۰۷

یہ ارشاد و افخر یا کہ تمھیں مجھ سے وں نسبت حاصل ہے جو موسی(ع) سے ہارون و تھی وا اس کے کہ میرے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہے۔ اور حضرت عمر و ج کسی معاملہ میں پیچیدگی در پیش آتی تھی تو انھیں کی طرف رجوع کر [1]۔۔۔الخ ''

مختصر یہ کہ حدیثِ منز ت تنِ ثابت و مسلم ہے جس کے ثبوت میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ں نہیں۔ تمام مسلمان خواہ وہ کسی فرقہ یا جماعت سے تعلق رکھتے وں اس حدیث کی صت پر اجماع و اتفاق کیے بیٹھے ہیں۔

اس حدیث منز ت و صاح الجمع ا حاح الرتنے ۔ باب مناقب علی میں اور صاح الجمع بین ا حیحین نے باب فضائل اور غزوہ تبوک کے تذکرہ میں ذکر کیا ہے۔

صحیح بخاری میں غزوہ تبوک[2] کے سلسلہ میں موجود ہے۔

صحیح مسلم میں فضائل علی(ع) کے ضمن[3] میں مذ ورہ ہے۔

سنن ابن اجہ[4] میں اصحاب نبی(ص) کے فضائل کے ضمن میں موجود ہے۔

---

[1] - علامہ ابن حجر فرا ہیں کہ بعض لوگوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ معاویہ نے اس شخص سے یہ بھی کہا کہ کہاں سے چلے جاؤ۔ خدا تمھارے پیروں و اکھاڑ ے۔ کرے اور اس شخص کا نام دفتر سے کاٹ یا اور بھی ہتک آ۔ ہیں علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ ۱۰۷ پر نقل کی ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ علامہ احمد بن حنبل کے علاوہ محدثین کی ایک اچھی خاصی جماعت نے بسلسلہ اسناد معاویہ سے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ امام احمد ں تنہا معاویہ سے روایت کرنے والے نہیں۔

[2] - جلد ۳ ص۵۸

[3] - جلد ۲ ص۳۲۳

[4] - جلد اول ص۲۸، جلد ۳ ص۱۰۹ اس کے علاوہ اور بھی مقامات پر امام مذ ور نے اس حدیث و ذکر کیا ہے جیسا کہ چھان بین کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔

مستدرک امام حاکم میں[1] باب فضائل کے تحت موجود ہے۔

اور امام احمد[2] نے اپنی مسند میں سعد کی روایت سے بکثرت طریق سے روایت کی ہے نیز اسی مسند میں امام موصوف نے مندرجہ ذیل حضرات میں سے ہر ایک کی حدیث میں ذکر کیا ہے۔

ابن عباس[3] ، اسماء بن عمیس[4] ، ابوسعید خدری[5]، معاویہ بن ابی سفیان[6] اور دیگر صحابہ کی ایک جماعت سے روایت کیا ہے۔

طبرانی نے اسماء بنت عمیس ، ام سلمہ، جبیش بن جنادہ، ابن عمر، ابن عباس ، جابر بن سمرہ، زید بن ارقم، براء بن عازب اور علی بن ابی طالب (ع)[7] وغیرہ ہم سے ہر ہر شخص کی حدیث میں روایت کی ہے۔

ابن مردویہ[8] نے اپنی مستدرک میں روایت کی ہے۔

---

[1] - مسند احمد جلد اول ص۱۷۳، ص۱۷۵، ۱۷۷، ۱۷۹، ۱۸۲، ۱۸۵۔

[2] - مسند ج ۱، ص۲۳۱۔

[3] - مسند ج ۶ ، ص۴۶۹، ص۴۳۸

[4] - مسند ج۳، ص۳۲

[5] - جیسا کہ ہمنے اس کتاب کے شروع میں صواعق محرقہ باب ۱۱ ص ۱۰۸ سے نقل کیا ہے۔

[6] - صواعق محرقہ باب۹ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں بسلسلہ حالات امیرالمومنین(ع) نقل کیا ہے کہ طبرانی نے اس حدیث کو ان تمام اشخاص سے نقل کیا ہے سیوطی نے کتاب میں نام اسماء بنت عمیس زیادہ کرنے کے لکھا ہے۔

[7] - تاریخ الخلفاء ص۶۵ حالات امیرالمومنین(ع)۔

[8] - کنز العمال جلد۶ ص۱۵۲، کی حدیث ۲۵۰۴۔

ترمذی نے اپنی صحیح میں ابو سعید خدری کی حدیث میں لکھا ہے۔

ابن عبدالبر نے استیعاب میں بسلسلہ حالات امیرالمومنین(ع) اس حدیث و ذکر کیا ہے اور ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ خود ان کے الفاظ ہیں :

'' وهو من اثبت الآثار و اصحها ، رواه عن النبی سعد بن ابی وقاص''

'' یہ حدیث تمام احادیث پیغمبر(ص) میں سے زیادہ ثابت و مسلم اور ہر ایک سے صحیح تر ہے، اس حدیث و سعد بن ابی وقاص نے پیغمبر(ص) سے روایت کیا ہے۔''

پھر فرماتے ہیں کہ:

'' سعد کی حدیث بکثرت طریقوں سے مروی ہے جسے ابن ابی خیثمہ و غیرہ نے لکھا ہے۔''

آگے جل کر تحریر فرماتے ہیں :

'' اس حدیث کی روایت ابن عباس نے کی ہے، ابو سعید خدری نے کی ہے ، ام سلمہ (رض) نے کی ہے، اسماء بنت عمیس نے کی ہے۔ جابر بن عبداللہ نے کی۔ ان کے علاوہ ایک پوری جماعت اصحاب ہے جس نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ جن کے ذکر میں طول ہوگا۔''

علماء محدثین اور اہل سیر و اخبار نے جس جس نے غزوہ تبوک کا ذکر کیا ہے انہوں نے اس حدیث کو بھی ضرور لکھا ہے اور جس جس نےحضرت علی(ع) کے حالات و تواریخ مرتب کیے ہیں خواہ وہ کسی فرقہ و جماعت کے ہوں متقدمین و متاخرین سب نے اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔

اور مناقب اہل بیت(ع) و فضائل صحابہ میں جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں سبھی میں یہ حدیث موجود ہے۔ مختصر یہ کہ حدیثِ منزلت وہ حدیث ہے کہ خلف و سلف سب کے نزدیک ثابت و محقق ہے کسی نے اس کی صحت میں شک نہیں کیا۔

آمدی کے شک کرنے کی وجہ

لہذا جب اس کی اہمیت کی حالت یہ ہے تو آمدی و اس کے اسناد میں شک وتوقف کرے ان کے شک سے کیا ہوتا ہے۔ علم حدیث میں انھیں دخل ہی کیا حاصل تھا؟ طرق و اسناد کے متعلق ان کا حکم لگانا تو بالکل ایسا ہی ہے جیسے عوام کا حکم لگانا جنھیں کسی بات کے سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں ہوتی۔ بات یہ ہے کہ جیسا آپ نے کہا کہ اصول میں انھیں تبحر حاصل تھا تو اسی تبحر نے انھیں اس دلدل میں پھنسایا۔ انھوں نے دیکھا کہ مقتضا اصول یہ حدیث نص صریح ہے۔ امیرالمومنین(ع) کی خلافت پر اصول کے موجب حضرت علی(ع) خلیفہ ہونے کے واقعی اچھا کار ہی باقی نہیں رہتا۔ مفسر کی صورت نہیں لہذا راہ فراریوں نکالی جائے کہ اس حدیث کے اسناد ہی مشکوک قرار دے دیے جائیں کہ اس طرح شاید اس حدیث کے موجب ہونے اور حضرت علی(ع) و خلیفہ رسول(ص) ہونے تسلیم کرنے کی سبیل پیدا ہو۔

ش

مکتوب نمبر ۱۵

بیانِ حدیث کی صحت کا اقرار

اس حدیثِ منزلت کے ثبوت میں جو کچھ آپ نے فرمایا۔ بالکل صحیح ذکر کیا ہے اس کے مسلم الثبوت ہونے میں مطلقا شک و شبہ کی گنجائش نہیں آمدی نے اس حدیث میں ہیرا پھیری کر کھائی جس سے اس کا بھرم کھل گیا۔معلوم ہو گیا کہ انھیں علم حدیث سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔میں نے ان کے قول کو ذکر کرکے۔اچھا آپ کو ان کے رد کی زحمت دی۔ معافی کا خواہاں ہوں۔

عموم حدیث منزلت میں شک

مجھے خیال ہوتا ہے کہ آمدی کے علاوہ آپ کے دیگر مخالفین اس حدیث

کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ س حدیث منز ت میں ع وم نہیں بلکہ یہ اپنے مورد کے اتھ مخصوص ہے۔ یعنی ر ول(ص) کا حضرت علی(ع) و اپنا جانشین اور اپنی وفات کے بعد تمام مسلمانون میں اپنا خلیفہ اپنا مقصود نہیں تھا بلکہ صرف غ زوہ تبوک کے موقع پر مدینہ سے جتنے دن آپ (ص) ئ رہے اتنے دن ی آپ و جانشین اپنا مقصود تھا۔ جیسا کہ سیاق حدیث سے پتہ چلتا ہے۔ اس لیے کہ یہ حدیث آپ نے اس موقع پر فرائی ہے ۔ ج آپ ازم سفر و اور حضرت علی(ع) و مدینہ میں اپنا قائم مقام بنا کر جانے لگے اور اس پر حضرت علی(ع) نے عرض کیا :

۔ ''یا ر ول اللہ(ص) آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جا ہیں؟''

تو ر ول(ص) نے کہا:

''کیا تمہیں یہ پ ند نہیں کہ تمھیں مجھ سے وہ نسبت ہے جو موسی(ع) سے ہارون و تھی؟ وا اس کے کہ میرے بعد ئی نبی نہیں۔''

اس حدیث کے ثبت ہونے میں ش

و ۔ یا ر ول (ص) یہ کہنا چاہتے تھے کہ جس طرح وہ طور پر جانے کے وقت جناب ہارون جناب موسی(ع) کے جانشین تھے اسی طرح غزوہ تبوک پر جانے کے وقت تم میرے جانشین و۔ لہذا مقصود پیغمبر(ص) کا یہ نکلا کہ میں جتنے دن غزوہ تبوک میں مشغول ر وں تم مسلمانوں میں میرے جانشین و جس طرح جناب موسی کی غیبت اور مناجات کے دنوں میں جناب ہارون جانشین موسی(ع) تھے۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث و ا ر ام انَ بھی

لیا جا ۃ ً بھی یہ حدیث حجت نہیں کیونکہ یہ حدیث مخصوص ہے اور وہ ام جس کی تخصیص کردی جا وہ ۔ باقی میں حجت نہیں وسکتا۔

س

جواب مکتوب

عرب کے اہل زبان عموم حدیث کے قائل ہیں

مخالفین کا یہ کہنا کہ حدیث منزت میں عوم نہیں پایا جاتا۔ اسے ہم اہل زبان اور عرب والوں کے عرف کے فیصلہ پر چوڑ ہیں۔ وہ جو کہیں وں ہم بھی کہتے ہیں۔ آپ خود حجت عرب میں اپنا جواب نہیں رکھتے ۔ آپکی ۔ بات ۔ر رد کس جاسکتی ہے ۔ر آپ کے فیصلہ میں چون و چرا کی گنجائش ہے۔ آپ خود فرمائیں آپ کیا کہتے ہیں؟

آپ اپنی قوم (عرب) کے متعلق فرمائیے کیا انھیں بھی اس کے عوم میں شک وا ؟ نہیں اور ہر نہیں۔ ۔ممن ہے کہ آپ جیسا راہ زبان اسم جنس مضاف کے عوم اور اپنے تمام مصادیق و شامل ونے میں شک کرے۔

ار آپ مجھ سے فرمائیں کہ مختکم انصافی۔ میں نے تمھیں انصاف بخشا۔ تو کیا آپ کا یہ انصاف بعض امور سے متعلق وگا اور بعض امور سے نہیں۔ ایک معاملہ میں میرے اتھ انصاف کیجیے گا اور دوسرے معاملہ میں ۔ انصافی فرمائیے گا؟ یا انصاف ام اور اپنے تمام مصادیق و شامل وگا۔ خدا ۔ر کرے کہ آپ اسے ام ونے کے علاوہ اور کچھ سمجھیں اور وا استغراق کے کچھ سمجھ میں آ ۔ فرض کیجیے کہ

خلیفہ المسلمین ار اپنے حاکم و افسر سے کہیں کہ میں نے لوگوں پر اپنی جگہ تمھیں ۔ بادشاہ ۔ یا مجھے جو منزت حاصل ہوئی ہے وہ تمہاری منزت قرار دی یادر یا میں جو منصب میرا ہے وہ تمھارا منصب مقرر کیا، یا میں نے اپنا ملک تمھارے حوالہ کیا تو کیا یہ سنکر عوم کے علاوہ اور وئی چیز سمجھ میں آ گی اور ار دعوی کرنے والا تخصیص کا دعوی کرے یہ کہے کہ صرف بعض حالات میں معاملات میں اقرار و اختیار یا گیا ہے بعض میں نہیں تو کیا وہ شخص مخالف اور منافقان نہ سمجھا جا گا۔ اور ار وہ اپنے کسی وزیر سے فرمائیں کہ میرے زمانہ سلطنت میں تمھاری وہی منزت رہے گی جو عمر کی منزت تھی ابوبکر کے زمانہ میں بجز اس کے کہ تم صحابی نہیں و تو یہ فقرہ بلحاظ عرف منازل و مراتب کے اتھ مخصوص وگا یا ام سمجھا جا گا۔ میرا تو یہی خیال ہے کہ آپ ام ہی سمجھیں گے اور مجھے تو یقین ہے کہ آپ بھی اس حدیث میں عوم ہی کے قائل وں گے۔ جس طرح مذرہ بالا مثالوں میں عرف و لغت کے قاعدہ پر وا عوم اننے کے وئی دوسری صورت نہیں۔

خصوصا استثنا نبوت کےبعد تو اور بھی عوم اچھی طرح واضح اوجاتا ہےکیونکہ جب رسول نے صرف نبوت و مستثنی کیاوتو ثابت ہوا کہ وا درجہ نبوت کے اور جتنے منازل تھے جناب ہارون کے وہ سب حضرت علی(ع) و حاصل و وئی ایک نہیں چھٹ رہا سوا رسول(ص) صرف نبوت ہی و مستثنی نہ فرما بلکہ جہاں نبوت و مستثنی کیا وہاں دوسری باتوں کا بھی استثنا فرما ۔ آپ خود عرف ہیں۔ عربوں میں رہتے ہیں آپ خود وچیے عربوں سے پوچھیے کہ انکا کیا فیصلہ ہےاس کے متعلق ؟

اس کا ثبوت کہ حدیث کسی مورد کے ساتھ مخصوص نہیں

مخالف کا یہ کہنا کہ یہ حدیث مورد کے اتھ مخصوص ہے دو وجہوں سے

غلط ہے پہلی وجہ یہ ہے کہ حدیث فی نفسہ ام ہے جیسا اوپر میں بیان کرچکا وں لہذا اس کا مورد ا ر اسے ہم خاص تسلیم بھی کر لیں اس و ام ونے سے انع نہیں وسکتا۔کیونکہ مورد وارد کا مخصوص نہیں وا کرتا جیسا کہ طے شدہ مسئلہ ہے۔

دیکھیے ا ر آپ کسی جنب شخص و آیت الکرسی چھو و دیکھیں۔ اور آپ اس سے کہیں کہ محدث (جس میں جنب غیر جنب ب شامل ہیں) آ یات قرآن چھوئے جائ نہیں تو آپ کا یہ اشارہ مورد کے اتھ مخصوص وگا یا آپ کا یہ کہنا ام وگا اور تمام یات قرآن اور ہر محدث و شامل وگا۔ خواہ وہ محدث جنب ہو یا غیر جنب ۔ آیت الکرسی و چھو ۔ یا وگا آ یات و۔ میں تو خیال نہیں کرتا کہ وئی شخص بھی یہ کہے گا کہ یہ حکم صرف جنب کے اتھ مختص ہے۔ہر محدث و شامل نہیں اور صرف آیت الکرسی ں چھونے کی ممانعت ہے دیگر یات کی نہیں ۔ ا ر معالج مریض و کھجور کھا سو دیکھے اور ا سے میٹھا کھانے و منع کرے تو کیا طبیب کی میٹھے سے ممانعت عرف ام میں مورد کے اتھ مخصوص سمجھی جا گی۔ صرف کھجور سے ممانعت سمجھی جا ی گ یا یہ ممانعت ام وگی ۔ اور ہر میٹھے و شامل وگی؟

میرا تو خیال یہ ہے کہ وئی بھی اس کا قائل نہ ہ لے گا جو یہ کہے کہ یہ ممانعت مخصوص ہے مورد کے اتھ، صرف کھجور سے مریض و روکا گیا ہے یہ تو وہ ں کہے گا جسے اصول سے وئی گانہ ہو۔ زہ ان کے قواعد سے ۔ بالکل بے بہرہ و۔ فہم عربی سے دور و اور ہم لوگوں کی دنیا سے اجنبی و۔ لہذا جس طرح ان مثالوں میں مورد کے خاص ونے کی وجہ سے حکم خاص نہیں اسی طرح

حدیثِ منز ت کا مورد ا ر چہ خاص ہُے یعنی آپ نے غزوہ تبوک میں جا وقت افر یا ، لیٰن حکم ہ ام س ہے ۔ حدیث منز ت اور ان مثالوں میں وئی فرق نہیں۔

اس قول ں تردید کہ یہ حدیث جت نہیں

دوسری وجہ بطلان یہ ہے کہ یہ کہنا ں غلط ہے کہ حدیث کا مورد خاص ہےکیونکہ ر ول(ص) نے صرف غزوہ تبوک س کے موقع پر حضرت علی(ع) و مدینہ میں اپنا جانشین بنا و نہیں افر یا کہ تمھیں مجھ سے وں منز ت حاصل ہے جو موسیٰ(ع) سے ہارون ھی ۔ تاکہ مخالف کا یہ کہنا صحیح وکہ صرف غزوہ تبوک ں کے موقع پر حضرت علی(ع) و منز ت ہارونی حاصل وئی اور آپ ر ول(ص) کے جانشین و بلکہ آپ نے اس حدیث و ۔ بارہا مختلف مواقع پر ارشاد افر یا ہے چنانچہ ہمارے یہاں ائمہ اطہرین(ع) سے بکثرت صحیح اور متواتر احادیث مروی ہیں جن سے ثابت ہتا ہے کہ ر ول(ص) نے اور دوسرے مواقع پر بھی اس حدیث و افر یا ہے۔ تحقیق کے خواہ ہمارکی تابوں میں دیکھ سکتے ہیں۔ حضرات اہل بت کے سنن بھی اس کے موئد و شاہد ہیں جیسا کہ ان کی تلاش و جستجو سے معلوم وسکتا ہے لہذا معترض کا یہ کہنا کہ سیاق حدیث دلیل ہے صرف اس کے غزوہ تبوک کے ساتھ مختص وںنے کی۔ ۔ بالکل ں غلطاور ہ قابل اعتنا ہے۔

رہ گیا یہ کہنا کہ وہ ام جن کی تخصیص کردی جا وہ ۔ باقی میں حجت نہیں۔ ۔ بالکل مہمل لو اور صریحی طور پر ۔ باطل ہے۔ اور خاص کر اس حدیث کے متعلق جو ہماری آپ کی موضوع ہ ہے ایسا خیال تو محض زبردستی ہے۔

ش

مکتوب ۶ بر ۱۶

حدیث منزلت و تقلات

آپ نے یہ تو افرمایا کہ رسول اللہ(ص) نے صرف غزوہ تبوک میں نہیں بلکہ اورَ بھی متعدد مواقع پر یہ حدیث ارشاد فرمائی لیکن آپ نے ان متعدد مواقع کی تصریح نہیں کی۔

بڑی عنایت ہوگی ان موارد کیَ بھی تفصیل فرمائیے۔ غزوہ تبوک کے علاوہ اور کب آنحضرت(ص) نے ایسا ارشاد افرمایا۔

س

وجہِ مکتوب

من جملہ ثلاثہ ِ حدیثِ منزلت ملاقہ ِ ام سلیم ہے

ان مواقع میں سے ایک وہ موقع ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ام سلیم[1] سے افر یا تھا۔ ام سلیم ب سے پہلے اسلام لانے والوں

---

۱ - یہ ملحان بن خالد انصاری کی بیٹی اور حرام بن ملحان کی بہن تھیں۔ انہوں نے اپنے دو بھائی دونوں رسول اللہ(ص) کی حمایت میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ یہ بڑی صاحبِ فضیلت اور زیرک و دانا خاتون تھیں۔ رسول اللہ(ص) سے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں اور ان سے انس ابن عباس، زید ابن ثابت ، ابو سلمہ بن عبدالرحمن اور دوسرے لوگوں نے حدیثیں روایت کی ہیں اور تابعین میں ان کا شمار ہے۔ اسلام کی طرف دعوت دینے والوں میں سے ایک یہ بھی تھیں۔ زمانہ جاہلیت میں مالک بن نضر کی زوجیت میں تھیں۔ مالک سے انس بن مالک پیدا ہوئے۔ جب اسلام آیا تو انہوں نے سبقت کی۔ اسلام قبول کیا اور اپنے شوہر سے بھی کہا لیکن اس نے اسلام لانے سے انکار کیا تو انہوں نے قطع تعلق کرلیا۔ شوہر غضبناک ہو کر شام کی طرف چلا گیا اور وہیں بحالت کفر مرگیا انہوں نے اپنے بیٹے انس سے جو کہ وہ صرف دس سال کے تھے رسول اللہ(ص) کی خدمت گزاری پر مامور کیا رسول (ص) نے بھی ان کے خیال سےقبول کیا۔ اسی وجہ سے انس کہا کرتے تھے کہ خدا جزا خیر دے میری والدہ کو انہوں نے میری اچھی سرپرستی کی ، انھیں کے ہاتھوں ابو طلحہ انصاری اسلام لائے ابو طلحہ نے جب کہ اسلام لانے سے انکار کیا تھے ان سے شادی کی خواہش کی انہوں نے مسلمان ہونے کی شرط لگائی۔ ابو طلحہ نے اسلام قبول کیا اور ان کا اسلام لانا ان کا مہر ہوا۔ یہ ام سلیم آنحضرت(ص) کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئی تھیں جنگ احد میں ان کے ہاتھ میں خنجر تھا کہ جو کہ مشرک انہوں کے پاس آتا اس سے ہلاک کردیتیں۔ تاریخ اسلام میں تمام عورتوں سے زیادہ اسلام کی خدمت اور حامی محافظ مشکلات میں ثابت قدم یہی خاتون تھیں انھیں و بس یہ شرف حاصل تھا کہ رسول(ص) ان سےملنے ان کے گھر جاتے۔ یہ معظمہ اہل بیت کی معرفت رکھنے والی اور ان کے حقوق کو پہچاننے والی خاتون تھیں۔

میں سے تھیں۔ اور بڑی زیرک و دانا خاتون تھیں۔ ان بقیت اسلام ، خلوص و خیر خواہی اور شدائد میں ثابت قدمی کی وجہ سے ان کی رسول(ص) کے نزدیک بڑی منزلت تھی۔ آنحضرت(ص) ان کی ملاقات کو جاتے ، ان کے گھر میں بیٹھ کر ان سے گفتگو کرتے ۔ آپ نے ایک دن ان سے ارشاد فرمایا :

" اے ام سلیم! علی (ع) کا گوشت میرے گوشت سے ہے، ان کا خون میرے خون سے ہے اور انھیں وہی منزلت حاصل ہے جو موسی سے ہارون کو تھی۔[1] "

یہ بالکل ظاہر ہے کہ رسول اللہ (ص) نے یہ حدیث کسی خاص موقع کے لئے نہیں فرمائی بلکہ برجستہ طور پر سلسلہ کلام میں جملہ ابن مبارک سے ادا کیا جس سے مقصود صرف یہ تھا کہ میرے ولی عہد اور میرے جانشین

---

[1] - ام سلیم کی یہ حدیث کنزالعمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۴ میں موجود ہے بلکہ منتخب کنزالعمال میں بھی مذکور ہے۔ چنانچہ مسند احمد بن حنبل جلد ۵ صفحہ ۳۱ کے حاشیہ کی آخری سطر ملاحظہ ہو جبکہ انھیں الفاظ میں یہ حدیث موجود ہے۔

کی منزلت سے لوگ آگاہ ہوجائیں۔ اتمام حجت ہوجائے ۔ احکام الٰہی کے پہچاننے میں تاخیر نہ ہو۔ لہٰذا اس حدیث کو صرف غزوہ تبوک کے موقع سے مخصوص کرنا ، حضرت علی(ع) کو صرف غزوہ تبوک کے موقع پر جانشین رسول ؐ تسلیم کرنا صریحی ظلم ہے۔

اسی جیسی حدیث دختر حمزہ کے قضیہ میں بھی آنحضرت (ص) نے ارشاد فرمائی ۔ جبکہ حضرت امیرالمومنین(ع) جناب جعفر اور زید میں اختلاف پیدا ہوا۔ تو آنحضرت (ص) نے ارشاد فرمایا :

" اے علی(ع) تم کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو موسی(ع) سے ہارون کو تھی۔[1]"

اسی طرح یہ حدیث اس دن آنحضرت(ص) نے ارشاد فرمائی جبکہ ابوبکر و عمر اور ابو عبیدہ بن الجراح رسول(ص) کی خدمت میں بیٹھے تھے اور رسول (ص) حضرت علی(ع) پر تکیہ کیے تھے۔ آنحضرت (ص) نے اپنا ہاتھ حضرت علی(ع) کے کاندھے پر رکھا اور ارشاد فرمایا :

" اے علی(ع) ! تم مومنین میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ہو اور سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہو اور تم کو مجھ سے وہی نسبت حاصل ہے جو موسی(ع) سے ہارون کو تھی[2]۔"

پہلی مواخات جو ہجرت کے قبل مکہ میں صرف مہاجرین کے درمیان رسول(ص) نے قائم کی تھی۔ اس دن بھی رسول(ص) نے یہ حدیث ارشاد فرمائی۔

---

[1] - خصائص علویہ امام نسائی ص ۱۹۔

[2] - حسن بن بدر حاکم نے ۔ باب نیت میں اور شیرازی نے ۔ باب الالقاب میں لکھا ہے ۔ ابن نجار نے بھی ذکر کیا ہے اور کنزالعمال جلد ۶ کے ایک ہی صفحہ ۳۹۵ پر دو جگہ موجود ہے۔ حدیث ۶۰۲۹، ۶۰۳۲۔

نیز دوسری مواخات جو مدینہ میں ہجرت کے پانچ مہینہ بعد رسول (ص) نے انصار و مہاجرین کے درمیان قائم کی دونوں موقع پر آپ نے حضرت علی(ع) کو اپنے لیے منتخب کیا اور اپنا بھائی بنا کر سب پر فوقیت بخشی اور ارشاد فرمایا کہ :

'' وَ أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي''

'' تم میرے لیے ایسے ہو جیسے ہارون کے لیے موسی(ع) تھے سوا اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا[1]۔''

واقعہ مواخات کے متعلق بطریق ائمہ طاہرین(ع) ایک دو نہیں متواتر حدیثیں ہیں۔ ائمہ طاہرین(ع) کےعلاوہ غیروں کی روایتوں کو دیکھو تو پہلی مواخات کے متعلق صرف ایک زید بن ابی اوفی کی حدیث کے لیجیے سے امام احمد بن

---

[1] - علامہ بن عبدالبر نے استیعاب میں بسلسلہ حالات امیرالمومنین(ع) لکھا ہے کہ رسول(ص) نے مہاجرین میں مواخات قرار دی پھر دوبارہ مہاجرین و انصار میں مواخات فرمائی اور دونوں موقعوں پر امیرالمومنین(ع) سے فرمایا کہ تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔ ابن عبدالبر کہتے کہ رسول(ص) نے اپنے اور علی(ع) کے درمیان مواخات فرمائی۔ پوری تفصیل کتب سیر و اخبار میں موجود ہے۔ سیرہ حلبیہ جلد دوم ص۲۶ پر مواخات اول کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے اور مواخات ثانیہ کی تفصیل بھی اسی سیرۃ حلبیہ ج۲ کے ص۱۲۰ پر موجود ہے۔ آپ کو نظر یہ آئے گا کہ رسول اللہ(ص) نے دونوں موقعوں پر علی(ع) کو اپنا بھائی بنا کر سب پر فضیلت عطا کی۔ سیرہ حلابیہ میں بھی مواخات اولی و ثانیہ کی تفصیل وہی ہے جو سیرہ حلبیہ میں ہے۔ انہوں نے تصریح کی ہے کہ دوسری مواخات ہجرت کے پانچ سال بعد ہوئی۔

حنبل نے کہ باب مناقب علی(ع) میں، ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا[1] و طبرانی نے اپنی معجم میں، خارودی نے تحت کہ باب معرفہ میں اور ابن عدی[2] و غیرہ نے اپنی اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔

حدیث بہت طولانی ہے اور پوری کیفیت مواخات پر مشتمل ہے آخر کی عبارت یہ ہے کہ :

'' فَقَالَ قَالَ عَلِيٌّ لَقَدْ ذَهَبَ رُوحِي وَ انْقَطَعَ ظَهْرِي حِينَ رَأَيْتُكَ فَعَلْتَ بِأَصْحَابِكَ مَا فَعَلْتَ غَيْرِي فَإِنْ كَانَ هَذَا مِنْ سَخَطٍ عَلَيَّ فَلَكَ الْعُتْبَى وَ الْكَرَامَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ص وَ الَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ مَا اخْتَرْتُكَ إِلَّا لِنَفْسِي فَأَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَ أَنْتَ أَخِي وَ وَزِيرِي وَ وَارِثِي قَالَ قَالَ وَ مَا أَرِثُ مِنْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ مَا وَرَّثَ الْأَنْبِيَاءُ قَبْلَكَ كِتَابَ اللَّهِ وَ سُنَّةَ نَبِيِّهِمْ وَ أَنْتَ مَعِي فِي قَصْرِي فِي الْجَنَّةِ مَعَ ابْنَتِي فَاطِمَةَ وَ أَنْتَ أَخِي

---

[1] - امام احمد و ابن عساکر سے بکثرت معتبر وموثق علماء نے نقل کیا ہے من جملہ ان کے علامہ متقی ہندی بھی ہیں۔ اُوں نے کنزالعمال میں دو جگہ یہ حدیث درج کی ہے ایک کنزالعمال جلد۵ ص۴۰ پر، پھر جلد۶ ص۳۹۰پر۔ باب مناقب علی (ع) میں امام احمد سے نقل کر کے لکھا ہے۔

[2] - ان تمام ائمہ اہل سنت سے ایک جماعت ثقات نے یہ حدیث نقل کی ہے ۔ منجملہ ان کے ایک علامہ متقی ہندی ملاحظہ و کنزالعمال جلد۵ ص۴۱ حدیث ۹۱۹۔

وَ رَفِيقِي ثُمَّ تَلَا رَسُولُ اللَّهِ ص إِخْواناً عَلى سُرُرٍ مُتَقابِلِينَ الْمُتَحَابُّونَ فِي اللَّهِ يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ.‘‘

’’ امیر ا ومنین(ع) نے ر ول اللہ(ص) سے کہا: یا ر ول اللہ(ص) میری تو جان نکل گئی، کمر شکستہ وگئی ۔ یہ دیکھ کر کہ آپ نے اصحاب میں تو مواخات قائم کی، ایک و دوسرے کا بھائی بنایا مگر مجھے چھوڑ دیا ۔ مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا ۔ اور یہ کسی ناراضگی و خفگی کی وجہ سے ہے تو آپ الک و مختار ہیں ۔ آپ جو عفو فرمائیں گے او آپ کی عزت بخشیں گے۔ ر ول(ص) نے افر یا : قسم ہے اس معبود کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث افر یا میں نے تمھیں خاص اپنے لیے اٹھا رکھا ہے۔ تم میرے لیے ایسے ہی و جیسے موسی (ع) کے لیے ہارون تھے وا اس کے کہ میرے بعد وئی نبی نہیں وگا۔ تم میرے بھائی و، میرے وارث و۔ امیرا ومنین(ع) فرما ہیں کہ میں نے پوچھا کہ میں آپ کا کس چیز کا وارث وں گا؟ آپ نے افر یا : کہ اسی چیز کے جس کے انبیاء وارث و ئے یعنی کتاب خدا، سنت نبی(ص)۔ اور تم میرے ساتھ جنت میرے قصر میں ر وگے۔ میری پارہ جگر فاطمہ(س) کے ساتھ ۔ تم میرے بھائی و، میرے رفیق کار و۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فر مائی: إِخْواناً عَلى سُرُرٍ مُتَقابِلِينَ‘‘

اور دوسرے مواخات کے سلسلہ میں صرف اسی ایک حدیث و لے لیجیے جو طبرانی نے اپنی معجم کبیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے :

’’ ر ول اللہ(ص) نے امیرا ومنین(ع) سے افر یا کہ کیا تم ناراض وگئے کہ

میں نے مہاجرین و انصار کے درمیان تو مواخات کی اور تم و ان میں سے کسی کا بھائی نہ بنا۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ تم و مجھ وہی نسبت حاصل ہے جو موسی(ع) سے ہارون و تھی۔"[1]

۱- ملاحظہ و کنزالعمال بر حاشیہ مسند احمد بن حنبل جلد۵ ص۳۱ پیغمبر(ص) کے اس فقرہ میں کہ "کیا تم مجھ سے ناراض ہوگئے؟" جو پیار و محبت، دوستی اور پیمانہ شفقت و نواز برداری مترشح ہے وہ مخفی نہیں۔ اگر آپ فرمائیں کہ جب پہلی مرتبہ رسول (ص) علی(ع) و اپنے لیے مخصوص کرچکے تھے تو دوسری مواخات کے موقع پر تمام اصحاب میں مواخات کرنے اور علی(ع) وکسی کا بھائی نہ جانے سے علی(ع) و تردد اور شک و شبہ نہ کرنا چاہیے تھا۔ اس مرتبہ ان و مطمئن رہنا چاہیے تھا کہ جس طرح رسول(ص) نے پہلی مرتبہ تجھے اپنے لیے مخصوص کر رکھا اس مرتبہ بھی رسول(ص) کا ایسا ہی ارادہ ہے۔ آخر حضرت علی(ع) و شبہ کیوں ہوا؟ اور آپ نے دوسری مواخات وہ بھی پہلی مواخات پر قیاس کیوں نہ کیا۔ تو میں عرض کروں گا۔ دوسری مواخات وہ پہلی مواخات پر قیاس کیاں نہ جاسکتا تھا اس لیے کہ پہلی مواخات خاص کر مہاجرین کے درمیان ہوئی تھی بر خلاف دوسری مواخات کے کہ وہ مہاجرین و انصار کے درمیان ہوئی تھی۔ دوسری مواخات میں مہاجر کا بھائی انصاری بنایا گیا تھا اور انصاری کا بھائی مہاجر ہو۔ اس مرتبہ چونکہ پیغمبر(ص) اور علی(ع) دونوں کے دونوں مہاجر تھے لہذا قیاس یہ کہتا ہے کہ اب کی مرتبہ دونوں بھائی بھائی نہ بنیں گے۔ لہذا حضرت علی(ع) نے دوسرے لوگوں کے دیکھتے ہو قیاس کیا کہ اب کی مرتبہ میرا بھائی ہوئی انصاری ہوگا جس طرح ہر مہاجر کا بھائی انصاری مقرر کیا گیا ہے۔ اور جب رسول(ص) نے کسی انصاری ہو علی(ع) کا بھائی نہ بنایا تو علی(ع) و اضطراب ہوا مگر خدا و رسول(ص) دونوں اس مرتبہ حضرت علی(ع) و ہر ایک پر فضیلت دینا چاہتے تھے اور قیاس کے برخلاف اس مرتبہ بھی رسول(ص) نے اپنے بھائی علی(ع) کو بنا لیا۔

مکتوب ۱۷

ہم آپ کے اس جملہ کا کہ رسول اللہ (ص) علی(ع) و ہارون(ع) و فرقدین (دوستارے ہیں جو ایک اتھ رہتے ہیں) سے تشبیہ دیتے تھے مطلب نہیں سمجھے۔

س

جواب مکتوب

رسول اللہ(ص) کی سیرت کا مراجعہ فرمائیے تو آپ کو نظر آئے گا کہ پیغمبر(ص) جناب ہارون(ع) اور امیرالمومنین(ع) کو آسمان کے فرقدین اور دونوں آنکھوں سے مثال دیا کرتے تھے۔ دونوں اپنی اپنی امت میں ایک جیسے تھے ۔ کسی کو کسی پر

امتیازز نہیں حاصل تھا۔

یومِ شبر و شبیر و مبشر

ملاحظہ فرمائیے کہ رسول اللہ(ص) نے علی(ع) کے جگر گوشوں کے نام ہارون کے فرزندوں کے نام جیسے رکھے۔ حسن(ع) و حسین(ع) و محسن(ع) اور ارشاد فرمایا کہ :

" میں نے یہ نام فرزندان ہارون شبر وشبیر و مبشر کے نام پر رکھے۔"

رسول اللہ(ص) کا مقصد یہ تھا کہ دونوں ہارونوں میں مشابہت گہری و جامع اور وجہ مشابہت تمام حالات و منازل میں ساتھ ساتھ رہے۔

یوم مواخات

محض اس وجہ سے رسول(ص) نے علی(ع) کو اپنا بھائی بنایا اور دوسروں پر ترجیح دی۔ غرض یہ تھی کہ دونوں کو اپنے بھائی کے نزدیک جو منزلت حاصل ہے وہ بالکل ایک رہے دونوں کی منزلوں میں مشابہت پوری پوری رہے اور یہ تمنا بھی تھی کہ دونوں کے درمیان کوئی بھی وجہ فرق نہ رہے۔ رسول(ص) نے اپنے اصحاب میں دو مرتبہ بھائی چارہ قائم کیا پہلی مرتبہ ابوبکر و عمر بھائی بھائی و عثمان و عبدالرحمن بن عوف بھائی بھائی مقرر کیے گئے دوسری مرتبہ ابوبکر و خارجہ بن زید بھائی بھائی چارہ ہوا عمرو عتبان بن الک بھائی چارہ ہوا لیکن امیرالمومنین(ع) دونوں مرتبہ رسول(ص) کے بھائی بنے۔

اس مسئلہ میں تو اتنے محکم نصوص صحیح طریقوں سے ابن عباس ، ابن عمر، زید بن ارقم، زید بن ابی اوفی، انس بن الک، حذیفہ بن یمان ، مخدوج بن

یہ ید، عمر بن خ اب، براء بن ازب، علی بن ابی طا (ع) سے وارد ہیں۔

کہ ب و لکھنا مشکل ہے۔

پیغمبر(ص) نے امیرالمومنین(ع) سے افر یا :

" «أَنْتَ أَخِي فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ».“

" تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی و۔"[1]

ابھی اوپر آپ یہ حدیث ملاحظہ فرا چکے ہیں:

" فأخذ برقبت علی و قال: انّ هذا أخي و وصيي و خليفتي فيكم فاسمعوا له و أطيعوا "

" پیغمبر(ص) نے علی(ع) کے سر پر ہاتھ رکھ افر یا : یہ میرا بھائی ہے، میرا وصی ہے ۔ تم میں میرا جانشین ہے۔ اس کی بات سننا ، اس کی اطاعت کرنا۔"

ایک دن پیغمبر(ص) اصحاب کے پاس تشریف لا ۔ آنحضرت کے چہرے کا رنگ کھلا وا تھا۔ عبدالرحمن بن عوف نے اس خوشی کی وجہ پوچھی آپ نے افر یا :

" بِشَارَةٌ أَتَتْنِي مِنْ رَبِّي فی أَخِي وَ ابْنِ عَمِّي وَ ابْنَتِي

---

[1] - امام حاکم نے مستدرک ج۳ ص۱۴ پر دو صحیح طریقوں سے جو شیخین بخاری و مسلم کے معیار پر صحیح ہے درج کیا ہے۔ علامہ زہبی نے تلخیص مستدرک میں اس کی صحت و تسلیم کر و لکھا ہے۔ علامہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ ص۷۳ پر ترمذی سے نقل کیا ہے۔ اہل سیر و اخبار میں سے جس نے واقعہ مواخات کا ذکر کیا ہے ؟؟؟ نے بطور مسلمات ذکر کیا ہے۔

بِأَنَّ اللَّهَ زَوَّجَ عَلِيّاً بِفَاطِمَةَ ‘‘

’’ میرے پروردگار کی جانب سے میرے بھائی میرے چچا کے بیٹے اور میری رگِ جگر پارہ فاطمہ(س) کے متعلق خوشخبری آئی ہے کہ خود خداوند عالم نے علی(ع) کا عقد فاطمہ(س) سے کر دیا ۔‘‘[۱]

ج جناب سیرہ امیرالمومنین(ع) کے گھر آئیں تو آنحضرت(ص) سے ام ایمن سے کہا کہ میرے بھائی کو بلاؤ

ام ایمن نے کہا کہ : علی(ع) آپ کے بھائی بھی ہیں اور آپ ان سے اپنی بیٹی بھی بیاہتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: ’’ہاں اے ام ایمن ایسا ہی ہے۔‘‘

ام ایمن ، امیرالمومنین(ع) کو بلا لائیں۔‘‘[۲]

یہ جانے کتنی مرتبہ آنحضرت(ص) نے امیرالمومنین(ع) کے بھائی ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ:

’’ یہ علی(ع) میرے بھائی ہیں۔ میرے چچا کے بیٹے ہیں، میرے داماد ہیں، میرے بچوں کے باپ ہیں[۳]۔‘‘

---

۱ - ابوبکر خوارزمی نے اس کی روایت کی ہے۔ ملاحظہ ہو صواعق محرقہ ص۱۰۳۔

۲ - مستدرک ج۳ ، ص۱۵۹ علامہ ذہبی نے بھی تلخیص مستدرک میں اس حدیث کی صحت کو تسلیم کیا ہے ۔ علامہ ابن حجر نے صواعق باب ۱۱ میں نقل کیا ہے۔ ان کے علاوہ جس جس نے جناب سیرہ کی شادی کا تذکرہ کیا ہے ہر ایک نے اس حدیث کو بھی ضرور ذکر کیا ہے۔

۳ - شیرازی نے کتاب الالقاب میں اس کی روایت کی ہے۔ ابن نجار نے ابن عمر سے اس کی روایت کی ہے اور علامہ متقی ہندی نے کنزالعمال نیز منتخب کنزالعمال بر حاشیہ مسند احمد جلد۵ ص۳۴ پر نقل کیا ہے۔

ایک مرتبہ امیر المومنین علیہ السلام سے دوران گفتگو فرمایا :

" أَنْتَ أَخِي وَ صَاحِبِي "

" تم میرے بھائی و میرے ساتھی ہو۔"[1]

دوسری مرتبہ دوران گفتگو فرمایا :

" أَنْتَ أَخِي وَ صَاحِبِي وَ رَفِيقِي فِي الْجَنةِ."

" تم میرے بھائی و میرے ساتھی ہو اور جنت میں میرے رفیق ہو۔"[2]

ایک معاملہ میں جناب جعفر و زید اور امیرالمومنین(ع) کے درمیان اختلاف پیدا ہوا تو آپ نے امیرالمومنین(ع) سے خطاب کر کے فرمایا :

" و اما انت یا علی فاخی و ابو ولدی و منی الیَ۔"

" لیکن تم اے علی(ع) میرے بھائی ہو، میرے بچوں کے باپ ہو ، مجھ سے ہو اور مجھ تک ہو[3]۔"

ایک دن آپ نے امیرالمومنین(ع) سے فرمایا کہ :

" تم میرے بھائی ہو، میرے وزیر ہو، تم ہی میرے

---

[1] - ابن عبدالبر نے استیعاب میں بسلسلہ حالات امیرالمومنین(ع) بسلسلہ اسناد ابن عباس اس حدیث کی روایت کی ہے۔

[2] - خطیب نے اس حدیث کی روایت کی ہے کنزالعمال جلد۶ ص۴۰۲ پر نمبر۶۰۵ پر یہی حدیث ہے۔

[3] - امام حاکم نے مستدرک جلد۳ ص۱۲۴ پر یہ حدیث نقل کی جو امام مسلم کی شرائط صحت پر صحیح ہے۔

دین ادا کرو گے۔ میرے کیے و وعدوں و پورا کرو گے، مجھے فارغ ا زمہ کروگے[۱]۔"

ج آن حضرت(ص) کی وفات کا وقت قریۂ آ۔ یا تو آپ نے لوگون سے کہا کہ میرے بھائی و بلاو۔[۲]

لوگوں نے امیرا ومنین(ع) ہ بلایا۔ آپ نے امیرا ومنین(ع) سے افر یا :

" میرے قریۂ آؤ۔"

امیرا ومنین(ع) قریۂ و ۔ ر ول(ص) کا سر زانو پر رکھے رہے اور ر ول(ص) آپ سے گفتگو کر رہے یہاں ۔ک ک۔ آنحضرت(ص) کی روح نے جسم سے مفارقت کی اور آنحضرت(ص) نے افر یا کہ جنت کے دروازے پر لکھا وا ہے:

" لا إله إلّا اللّه، محمّد رسول اللّه، عليّ أخو رسول اللّه "

" وئی معبود نہیں وا اللہ کے محمد(ص) خدا کے ر ول ہیں اور علی(ع) ر ول کے بھائی ہیں[۳]۔"

---

۱ - طبرانی نے معجم کبیر میں ابن عمر سے اس حدیث کی روایت کی ہے اور علامہ متقی ہندی نے کنزالعمال نیز منتخب کنزالعمال میں اسے نقل کیا ہے۔ ملاحظہ۔ و حاشیہ مسند احمد حنبل جلد۵ ص۳۴۔

۲ - طبقات بن سعد جلد۲ قسم ثانی اور کنزالعمال جلد۴ ص۵۵۔

۳ - طبرانی نے اس حدیث و اوسط میں خطیب نے کتاب المتفق والمفترق میں لکھا ہے اور علامہ متقی ہندی نے کنزالعمال و منتخب کنزالعمال میں نقل کیا ہے۔ ملاحظہ و حاشیہ مسند احمد حنبل جلد۵ ص۳۵۔

شب ہجرت جب امیرالمومنین(ع) بستر رسول(ص) پر آرام فرما رہے تھے خداوند عالم نے جبریل و میکائیل پر وحی نازل فرمائی کہ میں نے تمھیں ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے اور تم میں سے ایک کی عمر دوسرے سے زیادہ طولانی کی ہے۔ تم میں سے کون اپنی زندگی دوسرے کو دینے پر آمادہ ہے۔ دونوں نے عذر کیا زندگی کو ناگوار سمجھا۔ تو خداوند عالم نے وحی فرمائی کہ تم دونوں علی جیسے کیوں نہیں ہوجاتے۔ دیکھو میں نے علی(ع) و محمد(ص) کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا اور علی(ع) بستر رسول(ص) پر سو کر اپنی جان فدا کررہے ہیں اور اپنی زندگی ہلاکت میں ڈال کر رسول(ص) کی زندگی کی حفاظت کررہے ہیں۔ تم دونوں زمین پر جاؤ اور علی(ع) کو ان کے دشمنوں سے بچاؤ۔

دونوں ملک اترے جبریل سرہانے اور میکائیل پائینی کھڑے ہو جبریل کہتے جا کہ :

" مبارک ہو، مبارک ہو، ون آپ کا مثیل ہوسکے گا۔ اے علی ابن ابی طالب (ع)۔ اللہ کے سبب ملائکہ پر فخر و مباہات کررہا ہے۔"

اور اسی موقع پر خداوند عالم نے یہ آیت نازل فرمائی کہ :

" لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اپنے نفس کو راہ خدا میں بیچ ڈالتے ہیں[1]۔"

---

[1] - اصحاب سنن نے اپنے اپنے مسانید میں اس حدیث کو درج کیا ہے نیز امام فخر رازی نے اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو تفسیر کبیر ج۲ ص۱۷۹ تفسیر ورع بقرہ نیز ملاحظہ ہو اسد الغابہ جلد۴ ص۲۵۔

امیرالمومنین(ع) افرمایا کر :

" میں خدا کا بندہ ہوں، میں رسول(ص) کا بھائی ہوں۔ میں صدیق اکبر ہوں۔ میرے علاوہ ایسا کہنے والا جھوٹا ہے[1]۔"

امیرالمومنین(ع) نے افرمایا :

" قسم بخدا میں رسول(ص) کا بھائی ہوں، ان کا ولی عہد ہوں، فرزند عم ہوں، ان کے علوم کا وارث ہوں، مجھسے زیادہ کون حقدار ہے اس کا[2]۔"

شوری والے دن آپ نے عثمان و عبدالرحمن بن عوف، سعد اور زبیر سے خطاب کر کے افرمایا تھا کہ :

" میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم میں میرے علاوہ کوئی ایسا ہے جسے رسول(ص) نے اپنا بھائی بنایا ہو۔ اس دن جس دن مسلمانوں نے بھائی چارہ کیا تھا۔"

لوگوں نے کہا : نہیں، آپ کے علاوہ کوئی نہیں[3] ۔

---

[1] - امام نسائی نے خصائص علویہ میں امام حاکم نے مستدرک جلد۳ ص۱۱۲ کے شروع میں ابن ابی شیبہ و ابن اصبغ نے امالی میں درج کیا ہے اور علامہ متقی ہندی نے کنزالعمال و منتخب کنزالعمال میں نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو منتخب کنزالعمال بر حاشیہ مسند احمد بن حنبل جلد۵ ص۴۰۔

[2] - ملاحظہ فرمائیے مستدرک جلد۳ ص۱۲۶ علامہ ذہبی نے بھی تلخیص مستدرک میں اس حدیث کی صحت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے۔

[3] - علامہ ابن عبدالبر نے بسلسلہ حالات امیرالمومنین(ع) استیعاب میں اس حدیث کی روایت کی ہے اور بھی اکثر علما اعلام نے لکھا ہے۔

جنگ بدر میں ج امیرالمومنین(ع) ولید کے مقابلے و نکلے تو اس نے پوچھا : ون و تم ؟

امیرالمومنین(ع) نے افر یا :

" میں خدا کا بندہ وں، اس کے ر ول(ص)کا ر بھائی وں[1]۔"

امیرالمومنین(ع) نے ایک دن عمر بن خ اب سے ان کے زمانہ خلافت میں پوچھا کہ :

" یہ فرمائیے[2] ا ر بنی اسرائیل کی وئی قوم آپ کے پاس آ اور ان میں وئی شخص آپ سے کہے کہ میں موسی(ع) کے چچا کا فرزند وں، تو کیا آپ اسے اس کے اقھیوں پر کچھ ترجیح دیں گے؟"

اُوں نے کہا : " ہاں " امیرالمومنین(ع) نے افر یا :

" تو سنیے میں خدا کی قسم ! ر ول(ص)کا ر بھائی وں۔ ان کے چچا کا بیٹا وں۔"

حضرت عمر نے ردا کاندھے سے ا تار کر بچھائی اور بولے:

" خدا کی قسم ! آپ اس جگہ کے علاوہ اور کہیں نہیں بیٹھ سکتے ج تک ہم لوگ برا ر نہ وں ۔"

امیرالمومنین(ع) اس ردا پر تشریف فرما و اور اس وقت تک کہ لوگ متفرق و عمر امنے بیٹھے رہے۔ یہ ر ول اللہ(ص) کے ر بھائی اور فرزند عم ونے

---

[1] - ابن سعد نے اپنی کتاب طبقات جلد۲ قسم اول ص۱۵ بسلسلہ تذکرہ غزوہ بدر ذکر کیا ہے۔

[2] - دار قطنی نے اس کی روایت کی ہے ملاحظہ و صواعق محرقہ باب ۱۱ ص۱۰۷۔

کی تعظیم تھی ۔ سر جکا۔ا تھا۔

سد ابواب

میرا قلم کہاں سے کہاں بہک گیا ۔ ذکر اس کا تھا کہ ر ول(ص) نے تمام صحابہ کے دروازے بند کرادیے اور حضرت علی(ع) و دروازہ مسجد کی طرف کھلا چھوڑ دیا۔ صحابہ کے دروازے اس لیے بند کرادیے کہ مسجد کے اندر جنابت جنب ہونا جائز نہیں ۔ لیکن جس طرح ہارون کے لیے جنابت جنب و ہ بھی مسجد سے وکر رہنا جائز تھا اسی طرح حضرت علی(ع) کے لیے بھی ر ول(ص) نے جائز و مباح قرار دیا۔ لہذا یہ بھی ثبوت ہے کہ دونوں حضرات بالکل ایک جیسے تھے اور ہر حیثیت اور ہر جہت سے ایک دوسرے کے نظیر تھے پوری پوری مشابہت تھی دونوں بزرگواروں میں۔ ابن عباس فرماتے ہیں :

" ر ول اللہ(ص) نے مسجد کی طرف کھلتے و ب کے دروازے بند کرادیے صرف حضرت علی(ع) کا دروازہ کھلا رکھا۔ حضرت علی(ع) جنابت جنب میں بھی مسجد سے وکر ر ۔ کیونکہ وہ ایک راہ تھی وئی دوسرا راستہ تھا ہی نہیں[1] ۔"

عمر بن خطاب سے ایک حدیث صحیح مروی ہے جو مسلم و بخاری کے معیار پر بھی صحیح ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

" ر ول(ص) نے علی(ع) و تین چیزیں ایسی مرحمت فرمائیں کہ اگر ان

۱- یہ بہت طولانی حدیث ہے جس میں امیرالمومنین(ع) کی دس(۱۰) خصوصیات مذکور ہیں پوری حدیث بحار ج ۳۷ ص ۱۹۳ تا ص ۱۹۹ بیان کی جاچکی ہے۔

میں سے ایکَ بھی مجھے ملی وتی تو سرخ اونٹوں کی قا ار سے بڑھ کر وتی۔ ایک یہ کہ علی(ع) کی زوجہ۔ فاطمہ۔(س) ہسی دختر ر ول(ص) وئیں دوسرے مَجد میں ر ول(ص) کے اتھ ان کی سکونت اور ر ول(ص) کے لیے جو امور مَجد میں جائ تھے ان کے لیےَ بھی مباح وہ۔ا۔ تیسرے جنگ خیبر میں علم ملن[1]۔''

ایک دن سعد بن الک نے ایک حدیث صحیح بیان کی جس میں امیرا ومنین(ع) کیُ بعض خصوصیات کا ذکر تھا اسی میں فر ا ہیں کہ :

'' ر ول اللہ(ص) نے اپنی مَجد سے جہاں اور ب وا ہٹیا وہاں اپنے چچا عباس وَ بھی۔ اس پر عباس نے کہا : کہ۔ ہمیں تو آپ ہٹا رہے ہیں اور علی(ع) و رہنے دیتے ہیں؟ ر ول(ص) نے افر یا : کہ میں نے اپنی طرف سے ہ۔ ب او ہیٹا ہ۔ علی(ع) و رکھا۔ بلکہ خدا نے ایسا کیا ہے[2]۔''

زید بن ارقم کہتے ہیں :

'' چند اصحاب کے دروازے مَجد کی طرف کھلتے تھے۔ ر ول(ص)

---

[1] - مستدرک جلد۳ ص۱۲۵ نیز اُبو یعلیٰ نےَ بھی اس حدیث کی روایت کی ہے ملاحظہ و صواعق محرقہ فصل ۲ باب۹ ص۷۶ تقریبا انھیں الفاظ و معنی میں امام احمد بن حنبل نے عبداللہ بن عمر کی حدیث میں ذکر یا ہے۔ ملاحظہ و مسند ج۲ ص ۲۹ حضرت عمر اور عبداللہ بن عمر دونوں میں سے ہر ایک سے کئی اشخاص نے مختلف اسناد سے اس حدیث کی روایت کی ہے۔

[2] - مستدرک ج۳ ،ص۱۱۷ یہ حدیث صحاح ستہ سے ہے اور متعدد و ثقات و اعلام اہلسنت نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔

نے حکم دیا کہ تم سب اپنے اپنے دروازے بند کر دو۔ صرف علی(ع) کا دروازہ کھلا رہے۔ لوگوں نے اس پر چہ میگوئیاں شروع کیں تو رسول(ص) نے خطبہ ارشاد فرمایا :

بعد حمد و ثنا الٰہی کے ارشاد ہوا کہ یہ دروازے بند کرا دوں اور علی(ع) کا دروازہ کھلا رہنے دوں۔ اس پر کچھ لوگوں کو اعتراض ہے حالانکہ قسم بخدا میں نے اپنی طرف سے لوگوں کے دروازے بند نہیں کیے اور نہ اپنی خواہش سے علی(ع) کا دروازہ کھلا رکھا۔ مجھے حکم دیا گیا میں نے حکم کی پابندی کی[1]۔''

طبرانی نے معجم کبیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ :

'' رسول اللہ(ص) اس دن گھر سے باہر اور ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنی طرف سے تم لوگوں کو مسجد سے نہیں نکالا نہ اپنے چچا سے علی(ع) کو باہر رکھا۔ بلکہ خود خداوند عالم سے ایسا کیا ہے۔میں تو بندہ و رسول اور حکم کا تابع ، جو مجھے حکم دیا گیا وہ میں نے کیا۔ میں تو وحی کی پابندی کرتا ہوں[2]۔''

رسول اللہ(ص) نے ارشاد فرمایا کہ '' اے علی(ع) ! تمہارے اور میرے اور تمہارے کسی اور کے لیے جائز نہیں کہ حالتِ جنابت میں مسجد میں رہے[3]۔''

---

۱ - مسند احمد بن حنبل جلد۴ صفحہ ۳۶۹ و کنزالعمال بر حاشیہ مسند جلد۵ ، صفحہ ۲۹۔

۲ - منتخب کنزالعمال بر حاشیہ مسند جلد۵ صفحہ۲۹۔

۳ - ترمذی نے اس حدیث کو اپنے صحیح میں روایت کیا اور ان سے متقی ہندی نے کنزالعمال ، منتخب کنزالعمال برحاشیہ مسند جلد۵ صفحہ۲۹ پر نقل کیا ہے۔ نیز نے اس حدیث کو سعد سے روایت کیا ہے۔ ملاحظہ ہو صواعق محرقہ باب ۹ فصل ۲ صفحہ ۷۳۔

سعد بن ابی وقاص ، براء بن ازب ، ابن عباس ، ابن عمر،حذیفہ بن اسید غفاری ان میں سے ہر ایک سے مروی ہے کہ :

" رسول اللہ(ص) مسجد میں آئے اور ارشاد فرمایا : کہ خدا نے مجھ پر وحی نازل فرمائی ہے کہ میں طاہر مطہر ہوں جس میں صرف میں اور میرے بھائی علی(ع) رہیں[1]۔"

اس مکتوب میں گنجائش نہیں کہ ہم بکثرت ان صریح و ثابت نصوص کو درج کریں جو اس باب میں ابن عباس ، ابوسعید خدری، زید بن ارقم، قبیلہ خثعم سے ایک صحابی پیغمبر(ص)، اسماء بنت عمیس ، ام سلمہ ،حذیفہ بن اسید، سعد بن ابی وقاص ، براء بن ازب، علی بن ابی طالب (ع)، عمر، عبداللہ بن عمر، ابوذر، ابوالطفیل، بریدہ اسلمی ابی رافع غلامِ رسول اللہ(ص)، اور جابر بن عبداللہ ایسے کبار صحابہ میں سے ہر ہر ایک سے مروی ہیں۔

رسول اللہ (ص) کی مشہور دعاؤں میں یہ ہے آپ نے دعا فرمائی تھی :

" میرے معبود! میرے بھائی موسی(ع) نے تجھ سے سوال کیا تھا

---

[1] - ان سب سے روایت کرکے محمد خطیب ، فقیہہ شافعی معروف بہ ابن مغازلی نے اپنی کتاب مناقب میں مختلف واسطوں سے لکھا ہے اور علامہ قندوزی بلخی نے ینابیع المودۃ باب ۷۱ میں نقل کیا ہے۔

میرے سینہ و کشادہ کردے اور میرے معاملہ و سہل بنادے۔ ان کی رہ کول دیے کہ لوگ میری بات سمجھ سکیں اور میرے اہل سے ہارون میرے بھائی و میرا وزیر بنا۔ ان کے ذریعہ میری کمر و مضبوط کر اور انھیں میرا شریک کار بنا، تو تونے اے معبود! ان پر وحی نازل فرمائی کہ عنقریب میں تمھارے بھائی ہارون کے ذریعہ تمھارے بازوؤں و قوی کردوں گا اور تم دونوں کے لیے غلبہ قرار دوں گا اے معبود! میں تیرا بندہ اور تیرا رسول محمد(ص) ہوں، میرے سینہ و کشادہ کر میرے معاملہ و آسان بنا اور میرے اہل سے علی(ع) میرے بھائی و میرا وزیر قرار دے[1]۔''

اسی جیسی ایک حدیث ابوذر نے روایت کی ہے۔

'' رسول اللہ(ص) نے علی (ع) کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر ارشاد فرمایا کہ : موسی(ع) نے خدا سے سوال کیا تھا کہ میرے بھائی ہارون کی مدد و معیت میں مجدد پاک بنائیں اور میں نے اپنے پروردگار سے سوال کیا ہے کہ تمھاری مدد اور تمھاری معیت میں مجد و پاکیزہ کروں۔ پھر آپ نے ابوبکر کو کہلا بھیجا کہ اپنا دروازہ بند کرو۔ اس پر انھوں نے '' انا للہ و انا الیہ

---

۱ - امام ابو اسحاق ثعلبی نے بسلسلہ تفسیر آیہ انما ولیکم جناب ابوذر غفاری سے اپنی تفسیر کبیر میں روایت کی ہے اور صاحب ینابیع المودۃ نے مسند احمد سے نقل کیا ہے۔

راجعون '' پڑھا اور کہا سعا و طاعتنا ۔ پھر عمر و حکیم یۓ پھر عباس و ایسا ں حکم افغر یا ۔ پھر ارشاد افغر یا : کہ میں نے اپنے جی سے تم لوگوں کے دروازے بند نہیں کرا اور علی کا دروازہ کھلا نہیں چھوڑا بلکہ خدا نے ایسا کیا ہے[1]۔''

حضرت علی(ع) کے جناب ہارون سے تمام حالات اور جمیع منازل میں پورے پورے مشابہ ونے کے لیے البا اتنی حدیثیں جو ذکر کی گئی کافی وں گی۔

ش

---

۱ - کنزالعمال جلد۶ ص۴۰۸ حدیث ۶۱۵۶۔

مکتوب ۱۸ر

خدا آپ کا بھلا کرے آپ کی دلیلیں تنی واضح اور روشن ہیں بڑا کرم ہوگا بقیہ نصوص بھی تحریر فرمائیں۔

س

جواب مکتوب

ابو داؤد طیالسی کی روایت ملاحظہ کیجیے (جیسا کہ استیعاب میں بسلسلہ حالات امیرالمومنین(ع) مذکور ہے) ابن عباس سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ :

" رسول(ص) نے امیرالمومنین(ع) سے فرمایا : کہ تم میرے بعد ہر مومن کے ولی ہو۔"[1]

---

[1] - ابو داؤد و دیگر اہل سنت نے اس حدیث کو ابو نعیم ضرار بن وضاح بن عبداللہ یشکری سے انہوں نے ابو یحیٰ یحیی بن سلیم فزاری سے انہوں نے عمر بن میمون اودی سے انہوں نے ابن عباس سے مرفوعا روایت کیا ہے اس سلسلہ اسناد کے کل رجال حجت ہیں مسلم اور بخاری دونوں نے اپنے صحیح میں ان رجال میں سے ہر ایک کو حجت سمجھا ہے اور ان سے مروی حدیثیں درج کی ہیں واحد یحیی بن سلیم کے کہ ان کی روایت ان دونوں نے نہیں لکھی لیکن جرح و تعدیل کے مجتہدین نے یحیی بن سلیم کی وثاقت کی تصریح کردی ہے۔ یہ خدا کا بندہ زیادہ ذکر کرنے والے بزرگ تھے۔ علامہ ذہبی نے ان کے حالات لکھتے ہوئے میزان الاعتدال میں ابن معین نسائی دار قطنی محمد بن سعد ابی حاتم و غیرہ کا یحیی بن سلیم کو ثقہ سمجھنا نقل کیا ہے۔

اسی جیسی ایک صحیح حدیث عمران بن حصین سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ :

" ر ول اللہ(ص) نے ایک لشکر روا۔ کیا اور امیرا ومنین(ع) و افسر مقرر کیا۔ ال خمس جسو ہاتھ یا اس سے ایک کنیز امیرا ومنین(ع) نے اپنے لیے علیحدہ کر لی۔ لوگوں و یہ بات کھلی اور چار شخصوں نے ۔ باہم طے کیا کہ ر ول اللہ(ص) کی خدمت میں شکایت کی جا ۔ ج ر ول اللہ(ص) کی خدمت میں وہ پہنچے تو ایک شخص کھ ا وا اور کہا: یا ر ول اللہ(ص) ! آپ علی(ع) و نہیں دیکھتے ؟ اُوں نے ایسا ایسا کیا ر ول(ص) نے اس سے منہ پیر لیا۔ دوسرا کھ ا وا اس نے بھی ایسے سی لمات کہے۔ اس سے بھی ر ول(ص) نے منہ پیر لیا تیسرا کھ ا وا اس نے بھی اپنے دو اتھیوں کی طرح شکایت کی۔ اس سے بھی ر ول(ص) نے منہ پیر لیا چوتھا کھ ا وا اور

اگلے اتھیوں کی طرح اس نے بھی شکایت کی تو اس وقت رسول اللہ(ص) ان کی طرف متوجہ ہوئے اور چہرے سے آثار غضب نمایاں تھے۔ آنحضرت(ص) نے فرمایا: تم علی(ع) کے متعلق چاہتے کیا ہو؟ علی (ع) مجھ سے ہے اور میں علی(ع) سے ہوں اور وہ میرے بعد ہر مومن کے ولی ہیں[1]۔''

اسی کی ایک روایت ابوہریرہ سے مروی ہے جس کی اصل عبارت مسند احمد بن حنبل ج۵ صفحہ ۳۵۶ پر موجود ہے۔

'' بریدہ کہتے ہیں کہ رسول(ص) نے دو راکے یمن کی جانب روانہ کیے ایک پر حضرت علی(ع) کو افسر بنایا دوسرے پر خالد بن ولید کو اور ارشاد فرمایا کہ جب تم دونوں مل جاؤ تو دونوں کے افسر علی(ع) ہوں گے۔ اور جب تک الگ رہو تو ہر ایک اپنے

---

[1] یہ بہت سے اصحاب سنن نے اس روایت کو درج کیا ہے۔ امام نسائی نے خصائص علویہ میں احمد بن حنبل نے بسلسلہ حدیث عمران صفحہ ۴۳۸ جلد رابع مسند میں امام حاکم نے مستدرک ج۳ صفحہ ۱۱۰ پر علامہ ذہبی نے تلخیص مستدرک میں بشرائط مسلم اس کی صحت کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے ابن ابی شیبہ نے اس کی روایت کی ہے۔ ابن جریر نے اس کی روایت کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔ جیسا کہ علامہ متقی ہندی نے ان دونوں سے نقل کر کے کنزالعمال جلد۶ شروع صفحہ ۴۰۰ پر لکھا ہے نیز ترمذی نے بھی اس حدیث کی قوی اسناد سے روایت کی ہے جیسا کہ علامہ عسقلانی نے اصابہ میں بسلسلہ حالات امیرالمومنین(ع) ذکر کیا ہے اور ان سے علامہ معتزلہ ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ جلد۲ صفحہ ۴۵۰ پر نقل کیا ہے نیز لکھا ہے کہ اس حدیث کو امام احمد نے مسند میں ایک جگہ نہیں متعدد مقامات پر تحریر کیا ہے۔

اپنے دستہ کا افسر رہے گا۔[1] بریدہ کہتے ہیں کہ : اہل یمن کے بنی زبیرہ سے ہماری مڈبھیڑ وئی اور گھمسان کا رن پڑا۔ آخر مسلمانوں و فتح وئی۔ ہم نے جنگ آزاؤں و موت کے گھاٹ تارا اور ان کی عورتوں بچوں و قید کر لیا۔ حضرت علی(ع) انھیں قیدیوں میں سے ایک عورت و اپنے لیے الگ کر لیا۔ بریدہ کہتے ہیں : کہ خار نے کیپ ۔امہ میرے ہاتوں ر ول(ص) کی خدمت میں پہنچ کر وہ ۔امہ پیش کیا۔ خط جب پڑھا گیا تو غیظ و غضب کے آثار ر ول(ص) کے چہرے پر ا نمیاں وٹے میں نے عرض کی : میں معافی کا خواستگار وں آپ نے مجھے ایک شخص کے ہمراہ بھیجا اور مجھے اس کی اطاعت کا حکیم یا

---

۱ - ر ول اللہ(ص) نے حضرت علی(ع) پر کبھی کسی و افسر نہیں مقرر کیا بلکہ حضرت علی(ع) ں ہمیشہ افسر وا کیے۔ اور ہر معرکہ میں علم لشکر آپ ں کے ہاتوں میں رہا بر خلاف غیروں کے ۔ ابوبکر و عمر ا امہ کی اتحتی میں رکھے گئے۔ اس پر تمام مورخین متفق ہیں۔ نیز یہ دونوں ؛ رگوار غزوہ ذات السلاسل میں عمرو اص کے اشت ہ ا گئے ان دونوں حضرات کا اس غزوہ میں اپنے افسر عمرو اص کے اتھ ایک مشہور قضیہ بھی ہے جسے ا م حاکم نے مستدرک ج۳ -فحہ ۴۳ پر لکھا ہے اور علامہ ذہبی نے اس کی صت کا اعتراف کر و تلخیص مستدرک میں درج کیا ہے لین حضرت علی (ع)۔ تو کسی کی اتحتی ں رہے ۔۔ محکوم بنے۔ بجز رسول کائنات کے۔ ر ول کی جشت سے ۔ یک۔

میں نے اس کی فرمانبرداری کی۔ رسول(ص) نے فرمایا : خبردار علی(ع) کے متعلق کچھ کہنا سننا نہیں۔ علی(ع) مجھ سے ہیں اور میں علی (ع) سے ہوں اور علی(ع) میرے بعد تم لوگوں کے ولی ہیں[1]۔ ''

---

[1] - یہ تو وہ روایت ہے جسے امام احمد نے مسند جلد۵ کے صفحہ ۳۵۶ پر بطریق عبداللہ بن بریدہ لکھا ہے۔ دوسری جگہ مسند ج۵ صفحہ ۳۴۷ پر سعید بن جبیر سے روایت کی ہے انہوں نے ابن عباس سے انہوں نے ابن بریدہ سے ۔بریدہ کہتے ہیں کہ میں حضرت علی(ع) کے ساتھ جنگ یمن میں شریک تھا۔ حضرت علی(ع) درخشتی سے پیش آئے تھے میں جب واپس پلٹا تو رسول(ص) کی خدمت میں اس کا ذکر کیا اور حضرت کی تنقیصت کی ۔ میں نے دیکھا کہ رسول(ص) کا چہرہ متغیر ہوگیا۔ رسول(ص) نے پوچھا : اے بریدہ کیا میں تمام مومنین کی جانوں کا مالک نہیں؟ بریدہ نے کہا: بیشک یا رسول اللہ(ص) ۔ آپ نے فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں علی(ع) بھی اس کے مولا ہیں۔ امام حاکم نے مستدرک ج۳ صفحہ ۱۰ پر اس حدیث کو لکھا ہے ۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے محدثین نے اس حدیث کی روایت کی ہے۔ یہ حدیثیں جو درج کی گئیں ہمارے مقصود پر بین دلیل ہیں کیونکہ رسول(ص) کا جملہ الست اولی بالمومنین من انفسہم سو مقدم فرمانا قرینہ ہے کہ اس حدیث میں مولی سے مراد اولی ہے جیسا کہ ظاہر عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ اسی جیسی ایک حدیث اور ہے جسے بہت سے محدثین نے بیان کیا ہے۔ من جملہ ان کے امام احمد نے مسند ج۳ صفحہ ۴۸۳ پر عمرو بن شاس اسلمی سے اس حدیث کی روایت کی ہے۔یہ حدیبیہ میں شریک ہونے والوں میں سے تھے۔ عمرو بن شاس کہتے ہیں کہ میں حضرت علی(ع) کے ساتھ یمن گیا۔ سفر میں حضرت علی(ع) درخشتی سے پیش آئے میں دل میں بہت برہم ہوا جب رسول کی خدمت میں واپس آیا تو میں نے مسجد میں ان کی شکایت کی ۔ رسول(ص) کو بھی اس کی خبر ہوئی دوسرے دن صبح و جب میں مسجد میں آیا تو رسول اللہ(ص) حلقہ اصحاب میں تشریف فرما تھے میں آیا تو مجھے کڑی نگاہ سے دیکھنے لگے جب میں بیٹھ گیا تو فرمایا : اے عمرو تم نے مجھے بڑی تکلیف پہنچائی۔ میں نے عرض کی کہ میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں کہ آپ کی تکلیف کا باعث ہوں۔ آپ نے فرمایا : کہ ہاں تم میری ایذا رسانی کے باعث ہو۔ یاد رکھو جس نے علی(ع) کو اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت دی۔

اور امام نسائی نے خصائص علویہ میں یہ عبارت لکھی ہے :" اے بریدہ ! مجھے علی(ع) کا دشمن ہونے کی وشش نہ کرو کیونکہ علی(ع) مجھ سے ہیں اور میں علی(ع) سے ہوں اور وہ میرے بعد تم لوگوں کے ولی ہیں۔"

اور ابن حریر کی عبارت یہ ہے :

" بریدہ کہتے ہیں کہ دفعتا رسول(ص) کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ آنحضرت(ص) نے فرمایا : کہ میں جس کا ولی ہوں علی(ع) اس کے ولی ہیں۔ یہ سن کر میرے دل میں جو کچھ برے خیالات امیرالمومنین(ع) کی طرف سے قائم ہوگئے تھے دور ہوگئے اور میں نے طے کر لیا کہ آج سے پھر برائی کے ساتھ یاد نہ کروں گا[1]۔"

طبرانی نے اس حدیث کو ذرا تفصیل سے درج کیا ہے ان کی روایت میں ہے کہ :

" بریدہ جب یمن سے واپس آئے اور مسجد میں پہنچے تو رسول(ص) کے حجرے کے دروازے پر ایک جماعت لوگوں کی موجود تھی لوگ

---

[1] - جیسا کہ علامہ متقی ہندی نے کنزالعمال ج٦ ص ٣٩٨ پر نقل کیا ہے۔نیز منتخب کنزالعمال میں بھی نقل کیا ۔

انھیں دیکھ کر ان کی طرف بڑھے۔ سلام و مزاج پرسی کرنے اور یمن کے حالات دریافت کرنے لگے کہ کیا خبر لے کے آ بریدہ نے کہا : اچھی ں خبر ہے۔ خدا نے مسلمانوں و فتح بخشی، لوگوں نے پوچھا کہ آ.ا سے وا، میں نے کہا کہ ال خمس سے علی(ع) نے ایک کنیز لے لی ہے۔ میں اسی کی ر ول(ص) و خبرکنے آ یا وں لوگوں نے کہا یہ او س.او ر ول(ص)و . تاکہ علی(ع) ر ول(ص) کی نظروں سے ریں۔ آنحضرت(ص) دروازے کے عقب سے لوگوں کی یہ گفتگو سن رہے تھے۔ آپ غیظ و غضب کی حا ت میں برآمد و اور ارشاد افر یا : کہ لوگوں و کیا وگیا ہے کہ علی(ع) کی برائی کر ہیں۔ جس نے علی(ع) و غضب .اک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا جو علی(ع)سے ح .را وا وہ مجھسے ح .را وا ۔ علی(ع) مجھ سے ہیں اور میں علی(ع) سے وں۔ میری طینت سے علی(ع) کی خلقت وئی اور میں جناب ابراہیم(ع) کی طینت سے خلق وا اور میں جناب ابراہیم(ع) سے ، بہتر وں[1]۔''

---

[1] - چونکہ حضرت سرورکائنات(ص) نے افر یا تھا کہ علی(ع) میری طینت سے مخلوق و اور آنحضرت(ص) َبدیہی طور پر علی(ع) سے افضل ہیں تو اب آنحضرت(ص) کے اس جملہ سے کہ میں ابراہیم(ع) کی طینت سے خلق وا یہ وہم پیدا ہوتا تھا کہ ابراہیم(ع) حضرت سرورکائنات (ص) سے افضل ہیں اور یہ قطعی طور پر مخالف واقع ہے۔ آنحضرت(ص) تو تمام انبیاء و مرسلین(ع) کے خاتم اور ب سے افضل و اشرف ہیں اس لیے آپ نے اس وہم و دور کرنے کے لیے یہ افر یا کہ میں ابراہیم(ع) سے افضل وں۔

''اے بریدہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ علی(ع) کا حصہ اس کنیز سے زیادہ ہے جو انہوں نے لی ہے اور میرے بعد وہ تم لوگوں کے ولی ہیں[1]۔''

یہ حدیث ایسی عظیم الشان حدیث ہے جس کے متعلق شک کیا ہی نہیں جاسکتا۔ بریدہ سے بکثرت طرق سے مروی ہے اور جمیع طرق معتبر و مستند ہیں۔

اسی جیسی ایک اور عظیم الشان حدیث حاکم نے ابن عباس سے روایت کی ہے ۔ جس میں امیرالمومنین(ع) کے دس مخصص فضائل ذکر کیے ہیں :

'' ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول(ص) نے علی (ع) سے افرمایا : تم میرے بعد ہر مومن کے ولی ہو[2]۔''

---

[1] - ابن حجر نے اس حدیث کو طبرانی سے صواعق محرقہ باب۱۱ میں نقل کیا ہے لیکن جب اس جملے پر پہنچے کہ علت ان لعلی اکثر من الجاریہ ''کیا تم نہیں جانتے کہ علی (ع) کا حصہ اس کنیز سے زیادہ ہے ان کا قلم رک گیا اور ان کے نفس نے گوارا نہ کیا کہ جملہ پورا لکھیں انہوں نے الی آخر الحدیث لکھ کر عبارت ختم کر دی ہے۔ ابن حجر جیسے متعصب اشخاص سے اس قسم کی بات بعید نہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم لوگوں کو عصبیت سے محفوظ رکھا۔

[2] - امام حاکم نے مستدرک ج۳ ص ۱۳۴ کے شروع میں اس حدیث کو لکھا ہے ۔ نیز علامہ ذہبی نے بھی تلخیص مستدرک میں اس حدیث کی صحت کا اعتراف کرتے ہوئے درج کیا ہے۔ امام نسائی نے خصائص علویہ ص۶ پر لکھا ہے اور امام احمد نے مسند ج۱ ص۳۳۱ پر تحریر کیا ہے ہم پوری حدیث ص۱۹۳ تا ص۱۹۹ پر درج کرچکے ہیں۔

اسی طرح ایک اور حدیث ہے جس میں رسول اللہ(ص) کا یہ قول مذکورہ ہے کہ :

" اے علی(ع) میں نے تمہارے بارے میں خداوند سے پانچ چیزوں کا سوال کیا۔ چار تو خدا نے مرحمت فرمائیں اور ایک نہیں عطا فرمائی ۔وجہ یہ تھیں خدا نے مرحمت فرمائیں ان سے ایک یہ کہ تم میرے بعد مومنین کے ولی ہو[1]۔"

اسی طرح وہ حدیث ہے جو ابن سنن سے وہب بن حمزہ نے روایت کی ہے (ملاحظہ ہو اصابہ تذکرہ وہب) وہب کہتے ہیں:

" میں نے ایک مرتبہ حضرت علی(ع) کے ساتھ سفر کیا ۔ سفر ایک یوم میں حضرت علی(ع) کی طرف سے درشتی و سختی دیکھی تو میں نے دل میں تہیہ کیا کہ جب مدینہ پلٹوں گا تو رسول(ص) سے اس کی شکایت کروں گا۔ جب واپس ہوا تو میں نے رسول(ص) سے علی(ع) کی شکایت کی۔ رسول(ص) نے فرمایا : چپ رہو۔ یہیں علی(ع) کے متعلق کچھ نہ کہنا کیونکہ وہ میرے بعد تم لوگوں کے ولی ہیں۔"

طبرانی نے بھی معجم کبیر میں وہب سے یہ روایت نقل کی ہے مگر اس میں یہ عبارت ہے کہ :

"یہ بات علی(ع) کے لیے نہ کہو وہ میرے بعد تمام لوگوں سے زیادہ تم پر اختیار رکھتے ہیں[2]۔"

---

[1] - یہ حدیث کنزالعمال جلد٦ صفحہ ٣٩٦ پر موجود ہے نمبر حدیث ١٠٤٨۔

[2] - کنزالعمال ج٦ صفحہ ١٥٥ حدیث ٢٥٨٩۔

ابن ابی عاصم نے امیرالمومنین(ع) سے مرفوعا روایت کی ہے :

"رسول (ص) نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں لوگوں کی جانوں سے زیادہ اختیار و اقتدار نہیں رکھتا؟ لوگوں نے کہا بے شک آنحضرت(ص) نے ارشاد فرمایا کہ : میں جس جس کا ولی ہوں، علی(ع) اس کے ولی ہیں[1]۔"

امیرالمومنین(ع) کی ولایت کے متعلق ائمہ طاہرین(ع) سے متواتر صحیح حدیثیں منقول ہیں۔ لہذا جو لکھا گیا ہے یہی اس امر کے کافی و وافی ہے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آیت انما ولیکم اللہ بھی ہمارے قول کی تائید کرتی ہے۔

ش

---

[1] - متقی ہندی نے ابن ابی عاصم سے اس حدیث کو نقل کیا ہے ملاحظہ ہو ص۳۹۷ جلد ۶ کنزالعمال۔

مکتوب ۱۹

لفظ ولی، مددگار، دو ت ، مُب ، داد ، پیرو، حلیف ، ہمسایہ اور ہر اس شخص پر بولا جاتا ہے جوکسی کسے معاملات کا نگراں و مختار کل ہو۔ یہ اتنے معنوں میں مشترک ہے۔ لہذا آپ نے جتنی حدیثیں ذکر فرمائی ہیں لبا ان تمام حدیثوں میں مراد ی ہے کہ۔ علی(ع) میرے بعد تمھارے مددگار ہیں یا دو ستی ہیں یا مُب ہیں۔

لہذا ان احادیث سے اور اس لفظ ولی سے آپ(ع) کی خلافت کہا ں ثابت وتی ہے؟

س

جواب مکتوب

آپ نے لفظ ولی کے جتنے معانی درج کیے ہیں ان میں ایک یہ َ بھی

آپ نے تحریر افرمایا کہ جو کسی کے معاملات کا نگراں و مختار کل و اسے بھی ولی کہتے ہیں تو ان تمام احادیث میں لفظ ولی سے یہی معنی مراد ہیں اور لفظ ولی کے سنتے ہی یہی معنی متبادر الی الذہن بھی ہیں۔ جیسا ہم لوگوں کے اس قول میں " ولی القاصر والا وجہ برہ لابیہ ، ثم وصی احد ہما ثم الحاکم الشرعی"

" شخص قاصر کا ولی اس کا باپ ہے پھر اس کا دادا اور ان دونوں کے مرنے پر ان کا وصی اور ان کی غیر موجودگی میں حاکم شرعی۔"

تو یہاں لفظ ولی سے مراد یہی ہے کہ شخص قاصر کے یہی لوگ نگران و مختار ہیں اس کے معاملات میں انہی کو تصرف کا اختیار ہے۔

مذکورہ بالا احادیث میں ایسے واضح قرائن بھی موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر(ص) نے لفظ ولی بول کر نگران و مختار ہی مراد لیا ہے جیسا کی صاحبانِ عقل و ادراک سے مخفی نہیں کیونکہ رسول(ص) کا فرمانا کہ :

" یہ علی(ع) میرے بعد تم لوگوں کے ولی ہیں۔"

بین ثبوت ہے کہ یہاں لفظ ولی سے مقصود بس یہی معنی ہیں کوئی دوسرا نہیں کیونکہ وھو ولیکم بعدی کہ یہی علی(ع) میرے بعد تمھارے ولی ہیں، اس کا مطلب تو یہی ہوا کہ میرے بعد علی(ع) کے سوا تمھارا اور کوئی ولی نہیں۔ لہذا قطعی طور پر ان احادیث میں ولی کے یہی معنی سمجھنے پڑیں گے کسی اور معنی کی گنجائش ہی نہیں نکل سکتی۔ اس لیے کہ نصرت، محبت ، دوستی وغیرہ یہ کسی فرد خاص میں تو منحصر نہیں۔ تمام مومنین و مومنات ایک دوسرے کے دوست اور محب ہیں۔ ہم جو معنی

مراد لیتے ہیں یعنی نگران و مختار کل اور یہ مقصود نہ ہو اور آپ کے کہنے کا یہ مطلب ہو یا مطلب مقصود ہے تو پھر آخر رسول(ص) اس شد ومد سے حضرت علی(ع) کو ولی بنا کر ان کو ان امتیازی درجہ دینا چاہتے تھے یا ان سی فضیلت علی(ع) کو مل جاتی ہے اور لفظ ولی سے مراد مددگار، دوست اور محب ہی کے مقصود ہیں تو ان احادیث کے ذریعہ حضرت علی(ع) کی ولایت کا اعلان کر کے کسی ڈھکی چھپی بات کو رسول(ص) نمایاں کرنا چاہتے تھے؟

رسول(ص) کی شان کہیں اجل و ارفع ہے اس سے کہ بالکل بدیہی اور ظاہری چیز کے واضح کرنے کے لیے اتنا اہتمام فرمائیں۔ آنحضرت(ص) کی حکیمانہ، بالغہ، رافعہ امت، شان خاتمیت ان رذل خیالات و اوہام سے کہیں برتر ہے علاوہ اس کے کہ ان احادیث میں تصریح ہے کہ علی بعد رسول(ص) لوگوں کے ولی ہیں، بعد رسول(ص) کی قید و دیکھتے ہوئی چارہ کار سی نہیں وا اس کے کہ ولی کے معنی وہی لیے جائیں جو ہم لیتے ہیں یعنی نگران و مختار کل ورنہ رسول(ص) کا یہ قید لگانا مہمل اور بیجا ہے۔

کیا حضرت علی(ع) رسول(ص) کی زندگی میں مسلمانوں کے محب ومددگار نہ تھے؟ کیا آپ کو کسی لمحہ بھی مسلمانوں کی نصرت سے منہ موڑتے دیکھا گیا۔ حضرت علی(ع) تو جب سے آغوش رسالت میں پل کر کنار تربیت پیغمبر(ص) میں پرورش پاکر نکلے اس وقت سے رسول(ص) کی رحلت کے وقت تک مسلمانوں کے ناصر رہے۔ مسلمانوں کے دوست و محب رہے لہذا یہ کہنا کیونکہ صحیح ہوسکتا ہے کہ رسول(ص) کے دنیا سے اٹھ جانے کے بعد علی(ع) مسلمانوں کے ناصر و مددگار ہیں۔ دوست اور محب ہیں۔

ہم جو لفظ ولی سے معنی سمجھتے ہیں اسی کے واقعا مقصود مراد ہونے

پر من جملہ اور قرائن کے ایک و ی حدیث کافی ہے جو ا ام احد بن حنبل نے م ر جلد۵ فر ۳۴۷ پر بطریق صحیح روایت کی ہے۔ بریدہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ :

'' میں حضرت علی(ع) کے ا تھ یمن کی جنگ میں شریک تھا حضرت علی(ع) کچھ سختی سے پیش آ تھے۔ میں ج- ر ول(ص) کی خدمت میں پہنچا تو اس کا ذکر کیا اور حضرت علی(ع) کی کچھ تنقیصت کی میں نے دیکھا کہ ر ول(ص) کا چہرہ متغیر وگیا۔ آنحضرت(ص) نے افر یا کہ اے بریدہ الست اولیٰ با ومنین من انفسہم کیا میں مومنین سے بڑھ کر ان پر اختیار نہیں رکھتا ۔ میں نے کہا بیشک یا ر ول اللہ(ص) ۔ آپ نے ارشاد افر یا کہ یاد رکھو : جس جس کا میں مولی وں علی(ع) اس کے مولی ہیں۔''

اس حدیث و ا ام حاکم نے مستدرک ج۲ فر ۱۲۰ پر درج کیا ہے اور ا ام مسلم کے نزدیک جو شرائط صحت ہیں ان کے لحاظ سے صحیح ارقدر یا ہے۔ نیز علامہ ذہبی نے بھی تلخیص میں اسے درج کیا ہے اور بشرائط مسلم اس کی صحت کا اعتراف کیا ہے۔

ر ول(ص) کا جملہ الست اولی ۔ با ومنین من انفسہم و مقدم رکھنا پہلے یہ اقرار لے لینا کہ کیا میں تمہے زیادہ اولی نہیں ہوں دلیل ہے کہ لفظ ولی سے مقصود و ی معنی ہیں جو ہم سمجھتے ہیں وئی دوسرا نہیں۔

ان احادیث پر ا ر گہری نظر ڈالی جا تو خود بخود مطلب واضح وجا گا اور ہمارے قول میں وئی شک وشبہ باقی نہ رہے گا۔

ش

مکتوب نمبر ۲۰

واقعی آپ بڑی وقت ِ استدلال کے مالک ہیں۔ وئی زبردست آزما آپ کے مقابلہ میں میدان میں جم نہیں سکتا۔ مجھے یقین ہے کہ تمام احادیث اسی مطلب پر دلالت کرتی ہیں جو آپ نے بیان کیا اور صحابہ (کے مسلک) و صحیح سمجھنے کی مجبوری۔ وقتی تو میں آپ کے فیصلہ پر سر تسلیم خم کردیتا لیکن مجبوری یہ ہے کہ ہم صحابہ کے مسلک سے انحراف نہیں کرسکتے اور ان کے سمجھے و معنی و مطلب کے علاوہ وئی دوسرا معنی سمجھ سکتے ہیں لہذا خواہ مخواہ حدیث و س کی ظاہری معنی سے پیچھا پڑے گا۔ ظاہری معنی چھوڑ کر وئی معنی مراد لینا ہوگا تاکہ سلف صالحین کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے اور ان کے جادہ سے اپنے قدم نہ ہٹیں ۔ آپ نے سابق مکتوب میں جس آیت محکمہ کی طرف اشارہ افرمایا ہے۔ کہ یہ بھی ہمارے قول کی موئید ہے آپ نے اس کی تصریح نہیں فرمائی براہ کرم لکھیے کہ وہ ون سی آیت ہے۔

س

وجہِ مکتوب

وہ آیہ محکمہ کلامِ مجید کی ورہ ائدہ کی یہ آیت ہے :

'' إِنَّما وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَ رَسُولُهُ وَ الَّذينَ آمَنُوا الَّذينَ يُقيمُونَ الصَّلاةَ وَ يُؤْتُونَ الزَّكاةَ وَ هُمْ راكِعُونَ وَ مَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ وَ الَّذينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغالِبُونَ'' (ائدہ ، ۵۵۔ ۵۶)

'' بے شک تمھارا ولی خدا ہے اس کا ر ول(ص) ہے اور وہ لوگ اج یمان لا اور نماز قائم کر ہیں اور ز وۃ دیتے ہ۔یں در آنحالیکہ وہ ر وع میں و ہیں۔ جو شخص خدا اور اس کے ر ول(ص) اور ان لوگوں و اج یمان لا اپنا ولی سمجھے گا تو یہ سمجھ ر کو کہ خدا کی ج عیت ی ا رہنے والی ہے۔''

اس آیت کےامیرا ومنین(ع) کی ش ان میں ۔ازل ونے کے متعلق ائمہ طاہرین(ع) سے متواتر صحیح احادیث موج۔ود ہ۔یں۔ ائمہ۔ طاہرین(ع) سے قطع نظر دیگر ط۔ریقوں سے جتنی روایتیں اس آیت کے سلسلہ میں ۔ پائی جاتی ہیں اور جو ش ان ن ول آیت کے متعلق صریح ہیں ان میں ایک ابن اسلام ی کی حدیث و لے لیجیے جو ر ول(ص) سے مر و ا مری ہے ملاحظہ و صحیح نہ۔یں کہ ۔اب الجمع بین ا ا حاح ستہ ۔سلسلہ تفسیر ورہ ائدہ اسی جیسی ایک حدیث ابن عباس سے مروی ہے اور ایک حدیث امیرا ومنین(ع) سے۔ ابن عباس کی حدیث ام واحدی کی کت۔اب اسباب النزول میں ۔سلسلہ تفسیر آیت انما موجود ہے

ے بکہ تاب متفق میں علامہ خطیب نے بھی درج کیا ہے۔ امیرالمومنین(ع) کی حدیث . ر ابن مردویہ اور م -ر ابو الشیخ میں موجود ہے کنزالعمال جلد۵ ف ۴۰۵ پر بھی آپ ملاحظہ فرا سکتے ہیں۔

علاوہ اس کے اس آیت کا امیرالمومنین(ع) کی شان میں ۔نازل و۔نا ایسا مسلم ہے جس سے انکار ں نہیں کیا جاسکتا۔ تمام مفسرین اجماع کیے بیٹھے ہیں اور مفسرین کے اس اجماع و سینکڑوں علما اعلام اہل ت نے اپنی تابوں میں ذکر کیا ہے منجملہ ان کے علامہ۔ وشجی نے شرح تجرید کے م امت میں اس اجماع کا ذکر کیا ہے۔

ا ۔یۃ المرام اب ۱۸ میں ۲۴ حدیثیں بطریق جمہور مذ ور ہیں جو شان ز ول کے متعلق ہماری موئد ہیں۔ ایک تو اختصار ملحوظ ہے ، دوسرے یہ م ئلہ۔آفتاب سے بھ یادہ واضح ہے ور۔ ہم وہ تمام صحیح احادیث اکٹھا کردیتے جو اس آیت کے حضرت علی(ع) کی شان میں ۔نازل ونے کے متعلق مروی ہیں لین یہ وتو وہ ۔نا قابل انکار حقیقت ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ں نہیں۔

ر پھر بھی ہم اس مکتوب و جمہور کی حدیث سے خالی نہیں رکھنا چاہتے صرف ایک ام ابواسحق احمد بن محمد بن ابراہیم نیشاپوری ثلعبی کی تفسیر کا حوالہ دے دیتے ہیں۔

ام مذ ور اپنی تفسیر میں اس آیت پر پہنچ کر بسلسلہ اسناد جناب ابوذر کی ایک حدیث درج فرا ہیں ۔ جناب ابوذر فرا ہیں کہ :

" میں نے خود اپنے کانوں سے ر ول اللہ(ص) و کہتے سنا (ا ر میں غلط۔کہتا وں تو میرے دونوں کان بہرے وجائیں) اور میں نے اپنی ان آنکھوں سے ر ول(ص) و دیکھا (ور۔ میری دونوں آنکھیں

ور و جائیں) ر ول(ص) فر ا تھے کہ علی(ع) نیکو کاروں کے قائد کافروں کے قاتل ہیں۔ جو علی(ع) کی ہ۔رد کہ۔رے گا وہ ر نصر ہ۔ یافتہ وگا اور جو علی(ع) کا اتھہ۔ہ۔ دے گا اس کی مدد ہ۔ہ۔ کی جا گی۔ میں نے ایک دن ر ول(ص) کے اتھ نماز پڑھہ۔ی ایک ائل نے م جد میں آکر وال کیا کسی نے کچھ د۔ یا۔ حضرت علی(ع) حا تِ ر وع میں تھے۔ آپ نے اپنی انگلی کی ط۔رف اشارہ کیا جس میں انگوٹھی پہنے و تھے ۔ ائل بڑھا اور اس نے انگوٹھی ا۔ تار لی ۔ اس پر ر ول اللہ(ص) نے رع کی ۔ ب۔ارگاہ میں ہ۔ڑ ڑا کر د ا انگی ۔ عرض کیا میرے معبود ! میرے بھائی موسی نے تجھ سے وال کیا تھا (کہا تھا کہ اے میرے معبود ! میہ۔رے سینہ و کشادہ فر ا میرے معاملہ و سہ ل ہ۔نا، میری زبہ۔ان کی رہ کو ل دے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں اور میرے اہل میہ۔رے بھائی ہارون و میرا وزیر ہ۔نا۔ ان کے ذریعہ میری کمر مضبوط کر اسے میرا شریک کار قرار دے تاکہ ہم دونوں یادہ تیری تسبیح کہ۔ریں اورتہ۔زیادہ ذکر کریں تو ہماری حا ت و بخوبی دیکھنے والا ہے تو خداوندا تو نے ان پر وحی ہ۔نازل فر ائی کہ تمھاری تجہ۔ائیں پوری کی گئیں) اے میرے معبود! میں تیرا نبی(ص) وں میرے سینہ وَ بھی کشادہ فر ا میرے معاملہ و سہ ل کہ۔ر اور میہ۔رے اہ۔ل سے علی(ع) و میرا وزیر ہ۔نا اس کے ذریعہ میری کمر و مضبوط کر۔۔۔ جناب ابوذر فر ا ہیں کہ خدا کی قسم ر ول(ص) کا کلام پہ۔ورا بھی ہونے ہ۔پا یا تھا کہ جبرئیل امین اس آیت انما و لے رکہ ہ۔نازل و '' ؟ ایں نیست کہ تمھارا

حاکم و مختار خدا ہے اور اس کا رسول(ص) اور وہ لوگ جو ایمان لا جو نماز قائم کر ہیں اور حالت رکوع میں زکوۃ دیتے ہیں جو شخص خدا اور رسول (ص) اور ایمان لانے والوں سے دوستی کرے گا تو کوئی شبہ نہیں کہ خدا کی جمعیت کا غلبہ پانے والا ہے۔"

آپ سے مخفی نہیں کہ اس جگہ ولی سے مراد ولی بالتصرف ہے جیسے ہم لوگوں کے اس قول میں کہ فلاں ولی القاصر ہے، ولی سے مقصود اولی بالتصرف ہے۔ اہل فقہ نے تصریح کردی ہے کہ ہر وہ شخص جو کسی کے معاملات میں متصرف و مختار ہو وہ اس کا ولی ہے لہذا اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ جو تمھارے امور کے مالک و مختار ہیں اور تمھے زیادہ تمھارے امور میں تصرف کا حق رکھتے ہیں وہ خداوند عالم ہے اور اس کا رسول(ص) اور علی(ع) کیونکہ حضرت علی(ع) ہی کی ذات ہے جس ایک ایسی ذات ہے جس میں آیت کے مذکورہ بالا صفات مجتمع تھے۔ ایمان، نماز و قائم کرنا اور بحالتِ رکوع زکوۃ دینا اور آپ ہی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

خداوند عالم نے اس آیت میں اپنے لیے، اپنے رسول(ص) کے لیے اپنے ولی کے لیے ایک ہی ساتھ ولایت ثابت کی ہے، ایک ہی ذیل میں جس طرح خود ولی ہے اسی طرح بغیر کسی فرق کے اپنے رسول(ص) اور اپنے ولی کو بھی لوگوں کا ولی قرار دیا۔ یہ امر ظاہر ہے کہ خداوند عالم کی ولایت عالم ہے لہذا نبی(ص) اور ولی کی ولایت جیسی عالم ہونا چاہیے، وہ جن معنوں میں ولی ہے اور جس حیثیت کی ولایت اسے حاصل ہے ٹھیک انھیں معنوں میں اور اسی حیثیت سے امیرالمومنین(ع) کو بھی ولایت حاصل ہونی چاہیے۔

اور یہاں تو یہ ہو ہی نہیں سکتا ہے کہ ولی بمعنی ناصر یا محب وغیرہ مراد

لیا جا ورنہ حصر کی وئی وجہ باقی نہ رہے گی۔ جب ولی کے معنی مددگار یا دوست ہی کے لیے جائیں تو پھر اس کا انحصار صرف تین فردوں میں کیونکر صحیح ہوگا۔ کیا بس خدا اور رسول(ص) اور علی(ع) ہی مومنین کے دوست ہیں اور مددگار ہیں۔ دوسرا وئی نہیں ؟ حالانکہ خود خداوند عالم نے اس امر کا اعلان کیا ہے کہ : مومنین ایک دوسرے کے اولیاء ہیں، دوست ہیں، مددگار ہیں میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ دنیا میں جتنی بدیہی چیزیں ہیں انھیں میں سے ایک یہ بھی ہے یعنی آیہ مبارکہ میں ولی سے مراد اولی بالتصرف وغیرہ نہ کہ محب ، دوست، نصیر وغیرہ ۔

ش

مکتوب ۶ بر۲۱

آپ کے جواب میں کہا جاسکتا ہے کہ لفظ " ازین آمنوا " جمع ہے اور امیرالمومنین(ع) شخص واحد ہیں لہذا جمع کا اطلاق مفرد پر کیونکر صحیح ہے؟

س

جواب مکتوب

اہل عرب ۶وا جمع بول کر مفرد مراد لیا کر ہیں اس سے ایک خاص نکتہ ملحوظ ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ ایسا کر ہیں۔

اس کے ثبوت میں ورہ آل عمران کی یہ آیت پڑھیے :

" الَّذِينَ قالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا

لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزادَهُمْ إِيماناً وَ قالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيلُ'' (آل عمران، ۱۷۳)

'' وہ لوگ جن سے لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمھارے خلاف ایکا کر لیا ہے، تم ڈرو ان سے مگر انہ اکر یمان میں اور اضافہ ی وا، انُوں نے کہا کہ خدا ہمارے لیے کافی ہے اور وی بہترین وکیل ہے۔''

آیت میں ہے کہ لوگوں نے کہا۔ ۔اس کا لفظ استعمال کیا گیا ہے حالانکہ تمام مفسرین و محدثین و اہل اخبار کا اجماع ہے کہ کہنے والا فقط ایک تھا نعیم بن مسعود اشجعی ۔ خداوند ام نے صرف ایک نعیم بن مسعود پر جو مفرد ہے لفظ۔اس کا اطلاق کیا ہے جو جماعت کے لیے بولا جاتا ہے ۔ ایسا کیوں کیا گیا۔ ان لوگوں کی عظمت و جلالت ظاہر کرنے کے لیے جنہوں نے نعیم بن مسعود کی ۔ باتوں پر توجہ۔ نہ کی اور اس کے ڈرانے سے ڈرے نہیں۔ واقعہ یہ تھا کہ ابوسفیان نے نعیم بن مسعود و دس اونٹ اس شرط پر دیے کہ مسلمانوں و خوفزدہ کرے اور مشرکین سے خوف دلا اور اس نے ایسا ی کیا تو نعیم نے اس دن جو ۔ باتیں کہیں تھیں انھیں میں سے یہ جملہ بھی تھا۔ لوگوں نے تمھارے خلاف ایکا کر لیا ہے ۔ تم ڈرو ان سے، اس کے ڈرانے کا نتیجہ یہ وا کہ اکثر مسلمان جنگ میں جانے سے گھبرا گئے لیکن پیغمبر(ص) ۷۰ واروں و لے کر نکل کھڑے و ۔ اور صحیح و سالم واپس آ ۔ اس موقع پر یہ آیت ان ستر مسلمانوں کی مدح میں نازل وئی جو رسول(ص) کے ہمراہ گئے اور ڈرانے والے کے کہنے سے ڈرے نہیں خداوند ام نے یہاں مفرد(یعنی نعیم بن مسعود) پر ۔اس کا لفظ جو بولا

تو جب ۔ پاکیزہ نکتہ ہے اس میں۔ کیونکہ اس ستر کی تعریف جو ر ول(ص) کے ہمراہ گئے یہ کہہ کر کرنا کہ وہ لوگوں کے کہنے اور ڈرانے سے نہیں ڈرے کہیں بلیغ تر ہے بہ نسبت اس کے کہ ا ر یہ کہا جاتا کہ وہ ایک شخص کے ڈرانے سے نہیں ڈرے (کیونکہ ایک شخص کا خوف دلانا اتنا خوفناک ۔ ا ہ نہیں ہوتا جتنا ایک جماعت کا ڈرانا خوفناک ۔ ا ہ و ا ہے۔)

اس جیسی بہت سی مثالیں آپ و کلام مجید، احادیثِ پیغمبر(ص) اور کلام عرب میں ملیں گی۔ کلام مجید ں میں ایک جگہ ارشاد و ا ہے :

''یا أَیُّهَا الَّذینَ آمَنُوا اذْکُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَیْکُمْ إِذْ هَمَّ قَوْمٌ أَنْ یَبْسُطُوا إِلَیْکُمْ أَیْدِیَهُمْ فَکَفَّ أَیْدِیَهُمْ عَنْکُمْ'' (ائدہ ، ا)

'' اے لوگو!و ا ج یمان لا خدا کے اس نعمت و احسان ۔ یاد کرو ج ایک قوم نے ارادہ کیا کہ تمھاری طرف برائی کا ہاتھ بڑھا تو خداوند ام نے اس کے ہاتھ و تم سے روک یا۔''

اس آیت میں قوم کا لفظ وارد وا ہے ۔ قوم نے برائی کا ہاتھ بڑھایا حالانکہ ہاتھ بڑھانے والا صرف ایک شخص تھا۔ قبیلہ۔ محارب سے جس کا ۔ام غورث تھا۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ بنی نضیر کا ایک شخص عمرو بن جحاش تھا جس نے کسی قضیہ میں جس کا مفسرین و محدثین اہل اخبار نے بھی ذکر کیا ہے تلوار کھینچ لی تھی اور چاہتا تھا کہ ر ول(ص) و قتل کر ڈالے ، مگر خدا نے آپ کی حفاظت کی۔ ابن ہشام نے اپنی سیرۃ کی جلد۳ میں اسے غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر لکھا ہے۔ تو خداوند ام نے اس

ایک اکیلے شخص کے لیے جو مفرد ہے لفظ قوم استعمال کیا جو جماعت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے ۔ اس مقصود رسول(ص) کی سلامتی میں جو نعمت الٰہی تھی اس کی عظمت و جلالت بتانا تھا۔

اس طرح یہ آیہ مباہلہ میں خداوند امم نے لفظ ابناء ، نساء اور انفس کے الفاظ جو حقیقتاً عموم کے لیے ہیں حسنین(ع) و فاطمہ(س) و حضرت علی علیہم السلام کےلیے خاص کر استعمال کیے ہیں۔ تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ یہ الفاظ صرف انہی حضرات کے لیے استعمال و اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ ان کی عظمت شان و جلالتِ قدر کا اظہار مقصود تھا اور بھی بہت سے نظائر ہیں بے شمار و بے حساب۔ یہ چند مثالیں بطور دلیل نقل کر دی گئیں کہ جمع کا لفظ مفرد پر بھی بول سکتے ہیں، جبکہ کوئی خاص غرض کوئی مخصوص نکتہ پیش نظر ہو۔

زمخشری کا نکتہ

علامہ طبری تفسیر مجمع البیان میں اس آیت کی تفسیر لکھتے و تحریر فرما ہیں کہ اس آیت میں امیرالمومنین(ع) کے لیے جمع کا لفظ استعمال کرنے میں قدرت و نکتہ یہ ملحوظ تھا کہ آپ کی برگی ظاہر کرے۔ عظمت و جلالت بیان کرے۔ اہل لغت بطور تعظیم جمع بول کر واحد مراد لیا کرتے ہیں اور یہ ان کی بہت مشہور عادت ہے۔ اس پر کسی دلیل کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔

علامہ زمخشری نے تفسیر کشاف میں ایک دوسرا نکتہ ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں :

" ا ر تم یہ کہو اس آیت کا حضرت علی(ع) کی شان میں نازل ونا سے صحیح ہے حالانکہ لفظ جمع استعمال وا ہے تو میں کہوں گا کہ گو یہ آیت شخص واحد ں کے متعلق ہے مگر لفظ جمع اس لیے لایا گیا ہے ۔ تاکہ دوسروں وَ بھی ان کے جیسا کرنے کی رغبت پیدا و۔ وہ بھی ایسی ج۔ پائیں جیسی علی(ع) و ملی۔

ایک تو وجہ یہ تھی ، دوسری وجہ یہ تھی کہ خداوند ام متنبہ کرنا چاہتا تھا کہ دیگر مومنین کی خصلت ایسی ونی چاہیے نیکی و احسان کرنے اور نادار و صاحبان احتیاج کی تلاش و جستجو میں اس درجہ آرزو مند ونا چاہیے کہ ا ر وہ نماز کی حا ت میں بھی وں تو اسے نماز سے فراغت پر نہ اٹھا سکیں ۔ بلکہ نماز ں کی حا ت میں بجالائیں۔"

ایک اور لطیف نکتہ

میرے ذہن میں ایک بہت ں لطیفہ ۔ باریک نکتہ یا وہ یہ کہ خداوند ام نے مفرد لفظ چھوڑ کر جمع کا لفظ جو استعمال افر یا تو اکثر لوگوں پر اس کا بڑا فضل و کرم وا بڑی عنایت وئی خداوند ام کی کیونکہ دشمنان علی(ع) اور اعداء بنی ہاشم اور تمام منافقین اور حسد و بغض رکھنے والے اس آیت کو بصیغہ مفرد سننا برداشت سے کر وہ تو اس طمع میں حلقہ بگوش اسلام و تھے کہ ممکن ہے کہ کسی دن نصیب یاوری کرے اور رسول کی آنکھ بند ونے کے بعد ہم حاکم بن جائیں ۔ جب ان کو یہ پتہ چل جاتا کہ خداوند ام نے حکومت بس تین ں ذاتوں میں منحصر کردی، خدا و رسول(ص) اور علی(ع) ں بس

حاکم ہیں۔ تو وہ ایوس و رکہ ۔ر معلوم کیا کیا آفتیں دہ پا کر اور اسلام و کن کن خطرات کا امنا رکہ ۔ل پڑ ۔ا۔ ان کے فتن ۔ر و فساد ں کے خوف سے آیت ہ ۔ باوجود علی(ع) کے شخص واحد ونے کے جمع کا لفظ استعمال کیا گیا ۔ پھر ا بعد ۔یں رفتہ ۔ر رفتہ ۔ر مختلف پیرایہ میں متعدد مقالات پر تصریح وتی ر ں اور ولایت امیرا ومنین(ع) ہت سے دلوں پر شاق تھی اس لیے ورا ں کھلم کھلا اعلان نہیں دکہ یا گیا۔

ا ر اس آیت میں مخصوص عبارت لا کر مفرد کا استعمال کر کے آپ کی ولایت کا اعلان دکہ یا چتا تو لوگ کا نوں ۔یں انگلیاں دے لیتے او سرکشی پر اڑ جا ۔ یہی انداز حکیمانہ قرآن مجید کی ان تمام یات میں جاری و اری ہے جو اہل بیت(ع) کی ش ان ہ ۔ازل وئیں۔ ہم نے اپنی یاب سبیل ا ومنین ہ اس کی ۔ ا قاعدہ توضیح کی ہے۔ محکم ادلہ و براہین ذکر کیے ہیں۔

ش

مکتوب نمبر ۲۲

یہاں آیت دلالت کرتی ہے کہ ولی سے دوست یا اسی جیسے معنی مراد ہیں

خدا آپ کا بھلا کرے ۔ آپ نے میرے شکوک دور کردیے۔ شبہات کے بادل چھٹ گئے۔ حقیقت نکھر گئی۔ البتہ ایک کھٹک رہی جاتی ہے ۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ آیت اس موقع کی ہے جہاں خداوند ام نے کافرین و دوست بنانے سے منع کیا ہے۔ جیسا کہ قبل کی آیت سے پتہ چلتا ہے ۔ لہذا سلسلہ آیت قرینہ ہے کہ اس جگہ ولی سے مراد دوست یا مددگار کے ہیں ۔ اس کا آپ کیا جواب دیں گے؟

س

وجہ مکتوب

سیاق آیت سے اس قسم کے معنی نہیں نکلتے

اس کا جواب یہ ہے کہ مراجعہ سے آسانی سے پتہ چل جاتا ہے کہ یہ آیت اپنے ماقبل کی ان آیتوں سے جن میں کفار و دوست بنانے سے نہی کی گئی ہے کوئی تعلق نہیں رکھتی اس سلسلہ سے اسے کوئی واسطہ نہیں بلکہ یہ امیرالمومنین(ع) کی مدح و ثنا میں نازل کوئی ہے کیونکہ اس میں مرتدین کو آپ کی شجاعت سے خوف دلایا گیا ہے۔ آپ کے سطوت و غلبہ کی دعا مکمل دی گئی ہے اور من جملہ آیات کے ہے جن میں امیرالمومنین(ع) کے سوا امامت و خلافت کسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہےاس لیے کہ اس آیت کے پہلے بالکل متصل جو آیت ہے یعنی :

"یا أَیُّهَا الَّذینَ آمَنُوا مَنْ یَرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دینِهِ فَسَوْفَ یَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ یُحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَی الْمُؤْمِنینَ أَعِزَّةٍ عَلَی الْکافِرینَ یُجاهِدُونَ في سَبیلِ اللَّهِ وَ لا یَخافُونَ لَوْمَةَ لائِمٍ ذلِکَ فَضْلُ اللَّهِ یُؤْتیهِ مَنْ یَشاءُ وَ اللَّهُ واسِعٌ عَلیمٌ" (مائدہ، ۵۴)

" اے ایمان والو جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھرا(یاد رکھے) کی جلد ہی خدا ایک ایسی قوم کو لا ئے گا جسے خدا بھی محبوب رکھتا ہے اور وہ لوگ بھی خدا کو محبوب رکھتے ہیں

مومنین کے آگے منکسر مزاج و خکسار ہیں ۔ کافروں کے مقابلہ میں قوت و طاقت والے ہیں۔ خدا کی راہ میں جہاد کر ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہیں کر یہ خدا کا فضل و کرم ہے وہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے اور خدا بہت و سیع علم رکھنے والا ہے۔''

یہ آیت خاص کر امیرالمومنین(ع) کی شان میں نازل ہوئی جس میں آپ اور آپ کے اصحاب کی ہیبت و شجاعت سے خوف دلایا گیا ہے جیسا کہ خود امیرالمومنین(ع) نے جنگ جمل میں اس کی صراحت کی ہے نیز امام محمد باقر(ع) و جعفر صادق(ع) نے بھی تصریح فرمائی ہے ۔ ثعلبی نے بھی اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے اور صاحب مجمع البیان نے جناب عمار، حذیفہ، ابن عباس ان تمام سے مرویات ذکر کی ہیں۔

مختصر یہ کہ ہم شیعوں کے یہاں اس آیت کا امیرالمومنین(ع) کی شان میں نازل ہونا اجماعی مسئلہ ہے اور ائمہ طاہرین(ع) سے بکثرت صحیح اور حد تواتر تک پہنچی ہوئی روایات بھی مروی ہیں لہذا اس بنا پر یہ حقیقت آشکار ہو جاتی ہے کہ پہلی آیت سے خداوند عالم نے پہلے ولایت امیرالمومنین(ع) کا اشارۃ ذکر فرمایا ۔ آپ کی امامت کا مجمل لفظوں میں ذکر کیا اور اس کے بعد آیت اکملت نازل فرما کر سابقہ اجمال کی تفصیل فرمادی۔ اس اشارہ و واضح ذکر کیلئے لہذا یہ کہنا کیونکر صحیح ہے کہ یہ آیت انما ان آیتوں کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے جن میں کفار و دوست بنانے کی نہی کی گئی ہے۔

اقتِ آیت اولہ کے قابلہ میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا

علاوہ اس کے سروکائنات(ص) نے اپنے اہل بیت(ع) وَ بمنزلہ قرآن الاقدہ یا ہے اور یہ افر یا ہے کہ :

" دونوں ھی کبہ حہ برا ہ نہ وں گے"

لہذا اہل بیت(ع) ہم پلہ ہاب الہی ہیں اور انھیں سے حقیقت و واقعیت کا پتہ چل سکتا ہے ۔ کلام مجید اور اس کی آیتوں کے متعلق ان کے اقوال جتنے معتبر وں گے کسی اور کے نہیں۔ حضرات اہل بیت(ع) نے برابر اسی آیت سے اپنی حقیقت پر استدلال کیا۔ اسی وُ بطور حجت پیش کیا۔ انُوں نے ولی و وں تفسیر فرمائی ہے جو ہم نے بیان کیا لہذا ان حضرات کے اقوال کے امنے سیاق و وئی وزن نہیں یا جاسکتا۔ اور ار سیاق کلام و ہم تسلیمَ بھی کرلیں کہ وہ ان کی نصوص و تصریحات کے معارض ہے تو ایک تو ن کے مقابلہ میں ظاہر کا وزن ں کیا دوسرے یہ کہ تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ سیاق کے مقابلہ میں اولی و ترجیح حاصل ہے۔ دلیلوں کے مقابلے میں سیاق و وئی حقیقت نہیں اسی وجہ سے ار کسی موقع پر سیاق اور دلیل کے درمیان تعارض پیدا ہوجاتا ہے تو سیاق کے مدلول پر عمل نہیں کیا جاتا بلکہ اسے چھوڑ کر دلیل کے حکم کی پیروی کی جاتی ہے اور اس کا راز یہ ہے کہ جس موقع پر سیاق آیت اور دلیل میں تعارض پیدا ہوتا ہے تو اس آیت کی اسی سیاق اور اسی سلسلہ کلام میں نازل ونے کا وثوق نہیں ہوتا۔ یقینی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ آیت اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے ۔ کیونکہ اس سے کسی وَ بھی انکار

نہیں ہے کہ کلام مجید جمع کر وقت آیتوں کی وہی ترتیب نہیں رکھی گئی جس ترتیب سے وہ نازل ہوئیں۔ کلام مجید کا مطالعہ کیجیے۔ آپ کو بہت سی آیتیں ملیں گی جو نظم آیات سے کوئی رابطہ نہیں رکھتیں ان آیات میں سے کچھ بیان کیا گیا ہے اور اس کی اقبلی آیات کا سلسلہ بیان کچھ اور ہے جیسے آیہ تطہیر کو لیجیے جس کا سیاق قرآن پاک کی شان میں نازل ہوا ثابت و مسلم ہے ، مخصوص ہے بس انھیں خمسہ نجباء سے لیکن ذیل میں واقع ہوئی ہے تذکرہ ازواج پیغمبر(ص) کے۔ خلاصہ کلام یہ کہ اس آیہ انما سے ایسے معنی کا مراد و مقصود ہونا جو مفہوم سیاق کے مغائر ہے اس سے نہ تو کلام مجید کی شان اعجاز پر کوئی حرف آتا ہے اور نہ اس کی بلاغت میں کوئی کمی پیدا ہوتی ہے چونکہ قطعی دلیلیں موجود ہیں جو بتاتی ہیں کہ یہ انما ولیکم اللہ سے مراد اولی بالتصرف ہی ہے نہ کہ غیر ۔ لہذا کوئی چارہ کار نہیں سوا اس کے کہ اس آیت کو سیاق کے مخالف مفہوم پر حمل کیا جائے اور ولی سے مراد اولی بالتصرف لیا جائے نہ کہ محب یا ناصر۔

ش

مکتوب ؒ بر ۲۳

مراد آیت میں تاویل ضروری ہے تاکہ سلف پر آنچ نہ آئے

ا ر درمیان میں خلفا راشدین کی خلاف ۔ ۔ وتی جس کے صحیح ونے پر ہم لوگ یمان لا بیٹھے ہیں تو ہماریَ بھی و س را وتی جو آپ کی را ہے اور آیت کے معنی و ں سمجھتے جو آپ سمجھتے ہیں۔ لیں ان ہر ؛ رگواروں کی خلافت میں شک و شبہ کرنے کی گنجائش ں نہیں لہذا بچنے کی صرفَ یہی صورت ہے کہ اس آیت کی ہم تاویل کریں ۔ تاکہ ہم ان خلفاء وَ بھی صحیح و در ت سمجھیں اور ان لوگوں وَ بھی جنہوں نے بیعت کر کے ان و خلیفہ تسلیم کیا۔

س

واجب ِ مکتوب

سلف کا احترام مستلزم نہیں کہ آیت کے معنی میں تاویل ں جائے ۔ تاویل ہو بھی کیا جاسکتی ہے

خلافت خلفا راشدین ں کے متعلق تو ہ ہے۔ اسی پر تو گفتگو ور ں ہے۔ لہذا ادلہ کے مقابلہ میں ان کی خلافت -و لا-ا تی ُ حکمہ خیز بات ہے۔

دوسرے یہ کہ ان خلفاء و اور ان کی بیعت کرنے والوں و صحت و درستی پر سمجھنے کے لیے یہ کب ضروری ہے کہ آپ ادلہ- ں میں تاویل کرنے لگیں آپ ان و معذور سمجھ سکتے ہیں۔ ار ضرورت وئی تو ہم آئندہ اس پر روشنی ڈالیں گے۔

ہم نے جن نصوص کا ذکرا کیے ۔ یا دیگر نصوص جن کے ذکر کی وئی نوبت نہیں آئی ہے جیسے (رغدۃ -ا نصوص وصیت۔ آپ کی ۔ تاویل کرکے یا سکتے ہیں؟ خصوصا ان نصوص و ج بے شمار ایسی احادیث بھی موئد وں جو بجا خود نصوص صریح سے کم وزن نہیں رکھتیں۔

نصوص صریح و الگ رکھیے صرف انھیں احادیث پر ار انصاف سے کام لیتے و غور کیجیے تو صرف انھیں احادیث ں -و آپ قطعی دلیلیں اور بین وثبت ۔ پائیں گے۔ جنھیں وا تسلیم کرنے کے وئی چارہ کار نظر ۔ آ گا آپ و۔

ش

مکتوب نمبر ۲۴

آپ نے جن احادیث کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ وہ بھی نصوص کی موئد ہیں آپ ان کی تفصیل نہیں فرمائی۔ براہ کرم اس کی بھی تشریح فرمائیں۔

س

وجہِ مکتوب

ان نصوص کی موئد صرف چالیس حدیثین ہم اس مقام پر ذکر کر ہیں امید ہے کہ یہی آپ کے لیے کافی وں گی۔

۱- سرورکائنات(ص) نے حضرت علی(ع) کی ردن پر ہاتھ رکھ کر ارشاد افرمایا :

'' هذا إِمَامُ الْبَرَرَةِ وَ قَاتِلُ الْفَجَرَةِ

مَنْصُورٌ مَنْ نَصَرَهُ مَخْذُولٌ مَنْ خَذَلَهُ ‘‘

’’ یہ علی(ع) نیکو کاروں کے امام اور فاجروں و قتل کرنے والے ہیں جس نے ان کی مدد کی وہ کامیاب وا اور جس نے ان کی مدد سے منہ موڑا اس کی بھی رد نہ کی جا گی۔‘‘

یہ کہتے کہتے آپ کی آواز بلند ہو گئی۔‘‘

امام حاکم اس حدیث و مستدرک[1] ج۲ غر ۱۲۹ پر جناب جابر سے مروی احادیث کے ذیل میں درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

’’ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن بخاری و مسلم نے درج نہیں کیا۔‘‘

۲-آنحضرت(ص) نے فرمایا :

’’ أُوحِيَ إِلَيَّ فی عَلِي ثلاث سَيِّدُ المسلمين وَ إِمَامُ الْمُتَّقِينَ وَ قَائِدُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِينَ‘‘

’’ علی(ع) کے متعلق مجھے تین باتیں بذریعہ وحی بتائی

۱- کنزالعمال میں بھی یہ حدیث موجود ہے ملاحظہ و حدیث نمبر۲۵۲۷ غر ۱۵۳ جلد ۶ ۔ نیز ثعلبی نے اپنی تفسیر کبیر میں بسلسلہ تفسیر آیت ولایت جناب ابوذر کی حدیثوں کے سلسلہ میں اس حدیث و لکھا ہے۔

گئی ہیں۔ علی(ع) مسلمانوں کے سردار ہیں، متقین کے امام ہیں اور روشن جبین نمازیوں کے قائد ہیں۔''

اس حدیث و امام حاکم مستدرک ج ۳ ص ۱۳۸ پر درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

'' یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن بخاری و مسلم نے ذکر نہیں کیا[۱]۔''

۳- علی(ع) کے متعلق مجھے بذریعہ وحی یہ بتایا گیا کہ وہ مسلمانوں کے سردار ، متقین کے ولی اور روشن پیشانی والوں کے قائد ہیں۔''[۲]

اس حدیث و ابن نجار اور بہت سے ارباب سنن نے ذکر کیا ہے۔

۴- آنحضرت(ص) نے علی(ع) سے فرمایا :

'' مَرْحَباً بِسَيِّدِ الْمُسْلِمِينَ وَ إِمَامِ الْمُتَّقِينَ ''

اس حدیث و حلیتہ الاولیاء میں ابن نعیم نے درج کیا ہے۔[۳]

۱-باوودی ، ابن قانع ، ابونعیم نے اس حدیث و درج کیا ہے۔ کنزالعمال جلد۶ ص ۱۵۱ پر بھی موجود ہے۔ حدیث ۲۶۲۸ ملاحظہ و۔

۲-کنزالعمال جلد۶ ص۱۵۷ حدیث ۲۶۳۔

۳- ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۴۵۰ پر اس حدیث و نقل کیا ہے ۔ کنز العمال میں بھی یہ حدیث موجود ہے ملاحظہ و حدیث ۲۶۲۷ کنزالعمال جلد۶ ص ۱۵۷۔

’’ اول من يدخل من هذا الباب إمام المتّقين، وسيد المسلمين، و يعسوب الدين و خاتم الوصيين وقائد الغُرّ المحجَّلين ‘‘

’’ پہلا وہ شخص جو اس دروازے سے داخل وگا وہ متقین کا اام ۔ مسلمین کا سردار، اور دین کا امیر اور وصییوں کا خاتم اور رشن پیشانی والوں کا قائد ہے۔‘‘

ب سے پہلے حضرت علی(ع) آ ر ول(ص) نے دیکھا ۔ تو آپ کا چہرہ کھل گیا۔ دوڑ کر علی(ع) و گلے سے گا یا اور آپ کی پیشانی کا پسینہ پونچھتے جا تھے اور فرا جا تھے :

’’ تم میری طرف سے حقوق ادا کرو گے، تم میرا پیام لوگوں تک پہنچاؤ گے اور میرے بعد ج اختلافات پیدا وں گے تو تم ں راہ حق واضح کرو گے۔‘‘[1]

’’إن اللّه عهد إلى في علي أنّه راية الهدى و إمام أوليائي و نور من أطاعني و هو الكلمة التي ألزمتها المتقين‘‘

ا- حلیتہ الاولیاء ابونعیم ا نہانی و شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد۲ ص ۴۵۰

" علی(ع) کے متعلق مجھے خداوند ام سےنےاوج یا ہے کہ وہ علم ہدایت ہیں، میرے دوستوں کے ا-ام ہ-یں اور می-ری اطاع-ت کرنے والوں کے لیے نور ہیں علی(ع) ں وہ لمہ ہیں جسے میں نے متقین کے لیے لازم دکھ یا ہے۔"[1]

آپ دیکھتے ہیں کہ مذورہ ۔ بالا حدیثوں حضرت علی(ع) کی امت کے متعلق تنی صاف اور صریحی نصوص ہیں آپ کی اطاع-ت و فرمانبرداری واجب و لازم ونے کے روشن ثبوت ہیں۔

۷."إِنَّ هَذَا أَوَّلُ مَنْ آمَنَ بِي وَ هَذَا أَوَّلُ مَنْ يُصَافِحُنِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ هَذَا الصِّدِّيقُ الْأَكْبَرُ، وَ هَذَا فَارُوقُ هَذِهِ الْأُمَّةِ يُفَرِّقُ بَيْنَ الْحَقِّ وَ الْبَاطِلِ وَ هَذَا يَعْسُوبُ الْمُؤْمِنِين

"یہ علی(ع) پہلے وہ شخص ہیں جو مجھ پ یمان لا ۔ قیامت کے دن ب سے پہلے یہی مجھ سے مصافحہ کریں گے۔ یہی صدیق اکبر ہیں، یہی اس امت کے فاروق ہیں جو حق و ۔ باطل سے جدا کریں گے۔ یہی مومنین کے سردار ہیں۔"[2]

۱- حلیتہ الاولیاء ابونعیم ا نہانی و شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد۲ شمہ ۴۴۹۔

۲- معجم کبیر طبرانی سنن بیہقی کامل، ابن عدی و کنز العمال جلد۶ شمہ ۱۵۶ حدیث۳۶۰۸۔

۸۔ ''يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ أَ لَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَداً قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ هَذَا عَلِيٌّ فَأَحِبُّوهُ بِحُبِّي وَ أَكْرِمُوهُ بِكَرَامَتِي فَإِنَّ جَبْرَئِيلَ ع أَمَرَنِي بِالَّذِي قُلْتُ لَكُمْ عَنِ اللَّهِ عَزَّ وَ عَلَا.''

'' اے روہ انصار میں تمھیں ایسی چیز نہ بتادوں کہ ا ر تم اسے مضبوطی سے تھامے ر و تو کبھی مرگراہ ن.ر وے۔ دیکھو یہی علی(ع) وہ ہیں تم مجھے جس طرح محبوب رکھتے و انھیں بھی محبوب رکھنا، میری جیسی عزت کر و ان کی بھی عزت رکنا۔ یہ بات میں اپنے دل سے نہیں کہہ رہا وں بلکہ امین وحی جبرئیل(ع) خدا کی طرف سے یہ حکم لے کر ؤ ہیں۔''[1]

ا۔ معجم کبیر طبرانی ، کنزالعمال جلد۶ فر ۱۵۷ حدیث ۲۶۲۵ علامہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ جلد۲ فر ۴۵۰ پر درج کیا ہےملاحظہ فرائیے کہ پیغمبر(ص) نے ان کے گمراہ ونے و شرط کیا ہے علی(ع) کے تمسک سے ۔ جب تک علی (ع) کا دامن پکڑے رہیں گے تب تک مرگراہ ن.ر وں گے۔ اس کا صریحی مطلب یہ وا کہ جس نے علی(ع) سے تمسک ن.ر کیا وہ ضرور گمراہ وگا۔ نیز یہ بھی ملاحظہ فرائیے کہ پیغمبر(ص) حکم دیتے ہیں کہ علی(ع) کے اتھ جیسی محبت کرو جیسی خود میرے اتھ کر و اور ویسی ں عزت کرو جیسی میری عزت کر وے۔ یہ بات اس شخص کے لیے وسکتی ہے جو آپ(ص) کا ولیعہد ہو اور آپ کے بعد الک و مختار اور فرانروا و ۔ جو آپ آنحضرت(ص) کے اس جملہ پر کہ '' میں نے جو کچھ کہا ہے اس کا حکم جبرئیل خدا کے یہاں سے لے کر آ تھے۔'' خود غور فرائیں گے تو حقیقت اچھی طرح منکشف وجا گی۔

۹- ’’ أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا- فَمَنْ أَرَادَ الْعِلْمَ فَلْيَأْتِ الْبَابَ‘‘

’’ میں شہر علم وں، علی(ع) اس کا دروازہ ہیں، جو شخص علم حاصل رکنا چاہیے وہ دروازے سے آ ۔‘‘[1]

۱- طبرانی نے کبیر میں ابن عباس سے اس حدیث کی روایت کی ہے، جیسا کہ سیوطی کی جامع غیر فہ ۱۰۷ پر مذ ور ہے اور ام حاکم نے مستدرک ج۳ فہ ۲۲۷ ربہ۔ اب مناقب علی(ع) میں دو صحیح سندوں سے اس حدیث کی روایت کی ہے ایک عبدا للہ بن عباس سے جو دو صحیح طریقوں سے ہے دوسری جابر بن عبداللہ انصاری سے ۔ اس کے طریق کی صحت پر انوں نے قطعی دلیلیں قائم کی کی ہیں۔ ام احمد بن صدیق مغربی وارد قاہر نے ایک مستقل عظیم الشکل اب خاص کر اس حدیث کی صحت ثابت کرنے کے لیے تحریر فرمائے۔ کہ اب کا نام فتح الملک العلیٔ ت حدیث بابت مدینہ العلم علی ہے۔ کہ اب ۱۳۴۵ھ میں مطبع الاسلامیہ مصر میں طبع وچکی ہے۔ تشگان علوم و چاہیے کہ اب و ضرور ملاحظہ فرائیں کہ علوم کثیرہ پر مشتمل ہے ۔اصبی حضرات اس مشہور ومعروف حدیث و متعلق جوہر خاص و امے کورد زن ہے، ہر شہری و دیہاتی اس کا جانتا ہے جو بکواس کر ہیں اس کا وئی وزن نہیں ہے۔ ہم نے ان کے اعتراضات کے ائر نظر سے دیکھا وا زبردستی اور کٹھ حجتی ہمیں اور دوئ بات نظر نہ آئی وا اس کے کہ انوں نے رکیک اعتراضات کر کے تعصب کا مظاہرہ کیا ہے۔ ایک دلیل بھی تو ٹ کانے کی نہیں ذکر کی۔ جیسا کہ حافظ صلاح الدین علائی نے علامہ ذہبی وغیرہ کے قول رد بطلان حدیث ان مدینہ العلم و نقل کرنے کے بعد تصریح کی ہے اور کہا ہے کہ انوں نے کیا بات بھی در ت نہیں پیش کی جو قادح و اس حدیث کی صحت میں وا وضعیت کے دعوی کے۔

۱۰- ''أَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا.''

'' میں حکمت کا گھر ہوں، علی(ع) اس کا دروازہ ہیں۔''[۱]

۱۱- '' عَلِيٌّ بَابُ عِلْمِي وَ مُبَيِّنٌ لِأُمَّتِي مِنْ بَعْدِي مَا أُرْسِلْتُ بِهِ حُبُّهُ إِيمَانٌ وَ بُغْضُهُ نِفَاقٌ ''

'' علی(ع) میرے علم کا دروازہ ہیں اور میں جن چیزوں کو لے کر مبعوث ہوا، میرے بعد یہی ان چیزوں کو میری امت سے بیان کریں گے۔ ان کی محبت ایمان اور ان کا بغض نفاق ہے۔''[۲]

۱- اس حدیث کو امام ترمذی نے اپنی جامع ترمذی میں درج کیا ہے نیز ابن جریر نے بھی لکھا ہے اور ترمذی و ابن جریر جیسے بہتر علما اعلام نے نقل کیا ہے مثلا علامہ متقی ہندی ملاحظہ ہو کنز العمال جلد۶ ص ۴۰۱ نیز علامہ متقی لکھتے ہیں کہ ابن جریر نے کہا ہے کہ اس حدیث کو اسناد ہمارے یہاں صحیح ہیں اور ترمذی سے جلال الدین سیوطی نے جامع الجوامع میں کے حرف ہمزہ میں نقل کیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے جامع صغیر ص ۱۷۰ جلد اول۔

۲- دیلمی نے جناب ابوذر سے اس کی روایت کی ہے جیسا کہ کنزالعمال جلد۶ ص ۱۵۶ پر ہے۔

۱۲- ''أَنْتَ تُبَيِّنُ لِأُمَّتِي مَا اخْتَلَفُوا فِيهِ بَعْدِي.''

'' اے علی(ع) میرے بعد جو میری امت اختلاف میں مبتلا ہوگی تو تم ان کے لئے راہ حق واضح کرو گے۔''

اس حدیث کو حاکم نے مستدرک[1] ج۳ صفحہ ۱۲۲ پر درج کرنے کے بعد لکھا ہے کہ :

'' یہ حدیث مسلم و بخاری دونوں کے معیار پر صحیح ہے لیکن ان دونوں نے ذکر نہیں کیا۔''

ان احادیث پر غور کرنے کے بعد یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت علی(ع) کی رسول(ص) کے ساتھ وہی منزلت جو خود رسول(ص) کی خدا کے ساتھ تھی۔ وجہ اثبات قدرت نے رسول(ص) کے متعلق فرمائی جیسا کہ پہلے بیان ہوا رسول(ص) نے حضرت علی(ع) کے متعلق۔ قدرت کا ارشاد ہوا :

'' وَ ما أَنْزَلْنا عَلَيْكَ الْكِتابَ إِلاَّ لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فيهِ وَ هُدىً وَ رَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ''(النحل، ۶۴)

'' میں نے تم پر کتاب نازل کی وہ صرف اس لیے کہ لوگ جس مسئلہ میں اختلاف کریں تم راہ حق واضح کر دو گے اور یہ کلام مجید وجہ

۱- دیلمی میں انس سے روایت کی ہے جیسا کہ کنزالعمال جلد۶ صفحہ ۱۵۶ پر مذکور ہے۔

ہدایت اور رحمت ہے ایمان لانے والوں کے لیے۔''

اور رسول(ص) نے حضرت علی(ع) کے متعلق فرمایا :

'' تم میری امت کے اختلاف میں مبتلا ہونے کے وقت راہِ حق واضح کرو گے۔''

۱۳- ابن سماک نے حضرت ابوبکر سے مرفوعاً روایت کی ہے :

''علي مني بمنزلتي من ربي ''

'' علی(ع) کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو مجھے رب کی بارگاہ میں حاصل ہے۔''[1]

۱۴- دار قطنی نے افراد میں ابن عباس سے مرفوعاً روایت کی ہے :

'' علی بن ابی طالب بَابِ حِطَّةٍ مَنْ دَخَلَ منه كَانَ مُؤْمِناً وَ مَنْ خَرَجَ مِنْهُ كَانَ كَافِراً ''

'' علی(ع) باب حطہ ہیں،جو اس باب میں داخل ہوا وہ مومن ہے اور جو نکل گیا وہ کافر ہے۔''[2]

۱۵- آنحضرت(ص) نے حجۃ آخری میں مقامِ عرفات پر فرمایا :

''عَلِيٌّ مِنِّي وَ أَنَا من عليّ ، ولَا يُؤَدِّي عَنِّي إِلَّا أَنَا أَوْ عَلِيٌّ.''

'' علی(ع) مجھ سے ہیں اور میں علی(ع) سے ہوں۔ اور

۱- صواعق محرقہ ، باب ۱۱، فصل ۱۰۶۔

۲- کنزالعمال ج۶ فصل ۱۵۳ حدیث ۲۵۲۸۔

کار ر ا ت کی ادائیگی یا تو میں کروں گا یا علی(ع)۔"[1]

یہ قول معزز پیغامبر(ص) کا جو قوت والا ہے خدا کے نزدیک بہت منزلت حاصل ہے۔

۱- ابن اجہ نے سنن ابن اجہ صفحہ ۹۲ جلد اول باب فضائل اصحابہ میں اس کی روایت کی ہے۔ ترمذی اور نسائی نے اپنی صحیح میں نیز کنزالعمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۳ حدیث ۲۵۳۰ ۔ امام احمد نے مسند جلد ۴ صفحہ ۱۶۴ پر حبشی بن جنادہ کی حدیث سے متعدد طریقوں سے اس حدیث کی روایت کی ہے اور ان کے سب طریقے صحیح ہیں۔ مختصرا یہ سمجھ لیجیے کہ انہوں نے اس حدیث کو یحیی بن آدم سے انہوں نے اسرائیل بن یونس سے انہوں نے اپنے دادا ابو اسحق سبیعی سے انہوں نے حبشی سے روایت کیا ہے اور یہ کل کے کل بخاری و مسلم کے نزدیک حجت ہیں اور ان دونوں نے ان سب سے اپنے اپنے صحیح استدلال کیا ہے ۔ مسند احمد میں اس حدیث کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث آنحضرت(ص) سے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمائی جس کے بعد آپ اس دار فانی میں بہت تھوڑے دنوں زندہ رہے۔ اس کے قبل آپ نے ابوبکر کو سورہ برائت کی دس آیتیں دے کر بھیجا تھا کہ وہ اہل مکہ کو جاکر پڑھ کر سنا دیں۔ پھر آپ نے حضرت علی(ع) کو بلایا (جیسا کہ امام احمد نے مسند جلد اول صفحہ ۱۵۱ پر روایت کی ہے) اور فرمایا کہ جلد جاکر ابوبکر سے ملو جہاں بھی ان سے ملاقات ہو ان سے نوشتہ لے لو اور خود لے کر اہل مکہ کی طرف جاؤ اور پڑھ کر سناؤ۔ حضرت علی(ع) مقام جحفہ پر ان سے لے اور ان سے وہ نوشتہ لے لیا اور حضرت ابوبکر رسول(ص) کی خدمت میں پلٹ آئے اور آکر کہا کہ یا رسول اللہ(ص) کیا میرے بارے میں کوئی آیت نازل ہوئی ہے۔ آنحضرت(ص) نے فرمایا کہ نہیں۔ لیکن جبرئیل آئے اور انہوں نے کہا کہ تم اپنی طرف سے اپنے امور کی انجام دہی یا تو خود کرو یا وہ جو تم سے ہو اور دوسری حدیث میں ہے (جسے امام احمد نے مسند ج اول صفحہ ۱۵۰ پر امیرالمومنین(ع) سے روایت کیا ہے) کہ رسول اللہ(ص) نے جب حضرت علی(ع) کو سورۃ برائت پہنچانے کے لیے روانہ کیا تو فرمایا کہ اے علی(ع) کوئی چارہ کار نہیں دل کو ہدایت بخشے گا

خدا را آپ ں فرائیں ان احادیث سے ون سی راہ فرار آپ نکال سکتے ہیں۔ ایسے صحیح احادیث اور صریحی نصوص کے مقابل مین آپ کیا فرا سکیں گے ۔ ا ر آپ اس وقت کا تصور فرائیں اور حکیمِ اسلام کی اس گہری حکمت و وچیں کہ آپ ایسے موقع پر ُ یعنی فریضہ ج بجالا و مقامِ عرفات پر لاکوں مسلمانوں کے ہجوم میں یہ اعلان فرا ہیں تو آپ پر حقیقت اچھی طرح روشن وجا ۔ ر ول(ص) کے الفاظ دیکھیے تنے مختصر ہیں لین یہ مختصر الفاظ تنے جلیل القدر معانی و م ا و اپنے دامن مین لیے و ہیں چند الفاظ میں آپ نے م ا کے دفتر سمودیے : ''وَلَا يُؤَدِّي عَنِّي إِلَّا أَنَا أَوْ عَلِيٌّ''

'' میرے فرائض ر ا ت کی ادائگی کسی سے ممکن نہیں وا میرے یا علی(ع) کے ۔''

اس جملہ کے بعد اب وئی گنجائش ں نہیں رہتی ۔ وا علی(ع) کے کسی شخص کےلیاس ۔ بت کی اہلیت اور صلاحیت س نہیں پکلتی کہوہ کار ِ ر ا ت سے کسی چیز کی ادائگی کرسکے،رفریضہ تبلیغ میں ر ول(ص) کا ہاتھ بٹاسکے اور وَ بھی سے سکتا ہے ۔ علی(ع) کے وا کسی اور میں گنجائش نکلَ بھی سے سکتی ہے اس لیے کہ نبی امور ۔ یا تو خود نبی سے انجام پا ں یا پھر اس کے وصی کےذریعہ انجام پائیں گے۔ نبی کا قائم نبی کا جانشین اور ولیعہد ں وسکتا ہے۔

۱۶- ’’ من أطاعني فقد أطاع اللّه عزّ و جلّ، و من عصاني فقد عصى اللّه، و من أطاع عليّا فقد أطاعني، و من عصى عليّا فقد عصاني‘‘

’’ جس نے میری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرانی کی اس نے خدا کی نافرانی کی ۔ جس نے علی(ع)کی نافرانی کی اس نے میری نافرانی کی۔‘‘

اس حدیث و امام حاکم نے مستدرک ج۳ صفحہ ۱۲۱ پر درج کیا ہے اور علامہ ذہبی نے تلخیص مستدرک میں ذکر کیا اور ان دونوں نے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث بخاری و مسلم دونوں کے معیار پر صحیح ہے۔

۱۷. ’’ يا علی مَنْ فَارَقَنِي فَقَدْ فَارَقَ اللَّهَ

وَ مَنْ فَارَقَکَ فَقَدْ فَارَقَنِي"

" اے علی(ع)! جو مجھ سے برگشتہ وا وہ خدا سے برگشتہ وا اور جو تم سے برگشتہ وا وہ مجھ سے برگشتہ وا۔"

اس حدیث و ا ام حاکم م ستررک ج۳ فحہ ۱۲۴ پر درج کر کے لکھتے ہیں کہ :

" یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن بخاری و مسلم نے اسے ذکر نہیں کیا ہے۔"

۱۸- ام سلمہ(رض) کی حدیث میں ہے:
"وَ مَنْ سَبَ عَلِیّاً ع فَقَدْ سَبَّنِي."

" جس نے علی(ع) و دشنام دی اس نے مجھے دشنام دی۔"

حاکم نے م ستررک ج۳ فحہ ۱۲۱ پر اسے درج کیا اور مسلم و بخاری دونوں کے معیار پر صحیح قرار دیا ہے۔ علامہ ذہبی نے تلخیص م ستررک میں اس کی صحت کی صراحت کر و درج کیا ہے۔ نیز ا ام احمد نے ام سلمہ سے یہ حدیث م سند ج۶ فحہ ۳۲۳ پر اور نسائی نے خصائص علویہ فحہ ۱۷ پر نقل کیا ہے۔ نیز دیگر اجلہ علماء محدثین نے اس کی روایت کی ہے اسی جیسا ایک قول کاوہ قول بھی ہے جو عمرو بن شاس[1] کی حدیث میں منقول ہے :

"مَنْ آذَی عَلِیّاً فَقَدْ آذَانِي "

۱- عمرو بن شاس کی حدیث فحہ ۲۴۷ کے حاشیہ پر ر چکی ہے۔

" جس علی(ع) و اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی ۔"

۱۹- "مَنْ أَحَبَ عَلِيّاً فَقَدْ أَحَبَّنِي، وَ مَنْ أَبْغَضَ عَلِيّاً فَقَدْ أَبْغَضَنِي "

" جس نے علی(ع) و محبوب رکھا اس نے مجھے محبوب رکھا اور جس نے علی(ع) سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔"

امام حاکم نے اس حدیث و مستدرک ج۳ ص ۱۳۰ پر درج کیا اور بشرائط شیخین اسے صحیح قرار دیا ہے۔ نیز علامہ ذہبی نے تلخیص مستدرک میں مذکورہ بالا معیار پر اس کی صحت کا اعتراف کر و درج کیا ہے۔اسی جیسا خود حضرت علی(ع) کا قول[0] ہے۔ آپ فرما تھے :

" قسم ہے اس ذات کی جس نے زمین سے دانہ و روئیدہ کیا اور و چلائی۔ رسول(ص) مجھ سے قول و قرار فرما چکے ہیں کہ مجھے وہی دوست رکھے گا جو

۱- صحیح کتاب الایمان ص ۴۶ جلد اول ابن عبدالبر نے استعیاب میں بسلسلہ حالات امیرالمومنین(ع) اس حدیث کے مضمون و صحابہ کی ایک جماعت سے روایت کیا ہے ص۱۸ پر بریدہ کی حدیث درج کی جاچکی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے ۔ آنحضرت کا یہ قول حد تواتر کو پہنچ چکا ہے " اللھم وآل من والاہ و ادمن اداہ " جیسا کہ صاحب فتاوی حامدیہ نے اپنے رسالہ موسومہ بہ صلوۃ الفاخرہ فی الاحادیث المتواترہ میں اعتراف کیا ہے۔

مومن ہوگا، وہ دشمن رکھے گا جو منافق ہوگا۔"

۲۰. " يا عَلِيِّ أَنْتَ سَيِّدٌ فِي الدُّنْيَا وَ سَيِّدٌ فِي الْآخِرَةِ حبيبکَ حبِيبِي وَ حَبِيبِي حَبِيبُ اللَّهِ وَ عَدُوُّكَ عَدُوِّي وَ عَدُوِّي عَدُوُّ اللَّهِ وَالويْل لِمَنْ أَبْغَضَكَ مِنْ بَعْدِي."

" تم دنیا میں بھی سید و سردار ہو اور آخرت میں بھی، تمھیں دوست رکھنے والا مجھے دوست رکھنے والا ہے اور مجھے دوست رکھنے والا خدا ہے دوست رکھنے والا ہے، اور تمھارا دشمن میرا دشمن ہے اور میرا دشمن خدا کا دشمن ہے۔ ہلاکت و تباہی نصیب ہو اسے جو میرے بعد تم سے بغض رکھے۔"

اس حدیث کو امام حاکم نے مستدرک ج۳ صفحہ ۱۲۸ پر درج کیا ہے اور بشرائط شیخین صحیح قرار دیا ہے۔[1]

۱- امام حاکم نے اس حدیث کو بطریق ازہر عبدالرزاق سے اُنہوں نے زہری سے اُنہوں نے عبیداللہ بن عبداللہ سے اُنہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ سب کے سب اشخاص ثقہ ہیں۔ اسی وجہ سے امام حاکم نے اس حدیث کو ---------- امام حاکم فرماتے ہیں کہ میں نے ابو عبداللہ قرشی سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے احمد بن یحیی حلوانی سے سنا وہ کہتے تھے کہ جب ابو الازہر صنعا سے آئے اور اہل بغداد سے اس حدیث کا ذکر کیا تو یحیی بن معین نے اس کا انکار کیا۔ جب ان کے نشست کا دن ہوا تو اُنہوں نے صحبت میں کہا کہ وہ کذاب نیشاپوری کہاں ہے جو عبدالرزاق سے اس حدیث کو بیان کرتا ہے۔ یہ سن کر ابو الازہر اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ وہ میں ہوں ان کے اٹھنے اور یہ کہنے پر یحیی بن معین ہنس پڑے پھر ان کو اپنے قریب بلایا اور اپنے سے نزدیک کیا۔ پھر ابو الازہر سے پوچھا کہ عبدالرزاق نے تم سے یہ حدیث کیونکر بیان کی حالانکہ تمھارے ہوا کسی اور سے اُنہوں نے یہ حدیث نہیں بیان کی۔ ابوالازہر بولے سنیے میں صنعا میں پہنچا معلوم ہوا کہ عبدالرزاق موجود نہیں وہ ایک دور کے قریہ میں فروکش ہیں۔ میں ان کے پاس پہنچا میں بیمار بھی تھا۔ جب میں ان کے پاس پہنچا تو اُنہوں نے مجھ سے خران کی ثبت دریافت کیا میں نے حالات بیان کیے ان سے حدیثیں لکھیں پھر ان کے ساتھ صنعاء واپس ہوا۔ جب میں رخصت ہونے لگا تو عبدالرزاق نے کہا کہ تمھارا حق مجھ پر واجب ہے۔ میں تم سے ایک ایسی حدیث بیان کرتا ہوں جس کو تمھارے ہوا کسی اور نے مجھ سے نہیں سنا یہ کہہ کر اُنہوں نے قسم بخدا یہ حدیث بیان فرمائی۔ یہ سن کر یحیی ابن معین نے ان کی تزریق کی اور پھر معافی چاہی، معذرت کی۔ علامہ ذہبی نے تلخیص میں اس حدیث کے رواۃ کے ثقہ ہونے کا اعتراف کیا ہے اور ابو الازہر کے ثقہ ہونے کی خاص کر صراحت کی ہے اور پھر باوجود ان باتوں کے اُنہوں نے اس حدیث کی صحت میں شک کیا مگر ہوا ہٹ دھرمی اور کٹھ حجتی کے وائی بات نہیں پیش کی جو اس حدیث میں قادح ہو۔ رہ گیا یہ کہ عبدالرزاق اس حدیث کو کیوں چھپاتے تھے اس کی وجہ ظاہر ہے اُنہوں نے ظالمین کے سطوت و قہر و غلبہ کے خوف سے ایسا کیا جیسا کہ سعید بن جبیر نے ان کی طرف دیکھا اور کہا کہ تم بڑے بے خوف و بے پروا معلوم ہوتے ہو ----------درج نہیں کیا ہے

۲۱- ''يا علي طوبى لمن أحبك و صدق عليك، و ويل لمن أبغضك و كذب عليك.''

''اے علی(ع) بشارت جنت و اسے جو تمہیں دوست رکھے اور تمہارے معاملہ میں سچائی بر اور ہلاکت و اسے جو تمہیں دشمن رکھے اور تمہارے متعلق جھوٹ بولے۔''

امام حاکم نے مستدرک ج۳ صفحہ ۱۳۵ پر درج کیا ہے اور درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ :

'' یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن بخاری و مسلم نے درج نہیں کیا ۔''

۲۲- '' مَنْ أَراد أَنْ يَحْيَا حَيَاتِي وَ يَمُوتَ مَمَاتِي وَ يَسكن جَنَّةَ الخلد الَّتِي

وَعَدَنِي رَبِّي فَلْيَتَوَلَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ ع فَإِنَّهُ لَا يُخْرِجُكُمْ مِنَ ْهُدَى وَ لَا يُدْخِلُكُمْ فِي ضَلَالَةٍ.‘‘

’’ جو شخص میری زنگی جینا اور میری موت مرنا اور سدا بہار باغ جنت میں جس کا خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے رہنا چاہیے تو وہ علی(ع) کو دوست رکھے کیونکہ علی(ع) تم کو راہ ہدایت سے کبھی الگ نہ کریں گے اور نہ گمراہی میں کبھی ڈالیں گے۔‘‘[1]

۲۳- ’’أوصي من آمن بي و صدّقني بولاية عليّ ابن ابى طالب، فمن تولّاه فقد تولّاني، و من تولّاني فقد تولّى اللّه، و من أحبّه فقد أحبّني، و من أحبّني فقد أحبّ اللّه، و من أبغضه فقد أبغضني و من أبغضني فقد أبغض اللّه عز وجل.‘‘

’’میں وصیت کرتا ہوں ہر اس شخص کو جو مجھ پر ایمان لایا اور میری تصدیق کی کہ علی(ع) کی ولایت کا پابند رہے جس نے علی(ع) کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی جس نے میری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی ۔ اور جس نے علی(ع) کو

۱- دیکھئیے امالی صدوق مجلس ۲۷، ۷۵۔

دو ت رکھا اس نے مجھے دو ت رکھا اور جس نے مجھے دو ت رکھا اس نے خدا و دو ت رکھا اور جس نے علی(ع) سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے خدا سے بغض رکھا۔"[1]

۲۴- "مَنْ سَرَّهُ ان يَحْيَى حياتى، وَ يَمُوتَ مماتى وَ يَسْكُنَ جُنَّةَ عَدْنٍ غَرَسَهَا ربى فَلْيُوَالِ عَلِيّاً مِنْ بعدى، وَ لْيُوَالِ وَلِيَّهُ، وَ لْيَقْتَدِ بالائمة مِنْ بعدى، فانهم عترتى خُلِقُوا مِنْ طينتى رُزِقُوا فَهْماً وَ عِلْماً، وَ وَيْلٌ لِلْمُكَذِّبِينَ بفضلهم مِنْ امتى الْقَاطِعِينَ فِيهِمْ صلتى لَا اناالَهُمُ اللَّهُ شفاعتى."

" جسے یہ خوشگوار معلوم ہو کہ میری زندگی جیے اور میری موت مرے اور باغ عدن میں رہے وہ میرے بعد علی(ع) کو اپنا امیر سمجھے اور علی(ع) کے بعد ان کے جانشین کی اطاعت کرے اور میرے بعد میرے اہل بیت(ع) کی پیروی اختیار کرے کیونکہ

۱- دیکھیں باب نمبر ۷۶۔

میرے اہل بیت(ع) میری عترت ہیں، میری طینت سے پیدا و ہیں، انھیں میرا ی فہم و علم بخشا گیا، پس ہلاکت و میری امت کے ان لوگوں کے لیے جو میری اہل بیت (ص) کے فضل و شرف و جھٹلائیں اور میری قرابت کا خیال نہ کریں۔ خدا ان و میری شفاعت سے محروم رکھے۔''

۲۵. ''مَنْ أَحَبَ أَنْ يَحْيَا حَيَاتِي وَ يَمُوتَ مِيتَتِي وَ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ الَّتِي وَعَدَنِي رَبِّي، وَ هِيَ جَنَّةُ الْخُلْدِ قَضِيباً غَرَسَهُ بِيَدِهِ، فَلْيَتَوَلَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَ ذُرِّيَّتَهُ مِنْ بَعْدِهِ فَإِنَّهُمْ لَنْ يُخْرِجُوهُمْ مِنْ بَابِ هُدًى وَ لَنْ يُدْخِلُوهَا فِي بَابِ ضَلَالَةٍ.''

''جسے یہ پسندیدہ و کہ میری زندگی جیے اور میری موت مرے اور اس جنت میں داخل و جس کا میرے

پروردگار نے مجھ سے وعدہ افرمایا ہے اور جنت خلد ہے پس وہ علی(ع) اور علی(ع) کے بعد ان کی ذریت کی اطاعت و فرمانبرداری کرے کیونکہ وہ تمہیں راہ راست سے کبھی علیحدہ نہ کریں گے اور نہ گمراہی میں کبھی ڈالیں گے۔''[1]

۱۔ دیکھیے ص ۷۴۔

۲۶-- " يَا عَمَّارُ إِذَا رَأَيْتَ عَلِيّاً سَلَكَ وَادِياً وَ سَلَكَ النَّاسُ وَادِياً غَيْرَهُ فَاسْلُكْ مَعَ عَلِيٍّ وَ دَعِ النَّاسَ فَإِنَّهُ لَنْ يَدُلَّكَ عَلَى رَدًى وَ لَنْ يُخْرِجَكَ مِنْ هُدًى "

" اے عمار ! جب تم علی(ع) کو دیکھنا کہ وہ اور کسی راستہ پر جارہے ہیں اور لوگ کسی اور راستہ پر چل رہے ہیں تو تم اسی راستہ کو اختیار کرنا جس پر علی(ع) ہیں۔ وہ تمھیں کبھی ہلاکت میں نہیں ڈالیں گے نہ راہ راست سے جدا کریں گے۔" [1]

۲۷. "كَفِّي وَ كَفُّ عَلِيٍّ فِي الْعَدْلِ سَوَاءٌ."

" میرا ہاتھ اور علی(ع) کا ہاتھ عدل میں برابر ہے۔"[2]

۲۸- "يا فاطمه أما ترضين أنّ اللّه اطّلع إلى أهل الأرض فاختار رجلين، أحدهما أبوك، و الآخر بعلك."

" اے میری پارہ جگر فاطمہ(س) کیا تم اس سے خوش

۱- دیلمی نے عمار و ابو ایوب سے اس کی روایت کی ہے۔ جیسا کہ کنزالعمال جلد۶ ص۱۵۶ پر مذکور ہے۔

۲- کنزالعمال جلد۶ ص ۱۵۳ حدیث ۲۵۳۹۔

نہیں و کہ خداوند ام نے رو زمین کے باشندوں پر ایک نظر کی تو دو شخص منتخب کیے ایک تمھارا ۔ باپ دوسرا تمھارا شوہر۔"[1]

۲۹- " أَنَا الْمُنْذِرُ وَ عَلِيٌّ الْهَادِي يَا عَلِيُّ بِكَ يَهْتَدِي الْمُهْتَدُونَ مِنْ بَعْدِي."

" میں منذر ڈرانے والا وں اور علی(ع) ہادی ہیں ۔ اے علی(ع) تمھارے ذریعہ میرے بعد ہدایت پانے والے ہدایت پائیں گے۔"[2]

۳۰- " يا علی لا يحلّ لاحد يجنب في هذا المسجد غيری و غيرك. "

" اے علی(ع) ! میرے اور تمھارے وا کسی اور تیسرے کے لیے جائز نہیں کہ وہ مسجد میں بحالت جنابت و۔"[3]

اسی جیسی طبرانی کی حدیث ام سلمہ(رض) سے اور ہ ار[4] سے منقول ہے۔ انھوں نے سعد سے روایت کی ہے۔ سعد

۱- مستدرک ج۳ ص۱۲۹ اور بھی بکثرت اصحاب سنن نے اس حدیث کی روایت کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔

۲- دیلمی نے ابن عباس کی حدیثوں میں اس کو لکھا ہے ۔ کنزالعمال جلد۶ ص ۱۵۰ پر بھی موجود ہے ۔ ملاحظہ و حدیث ۲۶۳۱۔

۳- دیکھیے ص ۱۷ وہاں ہم نے اس حدیث پر جو حاشیہ لکھا ہے اسے ضرور ملاحظہ فرمائیں اور اس موقع پر جو حدیثیں ذکر کی ہیں ان پر بھی نظر ڈالیں۔

۴- ابن حجر نے صواعق محرقہ میں اس حدیث کو لکھا ہے ملاحظہ و صواعق محرقہ باب ۹۔

کہتے ہیں کہ آنحضرت(ص) نے افر یا :

''لا يحل لأحد أن يجنب في هذا المسجد إلّا أنا و عليّ .''

'' کسی شخص کے لیۓ بھی جائ نہیں کہ مسجد مین بحا تِ جنابت و وا میرے اور علی(ع) کے۔

۳۱- ''أَنَا وَ هَذَا يعنى عليا حُجَّةُ اللَّهِ عَلَى أُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ.''

'' میں اور یہ ُ، یعنی علی(ع) قیامت کے دن میری امت پر حجت وں گے۔''

خطیب نے انس کی حدیث[1] سے اس و نقل کیا ہے۔ قابل غور یہ ہے کہ امیرا ومنین(ع) نبی کی طرح کیونکر حجت تھے۔ آپ کا جعینہ نبی کی طرح حجت وںا تو اسی وقت صحیح وسکیا ہے جبکہ آپ ر ول(ص) کے ولی عہد وں اور آپ کے بعد امور کے الک و مختار وں۔

۳۲- ''مكتوب على باب الجنّة: لا إله إلّا اللّه، محمّد رسول اللّه، عليّ أخو رسول اللّه ''

'' جنت کے دروازے پر لکھا وا ہے۔ معبود حقیقی بس اللہ ں ہے اور محمد ُ نطی(ص) خدا کے

۱- کنزالعمال حدیث ۲۶۳۲ جلد۶ ۔ ۱۵۷۔

ر ول(ص) ہیں اور علی(ع) ر ول(ص)ے کر بھائی ہیں۔"[1]

۲۳- " مكتوب على ساق العرش: لا إله الّا اللّه محمّد رسول اللّه أيّدته بعليّ و نصرته بعلى."

" اق العرش پر لکھا وا ہے : معبود حقیقی بس اللہ ں ہے اور محمد ؐ طفی(ص) خدا کے ر ول ہیں جن و علی(ع) کے ذریعہ تقویت بخشی اور علی(ع) سے جن کی مدد کی ۔"[2]

۲۴- "من أراد أن ينظر إلى نوح في عزمه و إلى آدم في علمه و إلى إبراهيم في حلمه و إلى موسى في فطنته و إلى عيسى في زهده فلينظر إلى علي بن أبي طالب "

" جو شخص یہ چاہے کہ نوح(ع) و ان کے محکم ارادہ میں، آدم(ع) و ان کے علم میں، ابراہیم(ع) و ان کے حلم میں ، موسی(ع) و ان کی تیزی ذہانت میں، عیسی(ع)

۱- طبرانی نے واسطہ میں، خطیب نے المتفق میں درج کیا ہے جیسا کہ کنزالعمال جلد۶ ؐ ۱۵۹ پر مذ ورہ ہے ہم اسے ؐ ۲۳۳ پر ذکر کرچکے اور ایک مفید حاشیہ بھی تحریر کیا ہے۔

۲- طبرانی نے کبیر میں اور ابن عساکر نے ابوالحمراء سے مرفو ا اس کی روایت کی ہے ملاحظہ و کنزالعمال جلد۶ ؐ ۱۵۸۔

و ان کے زہد میں دیکھے وہ علی(ع) کی طرف دیکھے۔''

اس حدیث و بیہقی نے اپنے صحیح میں اور امام احمد بن حنبل نے مسند میں درج کیا ہے۔[1]

۳۵- ''يَا عَلِيُّ إِنَّ فِيكَ مِنْ عِيسَى مَثَلًا أَبْغَضَتْهُ الْيَهُودُ حَتَّى بَهَتُوا أُمَّهُ وَ أَحَبَّتْهُ النَّصَارَى حَتَّى أَنْزَلُوهُ بِالْمَنْزِلَةِ الَّتِي لَيْسَتْ لَهُ.''

'' اے علی(ع) ! تم میں عیسی(ع) سے مشابہت ہے۔ یہودیوں نے عیسی(ع) و دشمن رکھا اور دشمنی میں اتنے بڑھے کہ اُنہوں نے ان کی ماں پر بہتان باندھا اور نصاری نے انھیں دوست رکھا اور اتنا غلو کیا کہ اس منزل پر پہونچا دیا جس پر

۱- شرح نہج البلاغہ جلد۲ صفحہ ۱۴۹ امام رازی نے بھی اپنی تفسیر کبیر صفحہ ۲۸۸ جلد ۲ میں اس حدیث و بسلسلہ تفسیر آیہ مباہلہ درج کیا ہے اور موافق و مخالف دونوں کے دیکھنے بطور مسلمات و متفق لکھا ہے۔ ابن بطہ نے ابن عباس کی حدیث سے اس کی روایت کی ہے جیسا کہ احمد بن محمد بن حسنی مغربی واردرقاہ کی کتاب فتح الملک العلی ثابت حدیث باب مدینۃ العلم علی(ع) کے صفحہ ۲۴ پر مذکور ہے۔ منجملہ ان اشخاص کے جنہوں نے اعتراف و اقرار کیا ہے کہ علی(ع) تمام انبیاء(ع) کے اسرار کے جامع تھے محی الدین ابن عربی ہیں جیسا کہ عبدالوہاب شعرانی نے کتاب الیواقیت والجواہر صفحہ ۷۲ جلد ۲ ۳۲ میں ابن عربی سے نقل کیا ہے۔

وہ فائز نہیں یعنی خدا کا بیٹا کہہ لیا۔"[1]

۳۶- " السُّبَّقُ ثَلَاثَةٌ فَالسَّابِقُ إِلَى مُوسَى يُوشَعُ بْنُ نُونٍ وَ السَّابِقُ إِلَى عِيسَى صَاحِبُ يَاسِينَ وَ السَّابِقُ إِلَى مُحَمَّدٍ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ ع."

" سابقین تین ہیں : ایک تو وہ جس نے موسی(ع) کی طرف سبقت کی، یعنی یوشع بن نون۔ جو ب سے پہلے موسی(ع) پر ایمان لا ۔ دوسرے وہ جس نے عیسی(ع) کی طرف سبقت کی یعنی صاحب یاسین، تیسرے میری طرف سبقت کرنے والا اور وہ علی ابن ابی طا (ع) ہیں۔"[2]

۳۷-- " الصِّدِّيقُونَ ثَلَاثَةٌ حَبِيبٌ النَّجَّارُ مُؤْمِنُ آلِ يس الَّذِي قالَ يا قَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ وَ حِزْقِيلُ مُؤْمِنُ آلِ فِرْعَوْنَ الَّذِي قَالَ أَ تَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ [ع] الثَّالِثُ وَ هُوَ أَفْضَلُهُمْ."

" صدیق تین ہیں: حبیب نجار، مومن آل یاسین،

۱- مستدرک ج۳ ، ص۱۲۲۔

۲- طبرانی و ابن مردویہ نے ابن عباس سے اس حدیث کی روایت کی ہے کہ اور دیلمی نے جناب ائشہ سے ۔ یہ حدیث بہت مشہور حدیثوں میں سے ہے۔

جنہوں نے کہا تھا کہ اے قوم والمرسلین کی اطاعت کرو، دوسرے حبیل، مومن آل فرعون، جنہوں نے کہا تھا کہ کیا تم کسی شخص کو صرف یہ کہنے پر قتل کر ڈالوگے کہ میرا پروردگار اللہ ہے اور تیسرے علی ابن ابی طالب (ع) ، اور وہ تینوں میں افضل ہیں۔"[1]

۳۸-- "إن الامّة ستغدر بك بعدي، و أنت تعيش على ملّتي، و تقتل على سنّتي. من أحبّك أحبني و من أبغضك أبغضني، و أن هذه ستخضب من هذا- يعني لحيته من رأسه-."

" میری امت میرے بعد تم سے بے وفائی کرے گی تم میرے ہی دین پر زندہ رہو گے اور میری ہی سنت پر رہتے ہوئے قتل کیے جاؤ گے۔ جس نے تمھیں محبوب رکھا اس نے مجھے محبوب رکھا اور جس نے تم سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور (تمھاری یہ ڈاڑھی) تمھارے اس سر

۱- ابو نعیم و ابن عساکر نے ابو یعلی سے مرفوعا اس حدیث کی روایت کی ہے اور ابن حجار نے ابن عباس سے مرفوعا اس کی روایت کی ہے ملاحظہ ہو حدیث نمبر۳۰، ۳۱، باب ۹ فصل ۲ صواعق محرقہ ص۷۴، ۷۵،

کے خون سے رنگین ہوگی۔"[1]

اور امیرالمومنین(ع) سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ :

" رسول(ص) نے مجھے آگاہ کی تھی کہ امت اسلام رسول(ص) کے بعد مجھ سے بے وفائی کرے گی۔"[2]

ابن عباس سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ :

" رسول(ص) نے امیرالمومنین(ع) سے ارشاد فرمایا : کہ میرے بعد تمھیں بہت مشکلوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ حضرت علی(ع) نے پوچھا : کہ میرا دین محفوظ رہے گا آپ(ص) نے فرمایا کہ ہاں تمھارا دین محفوظ رہے گا۔"

۳۹- "إِنَ مِنْكُمْ مَنْ يُقَاتِلُ عَلَى تَأْوِيلِ الْقُرْآنِ كَمَا قَاتَلْتُ عَلَى تَنْزِيلِهِ فَاسْتَشْرَفَ لَهَا الْقَوْمُ فيهم ابو بكر و عمر، قَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنَا هُوَ قَالَ لَا قَالَ عُمَرُ أَنَا هُوَ قَالَ لَا وَ لَكِنْ هُوَ خَاصِفُ

۱- مستدرک جلد۳ ص۱۴۷ علامہ ذہبی نے بھی تلخیص مستدرک میں اس کی صحت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے۔

۲- یہ حدیث اور اس کے بعد والی حدیث ابن عباس ان دونوں حدیثوں کو امام حاکم نے مستدرک ج۳ ص۱۴۰ پر درج کیا ہے۔ نیز ان دونوں کو علامہ ذہبی نے بھی تلخیص مستدرک میں بیان کیا ہے اور تصریح کی ہے کہ دونوں حدیثیں بخاری و مسلم کے معیار پر صحیح ہیں۔

النَّعْلِ يَعْنِي عَلِيّاً ‘‘

’’ تم میں ایک شخص وہ بھی ہے جو آقن کی ۔ ـاویل کے متعلق اسی طرح قتال کرے گا جس طرح میں نے اس کی تنزیل کے متعلق قتال کیا ہے لوگ ردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے۔ ان میں ابوبکر و عمرؓ بھی تھے۔ ابوبکر نے پوچھا وہ شخص میں وں یـا ر ـول اللہ(ص)؟ آپ نے افر یا نہیں۔ عمر نے پوچھا : میں وں یا ر ول اللہ(ص) ؟ آپ نے افر یا : نہیں لیـن ’’ وہ جوتیـوں کا ٹـاکنے والاـ‘‘ یعنی حضرت علی(ع)۔ جو اس وقت آپ کی نعلین مبارک در ت رکرہے تھے۔‘‘

ابو سعیر خدری کہتے ہیں کہ ر ول اللہ(ص)کی زـ بان سے یہ الفاظ سن کر ہم حضرت علی(ع)ـے کہ پـاس آ اور یہ ـر خوشـخبری سـنائی تو حضرت علی(ع) اپنے کام میں اسی طرح مشـغول رہے، ردن کھی ـہ ـر اٹھائی۔ معلوم ہـ تھا کہ وہ پیغمبر(ص) سـے پہلـے سـن سن چکے تھے۔‘‘[1]

ا- امام حاکم نے اس حدیث پر مسـررک ج۳ ـفر ۱۲۲ پـور د ـیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث بشرائط شیخین صحیح ہے مگر ان دونوں نے اس کا ذکر نہیں کیـا علامـہ ذہبی نےؒ بھی تلخیص مسـررک میں اس حدیث و لکھا ہے اور اعتراف کیا ہے کہ یہ حدیث بشرائط شیخین صحیح ہے، امام احمد نے مـ ـر جلد۳ ـفر ۸۲، ۳۲ پر ابوسعیر کی حدیث سے درج کیا ہے۔ بیہقی نے شعبؒ الایمان میں، سعیر بن منصور انے اپنی سنن میں ابونعیم نے اپنے حلیتہ میں ابـویعلی نے اپـنے سـنن درج کیـا ہے۔ کنزالعمال جلد۶ ـفر ۱۵۵ پرؒ بھی یہ حدیث موجود ہے۔ ملاحظہ و حدیث نمبر۲۵۸۵۔

اسی جیسی ایک حدیث ابو ایوب انصاری کیَ بھی ہے۔ خلافت عمرے کہ اب میں جس میں وہ فرا ہیں[1] کہ :

'' ر ول اللہ(ص) نے حضرت علی(ع) و بیعت توڑنے والوں ، جادہ اعتدال سے ۔ باہر نکل جانے والوں اور دین سے خارج ونے والوں سے جہاد کرنے کا حکیم یا ہے۔''

ایک حدیث جناب عمار سے منقول ہے جس میں یہ جملہ ہے :

''یا علی ستقاتلك الفئة الباغية و انت على الحقّ فمن لم ينصرك يومئذ فليس منّي''

'' ر ول(ص) نے افر یا: کہ اے علی(ع) عنقریب تم باغی روہ سے جنگ کروگے اور تم حق پر وگے اس دن جوَ بھی تمھاری مدد ۔ کرے گا وہ مجھ سے ۔ نہ وگا۔''

جناب ابوذر کے حدیث ہے جس میں یہ جملہ ہے :

''وَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّ فِيكُمْ رَجُلًا

۱- امام حاکم نے اس حدیث و دو طریقوں سے لکھا ہے ، مستدرک جلد۳ صفحہ ۱۳۹ و ۱۴۱۔

يُقَاتِلُ النَّاسَ مِن بعدِی عَلَی تَأْوِيلِ الْقُرْآنِ كَمَا قَاتَلْتُ الْمُشْرِكِينَ عَلَی تَنْزِيلِهِ‘‘

’’ آنحضرت(ص)[0] نے افر یا: قسم اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میں ایک ایسا شخص بھی ہے جومیرے بعد لوگوں سے ۔ تاویل قرآن میں قتال کرے گا جیسا کہ میں نے مشر ین سے اس کی تنزیل پر قتال کیا ہے۔‘‘

اور محمد بن عبداللہ بن ابی رافع نے اپنے دادا سے روایت کی ہے۔ ابو رافع کہتے ہیں کہ : آنحضرت(ص) نے افر یا :

’’يَا أَبَا رَافِعٍ سَيَكُونُ بَعْدِي قَوْمٌ يُقَاتِلُونَ عَلِيّاً حَقٌّ عَلَى اللَّهِ جِهَادُهُمْ فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ جِهَادَهُمْ بِيَدِهِ فَبِلِسَانِهِ، فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ بِلِسَانِهِ فَبِقَلْبِهِ‘‘

’’ اے ابا رافع! میرے بعد ایک جماعت ایسی بھی ہوگی جو علی(ع) سے جنگ کریگی۔ جو ان لوگوں سے جہاد کرے اس کا خدا پر حق ہے جو شخص ہاتھ سے جہاد نہ کرسکے وہ زبان سے کرے

۱- دیلمی نے اس کی روایت کی ہے جیسا کہ کنزالعمال جلد۶ ص۱۵۵ پر ہے۔

اوو جو ان سے ن ر کرسکے وہ دل سے کرے۔"[1]

اخضر انصاری کی حدیث ہے جس میں ر ول(ص) نے افر یا :
" انا اقاتل علی تنزیل القرآن، و علی یقاتل علی تاویله"

" میں تنزیل قرآن کے متعلق قتال کر ا وں اور علی تاویل قرآن کے متعلق قتال کریں گے۔"[2]

۴۰. "يَا عَلِيُّ أَخْصِمُكَ بِالنُّبُوَّةِ وَ لَا نُبُوَّةَ بَعْدِي وَ تَخْصِمُ النَّاسَ بِسَبْعٍ أَنْتَ أَوَّلُهُمْ إِيمَاناً بِاللَّهِ وَ أَوْفَاهُمْ بِعَهْدِ اللَّهِ وَ أَقْوَمُهُمْ بِأَمْرِ اللَّهِ وَ أَقْسَمُهُمْ بِالسَّوِيَّةِ وَ أَعْدَلُهُمْ فِي الرَّعِيَّةِ وَ أَبْصَرُهُمْ فِي الْقَضِيَّةِ وَ أَعْظَمُهُمْ

۱- طبرانی نے کبیر میں اس کی روایت کی ہے جیسا کہ کنزالعمال جلد۶ ص۱۵۵ پر مذ ور ہے۔

۲- یہ ابن ابی الاخضر ہیں ابن معین نے ان کا ذکر کیا ہے اور ان سے اس حدیث کی بطریق حارث بن حصیرہ عن جابر الجعفی عن الامام الباقر عن ابیہ عن الامام زین العابدین عن الاخضر عن النبی(ص) روایت کی ہے ابن معین کہتے ہیں کہ اخضر صحابہ میں مشہور نہیں اور ان کی حدیث کے بارے میں تاویل و نظر ہے۔ یہ تمام باتیں عسقلانی نے حالت اخضر میں اصابہ کے اندر لکھی ہیں اور دار قطنی نے افراد میں اس حدیث کو لکھا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کے تنہا راوی جابر جعفی ہیں اور دار قطنی ہیں۔

عِنْدَ اللَّهِ مَزِيَّةً.‘‘

’’ اے علی(ع) ! میں تم سے بہ سبب نبوت بڑھ گیا۔ میرے بعد باب نبوت بند ہے اور تم لوگوں سے ملاقات چند روز ملتوی رکھتے ہو، تم سب سے پہلے خدا پر ایمان لانے والے وعدے سے زیادہ خدا سے کیے ہوئے وعدوں کو پورا کرنے والے ہو، اور رعیت میں سب سے زیادہ انصاف برتنے والے ہو اور

قضیوں میں تم سب سے زیادہ بلغ نظر ہو، بلحاظ فضل و شرف خدا کے نزدیک تم سب سے عظیم تر ہو۔‘‘[1]

اور ابو سعید خدری سے مروی ہے۔ ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ : آنحضرت(ص) نے ارشاد فرمایا :

’’يا عليّ لك سبع خصال لا يحاجّك فيهنّ أحد يوم القيامة: أنت أوّل المؤمنين باللّه إيمانا، و أوفاهم بعهد اللّه، و أقومهم بأمر اللّه، و أرأفهم بالرعيّة، و أعلمهم بالقضية، و أعظمهم مزية.‘‘

۱- ابو نعیم نے معاذ کی حدیث سے اس کی روایت کی ہے اور اس کے بعد والی حدیث یعنی حدیث ابو سعید و حلیہ میں درج کیا ہے اور یہ دونوں حدیثیں کنزالعمال جلد۶ ص۱۵۶ پر موجود ہیں۔

" اے علی(ع) ! تمھیں ات ایسی خصوصیات حاصل ہیں کہ وئی شخص بھی ان میں سے کسی چیز میں تمھارے مقابلہ پر آ ادہ ہ ہو گا۔ تم ب سے پہلے خدا پر یمان لانے والے وب سے زیادہ خدا کے وعدے و پورا کرنے والے و، ب سے زیادہ امور خداوندی و در ت کرنے والے و رعیت پر ب سے زیادہ مہربان ، مقدات میں ب سے زیادہ علم کے حامل اور خدا کے دیک بلحاظ فضل و شرف ب سے عظیم و۔"

کہاں یک لکھا جا یہ چالیس حدیثیں درج کی گئی ہیں ۔ ان جیسی بے حد و حساب حدیثیں سنن و صحاح میں موجود ہیں۔ ب کے ب اجتماعی طور پر ایک ی مطلب پر دلا ت کرتی ہیں، ان ب کا احصل لس ایک س ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت امیرالمومنین(ع) بعد رسول(ص) اس امت میں بمنزلہ رسول(ص) تھے۔ اس امت پر بعد رسول(ص) انھیں و س حکومت و اقتدار حاصل ہے جو خود رسول(ص) و اپنی زندگی میں حاصل تھا۔ یہ وہ حدیثیں ہیں جو معنا متواتر ہیں، ایک ی مقصود ہے ب کا ارچہ ظ ا متواتر نہیں۔ الفاظ بدلے و ہیں یہی آپ کے لیے مکمل حجت وں گی۔

ش

مکتوب نمبر ۲۵

امیرالمومنین(ع) کے فضائل کا اعتراف

احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ حضرت علی(ع) کی شان میں جتنی آیتیں اور حدیثیں وارد ہوئی ہیں اتنی کسی اور صحابی پیغمبر(ص) کے متعلق نہیں[۱]۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ کتاب الٰہی کی آیات جتنی حضرت علی(ع) کے متعلق نازل ہوئیں اتنی کسی اور کے متعلق نہیں[۲]۔ پھر دوسری مرتبہ افسوس یا[۳] : حضرت علی(ع) کی شان میں تین سو آیتیں نازل

۱- مستدرک صفحہ ۱۰۷

۲- ابن عساکر اور دیگر ارباب سنن نے اس کی روایت کی ہے۔

۳- ابن عساکر نے اس کی روایت کی ہے۔

وئیں۔ تیسری مرتبہ افر یا[1] :

جس جس مقام پر خداوند امنے ۔ ےا ایہاا زین آمنوا افر یا وہاں راس و رئیس حضرت علی(ع) ی ہیں۔ خدا وند سر ام نے اکثر و بیشتر مقالت پر اصحاب پیغمبر(ص) پر عتاب افر یا مگر حضرت علی(ع) کا ذکر ہمیشہ اچھائی سے کیا۔

عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی(ع) و علم میں پوری پوری گہرائی حاصل تھی۔ آپ ب سے پہلے اسلام لا ۔ اور ر ول اللہ(ص) کی دادی کا شرف آپ ی و حاصل وا۔ احادیث سمجھنے کی مکمل صلاحیت آپ ی میں تھی۔ میدان جنگ میں بہادری و شجاعت حاصل تھی۔ بذل و ع ا[2] میں نظیر نہیں رکھتے تھے۔

ام احمد بن حنبل سے علی(ع) و معاویہ[3] کے متعلق پوچھا گیا تواج د یا :

"کہ علی(ع) کے بہت دشمن تھے۔ ان دشمنوں نے بڑی وشش کی کہ علی(ع) میں وئی عیب نکل آ ۔ لین ڈھونڈ سے بھی وئی عیب نہ ملا تو مجبورا وہ ایک ایسے شخص کی طرف ائل و جس نے علی(ع) سے جنگ حرال کیا تھا۔ ان وں نے علی(ع) کی شان گھٹانے اور دنیا والوں و دھوکے میں ڈالنے

۱- طبرانی اور ابن ابی حاتم اور دیگر اصحاب سنن نے اس حدیث و لکھا ہے۔ ابن حجر مکی نے اسے اور اس حدیث کے قبل جو تین حدیثیں ہیں ان ب و فصل ۳ ۔ باب ۹ فحہ ۷۶ پر صواعق محرقہ میں نقل کیا ہے۔

۲- ابن عیاش سے اہل اخبار و اصحاب سنن نے نقل کیا ہے صواعق محرقہ میں بھی موجود ہے۔

۳- سلفی نےورطیہ یات میں اس کی روایت کی ہے۔ اور علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں نقل کیا ہے۔

کے لیے یہ چال چلی کہ اس کی بے انتہا مدح سرائیاں ہیں۔ اس کی مدح میں خوب خوب مبالغے کیے۔''

قاضی اسماعیل، امام نسائی اور ابو علی نیشاپوری[1] وغیرہ نے کہا ہے کہ جس قدر صحیح اور عمدہ اسناد سے حضرت علی(ع) کی شان میں حدیثیں مروی ہیں کسی صحابی کے بارے میں نہیں۔

ان باتوں میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ ہم بھی یہ مانتے ہیں، کلام یہ ہے کہ رسول خدا(ص) نے آپ کو اپنا خلیفہ کہاں ہے؟ یہ احادیث و سنن جو آپ نے ذکر فرمائیں بیشک صحیح ہیں اور ہماری معتبر کتابوں میں موجود ہیں لیکن یہ آپ کی خلافت و امامت پر صریحی نصوص تو نہیں۔ یہ تو آپ کے خصائص پر مشتمل ہیں۔ آپ کے فضائل و کمالات کی جامع ہیں۔

فضائل مستلزم خلافت نہیں۔

ہم خود کہتے ہیں کہ آپ کے فضائل بے حدو حساب ہیں دفتروں میں نہیں سماسکتے۔ ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ امیرالمومنین(ع) ان تمام فضائل و مناقب کے اہل تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ کے سزاوار تھے۔ یہ بھی درست ہے کہ ان احادیث و سنن میں آپ کے مستحقِ خلافت ہونے کی طرف اشارے بھی موجود ہیں لیکن مستحق خلافت ہونے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ رسول(ص) نے آپ کو اپنا خلیفہ و جانشین بنا دیا۔

س

1- جیسا کہ ان حضرات سے مشہور ہے اور علامہ ابن حجر نے صواعق محرقہ باب ۹ فصل ثانی ص ۷۲ پر نقل کیا ہے۔

وجہِ مکتوب

امیرالمومنین(ع) کے فضائل سے آپ کی خلافت پر استدلال

آپ جیسے باافہم، صاحبِ نظر، کلام کے محل و موقع سے واقف، مزاج و مذاق سے باخبر، رسول خدا(ص) اور آپ کی حکمت بالغہ اور نبوت خاتمہ کی معرفت رکھنے والے، آنحضرت(ص) کی رفتار و گفتار کی قدر و منزلت جاننے والے جنکا ایمان ہو اس پر کہ رسول(ص) کی ہر جنبش و زبان ترجمان وحی ہوتی تھی ایسے شخص سے ان سنن، احادیث کے معانی و مراد پوشیدہ تو نہیں رہنے چاہیں اور لوازم عقلی و عرفی مخفی تو نہیں ہوں گے ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا کہ ان حدیثوں کے فرمانے سے رسول(ص) کا جو مقصد تھا جس مطلوب و پیش نظر رکھ کر آپ نے یہ ارشادات فرمائے اسے آپ سمجھ ہی نہ سکے ہوں۔

آپ جو عرب کے نزدیک مسلم الثبوت حیثیت رکھتے ہیں اس سے بے خبر ہو تو نہ ہوں گے کہ ان سنن و احادیث سے حضرت علی(ع) کا وہ درجہ و مرتبہ ثابت ہوتا ہے جو وا جانشین پیغمبر(ص) کسی کا ہو ہی نہیں سکتا۔ ممکن ہی نہیں کہ رسول(ص) یہ اس کا رسول(ص) یہ مدارج و مراتب اپنے خلیفہ و جانشین کے علاوہ کسی اور کو بخش دیں اور ہم تسلیم بھی کر لیں کہ ان احادیث میں حضرت علی(ع) کو صاف صاف الفاظ میں خلیفہ و جانشین نہیں افرمایا گیا تب بھی ان احادیث کا فیصلہ وہی نکلتا ہے۔

آنحضرت(ص) کی افت ِ رامی بلند و برتر ہے اس سے کہ آپ مدارج رفیعہ بجز اپنے وصی و جانشین کے کسی اور سو مرحمت فرمائیں۔ علاوہ اس کے ک ا ر آپ ان تمام احادیث و جو خاص کر حضرت علی(ع) کی شان میں وارد وئیں گہری نظر سے دیکھیں تو در انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں تو آپ و نظر آ گا کہ وہ ب کی ب وا معدودے چند کے صریحی طور پر آپ کی امت ثابت کرتی ہے ۔ یا تو صاف صاف ان میں اعلان ہے آپ کی امت و خلافت کا جیسے وہ احادیث جو ہم شتہ وکتب ات کے جواب میں عرض کرچکے ہے ۔ یا ا ر صراحتا آپ کی امت کا اعلان نہیں مگر للزمتا قتیہ کاران احادیث کا آپ کی امت ں پکلتی ہے جیسے وہ حدیثیں جو مکتوب نمبر۴ پر بیان وئیں اور جیسے ر ول(ص) کی یہ حدیث :

''عَلِيٌّ مَعَ الْقُرْآنِ وَ الْقُرْآنُ مَعَ عَلِيٍّ لَنْ يَفْتَرِقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ.''[1]

'' علی(ع) قرآن کے اتھ ہیں اور قرآن علی(ع) کے اتھ ہے۔

۱- امام حاکم نے مستدرک ج۳ ص۱۲۴ پر یہ حدیث درج کی ہے اور علامہ ذہبی نے بھی تلخیص مستدرک میں اسی مذکرہ ۔ بالا ص پر یہ حدیث لکھی ہے دونوں حضرات نے صحیح ونے کی صراحت کی ہے یہ حدیث منجملہ احادیث مشہورہ ہے اور واقعہ بھی یہ ہے کہ حدیث ثقلین و دیکھتے و علی و قرآن کے لازم و ملزوم ونے سے ون انکار کرسکتا ہے ہم ابعاء میں ص ۵۹ تا ص ۶۲ حدیث ثقلین پر روشنی ڈال چکے ہیں۔

مکتوب نمبر ۲۶

صحابہ کے فضائل میں حدیثوں سے معارضہ

اگر فضائل میں پیر امامت و خلافت کی بنا ہے تو بہت سی حدیثیں خلفاء ثلاثہ نیز وہ مہاجرین و انصار جو اول ایمان لائے تھے ان کی شان میں بھی وارد ہوئی ہیں ان روایات و مقابلہ میں پیش کیا جائے تو آپ کیا فرمائیں گے؟

س

جواب مکتوب

دعوائے معارضہ میں رد

سابقین و مہاجرین و انصار کے فضل و شرف سے ہمیں انکار نہیں۔ بے شک ان کے بہت سے فضائل ہیں، بے حد و حساب، کلام مجید

میں بہت سی آیتیں ان کی مدح میں نازل ہوئیں اور صحیح حدیثیں بھی بکثرت ہیں ہم نے ان تمام احادیث آیات پر جو ان کتابوں میں ملتی ہیں، اچھی طرح غور و فکر کی مگر ہمیں تو کوئی ایسی چیز نہیں ملی جو ان نصوص کی معارض ہوسکتی جو حضرت علی(ع) کی شان میں موجود ہیں ان آیات و احادیث سے مہاجرین و انصار کی کوئی ایسی خصوصیت ثابت ہوئی جو حضرت علی(ع) کی کسی خصوصیت کے معارض ہوتی۔ مقابلہ و معارضہ کا سوال کہاں پیدا ہوتا ہے۔ تو امامت و خلافت کس ہے۔ حضرت علی(ع) کے متعلق بے شمار آیات و احادیث موجود ہیں جن سے آپ کا مستحق و سزاوار امامت ہونا مترشح ہوتا ہے اور مہاجرین و انصار کے متعلق جو آیات و احادیث ہیں وہ ان کے فضل و شرف و ضرور ظاہر کرتی ہیں مگر ان کے مستحق امامت و خلافت ہونے کا وہم و گمان بھی نہیں پیدا ہوتا۔

ہمارے مخالفین صحابہ کے فضائل میں کچھ ایسی حدیثیں ضرور روایت کرتے ہیں جن کا ہمارے یہاں کوئی وجود نہیں۔ فقط تنہا ہمارے مخالفین ہی اس کے راوی ہیں تو ایسی حدیثوں و ہمارے مقابلہ میں پیش کرنا دعوی بلا دلیل ہے۔ جس کسی توقیع کٹھ حجتی اور ہٹ دھرمی کرنے والے ہی سے ہوسکتی ہے۔ ایسی روایتیں جو صرف مخالف کے نزدیک معتبر ہوں ہمارے یہاں ان کا کوئی وجود نہیں و ہمارے نزدیک قابلِ اعتبار نہیں ----------

ہمارے یہاں پائی جاتی ہیں آپ کے یہاں نہیں ۔ جیسے رغدیہ یا اس جیسی دیگر حدیثیں کہ ان کے بیان سے آپ کے یہاں کس کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

علاوہ اس کے ہم نے اس پہلو بھی غور کیا ، ہم نے ان حدیثوں کو بھی چھان بین کی جو مہاجرین و انصار کے فضائل پر مشتمل ہیں، اور جسے فقط آپ ہی لوگوں نے درج کیا ہے۔ ہمارے یہاں ان کا وجود نہیں ملگر باوجود تلاش و جستجو کے بھی ویسی حدیث نہ ملی جو ان احادیث کی معارض ہوسکتی جو امیرالمومنین(ع) کے متعلق وارد ہوئیں۔ معارض تو معارض ہمیں ویسی حدیث بھی ایسی نہیں ملی جس سے ان حضرات کے استحقاق امامت و خلافت کا ذہن میں وزخطور تک پیدا ہوتا یہی وجہ ہے کہ آج تک آپ میں سے کسی شخص نے بھی خلفا ثلاثہ کی خلافت و صحیح ثابت کرنے کے لیے روایات سے کام نہیں لیا نہ روایات کی طرف کسی نے توجہ بھی نہ کی۔

ش

مکتوب ۲۷

حدیثِ غدیر ۔ بابت استفسار

آپنے ۔ بار ۔ بار حدیث غدیر کا ذکر کیا۔ ار حدیث غدیر بطریق اہلبت مروی و تو تحریر فرائیے ہمَ بھی ذرا غور کریں۔

س

جواب مکتوب

طبرانی نے اور ان کے علاوہ دیگر محدثین نےَ بھی ایسے سلسلہ اسناد سے جس کی صت پر محدثین کا اتفاق و اجماع [1] ہے زیسر بن ارقم سے روایت

۱- اس حدیث کے صحیح ونے کی اکثر علما اسلام نے تصریح کی ہے یہاں تک کہ خود علامہ ابن حجر نے اس کی صت کا اعتراف کیا ہے۔ ملاحظہ و صواعق محرقہ۔ ۔ باب اول فصل خاص ۲۵۔

کی ہے۔ زید بن ارقم کہتے ہیں کہ حضرت سرور کائنات(ص) نے غدیر خم میں ارشاد فرمایا:

" أيها الناس يوشك أن أدعي فأجيب و إني مسئول و إنكم مسئولون فما ذا أنتم قائلون قالوا نشهد أنك قد بلغت و جاهدت و نصحت فجزاك الله خيرا فقال أ ليس تشهدون أن لا إله إلا الله و أن محمدا عبده و رسوله و أن جنته حق و أن ناره حق و أن الموت حق و أن البعث حق بعد الموت وَ أَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لا رَيْبَ فِيها وَ أَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ قالوا بلى نشهد بذلك قال اللهماشهد ثم قال يا أيها الناس إن الله مولاي و أنا مولى المؤمنين و أنا أولى بهم من أنفسهم فمن كنت مولاه فهذا مولاه يعني عليا اللهم وال من والاه و عاد من عاداه"

" اے لوگو! قریب ہے کہ مجھے بلایا جا اور مجھے جانا پڑے[1]

ا۔ پہلے حضرت سرور کائنات نے اپنی وفات کے دن قریب آنے کی خبر سنائی ۔ اس سے یہ مقصود تھی کہ وقت آگیا ہے کہ اپنے بعد کے لیے خلیفہ معین کر جا اب دیر کرنے کا محل نہیں کیونکہ اندیشہ ہے کہیں اجل نہ آ جائے کہ معاملہ خلافت و اچھی طرح استوار کرنے کے پہلے پیام مرگ آپہنچے۔

مجھ سے بھی وال وگا[1] اور تم سے بھی پوچھا جا گا[2] تم بتاؤ تم لوگ کیا کہنے والے و۔ ارے مجمع نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے پوری تبلیغ فرائی۔ ہمیں راہ را ت پر لانے کے لیے بجد حہ ر وجہد کی، ہماری خیر خواہی میں وئی کسر نہ اٹھا رکھی آپ

۱- چونکہ حضرت سرور کائنات(ص) کلے پسر بھائی و پدا ولیعہد مقرر کرنا اہل نفاق وُ بغض و حسد پرر ہت راں تھا آپ نے چاہا کہ قبل اعلان خلافت عزر معزرت کردی جا ۔ غرض یہ تھی کہ ان کا دل نہ میلا و نیزان کے شور و شغب اور چراغ پا وجانے کا اندیشہ بھی تھا اس لیے آپ نے افر یا کہ انی مسئول مجھ سے پوچھا جا گا۔ یہ جملہ اسی لیے آپ نے افر یا تھا کہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ پیغمبر(ص) امور ہیں اور آپ سے پوچھا جا گا کہ تم نے میرے اس حکم و انجام دہ یا ۔ یا نہیں لہذا اس حکم و ملتوی کرنے کی اب راہ ی نہیں امام واحدی نے اپنی کتاب اسباب النزول میں بسلسلہ اسناد ابو سعید خدری سے روایت کی ہے ۔ وہ فرا ہیں کہ یۃ بلغ یوم غدیر خم نازل وئی حضرت علی(ع) کے بارے میں۔

۲- البا آنحضرت(ص) نے وانکم مسئولون اور تم سے بھی پوچھا جا گا فرا کر اشارہ افر یا ہے اس مطلب کی طرف جس کی دیلمی وغیرہ نے (جیسا کہ صواعق محرقہ میں ہے) ابو سعید سے روایت کی ہے ابو سعید کہتے ہیں کہ آنحضرت(ص) نے افر یا قول باری تعالی وقفوہم انھم مسئولون ٹھہراؤ انھیں ان سے پوچھا جا گا میں مقصود یہ ہے کہ ان سے ولایت امیرالمومنین(ع) واہلبیت(ع) کے متعلق وال کیا جا گا۔ امام واحدی فرا ہیں کہ انھم مسئولون سے غرض تہدید ہے د کھا ہے ان لوگوں و جو ولی و وصی پیغمبر(ص) کے مخالف ہیں۔

و خداوند ام ج ا خیر ع ا فرا ۔ آپ نے افر یا کہ تم اس کی گوا ی نہیں دیتے کہ بس معب-ود حقیقی اللہ تع-الی ہے اور محمد(ص) خدا کے بندے اور اس کے ر ول(ص) ہیں اور جنت حق ہے، جہنم حق ہے، موت کے بعدَ پھر زندہ و نا حق ہے اور قیامت آکر رہے گی۔ وئی شک و شبہ نہیں اس کے آنے میں اور یہ کہ خداوند -ام تم-ام قب-روں سے مردوں و دو بارہ زندہ کر کے اٹھا گا لوگوں نے کہا ہاں ہم گوا ی دیتے ہیں اس[1] کی آنحضرت(ص) نے افر یا

ا- اس خطبہ و ذرا غور سے ملاحظہ فرائیے جو شخصَ بھی اس خطبہ و گہری نظر سے دیکھے اور فکر ۔ تامل سے کام لے اس پر یہ حقیقت اچھی ط-رح منکشف وجا گی کہ ولایت امیرا ومنین(ع) اصول دین سے ہے جیسا کہ شیعوں کا مسلک ہے کیونکہ حضرت سرور کائنات(ص) پہلے پوچھتے ہیں کہ کیا تم گوا ی نہیں د یتے کہ وئی معبود نہیں وا معبود حقیقی کے اور محمد خدا(ص) کے بندے ہیں اور اس کے ر ول(ص) ہیں اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے اس کے آنے میں وئی شبہ نہیں اور خدا قبر سے مردوں و نکالے گا۔ ان امور کے اقرار و اعتقاد کا وال کرنے کے بعد ں آپ نے ولایت کا تذکرہ فر یا۔ تاکہ ہر شخص سمجھ لے کہ اس کی َ بھی اہمیت ویسی ں ہے جیسی مذکورہ ۔ بالا امور کی ج کے قائل و معتقد ونے کے متعلق پیغمبر(ص) نے َابھی وال کیا تھا۔ یہ بات ایسی واضح و ظاہر ہے کہ ہر وہ شخص جو اسلوب کلام اور مقصود کلام سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے سمجھ سکتا ہے۔

: خداوندا تو بھی گواہ رہنا۔ پھر آپ نے افرمایا ، اے لوگو ! خداوند ام میرا مولی ہے اور میں تمام مومنین کا مولی ہوں اور میں ان کی جانوں اپس سے زیادہ قدرت و اختیار رکھتا ہوں[1] تو یاد رکھنا کہ جس جس کا میں مولی و آقا ہوں۔ یہ یعنی علی(ع) بھی اس کے مولی و آقا ہیں۔ خداوندا تو دوست رکھ اسے جو انھیں دوست رکھے اور دشمن رکھ اسے جو انھیں دشمن رکھے پھر آپ نے افرمایا : اے لوگو! میں تم سے پہلے پہنچنے والا ہوں اور تم بھی حوض وثر پر آنے والے ہو۔ وہ ایسا حوض ہے جس کی چوڑائی بصری سے جحفہ تک کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ ہے۔ اس میں چاندی کے اتنے پیالے ہیں جتنے آسمان پر ستارے ہیں۔ تم حوض وثر پر میرے پاس پہنچو گے تو میں اس وقت تم سے ثقلین کے متعلق پوچھوں گا کہ میرے بعد تم نے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ ثقل اکبر کتاب الٰہی ہے جس کا ایک کنارا خدا کے ہاتھوں میں ہے دوسرا تمھارے ہاتھوں میں لہذا مضبوطی سے پکڑے رہنا، مگراہ نہ ہونا نہ ہی اس میں

---

۱ - رسول (ص) کا یہ فقرہ اولی لفظی قرینہ ہے کہ مولی سے مراد اولی ہے لہذا مطلب یہ ہوگا کہ خداوند ام مجھے زیادہ قدرت و اختیار رکھتا ہے اور میں مومنین پر ان سے بڑھ کر قدرت و اختیار رکھتا ہوں اور میں جس جس کے نفس اپس سے زیادہ اختیار رکھتا ہوں۔ علی(ع) بھی اس اپس سے زیادہ اختیار رکھتے ہیں۔

تغیر و تبدل رکھنا، دوسرے میرے عترت واہلبیت(ع) ہیں۔ ان کے متعلق خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ھی کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ روز قیامت میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں۔"[1]

اور امام حاکم نے مستدرک کے باب مناقب[2] علی(ع) میں زید بن ارقم سے ایک حدیث دو طریقوں سے درج کی ہے اور ان دونوں طریقوں و مسلم و بخاری کے شرائط و معیار پر صحیح قرار دیا ہے۔

امام بخاری و امام مسلم نے کسی روایت کی صحت کے لیے جو شرائط قرار دیے وہ تمام شرائط اس حدیث میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ زید بن ارقم فرماتے ہیں کہ:

"رسول(ص) جب حجۃ الوداع سے فارغ ہوکر پلٹے تو مقام غدیر خم پر اتر پڑے اور کجاووں کا منبر تیار فرمایا پھر منبر پر تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا: مجھے ایسا معلوم ہوا ہے جیسے مجھے بلایا جارہا ہے اور میں جانے والا ہوں میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جن میں ایک کا دوسرے سے بزرگ تر ہے۔

۱- یہ زید بن ارقم سے روایت کردہ حدیث کی اصل عبارت ہے جو طبرانی، ابن جریر اور حکیم و امام ترمذی نے اپنی حدیث کی کتابوں میں لکھی ہے۔ علامہ ابن حجر نے بھی اس حدیث کو طبرانی سے نقل کیا ہے اور اس کی صحت و مسلمات میں سے قرار دیا ہے ملاحظہ فرمائیے صواعق ص ۲۵۔

۲- ص ۱۰۹ جلد ۳

ک کیا تاب خدا دوسرے میری عترت ۔اب دیکھنا ہے کہ میرے بعد تمھارا ان دونوں کے ساتھ کیسا سلوک رہتا ہے یہ دونوں ھی کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر میرے پاس پہنچیں۔''

پھر آپ نے فرمایا :

''أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ مَوْلَايَ وَ أَنَا مَوْلَى كل الْمُؤْمِنِين ثم اَخَذ بِيَد عَلِى(ع) فَقَالَ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهَذَا ولَيهُ اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالاهُ وَ عَادِ مَنْ عَادَاه''

'' خداوند امام میرا مولیٰ ہے اور میں ہر مومن کا مولیٰ ہوں۔ پھر آنحضرت(ص) نے حضرت علی(ع) کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا : جس جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ مولیٰ ہیں۔ خداوندا تو دوست رکھ اس کو جو ان کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو ان کو دشمن رکھے۔''

یہ پوری طولانی حدیث امام حاکم نے درج کی ہے اور علامہ ذہبی نے بھی تلخیص میں اس کو درج کیا ہے۔ اسی حدیث کو امام حاکم نے زید بن ارقم کے حالات[1] لکھتے ہوئے بارہ لکھا ہے اور اس کے صحیح ہونے کی وضاحت بھی کردی ہے ۔ علامہ ذہبی نے باوجود اپنے تشدد کے انہوں نے بھی تلخیص مستدرک کے اس باب میں اس کو درج کیا ہے اور اس کے

۱- جلد۳ صفحہ ۵۳۳

صحیح ونے کی صراحت کی ہے۔

اور امام احمد نے زید بن ارقم سے دریافت کر کے یہ حدیث لکھی ہے وہ فرما ہیں کہ :

'' ہم لوگ رسول(ص) کے ساتھ ایک وادی میں اترے ۔ جسے وادی خم کہتے ہیں۔ آنحضرت(ص) نے نماز کا حکم دیا اور اسی دوپہر میں نماز ادا کی۔ پھر آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا رسول(ص) کے لیے ایک درخت پر کپڑا ڈال کر سایہ کیا گیا تھا خطبہ میں آپ نے ارشاد فرمایا :

'' الستم تعلمون اولستم تشهدون اني أَوْلى بكل مومن من نفسه قالوا: بلى، قال:فمن كنت مولاه فعلي مولاه، اللهم وال من والاه و عاد من عاداه''

''کیا تم نہیں جانتے ، کیا تم نہیں گواہی دیتے کہ میں ہر مومن اپنی سے زیادہ تصرف و اقتدار رکھتا ہوں۔[1] لوگوں نے کہا بے شک۔ آپ نے فرمایا : تو جس کا میں مولی ہوں علی(ع) اس کے مولی ہیں۔ خداوندا تو دوست رکھ اس کو جو علی(ع) کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو ان کو دشمن رکھے۔''

امام نسائی زید بن ارقم سے روایت کرتے ہیں۔ زید بن ارقم فرماتے

۲- مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۳۷۲۔

ہیں[1] کہ رسول(ص) حجۃ الوداع سے فارغ ہوکر مکہ اور مقام غدیر خم پر اترے ، وہاں آپ نے کجاووں کا منبر تیار کرایا جس پر جاکر ارشاد فرمایا :

"كَأَنِّي قَدْ دُعِيتُ فَأَجَبْتُ، أَنِّي تارك فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخَرِ، كِتَابَ اللَّهِ وَ عِتْرَتِي فَانْظُرُوا كَيْفَ تَخْلُفُونِّي فِيهِمَا فَإِنَّهُمَا لَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ، ثُمَّ قَالَ:إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ مَوْلَايَ وَ أَنَا مَوْلَى كُلِّ مُؤْمِنٍ» ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: مَنْ كُنْتُ وَلِيُّهُ فَهَذَا وَلِيُّهُ، .... "

" مجھے ایسا معلوم ہورہا ہے کہ میری طلبی ہے اور میں جانے والا ہوں، میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جن میں ایک کا دوسرے سے بڑا رتبہ ہے کہ ایک کتاب خدا اور دوسرے میرے اہلبیت(ع) ۔ اب دیکھنا ہے کہ تم ان دونوں سے کیا طرز عمل اختیار کرتے ہو۔ یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ خدا میرا مولا ہے اور میں ہر مومن کا مولا ہوں۔ پھر آپ نے حضرت علی(ع) کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا : جس کا میں ولی ہوں علی(ع) اس کے

۱۔ خصائص نسائی ص۲۱ جس موقع پر امام نسائی نے پیغمبر(ص) کا یہ ارشاد لکھا ہے : مَنْ كُنْتُ وَلِيُّهُ فَهَذَا وَلِيُّهُ۔

ولی ہیں۔ خداوندا تو دوست رکھ اس کو جو ان کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو ان کو دشمن رکھے۔''

ابوالطفیل کہتے ہیں کہ میں نے زید سے پوچھا[1] کہ آپ نے خود رسول(ص) کو ایسا فرماتے سنا ؟ زید نے جواب دیا : مجمع میں جتنے لوگ موجود تھے سب رسول(ص) کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور اپنے کانوں سے آپ کا الفاظ سن رہے تھے۔

۱- ابوالطفیل کا یہ سوال امت کے تعجب کا ظاہر کرتا ہے کہ باوجودیکہ امت اسلام غدیر کے دن امیرالمومنین(ع) کے متعلق پیغمبر(ص) کے ان ارشادات کو روایت کرتی ہے جمہور مسلمین بیان کرتے ہیں کہ پیغمبر(ص) نے غدیر خم میں بالائے منبر علی(ع) کو مولی الغیر یارمگر باوجود ان احادیث کی روایت کے جمہور مسلمین نے علی(ع) کے ہاتھوں میں زمام حکومت نہ جانے دی اور دوسروں کو خلیفہ مقرر کر لیا اور گویا ابوالطفیل کو شک پیدا ہوا کہ امت اسلام ان احادیث کو جو روایت کرتی ہے تو واقعا یہ حدیثیں صحیح بھی ہیں یا یونہی وضع کر لی گئی ہیں اسی وجہ سے انہوں نے زید سے اس حدیث کو سن کر دریافت کیا کہ یا آپ نے خود رسول(ص) سے یہ حدیث سنی ہے جیسے متحیر و متعجب حیران و سرگشتہ اور شک و شبہ میں مبتلا انسان بے واقعیت و حقیقت کا پتہ چلانا چاہتا ہے سوال کرتا ہے اسی طرح ابوالطفیل نے سوال کیا تو زید نے جواب دیا کہ اس دم باوجود اس اژدھام اور انبوہ خلائق کے مجمع میں کوئی متنفس بھی ایسا نہ تھا جس نے رسول(ص) کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا ہو اور اپنے کانوں سے یہ ارشاد فرماتے نہ سنا ہو۔ زید کے جواب کو سننے کے بعد ابوالطفیل کو پتہ چلا کہ بات ٹھیک ہے اور ایسا ہی ہے جیساکہ کمیت نے کہا ہے ۔ کمیت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :

وَ يَوْمَ الدَّوْحِ دَوْحِ غَدِيرِ خُمٍ أَبَانَ لَنَا الْوَلَايَةَ لَوْ أُطِيعَا

غدیر خم کے میدان میں حضرت سرور کائنات(ص) نے آپ کی خلافت کا اعلان کیا۔ کاش پیغمبر(ص)کی بات مانی جاتی

وَ لَكِنَّ الرِّجَالَ تَبَايَعُوهَا فَلَمْ أَرَ مِثْلَهَا أَمْراً شَنِيعاً

لیکن لوگوں نے اس خلافت کو بذریعہ بیعت طے کیا۔ میں نے ایسی اہم بات پر بیعت کو نہیں دیکھا۔

وَ لَمْ أَرَ مِثْلَ ذَاكَ الْيَوْمِ يَوْماً وَ لَمْ أَرَ مِثْلَهُ حَقّاً أُضِيعَا

نہ تو غدیر کے جیسا اہم دن میں نے دیکھا اور نہ ایسا حق کبھی ضائع کو دیکھا۔

امام مسلم نے بھی اس حدیث کو باب فضائل امیرالمومنین(ع) میں زید بن ارقم سے متعدد[1] طریقوں سے نقل کیا ہے ان میں سے بعض نے عبارت مختصر اور قطع و برید کر کے لکھی ہے اور یہ وہی بات نہیں(این گفتاہیست کہ در شہر شما نیز نیز)

امام احمد نے براء بن ازب کی حدیث دو طریقوں سے لکھی ہے۔

براء بن ازب [2] کہتے ہیں کہ :

" ہم لوگ رسول(ص) کے ہمراہ تھے۔ اثناء راہ میں مقام غدیر خم پر ہم لوگ اترے۔ اعلان کیا کہ جماعت کا اعلان ہوا ، درختوں پر اوجھ بان کر رسول(ص) کے لیے سایہ کیا گیا۔ آپ نے ظہر کی نماز پڑھی اور پھر حضرت علی(ع) کا ہاتھ پکڑ کر مجمع سے خطاب کیا:

" الستم تعلمون اني أَوْلى بالمومنين من انفسهم قالوا: بلى، قال: الستم تعلمون اني أَوْلى بكل مومن

۱- خصائص ص ۳۲۵ ج۲

۲- مسند احمد ج ۴ ص ۲۸۱

من نفسه قالوا: بلى قال: فاخذ بيد على، فقال : فمن كنت مولاه فعلي مولاه‘‘

’’کیا تم نہیں جانتے کہ میں مومنین کی جانوں اپنی سے زیادہ قدرت و اختیار رکھتا ہوں ۔ لوگوں نے کہا: بے شک ، آپ نے پھر پوچھا: کیا تم جانتے کہ میں ہر مومن کی جان کا ان سے زیادہ مالک ہوں، لوگوں نے کہا : بے شک ، تو آپ نے حضرت علی(ع) کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا ۔ جس جس کا میں مولی ہوں علی(ع) اس کے مولی ہیں۔ خداوندا تو دوست رکھ اس کو جو ان کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو ان کو دشمن رکھے۔‘‘

براء بن عازب کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت عمر، حضرت علی(ع) کی ملاقات کو آئے اور کہا:

’’ مبارک ہو آپ کو اے علی(ع) ابن ابی طالب ، آپ ہر مومن و مومنہ کے مولی ہوگئے۔‘‘

امام نسائی عائشہ بنت سعد[1] سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ :

’’ میں نے اپنے باپ کو کہتے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے یوم جحفہ رسول(ص) سے سنا۔ رسول(ص) نے حضرت علی(ع) کا ہاتھ پکڑا اور خطبہ ارشاد فرمایا جس میں بعد حمد و ثناء الٰہی کے ارشاد فرمایا:

’’ أيّها الناس! إنّي وليّكم.قالوا: صدقت يا رسول اللّه. ثمّ رفع بيد عليّ عليه السلام فقال:هذا وليّي، و يؤدّي عنّي

۱- خصائص نسائی ص ۴ و ص ۲۵۔

ديني، و أنا موال من والاه، و معاد من عاداه.‘‘

’’ اے لوگو ! میں تمھارا ولی وں، لوگوں نے کہا: بےشک یا ر ول اللہ(ص) آپ سچ فر ا ہیں۔ پھر آپ نے حضرت علی(ع) و اونچا کر کے افر یا کہ یہ میرے ولی ہیں اورمیرے مرنے کے بعد میرے دیوان ادا کریں گے۔ جو ان و دو ست ر کھے گا اس کا میں دو ت وں اور جو ان و دشمن رکھے گا۔ اس کا میں دشمن وں۔‘‘

انھیں سعد[1] سے یہ حدیثَ بھی مروی ہے ۔ سعد کہتے ہیں کہ ’’

’’ ہم ر ول(ص) کے اتھ تھے جب آپ مقام غدیر خم پرَ پہنچے لوگوں وہرٹھہ یا ، جو آگے بڑھ چکے تھے ان و واپس بلایا۔ جو پیچھے تھے ان کا انتظار کیا جب جمع وگئے تو آپ نے ارشاد افر یا :

’’يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ وَلِيُّكُمْ قَالُوا اللَّهُ وَ رَسُولُهُ ثم اخذ بيد علی فاقامه، ثم قال من كان اللَّهُ وَ رَسُولُهُ وليه فهذا وليه، اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالاهُ وَ عَادِ مَنْ عَادَاه‘‘

’’ اے لوگو! تمھارا ولی ون ہے؟ لوگوں نے کہا : کہ اللہ اور اس کا ر ول(ص) ۔ یہ سنکر آپ نے حضرت علی(ع) کا ہاتھ پکڑکر انھیں کھ ا کیا اور ارشاد افر یا ۔ اللہ و ر ول(ص) جس کے ولی ہیں یہ بھی اس کے ولی ہیں۔ خداوندا ! تو دو ت

۱- خصائ نسائی ص۲۵۔

رکھ اس و جو ان و دو ت رکھے اور دشمن رکھ اس و جو ان و دشمن رکھے۔''

واقعہ غدیر کے متعلق بے حدو حساب حدیثیں موجود ہیں اور وہ ب کی ب صریحی نصوص ہیں اس ب ارے میں کہ حضرت علی(ع) -آپ کے ولی عہد تھے اور آپ کے بعد آپ کے جملہ امور کے الک و مختار بھی آپ ہی تھے جیسا کہ فضل بن یعبا-اس ابن ابی لہب کا ایک شعر بھی ہے

و كان ولیّ العهد بعد محمّد علیّ و في كلّ المواطن صاحبه[1]

'' ر ول(ص) کے ولی عہد علی ابن ابی طا (ع) ہیں اور ہر مقام پر آپ کے رفیق کار بھی ۔''

ش

ا- خصاأ نسائی ۲۱ جس موقع پر امام نسائی نے پیغمبر(ص) کا یہ ارشاد لکھا ہے من کنت ولیہ فہذا ولیہ۔___

مکتوب ؑ بر۲۸

۔ بالاتفاق تمام حضرات شیعہ مسئلہ خلافت میں جن احادیث سے استدلال کر ہیں ان احادیث کا متواتر ہونا بھی ضروری سمجھتے ہیں ۔ بس ان ہی حدیثوں سے کام لیتے ہیں وجہ تواتر پر پہنچی ہوئی ہوں کیونکہ امت حضرات شیعہ کے یہاں اصول دین سے ہے۔

لہذا آپ اس حدیث غدیر سے کیوں استدلال فرما رہے ہیں؟ کیونکہ اگر یہ حدیث حضرات اہل سنت کے یہاں صحیح طریقوں سے ثابت و مسلم بھی ہے تو متواتر قطعا نہیں۔

س

وجہِ مکتوب

حدیثِ غدیر کا تواتر اور اس کی غیر معمولی اہمیت

ہم جن وجوہ سے اس حدیث کو استدلال میں پیش کر رہے ہیں وہ ہم ۱۲ پر تفصیلا ہم بیان کرچکے ہیں براہ کرم ایک نظر پھر دیکھ جائیے۔

اس کے علاوہ حدیث غدیر کا متواتر ہونا تو ایسا یقینی امر ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں۔ اس کے تواتر پر انسانی فطرت گواہ ہے فطرت کے اصول شاہد ہیں جس طرح دنیا کے اور بہت سے عظیم تاریخی واقعے جو اپنے مخصوص حالات و کیفیات کی وجہ سے نسلا بعد نسل تازہ رہے ہر زمانہ و ہر دور میں لوگوں کی زبان پر جن کا تذکرہ رہا اسی طرح بالکل واقعہ غدیر خم ہے جس کی بانی اسلام نے انتہائی اہتمام افرا یا جس کی اہمیت جتلانے کے لیے غیر معمولی اقدام کیا۔ مختلف ملکوں ، دور و دراز مقامات کے لاکوں آدمیوں کے مجمع میں دوپہر کا وقت ، گرمی کی شدت، عرب کا بیابان تپتی زمین جہاں ببول کے درختوں کے علاوہ کسی درخت کا سایہ بھی نہیں۔ ایسے مقام پر آپ منزل فرما ہیں۔ پیچھے آنے والوں کا انتظار فرما ہیں۔ آگے چلے جانے والوں کو الٹے پیروں واپس بلا ہیں جب اکٹھا کرلیتے ہیں تو کجاووں کا منبر تیار کیا جاتا ہے۔ آپ بالا منبر تشریف لے جا ہیں۔ جمع میں بے چینی ہے۔ ایک اضطراب ہے سب کھلبلا رہیں کہ آخر یہ بے منزل کی منزل کیسی؟ یہ اتنی تیاری کس

مت ر کے لیے؟ مگر راز کھلتا نہیں، ب کی آنکھیں ر ول(ص) کے چہرے پر جمی وئی ہیں، ب کے کان آپ کی آواز پر لگے و ، ر ول(ص) منبر پر پہنچ کر فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرما ہیں ۔ اس کے بعد ارے مجمع سے اپنے الک و مختار ونے کا اقرار لیتے ہیں۔ تمام مجمع سے آواز بلند وتی ہے۔ کہ بے شک آپ ہماری جانوں پر ہمسے زیادہ قدرت و اختیار رکھتے ہیں۔ اس اقرار لینے کے بعد آپ حضرت علی(ع) و منبر پر اپنے برابر کھڑا کر ہیں۔ تمام مجمع و دکھا کرفرما ہیں کہ جس جس کا میں مولی وں اس کے یہ مولی ہیں ۔ یہ ارا اہتمام اور اتنے عظیم الشان مجمع میں ر ول(ص) کے اس اعلان سے مقصود صرف یہ تھا کیادہ سے زیادہ لوگ علی(ع) کے جانشین ونے سے واقف وجائیں اور اپنے اپنے مقام پر پہنچ کر ہر شخص دوسروں و اس کی خبر دے تاکہ وہ سپیرہ سحر کی طرح بحرو بر میں پھیل جا ۔

لہذا جو واقعہ اتنی اہمیت کا حامل و، جس میں اتنا اہتمام کیا جا تو کیا اسے اخبار احاد میں شمار کیا جا گا؟ ایسے واقعہ کے متعلق یہ بھی وئی کہہ سکتا ہے کہ ایک دو آدمی اس کے راوی ہیں۔ اس واقعہ کی خبر تو یوں دنیا میں پھیل وگی جیسے طلوع آفتاب کے وقت آفتاب کی کرنیں چپہ چپہ و منور کر دیتی ہیں۔ خشکی و تری دونوں میں اجالا پھیل جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حدیث غدیر سرچشمہ اعلیات الٰہی ہے۔ نور ہے اس کے لطف و کرم کا سورۂ نازل افرمایا ۔ وہ کلام مجید جس کی تلاوت صبح و شام اہلِ اسلام بسے خلوت و جلوت میں اپنے اوراد و وظائف ہیں، نمازوں میں، منبروں پر، مناروں پر پڑھتے ہیں۔

”یا أَیُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ ما أُنْزِلَ إِلَیْكَ مِنْ رَبِّكَ وَ إِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَما بَلَّغْتَ رِسالَتَهُ وَ اللَّهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ “

” اے رسول(ص) پہنچا دو اس چیز کو جو[1] تم پر نازل کی گئی اور اگر تم نے نہ پہنچایا تو گویا تم نے کار رسالت کو انجام نہیں دیا۔ خدا تم کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔“

۱- اس آیت کا بروز غدیر خم ولایت امیرالمومنین(ع) کے متعلق نازل ہونا شیعوں کا بچہ بچہ جانتا ہے۔ اس سلسلہ میں جو روایتیں ائمہ طاہرین(ع) سے مروی ہیں وہ متواتر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ حضرات اہل سنت کی روایتوں سے اس کا ثبوت چاہتے ہیں۔ تو ملاحظہ فرمائیے وہ حدیث جو امام واحدی نے اپنی تفسیر میں کہ جو اسباب النزول ص ۱۵۰ پر دو معتبر طریقوں سے روایت کی ہے۔ عطیہ جناب ابوسعید خدری صحابی پیغمبر(ص) سے نقل کرتے ہیں کہ یہ آیت یا ایہا الرسول بروز غدیر خم علی بن ابی طالب کے متعلق نازل ہوئی اسی طرح حافظ ابونعیم نے اپنی کتاب نزول القرآن میں سندوں سے روایت کی ہے ایک ابوسعید سے دوسرے ابو رافع سے نیز علامہ حموینی شافعی نے اپنی کتاب فرائد السمطین میں متعدد طریق سے روایت کیا ہے۔ ابو اسحاق ثعلبی نے بھی اپنی تفسیر کبیر میں اس آیت کے متعلق اسی طرح کی حدیث درج کی ہے۔ مزید برآں قابل غور ہے یہ امر کہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے ہی نماز رائج ہو چکی تھی، زکوۃ فرض ہو چکی تھی، روزے رکھے جارہے تھے، ہر سال حج بھی کیا جاتا تھا۔ شریعت کے احکام مدون ہو چکے تھے۔ اب وہ پیغمبر(ص) کی جانشینی کے اعلان کے سوا کون سی بات باقی رہ گئی تھی۔ جس کے لیے خداوند کریم نے اتنے شدید پیمانہ پر وعید اور اتنے سخت و شدید الفاظ استعمال کیے گیے جو دیکھنے سے مشابہ تھے وَ إِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَما بَلَّغْتَ رِسالَتَهُ ۔ اگر تم نے اے رسول(ص) یہ بات لوگوں تک نہ پہنچائی تو تم نے کار رسالت انجام نہ دیا۔ اور خلافت کے سوا کون سی بات ہو سکتی ہے جس کے اظہار سے پیغمبر(ص) اتنے ہراساں تھے فتنہ و فساد کا اندیشہ لاحق تھا قلب پیغمبر(ص) و اور اس کے اعلان کے بعد پیغمبر(ص) خداوند عالم کی حمایت و حفاظت کے محتاج تھے۔

اور جب رسول(ص) نے وہ پیغام پہنچا دیا۔ بھرے مجمع میں علی(ع) کے امام اور اپنے جانشین ہونے کا اعلان کر دیا۔ تو خداوند عالم آیت نازل فرمائی:

" الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دينَكُمْ وَ أَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتي وَ رَضيتُ لَكُمُ الْإِسْلامَ ديناً "[1] (المائدة : ٣)

" آج کے دن ہم نے تمھارے لیے تمھارے دین کو کامل کیا اور تم پر اپنی نعمتیں تمام کیں اور دین اسلام کو تمھارا دین بننے پر راضی کیا۔"

جو شخص بھی ان آیات کا مطالعہ کرے، غور و فکر سے کام لے تو خداوند عالم کی الطاف و عنایات واضح ہیں پہلے ہی ان پر سرخی کا کر رہے گا۔

جبکہ توجہ الٰہی اس مسئلہ پر اس حد تک تھی تو تعجب نہیں ہے رسول(ص) کے لئے یہ مسئلہ انتہائی اہمیت کے ساتھ ہو اس لیے کہ جب آنحضرت(ص)

۱- ہمارے یہاں کی صحیح حدیثیں روز غدیر اس آیت کے نازل ہونے کے متعلق ائمہ طاہرین(ع) کے اسناد سے متواتر ہیں اگر چہ بخاری نے تو یوم عرفہ لکھا ہے مگر گھر والے کی گھر بات سے زیادہ واقف ہوتے ہیں۔

کی وفات کا وقت پہنچا اور آپ کو اندازہ ہوگیا کہ اب زندگی کے دن تھوڑے رہ گئے تو آنحضرت(ص) نے بحکم خدا طے کیا کہ حج اکبر کے موقع پر بھرے مجمع میں علی(ع) کی ولایت و جانشینی کا اعلان کر دیا جائے۔ گو اس سے پہلے آپ ہر موقع و محل پر اعلان فرما چکے تھے۔ اول اول جو اعلان فرمایا تھا اسی وقت علی(ع) کی جانشینی کا اعلان کر دیا تھا۔ اس کے بعد جو بھی موقع ملا اعلان فرماتے رہے جیسا کہ ہم گذشتہ اوراق میں بیان کر چکے ہیں لیکن ان اعلانات و آپ نے کافی نہیں سمجھا۔ آپ نے منادی کرادی کہ ہم اس سال حج آخری کرنے والے ہیں۔

رسول(ص) کے اس اعلان سے ظاہر ہے جو رقبہ میں مرتبہ ہوگا۔ ہر گوشہ سے مسلمان سمٹ کر آ گئے کہ رسول(ص) کے ساتھ اس عبادت میں شرکت کا ثواب حاصل کریں۔ رسول(ص) ایک لاکھ سے زیادہ [1] مسلمان کے ہمراہ مدینہ سے نکلے۔ جحفہ کا دن آیا تو آپ نے تمام مسلمانوں سے خطاب کر کے ارشاد فرمایا:

"علی (ع) مجھ سے ہیں اور میں علی(ع) سے ہوں میرا وصی و جانشین

۱- زینی و حلان نے (باب حجۃ الوداع) میں لکھا ہے کہ حضرت کے ساتھ مدینے سے ایک لاکھ چوبیس ہزار آدمی نکلے اس سے زیادہ تعداد بھی بتائی جاتی ہے۔ یہ شمار ان لوگوں کا ہے جو مدینہ سے حضرت کے ساتھ ہوگئے تھے اور ان کا شمار جنہوں نے حضرت کے ساتھ حج کیا اس سے بھی زیادہ ہے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حج سے پلٹنے والوں کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی اور ان سب نے حدیث غدیر سنی۔

میں خود ادا کر سکتا ہوں یا علی(ع)"[1]

اور جب آپ ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے ہمراہ حج کر کے پلٹے اور وادی خم میں پہنچے اور روح الامین آیہ بلغ لے کر آپ کی خدمت میں نازل ہوئے ، آپ وہاں اتر پڑے ، منزل فرمائی، جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ آپہنچے اور جو آگے بڑھ گئے تھے وہ لوٹ آئے ۔ جب اکٹھا ہوئے آپ نے نماز جماعت پڑھائی پھر بالا منبر جاکر خطبہ ارشاد فرمایا اور صاف صاف کھلے لفظوں میں حضرت علی(ع) کی جانشینی و خلافت کا اعلان فرمایا ۔ جس کی قدرے تفصیل آپ سن چکے ہیں اور آپ کے اس اعلان و مجمع کے تمام مسلمانوں نے بھی سنا جو ایک لاکھ سے کچھ زیادہ تھے اور مختلف مقامات کے رہنے والے تھے۔

لہذا خداوند عالم کا وہ طریقہ جو اس کی مخلوقات میں جاری و ساری ہے جس میں کبھی تغیر و تبدل نہیں ہوتا اس کا تقاضہ یہ ہے کہ حدیث غدیر متواتر ہو خواہ نقل میں سنی ہوں یا شیعہ ہوں۔ مزید برآں ائمہ طاہرین(ع) نے بڑے حکیمانہ انداز سے اس کی نشر و اشاعت فرمائی۔

حدیث غدیر کے متواتر ہونے کا اندازہ آپ ایک اسی واقعہ سے کیجیے کہ جب امیرالمومنین(ع) نے اپنے زمانہ خلافت میں رحبہ کے میدان رحبہ میں لوگوں کو جمع کیا اور ارشاد فرمایا کہ :

" میں قسم دیتا ہوں کہ ہر وہ مسلمان جس نے یوم غدیر خم رسول(ص)

۱- ملاحظہ ہو م۲۴ جہاں ہم نے یہ حدیث حوالہ کے ساتھ درج کی ۔ اس حدیث پر جو تبصرہ ہم نے کیا ہے وہ خاص طور پر قابل غور ہے۔

و ہ بالا منبر اعلان فرما ہ سنا و کھا وجا اور جو کچھ رسول(ص) و کہتے ہ سنا و اس کی گواہی دے ، لہٰذا وہ کھڑا ہو جس نے اپنی آنکھوں سے غدیر خم میں رسول(ص) و دیکھا اور اپنے کانوں سے رسول(ص) و کہتے ہ سنا و۔''

حضرت کے اس قسم دینے پر ۳۰ صحابی اٹھ کھڑے و جن میں صرف ۱۲ تو وہ تھے جو غزوہ بدر میںؑ بھی شریک رہ چکے تھے۔ ان ب نے گواہی دی کہ اس روز رسول(ص) نے علی(ع) کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا:

''کہ کیا تم جانتے و کہ میں مومنین ابن سے زیادہ قدرت و اختیار رکھتا وں۔؟ لوگوں نے کہا: بےشک یا رسول اللہ(ص) ، آپ نے فرمایا : میں جس جس کا مولی وں، یہ علی(ع)ؑ بھی اس کے مولی ہیں۔ خداوندا تو دوست رکھ اس و جو ان و دوست رکھے اور دشمن رکھ اس و جو ان و دشمن رکھے۔''

آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ۳۰ صحابیوں و جھوٹ پر اتفاق کر لینا عقلا کس قدر ناممکن ہے لہذا صرف انھیں ۳۰ صحابیوں کی گواہی سو ار لیا جا تو اس حدیث کا متواتر ونا قطعیٰ و یقینی طور پہ ثابت و مسلم ہے۔

ؑ پھر اس حدیث و ان ۳۰ صحابیوں سے مجمع کے ان تمام لوگوں نے سنا جو میدان رحبہ میں اکٹھا و تھے۔ انؑ وں نے اپنے اپنے مقام پر جاکر ہر شہر و ہر قریہ میں اسے بیان کیا۔ ہر شخص سے نقل کیا اور حدیث کی پوری پوری اشاعت ہوئی۔ یہؑ بھی قابل غور ہے کہ رحبہ کا واقعہ نہ ہوء خلافت امیرالمومنین(ع) میں پیش آیا۔

امیرالمومنین(ع) کی بیعت سنہ۳۵ھ میں ہوئی اور واقعہ غدیر سنہ۱۰ ھ میں پیش آیا۔ ان دونوں کی درمیانی مدت کم سے کم پچیس (۲۵) برس ہوتی ہے اور اسی پچیس برس میں ۶ دن کا طاعون بھی آیا اور بہت سی لڑائیاں اور فتوحات بھی خلفاء ثلاثہ کے زمانہ میں پیش آئیں۔ آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ اس اتنی طولانی مدت میں جو ایک چوتھائی صدی کے برابر تھی جس میں نہ جانے کتنی لڑائیاں ہوئیں، کتنے فتنہ و فساد اور تباہ کاریوں کا اعادہ ہوا اور طاعون دن کی دن پھیلی۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ واقعہ غدیر میں شریک اشخاص اپنی موت مرچکے ہوں گے۔ کتنے نوجوان شوق جہاد میں میدان کارزار کام آ چکے ہوں گے۔ مرنے والوں کی بہ نسبت زندہ رہنے والوں کی تعداد کتنی مختصر ہوگی اور جو زندہ بھی رہے ہوں گے۔ وہ ایک جگہ تو نہ ہوں گے نہیں۔ متفرق مقامات پر منتشر ہوں گے۔ کوئی کہیں ہوگا کوئی کہیں (کیونکہ رحبہ میں تو وہی لوگ آئے ہوں گے جو امیرالمومنین(ع) کے ہمراہ عراق میں موجود تھے) باوجود ان باتوں کے امیرالمومنین(ع) کے کہنے پر ۳۰ صحابی اٹھ کھڑے ہوئے جن صرف ۱۲ تو بدری تھے اور ان سب نے گواہی دی کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے رسول(ص) کو منبر پر دیکھا اور اپنے کانوں سے رسول(ص) کو یہ حدیث ارشاد فرماتے سنا۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ واقعہ غدیر کے شاہد صرف یہی تیس(۳۰) صحابی نہ رہے ہوں بلکہ ان کے علاوہ اور بھی کچھ افراد اس مجمع میں موجود ہوں۔ مگر وہ اپنے بغض و کینہ کی وجہ سے نہ اٹھے نہ گواہی دی جیسے انس بن مالک[1]

۱- حضرت امیرالمومنین(ع) نے انس سے فرمایا کیوں ؟ تم بھی دیگر اصحاب پیغمبر(ص) کی طرح بروز غدیر پیغمبر(ص) کے ارشادات جو تم نے سنے ہیں کھڑے ہو کر کیوں نہیں اس کی گواہی دیتے؟ انہوں نے کہا حضور میں بڈھا ہوگیا ہوں پوری طرح یاد بھی نہیں رہا۔ امیرالمومنین(ع) نے فرمایا : اگر تم نے یہ جھوٹ بولا ہے تو خدا تمھیں ایسا سپید داغ لگا دے جس کو عمامہ بھی چھپاسکے۔ انس ابھی اٹھے نہ تھے کہ ان کا چہرہ برص کی وجہ سے سپید ہوگیا۔ اس واقعہ کے بعد انس کہا کرتے تھے اصابتنی دعوۃ العبد الصالح ۔ نیک بندے (امیرالمومنین) کی بد دعا مجھے لگ گئی۔ یہ پورا واقعہ ابن قتیبہ نے معارف ص۱۹۴ پر درج کی ہے ابن احمد نے مسند جلد ۱ ص۱۹ پر جو روایت درج کی ہے اس سے بھی اس واقعہ پر روشنی پڑتی ہے۔ اس روایت کے الفاظ ہیں: فقاموا الا ثلاثۃ لم یقوموا فاصابتھم دعوتہ ۔ امیرالمومنین(ع) کے فرمانے پر تمام صحابہ نے اٹھ کر گواہی دی۔ تین شخص نہ اٹھے وہ آپ کے بد دعا کا شکار ہوئے ۔

وغیرہ ۔ جس کے نتیجہ میں وہ بد دعا امیرالمومنین(ع) کا شکار ہو ۔ غرضیکہ باوجود ان سب باتوں کے ۳۰ صحابی اٹھ کھڑے ہوئے اور گواہی دی کہ امیرالمومنین(ع) نے موقع ملنا کہ آپ اس محل پر رحبہ کے دن ہر بڑے چھوٹے مرد و زن ، ہر صنف کے اصحاب کو اکٹھا کر سکتے ۔ اور ان سے ویسی ہی قسم دیکر گواہی طلب کرتے جیسی آپ نے رحبہ میں قسم دے کر گواہی مانگی تھی۔ تو معلوم ایسے تنہ تیس گواہی دینے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے ۔ یہ خیال تو رحبہ کے دن کے متعلق ہے جو واقعہ غدیر کے پچیس برس گزرنے کے بعد ہوا۔

اب ذرا سوچیے کہ کہ امیرالمومنین(ع) کو ایسا موقع سرزمین حجاز پر ملنا اور واقعہ غدیر کو اتنی مدت گزر جانے کے بعد جتنی رحبہ

ے دکن ۔ یک ر چکی تھی اور آپ اسی طرح قسم دے کر لوگوں سے گواہی طلب کر تو اس صورت میں تیس لوگ اٹھ کھ ے و اور گواہی دیتے۔

آپ اسی پر اچھی طرح غور کریں تو اسی ایک واقعہ و حدیث غدیر کے تواتر کی قوی ترین دلیل پائیں گے۔ واقعہ رحبہ کے متعلق رواہ یات کتب احادیث وسنن میں موجود ہیں انھیں بھی ذرا دیکھیے۔

چنانچہ امام احمد نے مسند جلد۴ ص۳۷۰ پر زید بن ارقم کی حدیث ابوطفیل سے روایت کر کے لکھی ہے، ابوطفیل فرماتے ہیں کہ امیرالمومنین(ع) نے رحبہ میں لوگوں کو جمع کر کے ارشاد فرمایا:

''کہ ہر مرد مسلم کو جس نے رسول(ص) کو غدیر خم میں ارشاد فرماتے سنا ہو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اٹھ کھڑے ہو۔''

آپ کے اس قسم دینے پر ۳۰ افراد اٹھ کھڑے ہوئے۔ امام احمد کہتے ہیں کہ ابونعیم کا بیان ہے کہ بہت سے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اس موقع پر چشم دید گواہی دی۔ جب رسول(ص) نے حضرت علی(ع) کا ہاتھ پکڑ کر خطاب کیا تھا کہ:

''کیا تم جانتے ہو کہ میں مومنین سے زیادہ ان کے نفوس پر قدرت و اختیار رکھتا ہوں؟ سب نے کہا: بیشک یا رسول اللہ(ص)، آنحضرت(ص) نے فرمایا: تو جس جس کا میں مولی ہوں علی(ع) اس کے مولی ہیں۔ خداوندا! تو دوست رکھ اس کو جو علی(ع) کو دوست رکھے۔ اور دشمن رکھ اس کو جو علی(ع) کو دشمن رکھے۔''

ابوطفیل کہتے ہیں کہ میں رحبہ سے نکلا اور میرے دل میں بڑا خلجان

تھا(آخر جمہور مسلمین نے اس حدیث پر کیوں عمل نہیں کیا) میں زید بن ارقم کی خدمت میں پہنچا اور ان سے رحبہ کا واقعہ بیان کیا کہ حضرت علی(ع) و میں نے ایسا ایسا کہتے سنا۔ زید بن ارقم نے جواب میں کہا کہ :

'' تم اسے غلط نہ سمجھنا میں نے خود بھی رسول(ص) و ایسا کہتے سنا ہے۔''

میں کہتا ہوں کہ زید بن ارقم کی گواہی و رحبہ میں امیرالمومنین(ع) کے بیان کے ساتھ ملایا جائے تو اس حدیث کے ۳۲ گواہ ہو جاتے ہیں۔ ایک امیرالمومنین(ع) دوسرے زید بن ارقم اور وہ ۳۰ صحابی جنہوں نے رحبہ میں گواہی دی تھی۔

امام احمد نے مسند جلد ۱ صفحہ ۱۱۹ پر حضرت علی(ع) کی حدیث عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے روایت کر کے لکھی ہے۔ عبدالرحمن بن ابی لیلی کہتے ہیں کہ :

'' میں رحبہ میں اس موقع پر موجود تھا اور میں نے خود حضرت علی(ع) و لوگوں و قسم دیتے سنا۔ آپ فرمارہے تھے کہ میں قسم دیتا ہوں ہراس شخص و جس نے غدیر خم میں رسول(ص) و :

''من كنت مولاه فهذا علي مولاه'' کہتے سنا و اٹھ کھڑے ہو اور گواہی دے اور وہ شخص اٹھے جس نے اپنی آنکھوں سے رسول(ص) و دیکھا و اور اپنے کانوں سے کہتے سنا و۔''

عبد الرحمن کہتے ہیں کہ:

'' بارہ بدری صحابی اٹھ کھڑے ہو ۔ میں آج تک وہ منظر نہ بھولا نہیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے رسول(ص) و غدیر خم میں کہتے سنا کہ کیا میں مومنین سے

زیادہ ان کے نفوس کا مالک و مختار نہیں اورمیری ازواج کیا ان کی مائیں نہیں؟ ہم سب نے کہا : بیشک یا رسول اللہ(ص) ، تو آنحضرت(ص) نے فرمایا : کہ جس جس کا میں مولیٰ ہوں علی(ع) اس کے مولیٰ ہیں۔ خداوندا تو دوست رکھ اس کو جو علی(ع) کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علی(ع) کو دشمن رکھے۔''

اسی نفر کے آخر میں امام مذکور نے دوسرے طریقے سے اسی روایت کو لکھا ہے جس میں ہے کہ :

'' آنحضرت(ص) نے فرمایا: کہ خداوندا تو دوست رکھ اس کو جو ان کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو ان کو دشمن رکھے۔اور مدد کر اس کی جو اس کی مدد کرے اور ذلیل و خوار کر اسے جو ان کی مدد نہ کرے۔''

عبدالرحمن کہتے ہیں کہ :

'' سب اٹھ کھڑے ہوئے ، تین آدمی باوجودیکہ وہ واقعہ غدیر خم میں موجود تھے لیکن گواہی دینے کے لیے نہ کھڑے ہوئے امیرالمومنین(ع) نے ان کے لیے بد دعا فرمائی اور وہ سب آپ کی بد دعا کا شکار ہوئے۔''

اگر آپ حضرت علی(ع) اور زید ابن ارقم وغیرہ ان بارہ(۱۲) بدری اصحاب کے ساتھ ملا لیں تو چودہ(۱۴) بدری اصحاب ہوجاتے ہیں۔ واقعہ رحبہ کے متعلق جو حدیثیں اور روایات کتب احادیث وسنن میں موجود ہیں ان پر غور فرمائیے تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ اس واقعہ میں امیرالمومنین(ع) کی کیا حکمت

فضائل جس میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت(ص) نے آپ کو اپنا جانشین، وصی اور یومِ غدیر آپ کی خلافت کا اعلان الفریقین۔ ان سب باتوں کی گواہی پر مشتمل ہے شیعہ ہر سال ایسا کرتے ہیں، ان کا وتیرہ بن چکا ہے۔ شیعوں کے خطباء و مقررین کا دستور ہے کہ وہ ہر شہر میں ہر مقام پر ہر اپنی تقریر میں حدیث غدیر کو بہترین اسلوب اور بہترین عمدہ پیرایہ میں بیان کرتے ہیں، ان کی کوئی تقریر حدیث غدیر کے تذکرہ سے خالی نہیں ہوتی۔ اسی طرح قدیم شعراء اور نئے دور کے شعراء کی بھی یہ عادت ہمیشہ رہی کہ وہ اپنے قصائد میں واقعہ غدیر کو نظم کرتے آئے ہیں۔[1]

لہذا شیعوں کے یہاں جس حدیث کو اتنی اہمیت حاصل ہو اس کے بطریق اہل بیت(ع) و شیعانِ اہلبیت(ع) متواتر ہونے میں تو کسی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں کیونکہ انہوں نے اس حدیث کو جیسے اس کے الفاظ میں محفوظ رکھنے میں جتنی احتیاط کی اور اس کے تحفظ و انضباط نشر و اشاعت میں جتنی کدو کاوش سے کام لیا وہ انتہا درجہ کو پہنچی ہوئی تھی۔

آپ شیعہ کتب احادیث ملاحظہ فرمائیں۔ ان میں یہ حدیث بے شمار طرق و

۱- جناب کمیت ابن زید کے کچھ اشعار ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں جن کا ایک شعر یہ تھا:

وَ يَوْمَ الدَّوْحِ دَوْحِ غَدِيرِ خُمٍ أَبَانَ لَنَا الْوَلَايَةَ لَوْ أُطِيعَا

غدیر خم کے میدان میں حضرت سرور کائنات(ص) نے آپ کی خلافت کا اعلان کیا۔ کاش پیغمبر(ص) کی بات مانی جاتی)

مشہور شاعر ابوتمام نے اپنے قصیدہ میں کہا (یہ اشعار اس کے دیوان میں موجود ہیں)

و يوم الغدير استوضح الحق أهله بفيها و ما فيها حجاب و لا ستر

(الی آخر کلام)

اسناد سے مروی ہے جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ اگر اس کی زحمت گوارا فرمائیں تو شیعوں کے دیگر اس حدیث کا متواتر ہونا روز روشن کی طرح واضح وجلی ہے۔

بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ بلحاظ اصولِ فطرت خود اہلِ سنت کے یہاں بھی اس حدیث کے متواتر ہونے میں کوئی شک نہیں۔ صاحب فتاوا حامدیہ ایسا متعصب شخص مگر انہوں نے بھی اپنی کتاب الصلاۃ الفاخر فی الاحادیث المتواترہ میں اس حدیث کے متواتر ہونے کا صاف صاف اقرار کیا ہے۔

علامہ سیوطی اور انھیں جیسے دیگر حافظانِ حدیث نے بھی اس کے تواتر کی تصریح کی ہے۔

علامہ جریر طبری جن کی تفسیر مشہور ہے اور جو تاریخ بھی اور احمد بن محمد ابن سعید بن عقدہ اور محمد بن احمد بن عثمان ذہبی نے تو اس حدیث کو اتنا اہم سمجھا کہ مستقل کتابیں مخصوص حدیث غدیر پر لکھیں اور ان تمام طریقوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی جن طریقوں سے یہ حدیث مروی ہے۔

علامہ طبری نے اپنی کتاب میں پچہتر(۷۵) طریقوں سے اور ابن عقدہ نے اپنی کتاب میں اکیسو پانچ[1] طریقوں سے اس حدیث کو لکھا ہے۔

۱- صاحب ازالۃ الاوہام نے اپنی کتاب کے دوسرے باب کے فصل ۸۹ پر تصریح کی ہے کہ ابن جریر نے حدیث غدیر کی ۹۵ طریقوں سے روایت کی ہے اور اس کے لیے انہوں نے ایک مستقل کتاب الولایہ تصنیف کی اسی طرح ابن عقدہ نے بھی حدیث غدیر کے موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھی اور اس میں اکیسو پانچ طریقوں سے اس حدیث کی روایتیں درج کیں اور علامہ احمد بن محمد بن صدیق مغربی نے صراحت کی ہے کہ ذہبی اور ابن عقدہ دونوں نے اس حدیث غدیر پر مستقل کتابیں لکھیں، ملاحظہ ہو علامہ موصوف کی کتاب فتح الملک العلیّ بصحت حدیث باب مدینۃ العلم علی کا خطبہ۔

علامہ ذہبی ایسے متعصب شخص نے بھی اکثر و بیشتر طرق و صحیح ارقد یا ہے۔[1]

ا ۔ یۃ المرام کے ولہوی ۔ اب میں ۸۹ حدیثیں بطریق اہل سنت مذ ور ہیں جس میں واقعہ غدیر کا ذکر ہے اور لطف یہ ہے کہ یہ ۸۹ حدیثیں ان روایتوں کے علاوہ ہیں جو ترمذی ، نسائی، طبرانی، ب ار، ابو یعلی نیز اور بہت سے علماء احادیث نے ذکر کی ہیں۔

اور علامہ سیوطی کے پنہاب ۔ تاریخ الخلفاء میں ۔ من حالات امیرا ومنین(ع) اس حدیث و ترمذی سے نقل کیا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ :

" اس حدیث و امام احمد نے حضرت علی(ع)، ابو ایوب انصاری، زید بن ارقم ، اور عمر، و ذی مر [2] سے روایت کیا ہے۔"

" ابو یعلی نے ابوہریرہ سے اور طبرانی نے ابن عمر، مالک بن حویرث، حبشی بن جنادۃ ، جریر، سعد بن ابی وقاص، ابو سعید خدری اور انس سے روایت کیا ۔"

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ : " ب ار نے ابن عباس و عمارہ اور بریدہ سے روایت کیا ۔۔۔۔الخ"

۱- علامہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ باب اول فصل پنجم میں اس کی وضاحت کی ہے۔

۲- م ر جلد اول کے ص ۱۲۱ پر ابن عباس کی حدیث سے بھی اس کی روایت کی ہے نیز م ر جلد ۴ ص ۲۰۱ پر براء ازب کی حدیث سے بھی روایت کی ہے۔

اس حدیث کے بیش از بیش معروف و مشہور ونے پر منجملہ اور ادلہ کے ایک وہ روایتَ بھی ہے جو امام احمد نے اپنی م ند میں یاح بن حارث[1] سے دو طریقوں سے روایت کی ہے۔ راوی یاح کہتے ہیں کہ :

" ایک جماعت مسلمانوں کی امیرالمومنین (ع) کی خدمت میں آئی اور یہ کہہ کر سلام کیا کہ سلام و آپ پر اے ہمارے آقا و مولی، امیرالمومنین(ع) نے پوچھا : تم ہیں آپ لوگ ؟ انہوں نے جواب دیا : کہ ہم آپ کے موالی ہیں، یا امیرالمومنین(ع)، آپ نے فرمایا: میں تمھارا مولی کیسے ہوا؟ حالانکہ تم قوم عرب ہو، انہوں نے کہا : ہم نے رسول(ص) کو غدیر خم میں کہتے سنا کہ " من كنت مولاه فهذا علي مولاه" میں جس کا مولی ہوں علی(ع) اس کے مولی ہیں۔"

راوی یاح کہتے ہیں کہ :

" جب وہ چلنے لگے تو میںَ بھی پیچھے پیچھے چلا۔ میں نے ان کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ چند انصار تھے جن میں ابو ایوب انصاریَ بھی تھے۔"

منجملہ ان ادلہ کے جو اس حدیث غدیر کے تواتر پر دال ہیں ایک وہ حدیثَ بھی ہے جو اسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں بسلسلہ تفسیر سورہ معارج دو معتبر سندوں سے ذکر کی ہے کہ :

" رسول اللہ(ص) نے غدیر خم کے دن لوگوں میں منادی کرادی ۔ ب

۱- دیکھیے مسند جلد۵ صفحہ۴۱۹

اکٹھے وگئے تو آپ نے حضرت علی(ع) کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد افر یا کہ جس کا میں مولی وں اس کے علی(ع) مولی ہیں۔'' یہ۔ ۔ بات ہر طرف سے مشہور وگئی اور ہر شہر میں اس واقعہ کی خبرَ پہنچی۔ حارث بن نعمان فہری وَ بھی معلوم وئی۔ وہ یہ سن کر کیب ۔اقہ پر وار وکر رول(ص) کی خدمت میںَ پہنچا ۔اقہ و بٹھا کر اترا اورا کہہ یا محمد(ص) آپ نے ہم و حکیم یا کہ خدا کی وحدانیت اور آپ کی ر ا ت کی گوای دیں۔ ہم نے آپ کے اس حکم وا۔ا آپ نے حکیم یا ک پا ٔ وقت نماز پڑھیں۔ ہم نے اسےَ بھی قبول کیا۔ آپ نے حکیم یا کہ ہم ز وۃ دیں۔ ہم نے اس حکم کیَ بھی تعمیل کی۔ آپ نے حکیم یا کہ ہم چ کریں۔ ہم نے جَ بھی کیا ہم نےدا ۔ اتیں آپ کی انیں اور آپ اس پرَ بھی راضع ۔ ۔ و اور آپ نے یہ کیا کہ۔ ا پسےچچا زاد ۔ بھائی علی(ع) و آستیں پکڑ کر ان و کھ ا کیا ان و ہم لوگوں پر فضیلت دی اور ان کے متعلق افر یا کہ جس کا میں مولی وں اس کے یہ علی(ع) مولی ہیں۔ یہ بات آپ کی جاٗ سےھی ۔ یا خدا کی جاٗ سے؟ آنحضرت(ص) نے افر یا: قسم ہے اس اللہ کی جس کے وا وئی معبود نہیں۔ یہ خدا کی جاٗ سے تھا اور اسی کے حکم سے ایسا میں نے کیا۔ یہ سن کر حارث پلٹا اور اپنی سواری کی طرف بڑھا یہ کہتے و کہ پروردگار! محمد(ص) جو کہہ رہے ہیں ا ر ٓ ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر بر ا،یا دردۂاک عذاب ہم پرَ بھیج۔''

وہَ ابھی اپنے مرِکۂ تکَ پہنچنےَ ۔ پا یا تھا کہ خداوند ام نے اسے اپنے

عذاب میں مبتلا کیا۔ ایک پتھر آسمان سے اس کی کوپڑی پر را جو سر و بتوڑتا وا اسفل سے نکل گیا اور اس نے وہیں جان دیے دی اور اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ (یہاں تک اصل عبارت و ترجمہ تھا۔)[1]

اور بہت سے علما اہل سنت نے اس حدیث کو بطور مسلمات ذکر کیا ہے۔[2]

ش

۱- ثعلبی سے ایک جماعت نے علماء اہل سنت کی جیسے علامہ شلنجی نے نور الابصار ص ۱۷۱ پر احوال امیرالمومنین(ع) میں لکھا ہے۔

۲- حلبی نے سیرہ حلبیہ ص ۳۷۴ جلد ۳ میں احوال حجۃ الوداع میں لکھا ہے۔

مکتوب نمبر ۲۹

چونکہ ہم مجبور ہیں کہ صحابہ و صحیح سمجھیں لہذا اس حدیث کی تاویل کرنا ضروری ہے۔ تاویل کے علاوہ ہمارے لیے کوئی چارہ کار نہیں خواہ یہ حدیث متواتر یا غیر متواتر۔ اسی وجہ سے حضرات اہل سنت کہتے ہیں کہ لفظ مولیٰ متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے چنانچہ خود قرآن میں بھی یہ لفظ کئی معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔ کبھی تو اولیٰ کے معنوں میں جیسے خداوند تعالیٰ کا یہ قول جو اس نے کفار سے خطاب کر کے فرمایا ہے :

''مَأْوَاكُمُ النَّارُ هِيَ مَوْلَاكُمْ'' (حدید، ۱۵)

'' تمھارا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہی تمھارا مولیٰ ہے۔''

یعنی تمھارے لائق ہے ۔ اور کبھی ناصر کے معنوں میں جیسے ارشاد خداوند تعالیٰ ہے:

" ذلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذينَ آمَنُوا وَ أَنَّ الْكافِرينَ لا مَوْلى لَهُمْ " (محمد : ١١)

"ذالک یمان لانے والوں کا مدد گار ہے مگر کافروں کا وئی مددگار نہیں ۔"

اور کبھی وارث کے معنوں میں جیسے خداوند ام کا قول :

" وَ لِكُلٍّ جَعَلْنا مَوالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوالِدانِ وَ الْأَقْرَبُونَ" (النساء : ٣٣)

" ہم نے ہر ایک کے لیے مولی قرار دیے ہیں یعنی وارث قرار دیے ہیں۔"

کبھی معنی جماعت استعمال وا ہے۔ جیسے ارشاد خداوند ام ہے:

" وَ إِنِّي خِفْتُ الْمَوالِيَ " (مریم، ٥)

" میں اپنے روہ والوں سے ڈرا"

کبھی دو ت کے معنوں میں جیسے قول باری تعالی :

" يَوْمَ لا يُغْني مَوْلًى عَنْ مَوْلًى شَيْئاً " (الدخان : ٤١)

" یاد کرو اس دن و جس دن وئی دو ت کسی دو ت کے کام نہ آ گا۔"

اسی طرح لفظ اولی بالتصرف کے معنوں میں آتا ہے جیسے ہم لوگوں کا قول کہ فلاں ، فلاں کا ولی ہے۔

کبھی ناصر و محبوب کے معنوں میں تو حضرات اہل بیت کہتے ہیں کہ انبا حدیث کے معنی یہ ہیں کہ میں جس کا مددگار وں یا دو ت وں یا حبیب وں اس کے علی(ع) مددگار ہیں یا دو ست ہیں یا حبیب ہیں

یہ معنی ا ر ان لیے جائیں تو سلف صالحین کے عزت و احترام میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور خلفاء ثلاثہ کی خلافت بھی ثابت ہو جاتی ہے۔

حدیثِ غدیر کی تاویل پر قرینہ

حضرات اہل سنت کہتے ہیں کہ یہی معنی مراد پیغمبر(ص) ہونے پر یہ قرینہ ہے کہ جب حضرت علی(ع) یمن تشریف لے گئے تھے اور مسلمانوں کی ایک جمعیت آپ کے ساتھ تھی اور کچھ لوگوں نے آپ کی سنت پیروی سے تکلیف پہنچائی انہوں نے رسول(ص) کی خدمت میں پہنچ کر آپ کی شکایت کی اور آپ کی برائیاں کیں۔ اسی سبب سے آنحضرت نے غدیر خم میں آپ کی مدح و ثناء بیان کرنے میں اتنا اہتمام کیا۔ آپ کے فضائل و محامد بیان فرمائے۔ اس سے غرض یہ تھی کہ لوگوں کے دل حضرت علی(ع) کی جلالت قدر معلوم ہو جائے اور جو ان کے دشمن ہیں ان کی آنکھیں کھل جائیں۔ اس کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ آنحضرت(ص) نے اپنی تقریر میں حضرت علی(ع) کا ذکر خصوصیت سے کیا اور فرمایا کہ جس کا میں مولی ہوں علی(ع) اس کے ولی ہیں۔ اہلبیت(ع) کا ذکر عام طور پر کیا کہ میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کتاب خدا اور دوسرے میرے عترت و اہلبیت(ع) وغیرہ یا یہ مسلمانوں سے رسول اللہ(ص) کی چلتے چلاتے وصیت تھی کی علی(ع) کے ساتھ سلوک کرنے میں خصوصیت کے ساتھ میرے حقوق کی حفاظت کا خیال رہے اور اہل بیت(ع) کے متعلق جن سلوک کی عام وصیت تھی۔

حضرات اہل سنت کہتے ہیں کہ اس بناء پر حدیث سے نہ تو یہ ثابت ہے کہ حضرت نے آپ کو اپنا جانشین بنایا اور نہ آپ کے امام ہونے پر یہ حدیث

دلا ت کرتی ہے۔

س

وجہِ مکتوب

حدیث غدیر ۔ تاویل ممکن نہیں

مجھے یقین ہے کہ آپ نے جو کچھ افر یا اس سے خودَ بھی مطمئن نہیں اور ہ۔ر آپ کا م۔یلان ہے اس ط۔رف ، آپ ۔و آنحضرت کی حکمت ۔ بالغہ، اتی ع مت اور حیثیتِ خاتمیت کا پورا اندازہ ہے، آپ ب۔وبی آگاہ ہیں کہ حض۔رت ختمی مرتب۔ت(ص) تمام اہل حکمت کے س۔یر و س۔ردار اور تمام نبیوں کے خاتم تھے۔ آپ اپنی خواہش نفسانی سے کبھی بکلم فرا ں ہ۔ر تھے ۔ جو کچھ فرا وہ ترجمانی وتی تھی وحی ر۔ بانی کی۔ خداوند ام نے آپ و تعلیم دے کر دنیا میںَ بھیجا تھا۔

وچیے تو ار غیر مسلم فسلفی آپ سے واقعہ غدیر کے متعلق پوچھے اور کہے کہ آخر یہ ر ول(ص) نے ان لاکوں مسلمانوں ۔و غدیر خم میںَ پہنچ کر سفر جاری رکھنے سے کیوں روک یا۔ کس لیے ان و چلچلاتی دوپہر میں تپتی زمین پرہرٹھ یا اور یہ۔ ت۔ا اہتم۔ام کس م۔ر کے لیے تھا کہ جو آگے بڑھ گئے تھے ان و واپس بلایا اور جو پیچھے رہ گئے تھے ان کا انتظ۔ار کیا اور آخر یہ۔ ک۔س لیے چٹیل میدان میں انھیں منزل کرنے پر مجبور کیا جہاں پانی تھ۔ہ۔ سبزہ، پتھریلی زمین تھی۔ ٹھیک ایسی جگہَ پہنچ کر جہاں راہیں ب۔رلتی تھیں، لوگ۔ جمع ہونے والے تھے۔ آپ نے خطبہ ارشاد فرمای۔ا کہ حاضرین غیر حاضر

اشخاص وَ پہنچادیں اور آخر یہ ضرورت ون سی آپڑی تھی کہ آپ نے سلسلہ تقریر میں اپنے وقت رحلت قریہ۔ ونے کس خبر دی ۔ چنانچہ آپ نے افر یا :

'' قریہ ہے کہ میرے پروردگار مجھے بلاوا آپہنچے اور مجھے وہاں لبنا پڑے۔ وہاں مجھ سے َ بھی وال کیا جا گا اور تم سے َ بھی ۔ بازپرس وگی۔''

ہو۔ بات ونسی تھی جس کے متعلق ر ول(ص) سے پوچھا جانے والا تھا کہ آپ نے اپنے َ پیغمہ یا نہیں اور امت سے ۔ بازپرس کی جانے والی تھی کہ ر ول(ص)کی اس ۔ بات میں اطاعت کی گئ یا نہیں؟

ر ول(ص) کے یہ وال کرنے کی وجہ کیا تھی کہ کیا تم لوگ گوای نہیں دیتے کہ بس معبود حقیقی و س خداوند ر ام ہے اور محمد(ص) اس کے بندے اور ر ول(ص) ہیں اور جنت حق ہے، جہنم حق ہے موت برحق ہے اور موت کے بعد دو بارہ زندہ ہو ا حق ہے۔ قیامت آنے والی ہے اس کے متعلق وئی شبہ نہیں اور خداوند ام قبروں کے تمام مردوں و زندہ کرے گا۔

لوگوں نے کہا: بیشک یا ر ول اللہ(ص) ! ہم اس کی گوای دیتے ہیں اور یہ آخر کس لیے ر ول(ص) نے نورا علی(ع) کا ہاتھ پکڑا اور اتنا اونچا کیا کہ سپیری بغل نمایاں وئی اور ارشاد افر یا:

'' اے لوگو! خداوند ام میرا مولی ہے اور میں مومنین کا مولی وں۔''

اور آپ نے اپنے اس جملہ کی کہ میں مومنین کا مولی وں یہ تشریح کیوں فرائی

''کہ میں ان پر ان کے نفس سے زیادہ تصرف و اقتدار رکھتا وں۔''

اوریہ تفسیر فرانے کے بعد آپ نے یہ کیوں افر یا کہ :

'' جس جس کا میں مولیٰ وں یہ علی(ع) اس کے مولیٰ ہیں۔ ''یا جن کا میں ولی وں علی(ع) اس کے ولی ہیں۔'' خداوندا تو دو ت رکھ اس و جو علی(ع) و دو ت رکھے اور دشمن رکھ اس و جو علی(ع) و دشمن رکھے۔ مدد کر اس کی جو علی(ع) کی مدد کرے اور ترکِ نصرت کر اس کی جو علی(ع) کی مدد سے ریغ کرے۔''

یہ آخر رسول(ص) نے حضرت علی(ع) کے لیے خصوصیت سے ایسی دعا کیوں فرمائی جو صرف ائمہ برحق اور سچے خلفاء کے لائق و سزاوار ہے اور یہ کیوں آپ نے مجمع سے پہلے گواہی لے لی تھی یہ کہہ کر کہ ''

''کیا میں تمھارے نفوس پر تمھے زیادہ اختیار نہیں رکھتا؟''

لوگوں نے کہا: بے شک ، تو یہ گواہی لے لینے کے بعد آپ نے فرمایا :

''کہ میں جس کا مولیٰ وں یہ علی(ع) اس کے مولیٰ ہیں'' یا '' جس کا میں مولیٰ وں یہ علی(ع) اس کے مولیٰ ہیں۔''

اور آخر کس وجہ سے اہل بیت(ع) کو جناب الٰہی و ہم پلہ ارقدس یا آپ نے؟ اور صاحب عقل و فہم کے لیے روزامقیت تک انھیں مبرا اور پیشوا کیوں فرمایا ؟ کس چیز کے لیے حکیمِ اسلام نے اتنا زبردست اہتمام فرمارہے تھے وہ کونسی مہم تھی جس کے لیے اتنی پیش بندی کی ضرورت لاحق ہوئی وہ کون سی غرض تھی جس کی تکمیل آپ و لوگوں کے بھرے مجمع میں درنظر تھی۔ وہ بات کیا تھی جس کے پہنچانے کا خداوند عالم کی جانب سے تاکیدی حکم ہوا اور آیت اتری کہ :

'' اے رسول(ص) پہنچا دو اس پیغام کو جو تمھارے پروردگار کی جانب سے نازل ہوا ہے اگر تم نے ایسا نہ کیا تو گویا کار رسالت کو انجام نہ دیا۔''

یہ اتنی شدید تاکید اور دشمنی سے ملتا جلتا حکم دینے کی خدا کو ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ وہ بات کیا تھی جس کے پہنچانے میں رسول(ص) ڈر رہے تھے کہ کہیں فتنہ نہ کھڑا ہو جائے اور اس کے بیان کرنے میں منافقین کی ایذا رسانیوں سے بچنے کے لیے خدا کی حفاظت و حمایت کے ضرورت مند ہو رہے تھے۔ اور یہ سوالات آپ سے کیے جائیں گے یا آپ اتنی عقل اور سمجھ رکھتے ہوں گے یہی جواب دیں گے کہ ان تمام باتوں سے خدا و رسول(ص) کی غرض صرف یہ ظاہر کرنا تھا کہ علی(ع) مسلمانوں کے مددگار اور دوست ہیں۔ میرا تو یہی خیال ہے کہ آپ یہ جواب دینا کبھی بھی پسند نہ کریں گے۔ مجھے وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ آپ اس قسم کی باتیں اس حکیم مطلق، رب العالمین کے لیے جائز سمجھیں گے نہ حکیم اسلام خاتم النبیین(ص) کے لیے۔ آپ سے بعید ہے کہ آپ رسول(ص) کے لیے یہ جائز و مناسب قرار دیں کہ وہ اپنی تمام تر صلاحیتیں اور پوری پوری کوشش ایسی چیز واضح کرنے میں صرف کر دیں جو خود روشن اور واضح ہو۔ جس کی وضاحت کی کوئی ضرورت ہی نہ ہو۔ یا ایسے عمل کی وضاحت فرمائیں جسے ہر سوجھ بوجھ والا عقل سلیم واضح سمجھیں۔ مجھے تو کوئی شک نہیں کہ آپ یقیناً پیغمبر(ص) کے اقوال و افعال کو اس سے بلند و برتر سمجھتے ہوں گے کہ بیکار و بے سبب عقل اس کو معیوب نہ سمجھیں یا فلاسفہ و صاحبان حکمت نکتہ چینی کریں۔

کوئی شبہ نہیں کہ آپ رسول(ص) کے قول و فعل کی قدر و منزلت سے واقف ہیں۔ آپ معرفت رکھتے ہیں کہ رسول(ص) کے افعال و اقوال کس قدر حکمت سے لبریز اور شان عظمت کے حامل ہوتے ہیں۔ خداوند عالم جس کے متعلق فرماتا ہے:

" إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ذِي قُوَّةٍ عِندَ ذِي الْعَرْشِ

مَكِينٍمُّطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ وَ مَا صَاحِبُكُمُ بِمَجْنُون"

" بے شک یہ قرآن ایک معزز فرشتہ (جبریل(ع))کی زبان کا پیغام جو بڑا قوی، عرش کےکلک کی بارگاہ میں بلند رتبہ ہے۔ ب فرشتوں کا سردار ، امانتدار ہے اور (مکہ والو) تمھارے ساتھی(محمد(ص)) دیوانے نہیں ہیں۔"

وہ واضح باتوں کی وضاحت اور بدیہی چیزوں کے بیان کرنے کے لیے اتنا اہتمام کرے گا اور ان اظہر من الشمس چیزوں کو واضح کرنے کے لیے ایسا انداز اختیار فرمائے گا۔ ایسی بے تکی و بے ربط پیش بندیاں کرے گا۔ خدا و رسول(ص) کی ذات ان مہملات سے کہیں بالا پاک وصاف اور برتر و برگزیدہ ہے۔

آپ یقیناً یہ جانتے ہوں گے کہ اس چلچلاتی دوپہر میں، اس موقع و محل کے مناسب اور غدیر کے دن کے افعال اقوال کے لائق و سزاوار تھا۔ بات تھی کہ آپ اپنی ذمہ داری پوری کردیں اور اپنے بعد کے لیے جانشین معین فرمائیں۔

آنحضرت(ص) کا انداز گفتگو جچے تلے الفاظ، واضح عبارت بھی یہی کہتی ہے اور عقلی دلیلوں سے بھی ثابت۔ بات کا قطع و یقین ہوتا ہے کہ آنحضرت(ص) کا مقصد اس دن یہی تھا کہ حضرت علی(ع) کو اپنا ولیعہد اور اپنے بعد جانشین و قائم مقام کر جائیں۔

لہذا یہ حدیث ان تمام قرائن کے ساتھ بسے الفاظ حدیث اپنے دامن میں لیے ہوئے ہیں، امیرالمومنین(ع) کی خلافت و امامت کے متعلق صریحی نص ہیں کسی تاویل کی گنجائش نہیں اور نہ اس معنی کو چھوڑ کر دوسرے معنی مراد لینے کی گنجائش نکلتی ہے۔ یہ تو ایسی واضح چیز ہے کہ کسی دلیل کی ضرورت ہی

نہیں بشرطیکہ انسان چشم بینا اور گوش شنوا رکھے۔

اور آپ حضرات اہل سنت جس قرینہ کا ذکر فرما ہیں وہ بہت سی رکیک اور بالکل سی غلط بیانی ہے۔ اس لیے کہ آنحضرت(ص) نے علی(ع) کو دو مرتبہ یمن کی جانب بھیجا پہلی مرتبہ سنہ۸ ھ میں اس مرتبہ لوگوں نے امیرالمومنین (ع) کے متعلق تہمت تراشی کی اور مدینہ واپس آکر رسول(ص) کی خدمت میں شکایتیں کیں جو رسول(ص) کو بہت ناگوار گزریں۔[1] یہاں تک کہ غیظ و غضب کے آثار آپ کے چہرے سے نمایاں تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پھر کسی کو جسارت ایسا کرنے کی نہ ہوئی۔

اور دوسری مرتبہ سنہ۱۰ھ میں گئے۔ اس مرتبہ آپ نے حضرت علی(ع) کو علم لشکر دیا اور سر پر عمامہ باندھا تھا اور یہ افسر دیا تھا کہ روانہ ہو اور ادھر ادھر توجہ نہ کرنا۔ حضرت علی(ع)روانہ ہو وہاں پہنچ کر رسول(ص) کے امور انجام دیے اور وہاں سے مکہ پہنچ کر حجۃ الوداع میں رسول(ص) کے ساتھ ہوگئے۔ اس مرتبہ نہ تو کسی کینہ ور کو کینہ ظاہر کرنے کی نوبت آئی نہ کسی دشمن کو دشمنی کرنے کا موقع ملا۔ لہذا یہ کہنا کیونکر درست ہوسکتا ہے کہ رسول(ص) نے غدیر خم میں جو کچھ کہا اس کا سبب وہی علی(ع) پر اعتراض کرنے والے تھے یا آنحضرت(ص) نے دشمنان و مخالفین امیرالمومنین(ع) کی رد میں ایسا کیا۔

علاوہ اس کے محض علی(ع) کی مخالفت و دشمنی تو ایسی چیز نہیں ہوسکتی کہ اس کے سبب رسول(ص) علی(ع) کی شرح و بسط کرنے کے لیے اتنا اہتمام فرمائیں۔ تپتی زمین پر جلتی دھوپ میں مسلمانوں کو بٹھلا کر پالانوں کا منبر تیار کرا کے اس شد و مد سے علی(ع) کے فضائل بیان کریں۔ ہاں معاذ اللہ رسول(ص) و ار اپنے افعال و

۱- ملاحظہ کیجیے غدیر ۱۰ ۲۴۴ غدیر ۲۵۰۔

اوّل ، اپنے قول و ارادہ میں اس قدر ہرزہ کار سمجھ لیا

جا تو یہ دوسری بات ہے۔ آپ کی ان حکیمانہ اور اندازِ متانت ان مزخرفات و مہملات سے کہیں بالاک و صاف ہے۔ خداوند تعالیٰ تو اپنے رسول(ص) کے متعلق فرماتا ہے:

"إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ وَ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ وَ لَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ"

اگر صرف حضرت علی(ع) کے فضائل کا بیان یا مخالفین کی رد میں آنحضرت(ص) کا مقصود ہوتی تو آپ کہہ سکتے تھے کہ یہ میرے چچازاد بھائی ہیں، میرے داماد ہیں، میرے نواسوں کے باپ ہیں، میرے اہلبیت کے سید و سردار ہیں۔ تم لوگ ان کے ساتھ بدسلوکی کرکے مجھے اذیت پہنچاتے ہو یا اسی جیسا اور بہت سا جملہ فرماسکتے تھے جن سے صرف آپ کا فضل و شرف اور جلالت قدر ظاہر ہوتی حالانکہ الفاظ حدیث سے وہ نہیں جو ہمارے ذہن میں آتی ہیں جو ہم نے بیان کیں۔

لہٰذا حدیث کے بیان کا کوئی سبب بھی ہو الفاظ سے جو معنی ذرا ذہن میں آتے ہیں وہی مراد ہوں گے اور اسباب پر اعتنا نہیں کی جاتی گی۔

اس حدیث غدیر میں اہل بیت(ع) کا جو ذکر ہوا تو یہ ہمارے ہی بیان کیے ہوئے معنی کا موئد ہے۔ ہم نے جو کچھ سمجھا ہے اسکی تائید ہوتی ہے کیونکہ رسول(ص) نے اس حدیث میں اہل بیت(ع) کو قرآن مجید کا ہم پلہ قرار دیا ہے اور اب عقل کے لیے دو ہی ہدایت فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ میں" میں تم میں ایسی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم مضبوطی سے تھامے رکھو تو کبھی گمراہ نہ ہوگے ایک کتاب خدا، دوسرے عترت و اہلبیت(ع)۔ آپ نے ایسا

اس لیے کیا اور اس وجہ سے افر یا کہ امت والے جان لیں، سمجھ لیں کہ ر ول(ص) کی آنکھ بند ونے کے بعد کس ان س دو چیزوں کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے، یہی دونوں بھروسہ کے لائق ہیں۔ ائمہ اہلبیت(ع) کی اطاعت و اتباع واجب ولازم ونے کا آپ اسی سے اندازہ کرسکتے ہیں کہ آنحضرت(ص) نے انھیں کتاب خدا کے برابر درجہ یا ہے۔ کہ کتاب خدا جس کے پاس باطل کا ر یک نہیں اس کا پلہ انھیں افر یا ہے لہذا جس طرح کتاب الٰہی کو چھوڑ کر کسی دوسری کتاب کی طرف رجوع کرنا جائز نہیں وسکتا۔ بعینہ اسی طرح ائمہ اہلبیت(ع) کو چھوڑ کر ان کے مخالف کسی امام کی طرف رجوع کرنا جائز نہیں۔ اور آنحضرت(ص) کا یہ فرمانا کہ یہ دونوں کبھی منقطع نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں۔ دلیل ہے اور واضح دلیل ہے کہ آنحضرت(ص) کے بعد زمین ان ائمہ اہل بیت(ع) سے خالی نہیں وسکتی ۔ ان میں کا کوئی نہ کوئی فرد ہر زمانہ اور ہر وقت میں ضرور موجود رہے گا۔ جو ہم پلہ کتاب الٰہی کا ہوگا۔

اگر آپ اس حدیث پر اچھی طرح غور و تدبر فرمائیں تو یہ حقیقت آپ پر منکشف ہوگی کہ آنحضرت(ص) نے یہ ارشاد فرما کر خلافت و ائمہ طاہرین (ع) کو میں منحصر کیا ہے ۔ ان کے علاوہ کی گنجائش کو نہیں رکھا۔ اس کی مزید تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے امام احمد نے اپنی مسند جلد ۵ صفحہ ۱۸۲ پر زید بن ثابت سے روایت کی ہے۔ زید بن ثابت کہتے ہیں:

"کہ آنحضرت(ص) نے ارشاد فرمایا : میں تم میں اپنے دو جانشین چھوڑے جاتا ہوں کتاب خدا جو ایک رسی ہے جس کا سلسلہ آسمان سے زمین تک ہے دوسرے میری عترت و اہلبیت(ع) ۔"

آپ بے خبر نہ رہیں گے کہ عترت کی اتباع و واجب ولازم رکھنا بعینہ امیرالمومنین(ع) کی اطاعت و اتباع و واجب رکھنا ہے۔ اس لیے کہ آپ راس و رئیس اہلبیت(ع) تھے لہذا حدیثِ غدیر یا اس جیسی دیگر حدیثیں جو کی جو حضرت علی(ع) سے کسی امامت و خلافت کی نصوص صریحہ ہیں۔ جو سے آپ کی امامت ثابت ہوتی ہے۔ جو حدیثیں اہلبیت(ع) کے متعلق ہیں جن میں اہلبیت(ع) کی اطاعت و اتباع و واجب افریا ہے رسول(ص) کی ان حدیثوں سے آپ کی امامت یوں ثابت ہوتی ہے کہ آپ راس و رئیس تھے عترت و اہلبیت(ع) کے۔ وہ اہلبیت(ع) جن کی منزلت خدا و رسول(ص) کے دیک کلام الٰہی جیسی تھی اور جو روایتیں خود امیرالمومنین(ع) کے متعلق وارد ہوئی ہیں ان سے بلحاظ آپ کی کس قدر شخصیت اور جلالت و عظمت کے آپ کی امامت ثابت ہوتی ہے اور یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ ہر اس شخص کے ولی تھے جس کے رسول اللہ(ص) ولی تھے۔

فقط و السلام

ش

مکتوب نمبر ۳۰

حق کا بول بالا

آپ ایسے نرم و لہجہ میں اپنا مطلب بیان کرنے والا میں نے نہیں پایا اور نہ آپ کا زور استدلال کسی سے میں دیکھا ۔ آپ نے جن قرائن کا ذکر کیا ان پر غور کرنے سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں وہ ٹھیک ہے۔ شک و شبہات کے بادل چھٹ گئے اور یقین کے چہرے سے شکوک کے پردے اٹھ گئے۔ اب ہمیں کوئی تردد باقی نہیں رہا کہ یقیناً حدیث غدیر میں لفظ ولی و مولیٰ سے مراد اولیٰ بالتصرف ہے نہیں کہ کچھ اور۔ کیونکہ اگر اس لفظ سے مناصب یا منصب وغیرہ مقصود ہوتے تو پھر حارث و عذاب کا سوال کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی لہذا لفظ مولیٰ کے متعلق آپ کی جو

را ہے ں ۔ پلیہء تحقیق وَ پہنچتی ہے اور و ں در ت ہے۔

اچھا ایسا کیوں نہیں کہ آپ بھی اس حدیث کی تفسیر میں و ں مسلک اختیار کریں جو ہمارے بعض علماء مثلا علامہ ابن حجر مکی نے اپنی کتاب صواعق محرقہ میں اور علامہ حلبی نے سیرت حلبیہ میں اس حدیث کی تفسیر میں اختیار کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم تسلیم کر ہیں کہ حضرت علی(ع) اولی بالامت تھے۔ آپ ں کے لیے امت زیبا تھی۔ لیکن مقصود پیغمبر کا رد الِ کار ہے یعنی رسول(ص) کا مقصد یہ تھا کہ جب خلفاء ثلاثہ کا دور ر جا گا اور حضرت علی(ع) و لوگ اپنا امام منتخب کریں گے تو اس وقت صرف حضرت علی(ع) ں اولی بالامت وں گے۔ ار یہ معنی نہ لیے جائیں تو خرابی یہ لازم آتی ہے کہ آنحضرت(ص) کی موجودگی ں میں حضرت علی(ع) کا امام و نا لازم تا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ آنحضرت (ص) کے حیات آپ کے امام ونے کے وئی معنی نہیں ۔ لہذا مقصود پیغمبر(ص) یہ تھا کہ جب مرگ آپ کی بیعت کریں، آپ و خلیفہ منتخب کریں، آپ کی امت پر اجماع کریں اجماع کریں اس وقت آپ ں اولی بالامت ہیں۔

ار یہ معنی لیے جائیں تو خلفاء ثلاثہ کی خلافت معرض خطر میں نہیں پڑتی۔ ار یہ معنی لیے جائیں تو سلف صالحین جو حضرت علی(ع) و چوتھا خلیفہ انتے ہیں ان کے دامن پر وئی دھبہ نہیں آتا اور آپ جو ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ بھی ثابت وجا گا۔

س

جواب مکتوب

آپ نے افر یا کہ ہم آپ کے کہنے سے یہ ان لیں کہ حدیثِ غدیر

میں حضرت علی(ع) و جو اولی کہا گیا ہے اس سے یہ مطلب ہے کہ حضرت علی(ع) اس وقت اولی بالامت تھے جب مسلمان آپ و امت کے لیے منتخب کر لیں اور آپ کی بیعت کریں۔ لہذا آپ کے قول کی بنا پر حضرت علی(ع) کا اولی ہونا جس کا اعلان رسول(ص) نے بروز غدیر کیا تھا باعتبار مال و قبیلہ کے تھا۔ حضرت علی(ع) نہ زمانہ آئندہ میں اولی بالامت تھے، فی الحال نہیں۔ جس وقت رسول(ص) نے اقرار یا تھا اس وقت نہیں۔ دوسرے الفاظ میں آپ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی(ع) بالقوہ اولی بالامت تھے، بالفعل نہیں۔ تاکہ یہ حدیث آپ کے پہلے تین خلفاء کی خلافت کے منافی نہ ہو۔ بہت اچھا، بہتر ہے، مگر ہم آپ کو عدل و انصاف کا واسطہ دیتے ہیں آپ سے بقسم پوچھتے ہیں کہ آپ اپنے قول پر جمے رہیں گے۔ اس سے ہٹیں گے تو نہیں؟ تاکہ ہم بھی آپ کے قدم بہ قدم چلیں، آپ کی روش اختیار کریں۔

اور کیا آپ راضی ہیں اس پر کہ یہ سہرا آپ کے سر نہ باندھا جائے۔ یا اس قول کی آپ کی طرف نسبت دی جائے کہ ہم بھی آپ کے ہم خیال و ہمنوا ہوجائیں۔

مجھے لقو یقین ہے اور کامل یقین ہے کہ نہ تو آپ اس معنی پر جمے رہیں گے اور نہ اس پر راضی ہوں گے۔ ہمیں لقو یقینی طور پر علم ہے اس کا کہ آپ خود ان لوگوں پر تعجب کریں گے جو اس معنی کے مراد ہونے کا احتمال پیدا کرتے ہیں حالانکہ نہ تو الفاظ حدیث اس معنی پر دلالت کرتے ہیں نہ حدیث سن کر کسی سننے والے کے ذہن مین یہ معنی آتے ہیں اور نہ یہ معنی حکیم اسلام کی حکمت و بلاغت سے کچھ مناسبت رکھتا ہے نہ غدیر کے دن حضرت (ص) کے غیر معمولی افعال و اقوال سے اس معنی کو کوئی مناسبت ہے اور نہ ان

قطعی قرائن سے جن کا ہم نے ابق میں ذکر کیا وئی ربطہے اور ہ۔ حارث بن نعمان فہری کے سمجھے و معنی سے ۔وئی تعلق ہے ۔ علاوہ اس کے آپ کا یہ کہنا کہ حضرت علی(ع)ولی ۔ بالامت جوےتھوہ ۔ باعتبار تیبہ و ال کار کے تھے یہ ءوم حدیث سے مرتبط ں نہیں، الفاظِ حدیث بتا ہیں کہ حضرت علی(ع) ہر اس شخص کے مولی تھے جس کے ر ول(ص) مولی تھے اور آپ کے قول کی بنا پر صرف اپنے ں لہ۔ خلافت کے لوگوں کے مولی ثابت و ہیں لہذا آپ کے قول کی بنا پر ہ۔ تو حضرت علی(ع) خلفاء ثلاثہ کے مولی و اور ہ۔ ان لوگوں میں سے کسی ایک کے مولی و جو لہ۔ء خلافت خلفاء ثلاثہ میں انتقال کرگئے اور یہ صریحی طور پر ارشاد ر ول(ص) کے مغائر ہے ۔ ر ول(ص) نے تو ان لوگوں سے پوچھا تھا ۔ کیا میں مومنین سے اولی نہیں؟ لوگوں نے کہا تھا۔ بے شک ۔ آپ ہم ب کے مولی ہیں۔ اس پر آنحضرت(ص) نے افر یا تھا تو میں جس جس کا (فردا فردا) مولی تھا علی(ع) اس کے مولی ہیں۔ بغیر کسی استثناء کے آپ نے حضرت علی(ع) و ہر ہر شخص کا مولی رقد دیا۔ لطف یہ ہے کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر [1] نے روز غدیر جب ر ول(ص) کا یہ ارشاد سنا تو امیر المومنین(ع) سے کہا تھا:

" اے فرزند ابوطالب ! آپ ہر مومن اور مومنہ کے مولی ہوگئے۔"

ان دونوں بزرگواروں نے تصریح کردی ہے کہ حضرت علی(ع) ہر مومن ومومنہ

۱- جیسا کہ دار قطنی کی روایت ہے ۔ ملاحظہ و صواعق محرقہ ص۲۶ باب اول فصل خامس ان کے علاوہ بکثرت محدثین نے اپنے اپنے طرق و اسناد سے اس کی روایت کی ہے امام احمد نے اس قول و بسلسلہ احادیث براء بن ازب مسند جلد۴ ص ۲۸۵ پر درج کیا ہے ص ۲۷۲ پر سابقا ہم ذکر کرچکے ہیں۔

کے ولی تھے۔ علی سبیل الاستغراق وئی فرد مرتثنیٰ ہ۔ تھا۔

ایک مرتبہ حضرت عمر[1] سے کہا گیا کہ آپ حضرت علی(ع) کے اتھ ایسا مخصوص رہ بؤ کر ہیں جیسا کہ۔ صحابی پیغمبر(ص) کے اتھ نہیں کر ۔ حضرت عمر نےاجے دہ یا ۔ یہ میرے مولی ہیں۔

حضرت عمر کا صریحی اقرار ہے کہ آپ ان کے مولی تھے۔ حالانکہ اس وقت ہ۔ تو لوگوں نے آپ و خلافت کے لیے منتخب کیا تھااور ہ۔ آپ کی بیعت ں کی تھی۔ لہذا قطعی طور پر ثابت وا کہ حضرت علی(ع) حالا مولی تھے جس وقت پیغمبر(ص) نے خدا کے حکم سے برسر منبر اس کا اعلان کیا اس وقت سے مولی وگئے۔

دو اعرابی کسی ؛ اعی مسئلہ میں حضرت عمرے کہ پاس فیصلہ کے لیے آ ۔ حضرت عمر نے حضرت علی(ع) سے کہا کہ۔ آپ فیصلہ کریں۔ ان میں سے ایک سے کہا : یہ ہمارا چکائیں گے؟ حضرت عمر نے لپک[2] کر اس اعرابی کی ردن پکڑ لی اور کہنے لگے:

"کم بخت،جانتا ہے یہ ون ہے؟ یہ تمھارے مولی ہیں۔ اور ہر مومن کے مولی ہیں اور جس کے یہ مولی نہیں وہ مومن ں نہیں۔"

اس ہ بارے میں بہت رواہ یات و احادیث موجود ہیں۔

آپ اس سے بھی بے خبر ہ۔ وں گے کہ علامہ ابن حجر مکی اور ان کے ہم خیالوں کی انچ جو اُوں نے حدیث غدیرمیں نکالں ہے صحیح سمجھ لی جا

۱- جیسا کہ دار قطنی کی روایت ہے۔ ملاحظہ و صواعق محرقہ ص۲۶

۲- دار قطنی نے اس واقعہ کی روایت کی ہے۔ ملاحظہ و صواعق محرقہ باب ۱۱ فصل اول۔

تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ معاذ اللہ پیغمبر(ص) کا غدیر کے دن ہر قول و فعل بیہودہ و مہمل سمجھا جا ، رسول(ص) ہرزہ کار سمجھے جائیں۔ کیونکہ علامہ ابن حجر کی اس نرالی منطق کی بنا پر غدیر کے دن اس ارے از و ا ان ، غیر معمولی اہتمام کا مقتضا کچھ نہیں نکلتا۔ وا اس کے کہ رسول(ص) یہ بیان کرنا چاہتے تھے کہ علی(ع) کی جا لوگ بیعت کرلیں یہ اولیٰ بالامت وں گے اور یہ معنی تو ایسے ہیں کہ سمجھ والے تو سمجھ والے، نا سمجھ بھی ہنس دیں گے۔ اس معنی کے بنا پر امیرالمومنین(ع) و اعتبار ں کیا حاصل وا۔ دوسروں کے مقابلہ میں آپ کی خصوصیت ں کیا ثابت وئی۔ اس لیے کہ جس کی بیعت وجاتی امت کے لیے جس وَ بھی مسلمان منتخب کرلیتے اولیٰ بالامت ہ۔ اس معنی سے تو حضرت علی(ع) اور آپ کے ا وا تمام صحابہ ب ں برابر و ۔ ار آپ کی نرالی منطق درست سمجھ لی جا تو یوم غدیر رسول(ص) نے چلچلاتی دھوپ

میں تپتی زمین پر لاکوں مسلمانوں و روک کر بڑا زبردست اہتمام فرماکر ون سی اہم بات فرمائی ؟ مقابلہ دیگر اصحاب سے ون سی مخصوص فضیلت حضرت علی(ع) کی بیان کی۔

علامہ ابن حجر وغیرہ کا یہ کہنا کہ حضرت علی(ع) کا اولیٰ بالامت ونا الا ر نا جا تو اس صورت میں حضرت علی(ع) کا رسول(ص) کے جیتے جی امام ونا لازم آگے گا۔ تو یہ نرالی فریب دی ہے۔ اور انبیاء وخلفاء و ملوک و امراء کا جو دستور ہمیشہ سے چلا آرہا ہے کہ وہ ہمیشہ اپنی زندگی ں میں اپنا جانشین مقرر کر آ اس سے غفلت شعاری اور تغافل یسی ہے حدیث '' انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ'' جس مطلب پر دلالت کرتی ہے اس سے عہدہ ونا واقفیت کا اظہار اور دعوت عشیرہ کے موقع پر آنحضرت(ص) نے جو افر یا تھا'' فاسمعوا لہ و اطیعوا''

ان کی ۔ بات سننا اور ان کی اطاعت کرنا یا اسی جیسے دیگر ارشادات پیغمبر(ص) کو بھلا دینا ہے۔

علاوہ اس کے ار ہم تسلیم بھی کر لیں کہ علی(ع) کا اولی بالامت ہونا غیر ممکن ہے کیونکہ ر ول(ص) کی زندگی ں میں ان کا اام ہونا لازم آ گا تو کم سے کم ر ول(ص) کی آنکھ بند ہونے کے بعد سے تو حضرت علی(ع) ں و اولی بالامت ہونا چاہیے۔ یہ میں فاصلہ وقت ہونا چاہیے جیسا کہ طے شدہ مسئلہ ہے۔ علما معانی و بیان کا یہ وا قاعدہ ہے کہ جب کسی حقیقی معنی پر عمل کرنا دشوار وتو مجازی معنوں میں جو معنی قریب ترین و اس پر عمل کرنا چاہیے۔ لہذا من کنت مولاہ فہذا علی مولاہ ۔ میں لفظ مولی و ار اس کے حقیقی معنی اولی ۔ بالامت پر حمل کرنا دشوار سمجھتے ہیں کیونکہ نبی کی زندگی میں اام لازم آ گا تو اس کے یہ معنی سمجھیے کہ ر ول(ص) کی آنکھ بند ہو ں بغیر کسی فصل کے یہ اولی بالامت ہیں۔

رہ گیا یہ کہ مولی سے اولی بالامت ار الا مراد لیا جا تو سلف صالحین کا احترام باقی رہے گا اور حالا اولی بالامت سمجھا جا تو نہیں۔ تو یہ بالکل ں غلط ہے ۔ مولی سے اولی بالامت حالا مراد لینے پر بھی سلف صالحین کے دامن پر وئی دھبہ نہیں آتا کیونکہ ان کا احترام تاویل کے بغیر بھی ۔ باقی رہتا ہے۔ جیسا ہم آئندہ ار ضرورت پیش آئی تو اس کی وضاحت کریں گے۔

ش

مکتوب نمبر ۳۱

شیعوں کے سلسلہ سے نصوص کی خواہش

جب سلف صالحین کا احترام محفوظ ہے تو آپ نے حضرت علی(ع) کی امامت کے متعلق جتنی حدیثیں ذکر فرمائیں خواہ حدیث غدیر یا دیگر احادیث تو کوئی حرج نہیں اور ہمیں ان میں خواہ مخواہ تاویل کی بھی ضرورت نہیں۔ شاید آپ کے یہاں اس مسئلہ سے متعلق اور بھی حدیثیں ہیں۔ جن سے اہلسنت بے خبر ہیں۔ بڑی مہربانی ہوگی آپ اپنے یہاں کی ان احادیث کو بھی ذکر فرمائیے تاکہ ہمیں بھی واقفیت حاصل ہو۔

س

وجہِ مکتوب

ہاں ہمارے یہاں اور بھی بہت سی صریحی نصوص امت و خلافِ امیرالمومنین(ع) کے متعلق کتب احادیث میں موجود ہیں جن کی اہلسنت و خبر نہیں۔ وہ تمام کی تمام حدیثیں صحیح ہیں، بطریق اہلبیت طاہرین(ع) مروی ہیں۔ ہم چالیس(۴۰) حدیثیں آپ سے پیش کریں گے۔ ہیں:

۱- جناب صدوق محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی نے اپنی کتاب اکمال الدین و اتمام النعمہ میں عبدالرحمن بن سمرہ سے اسناد کر کے آنحضرت(ص) سے ایک حدیث درج فرمائی ہے

" آنحضرت(ص) نے فرمایا: اے ابن سمرہ، جب خواہشیں لوگوں کی باہم مخالف ہوں اور خیالات مختلف ہوں تو تم علی(ع) ابن ابی طالب کا دامن پکڑے رہنا۔ وہ میری امت کے امام اور میرے بعد میرے خلیفہ و جانشین ہیں۔"

۲- جناب صدوق نے اپنی کتاب اکمال میں، ابن عباس سے روایت کی ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ :

" رسول(ص) نے فرمایا: کہ خداوند عالم نے زمین پر نگاہ ڈالی۔ تمام روئے زمین کے باشندوں میں مجھے منتخب فرما کر نبی بنایا، پھر دوسری مرتبہ نگاہ کی اور علی(ع) کو منتخب فرما کر امام بنایا، پھر مجھے حکیم فرمایا کہ میں

انھیں اپنا بھائی، ولیعہد، وصی، جانشین اور وزیر بناؤں ۔''

۳۔ اسی کتاب اکمال میں بسلسلہ اسناد امام جعفر صادق(ع) اور انھوں نے اپنے آباء طاہرین علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ آنحضرت(ص) نے فرمایا :

'' جبرئیل امین(ع) نے مجھ سے منجانب پروردگار عالم بیان کیا کہ جو شخص علم رکھتا ہو کہ کوئی معبود نہیں سوا میری ذات یکتا کے اور محمد(ص) میرے بندے اور میرے رسول(ص) اور علی بن ابی طالب (ع) میرے خلیفہ اور ان کی اولاد میں سے بارہ امام میری حجتیں ہیں۔ تو میں اس شخص کو اپنی رحمت سے جنت میں داخل کروں گا۔''

۴- اسی اکمال میں جناب صدوق نے بسلسلہ اسناد امام جعفر صادق(ع) سے اور انھوں نے اپنے آباؤ اجداد طاہرین(ع) سے روایت کی ہے کہ آنحضرت(ص) نے فرمایا کہ :

'' میرے بعد بارہ(۱۲) امام ہوں گے ۔ سب سے پہلے علی(ع) اور سب کے آخر میں قائم ہیں۔ یہ میرے بارہ(۱۲) خلفاء اور میرے اوصیاء ہیں۔''

۵- اسی اکمال میں جناب صدوق بسلسلہ اسناد اصبغ بن نباتہ سے روایت کرتے ہیں۔ اصبغ کہتے ہیں کہ :

'' ایک دن امیرالمومنین(ع) ہمارے پاس تشریف لائے اس طرح کہ آپ کا ہاتھ آپ کے فرزند امام حسن(ع) کے

ہاتھ میں تھا۔ امیرالمومنین(ع) فرمارہے تھے کہ رسول اللہ(ص) بھی ہم لوگوں کے درمیان ایک دن اسی طرح تشریف لا اور ان کے ہاتھ میں میرا ہاتھ تھا اور آپ فرمارہے تھے کہ میرے بعد بہترین خلائق اور ان کا سید و سردار و پیشوا بھائی ہے۔ یہ میرے بعد ہر مسلم اور ہر مومن کا امیر ہے۔"

۶- اسی اکمال میں جناب صدوق بسلسلہ اسناد امام رضا(ع) سے اور وہ اپنے آباء طاہرین(ع) سے روایت کرتے ہیں کہ :

" آنحضرت(ص) نے فرمایا : جو شخص یہ چاہتا ہے کہ میرے دین پر قائم رہے اور میرے نجات کی کشتی پر سوار ہو، وہ علی(ع) کی پیروی کرے وہ میرے وصی اورمیری امت میں میرے جانشین وخلیفہ ہیں۔ میری زندگی میں بھی اور میرے مرنے کے بعد بھی۔"

۷- اسی اکمال میں جناب صدوق بسلسلہ اسناد امام رضا(ع) سے اور وہ اپنے آباء طاہرین(ع) سے روایت کرتے ہیں :

" آنحضرت(ص) نے فرمایا : میں اور علی(ع) اس امت کے باپ ہیں جس نے ہمیں پہچانا اس نے خدا کو پہچانا اور جس نے ہمیں نہیں پہچانا اس نے خدا کو نہیں پہچانا اور علی(ع) ہی کے فرزند امت کے سبطین ہیں اور سرداران جنت ہیں یعنی حسن(ع) و حسین(ع) اور حسین(ع) کے نو فرزند ہوں گے ان کی اطاعت میری

اطاعت اور ان کی ۔افرانی میری۔افرانی ہے۔ نواں فرزند قائم اور مہدی وگا۔''

۸- اسی اکمال میں امام حسن عسکری(ع) سے مروی ایک حدیث جناب صدوق نے لکھی ہے ۔ امام حسن عسکری(ع) نے اپنے آ۔ باء طاہرین(ع) روایت کی ہے کہ :

'' آنحضرت (ص) نے افریا : اے ابن مسعود! علی بن ابی طا (ع) میرے بعد تمھارے امام ہیں اور تم میں میرے جانشین ہیں۔''

۹- اسی اکمال میں بسلسلہ اسناد جناب سلمان فرا ہیں کہ :

'' میں رسول(ص) کی خدمت میں پہنچا دیکھا کہ حسین(ع) آپ کے زانو پر بیٹھے ہیں اور رسول(ص) ان کے ونٹوں کو چوم رہے ہیں اور فرما جا ہیں، تو سید وسردار ہے۔ سید و سردار کا بیٹا ہے ، تو امام ہے، امام کا بھائی ہے، امام کا بیٹا ہے اور اماموں کا ۔ باپ ہے، تو خدا کی حجت ہے ، خدا کی حجت کا فرزند ہے اور خدا کی نو حجتوں کا ۔ باپ ہے جو سب کے سب تیسرے سلب سے وں گے۔ نواں قائم وگا۔''

۱۰- اسی اکمال میں جناب صدوق بسلسلہ اسناد جناب سلمان سے روایت کر ہیں۔ ایک طولانی حدیث ہے جس کا ٹکڑا یہ ہے کہ :

'' آنحضرت (ص) نے اپنے پارہ جگر جناب سیدہ (س) سے افریا :

کیا تم جانتی نہیں کہ ہم وہ اہل بیت(ع) ہیں کہ خداوند ام نے ہمارے لیئے . قابلہ دینا ، آخرت و پ ند کیا اور خداوند ام نے ایک نگاہ رو زمین پر ڈالی اور تمام خلائق میں مجھے منتخب کیا۔ پھر دو۔ بارہ نگاہ کی اور تمھارے شوہر و منتخب کیا اور خداوند ام نے مجھے وحی فرمائی کہ تمھاری شادی ان سے کردوں اور انھیں اپنا ولی بناؤں اور وزیر بناؤں اور اپنی امت میں اپنا جانشین مقرر کروں پس تمھارا باپ تمام انبیاء سے بہتر اور تمھارا شوہر تمام اوصیاء سے بہتر اور تم پہلی وہ فرد و جو مجھ سے ملحق وگی۔''

۱۱- جناب صدوق نے اسی اکمال میں ایک طولانی حدیث درج کی ہے جس میں ذکر ہے کہ :

'' دو(۲) و سے زیادہ مہاجرین و انصار عہد حضرت عثمان میں مسجد کے اندر جمع و ۔ علمی تذکرہ اور فقہ کی ۔ باتیں ونے لگیں اور آگے چل کر فخر و مباہات ونے لگی ۔ حضرت علی(ع) چپ تھے۔ لوگوں نے حضرت علی(ع) سے کہا آپ کچھ کیوں نہیں فرما ۔ تو آپ نے ان و رسول(ص) کا وہ ارشاد یاد دلایا جس میں آنحضرت(ص) نے فرمایا تھا کہ علی(ع) میرے بھائی ہیں، میرے وزیر ہیں۔ میرے وارث ہیں، وصی ہیں اور میری امت میں میرے جانشین ہیں اور میرے بعد

ہر مومن کے ولی ہیں تو ارے مجمع نے اقرار کیا کہ بے شک ر ول(ص)نے آپ کے متعلق یہ افر یا تھا۔''

۱۲- اسی اکمال میں جناب صدوق نے عبداللہ بن جعفر، امام حسن(ع) ، امام حسین(ع) ، عبداللہ بن عباس، عمر بن ابی سلمہ، ا امہ بن زید سلمان ، ابوذر ، اور مقداد مندرجہ بالا حضرات میں سے ہر ; رگ سے روایت کی ہے۔ ان میں سے ہر شخص کا بیان ہے کہ :

'' ہم نے ر ول(ص) و کہتے سنا : کہ میں تمام مومنین میں ان سے بڑھ کر صاحب اختیار وں، پھر میرے بھائی علی(ع) مومنین کے الک و مختار ہیں۔''

۱۳- اسی کمال میں جناب صدوق نے اصبغ بن نباتہ سے روایت کی ہے اُوں نے ابن عباس سے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ:

'' میں نے ر ول(ص) و کہتے سنا کہ : میں اور علی(ع) اور حسن(ع) و حسین(ع) اور حسین(ع) کے نو فرزند پاک و پاکیزہ ہیں۔''

۱۴- اسی اکمال میں جناب صدوق نے غبایہ بن ربعی سے اُوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ :

'' آنحضرت(ص) نے افر یا : میں نبیوں کا سردار وں اور علی(ع) تمام اوصیاء کے سردار ہیں۔''

۱۵- اسی اکمال میں جناب صدوق نے امام جعفر صادق(ع) سے اُوں نے اپنے آباء طاہرین (ع) سے روایت کی ہے کہ :

'' آنحضرت(ص) نے افر یا : خداوند ام نے تمام انبیاء کے درمیان مجھے منتخب کیا اور مجھ سے علی(ع) و منتخب کیا۔

اور انھیں تمام اوصیاء پر فضیلت بخشی اور علی(ع) سے حسن(ع) و حسین(ع) و منتخب کیا اور حسین(ع) سے ان کی نسل میں اوصیاء کا انتخاب فرمایا جو دین سے جاہلیوں کی تحریف اور باطل کاروں کی تہمت تراشی اور گمراہوں کی تاویل و دور رکھیں گے''

۱۶- اسی اکمال میں جناب صدوق نے امیرالمومنین(ع) سے روایت کی ہے امیرالمومنین (ع) فرماتے ہیں کہ :

'' حضرت سرور کائنات(ص) نے فرمایا : میرے بعد بارہ(۱۲) امام ہوں گے ان سب کے اول تم ہو اے علی(ع) اور سب سے آخر قائم ہیں جن کے ہاتھوں پر خداوند تمام مشرق و مغرب کو فتح کرے گا۔ (اکمال الدین و اتمام النعمۃ باب ۲۴ ص ۲۷۹ تا ۲۸۷ یہ حدیثیں اور اس کے اوپر کی حدیثیں مذکور ہیں۔)

۱۷- جناب صدوق نے امالی میں امام جعفر صادق(ع) سے روایت کی ہے جسے انھوں نے اپنے آباء طاہرین(ع) سے مرفوعاً بیان کیا کہ :

'' آنحضرت(ص) نے ارشاد فرمایا : علی(ع) مجھ سے ہیں اور میں علی(ع) سے ہوں۔ علی(ع) میری طینت سے پیدا ہوئے اور میری سنت کے جس مسئلہ میں امت کے درمیان اختلاف پیدا ہوگا۔ یہ علی(ع) ہی اس کی وضاحت کریں گے یہ مومنین کے امیر ہیں اور روشن پیشانی والے مومنین کے قائد ہیں اور تمام اوصیاء میں سب سے بہتر ہیں۔''

۱۸- اسی امالی میں جناب صدوق امیرالمومنین(ع) سے بسلسلہ اسناد روایت

کر ہیں کہ :

'' آنحضرت(ص) نے افر یا علی(ع) مومنین کے امیر ہیں، خداوند ام نے خود عرش پر ان و ولی مقرر کیا اور علی(ع) خدا کے خلیفہ اور حجت ہیں اور یہی علی(ع) مسلمانوں کے ام ہیں۔''

۱۹- اسی الی میں جناب صدوق ، ابن عباس سے روایت کر ہیں کہ :

'' آنحضرت(ص) نے افر یا : اے علی(ع) تم ام المسلمین اور امیرالمومنین اور روشن پیشانی والوں کے قائد و، میرے بعد خدا کی حجت و اور تمام اولیاء کے سید و سردار و۔''

۲۰- اسی الی میں جناب صدوق ابن عباس سے روایت کر ہیں کہ:

'' آنحضرت (ص) نے افر یا: اے علی(ع) تم میری امت پر میرے خلیفہ و اور تم میرے لیے ایسے ی و جیسے آدم(ع) کے لیے شیث تھے۔''

۲۱- اسی الی میں جناب صدوق نے بسلسلہ اسناد جناب ابی ذر سے روایت کی ہے۔ جناب ابوذر فرا ہیں :

'' ایک دن ہم لوگ ر ول(ص) کی خدمت میں مسجد میں بیٹھے تھے، آنحضرت(ص) نے افر یا تمھارے پاس اس دروازے سے ایک شخص آ گا و ی امیرالمومنین اور ام المتقین وگا ۔اگاہ امیرالمومنین(ع) علی بن ابی طا (ع) آ

دکھائی دیے۔ ر ول(ص) نے آگے بڑھ کر استقبال کیا ۔ پھر آپ ہم لوگوں کی طرف م ے اور ارشاد افر یا: یہی میرے بعد تم لوگوں کے اام ہیں۔''

(یہ حدیث اور اس کی اوپر کی چاروں حدیثیں علامہ سید بحرینی نے اپنی االی میں جناب صدوق سے نقل کی ہیں اور اس کے بعد کی تمام حدیثیں غ یۃ المرام باب ۱۳ میں مذ ور ہیں۔)

۲۲- اسی االی میں جناب صدوق جابر بن عبداللہ انصاری سے س روایت کر ہیں کہ :

'' آنحضرت(ص) نے افر یا : علی بن ابی طا (ع) ب سے پہلے اسلام لانے والے ب سے ز یادہ علم رکھنے وا لے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ نے افر یا: یہی اام ہیں اور میرے بعد خلیفہ۔''

۲۳- اسی االی میں بسلسلہ اسناد ابن عباس سے روایت ہے کہ :

'' آنحضرت(ص) نے افر یا : اے روہ مردم! خدا نے ز یادہ گفتار میں بہتر ون وسکتا ہے۔ تمھارے پروردگار نے مجھے حکم یا ہے ک میں تمھارے لیے علی(ع) و اام ، خلیفہ اور وصی مقرر کردوں، اپنا بھائی اور اپنا وزیر بنا دوں۔''

۲۴- اسی االی میں جناب صدوق نے بسلسلہ اسناد ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں :

'' ر ول(ص) بالا منبر تشریف لے گئے ۔ خطبہ ارشاد افر یا

ؔ پھر وہ خطبہ ذکر کیا ۔ اسی خطبہ میں ہے کہ میرے چچا کے بیٹے علی(ع) میرےؔ بھائی میرے وزیر ہیں اوؔر یہی میرے خلیفہ، اور میری جانؔ سے تبلیؔ کرنے والے ہیں۔''

۲۵- اسی امالی میں جناب صدوق نے بسلسلہ اسناد امیرالمومنین(ع) سے روایت کی ہے :

'' امیرالمومنین(ع) فرما ہیں کہ ایک دن رسول(ص) نے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے فرمایا : اے لوگو خدا کا مہینہ، (رمضان) آرہا ہے۔''

ؔ پھر وہ پوری حدیث مذکور ہے جو آپ نے ماہ رمضان کی فضیلت میں فرمائی ہے :

'' امیرالمومنین(ع) فرما ہیں کہ میںؔ دریافت کیا: یا رسول اللہ(ص) اس مہینہ میںؔ بہترین اعمال کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا : خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں سے پرہیزؔ پھر آنحضرت(ص) رونؔ فرمانے لگے۔ میں نے عرضؔ کی ۔ یا رسول اللہ(ص) رونؔ کیوں فرمانے لگے۔ آپ نے فرمایا : میں اس ظلم پر رو رہا ہوں جو تم پر اس مہینہ میں روا رکھا جائؔ گا۔ یہاں تک کہ فرمایا ، اے علی(ع) تم میرے وصی، خلیفہ ہو، میری زندگی میںؔ بھی ، میرے مرنے کےؔ بعدؔ بھی ۔ تمہارا حکم ماننا میرا حکم ماننا ہے اور تمہارا منع کرنا میرا منع کرنا ہے۔''

۲۶- جناب صدوق نے اسی امالی میں امیرالمومنین(ع) سے روایت کر کے ایک حدیث لکھی ہے:

'' امیرالمومنین(ع) فرماتے ہیں کہ آنحضرت(ص) نے فرمایا کہ : اے علی(ع) ! تم میرے بھائی ہو اور میں تمھارا بھائی ہوں۔ میں نبوت کے لیے پسند کیا گیا۔ تم امت کے لیے منتخب ہو۔ میں صاحب تنزیل ہوں تم صاحب تاویل ہو اور تم اس امت کے باپ ہو۔ اے علی(ع) تم میرے وصی ہو، میرے خلیفہ ہو، میرے وزیر ہو، میرے وارث ہو، میرے بچوں کے باپ ہو۔''

۲۷- اسی امالی میں جناب صدوق بسلسلہ اسناد ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ :

'' آنحضرت(ص) نے ایک دن فرمایا، جب کہ آپ مسجد قبا میں تشریف فرما تھے اور اصحاب کرام اکٹھے تھے: اے علی(ع) ! تم میرے بھائی ہو اور میں تمھارا بھائی ہوں۔ تم میرے وصی ہو، میرے خلیفہ ہو۔ میرے بعد میری امت کے امام ہو۔ خدا دوست رکھے اسے جو تمھیں دوست رکھے، دشمن رکھے اسے جو تمھیں دشمن رکھے۔''

۲۸- اسی امالی میں جناب صدوق نے ایک طولانی حدیث جناب ام سلمہ سے روایت کی ہے جس میں آنحضرت(ص) نے ام سلمہ سے فرمایا : کہ

'' اے ام سلمہ سنو اور گواہ رہو کہ یہ علی ابن ابی طالب (ع) میرے وصی ہیں، میرے خلیفہ ہیں اور میرے کیے

و وعدوں و پورا کرنے والے ہیں اور میرے حوض وثر پر سے منافقین وَ . گانے والے ہیں۔''

۲۹- اسی امالی میں بسلسلہ اسناد سلمان فارسی سے روایت ہے جناب سلمان فارسی فرما ہیں کہ :

'' میں نے رسول(ص) و کہتے سنا : اے روہ مہاجرین و انصار کرام! یا میں تمھاری رہبری اس ذات کی طرف نہ کردوں کہ اگر تم اس کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہو تو کبھی میرے بعد مگراہ نہ وہ۔ لوگوں نے کہاوہ ہ یا رسول اللہ(ص) ، افرمایا : یہ علی(ع) میرے بھائی ہیں۔ میرے وصی ہیں، میرے وزیر ہیں، میرے خلیفہ ہیں اور تمھارے امام ہیں۔ لہذا جس طرح مجھے دوست رکھتے و انھیں بھی دوست رکھو اور جس طرح میری عزت و تکریم کرو ان کی بھی کرو۔ مجھ سے جبریل امین نے کہا ہے کہ میں یہ بات تم سے کہوں۔''

۳۰- اسی امالی میں جناب صدوق نے بسلسلہ اسناد زید بن ارقم سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ :

'' رسول(ص) نے افرمایا : کہ میں تمھاری رہبری اس شخص کی طرف نہ کروں کہ اگر تم اس کا مضبوطی سے دامن پکڑے رہو تو کبھی مگراہ نہ ہو نہ ہلاک وہ۔ افرمایا آنحضرت(ص) نے کہ تمھارے امام اور ولی علی بن ابی طالب (ع)

ہیں۔ ان کا بوجھ بٹاؤ ان کی خیر خواہی کرو، ان کی تو ریق کرو۔ جبرئیل نے مجھ اس بات کے کہنے کا حکم دیا ہے"

۳۱- اسی امالی میں جناب صدوق نے ابن عباس سے روایت کی ہے جس میں ہے کہ :

" آنحضرت(ص) نے فرمایا : اے علی(ع) ! تم میری امت کے امام ہو اور میرے بعد امت پر میرے خلیفہ ہو۔"

۳۲- اسی امالی میں جناب صدوق ابن عباس سے روایت کی ہے کہ:

" آنحضرت(ص) نے فرمایا : کہ خداوند عالم نے مجھ پر وحی فرمائی کہ وہ میری امت سے ایک شخص کو میرا بھائی، میرا وارث خلیفہ اور وصی بنانے والا ہے۔ میں نے درگاہ الٰہی میں سوال کیا، پروردگار وہ کون ہے؟ تو خدا نے مجھ پر وحی فرمائی کہ وہ تمھاری امت کا امام اور میری حجت ہے۔ اس پر میں نے عرض کیا : الٰہی وہ کون ہے؟ ارشاد ہوا: وہ، وہ ہے جسے میں نے بھی دوست رکھا ہوں اور وہ بھی مجھے دوست رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ آپ نے سلسلہ بیان میں فرمایا : کہ وہ علی ابن ابی طالب (ع) ہیں۔"

۳۳- اسی امالی میں جناب صدوق نے امام جعفر صادق(ع) سے اور انھوں نے اپنے آباء طاہرین(ع) سے روایت کی ہے کہ:

" آنحضرت(ص) نے فرمایا : جب مجھے شب معراج آسمان

پر لے جایا گیا تو خداوند ام نے مجھ سے علی(ع) کے متعلق عہد و پیمان فرا کہ وہ امام المتقین ، قائد غرا المحجلین ، یعسوب ا ومنین ہیں۔

۳۴- اسی امالی میں جناب صدوق نے بسلسلہ اسناد امام رضا(ع) سے انوں نے اپنے آبا طاہرین(ع) سے روایت کی ہے کہ:

" آنحضرت(ص) نے افر یا : علی(ع) مجھ سے ہیں اور میں علی(ع) سے وں۔ خدا ہلاک کرے گا اسے جو علی(ع) سے جنگ کرے علی(ع) میرے بعد خلائق کے ام ہیں۔"

۳۵- جناب شیخ ا ائفہ ابو جعفرر محمد بن حسن طوسی نے اپنی امالی میں بسلسلہ اسناد جناب عمار یاسر سے روایت کی ہے، جناب عمار فرا ہیں کہ:

" ر ول(ص) نے امیرا ومنین(ع) نے ارشاد افر یا : کہ خدا نے تمھیں اسی زینت سے سنوارا ہے کہ جس سے زیادہ محبوب زینت بندوں و نہیں بخشی۔"

۳۶- جناب شیخ نے اپنی اسی امالی میں بسلسلہ اسناد امیرا ومنین(ع) سے روایت کی ہے :

" امیرا ومنین(ع) نے ایک دن منبر وفہ پر خطبہ میں ارشاد افر یا : اے لوگو! مجھے ر ول(ص) سے دس خصوصیات اسی حاصل وئیں جو رو زمین کی تمام چیزوں سے زیادہ مجھے محبوب ہیں۔ مجھ سے آنحضرت(ص) نے افر یا : اے علی(ع) ! تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی و۔ اور

روز ِ قیامت تمام خلائق سے زیادہ مجھ سے قریب ہوگے اور جنت میں تمھاری قیام گاہ میری قیام گاہ کے سامنے ہوگی۔ تم میرے وارث ہو، تم ہی میرے بعد میرے کیے ہوئے وعدوں کو پورا کرنے والے ہو اور میرے گھر والوں کے وصی ہو۔ اور میری عدم موجودگی میں میرے اہلبیت(ع) کے تم ہی محافظ ہو اور تم ہی میرے ولی ہو۔ اور میرا ولی خدا کا ولی ہے اور تمھارا دشمن میرا دشمن ہے اور میرا دشمن خدا کا دشمن ہے۔''

۳۷- جناب رزقی نے کتاب نصوص علی الائمہ، میں بسلسلہ اسناد امام حسن بن علی(ع) سے روایت کی ہے:

'' امام حسن(ع) فرماتے ہیں: کہ میں نے رسول(ص) و امیرالمومنین علی ابن ابی طالب (ع) سے کہتے سنا: تم میرے علوم کے وارث ہو، میری حکمتوں کے معدن ہو، میرے بعد امام ہو۔''

۳۸- جناب رزقی نے کتاب نصوص میں بسلسلہ اسناد عمران بن حصین سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ :

'' میں نے رسول(ص) و امیرالمومنین(ع) سے کہتے سنا: تم ہی امام و اور میرے بعد خلیفہ ہو۔''

۳۹۔ اسی کتاب نصوص میں بسلسلہ اسناد امیرالمومنین(ع) سے ایک حدیث مذکور ہے کہ :

'' آنحضرت(ص) نے فرمایا : اے علی(ع) تم میرے اہلبیت(ع) کے

مرنے والوں کے وصی اور میری امت کے زندہ افراد پر خلیفہ و۔''

۴۰ھی انکہ تاب نصوص میں بسلسلہ اسناد امام حسین(ع) سے ایک حدیث مروی ہے۔ امام مظلوم فرما ہیں کہ:

'' خداوند ام نے ج یہ آیت نازل فرمائی کہ بعض اولی الارحام بعض سے زیادہ حقدار ہیں۔'' میں نے رسول(ص) سے اس کی تاویل کے متعلق پوچھا، آنحضرت(ص) نے افرمایا تم لوگ اولی الارحام و۔ پس ج میں مرجاؤں تو تمھارے پدر بزرگوار مجھ سے زیادہ خصوصیت و قرابت رکھتے ہیں۔ اورمیری جگہ زیادہ حقدار سزاوار ہیں ج وہ دنیا سے اٹھیں تو تمھارے بھائی حسن(ع) اس عہدہ کے سزاوار ہیں اور ج حسن(ع) بھی دنیا سے اٹھ جائیں تو تم اس منصب کے سزاوار و۔''

یہ اتنی حدیثیں میں اس مختصر رسالہ میں درج کر رہا ہوں۔ یہ اتنے نصوص باقی نصوص سے اپنی نسبت رکھتے ہیں جیسے ایک قطرہ پورا دریا سے نسبت رکھتا ہے پھر بھی اگر انصاف سے کام لیا جائے تو بعض حدیثیں ہی کفائت کریں۔[1]

ش

۱- ہم نے چالیس (۴۰) کی تعداد میں اس لیے حدیثیں بیان کی ہیں کہ ہماری کتب احادیث میں امیرالمومنین(ع) علی بن ابی طالب (ع) ، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر، ابو سعید خدری، ابو درداء، ابو ہریرہ ، انس بن مالک ، معاذ بن جبل وغیرہ بزرگوں میں سے ہر ہر شخص سے یہ حدیث بکثرت طریقوں سے مروی ہے کہ آنحضرت(ص) نے افرمایا : جس نے چالیس حدیثیں امر دین کے متعلق میری امت میں یاد میں خدا اسےروز قیامت فقہاء علماء کے زمرہ میں اٹھائے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ خدا اسے فقیہ و عالم کی حیثیت سے اٹھائے گا ۔ ابو درداء کی روایت میں ہے کہ میں بروز حشر اس کا شفیع و گواہ ہوں گا۔ ابن مسعود کی روایت میں ہے کہ میں اس سے کہوں گے کہ جنت کے جس دروازے سے چاہو جنت میں داخل ہو جاؤ، ابن عمر کی روایت میں ہے اسے زمرہ علماء مین شامل کیا جائے گا اور اسے شہداء کے زمرہ میں مبعوث کیا جائے گا۔ اور ہمارے لیے ان چالیس حدیثوں کے حفظ کے لیے رسول(ص) کا یہ قول کافی ہے خدا اس شخص کے چہرے و شاداب رکھے جو میری بات سنے اور محفوظ رکھے اور جس طرح سنا ہے اسی طرح اسے پہنچا دے۔ آپ کا یہ قول بھی کافی ہے جن لوگوں نے سنا ہے وہ ان لوگوں کو پہنچائیں جو موجود نہیں ہیں۔

مکتوب ؑ بر۳۲

شیعوں ی حدیثیں جت نہیں ا ر یہ حدیثیں صحیح ہیں تو اہلسنت نے کیوں نہیں ان ی روایت ی ،م ید نصوص ذکر فرمائیں

یہ نصوص جو آپ نے ذکرفرمایئے یہ حضرات اہل سنت کے یہاں ثابت نہیں ۔لہذا ان پر حجت بھی نہیں وسکتے ا ر ان حضرات اہلبت کے یہاں نصوص ثابت ہیں تو اُوں نے کیوں ذکر کیا ۔ لہذا وی اگلا سلسلہ آپ جاری رکھیے یعنی موضوع پر حضرات اہلبت کے یہاں جو احادیث موجود ہیں انھیں بیان فرمائیے۔

س

جواب مکتوب

ہم نے ان نصوص و اس لیے بیان کیا کہ آپ بھی واقف وجائیں اور آپ نے خود ں خواہش ظاہر کی تھی۔

آپ پر حجت قائم کرنے کے لیے وں حدیثیں کافی ہیں جنھیں ہم نے شتہ اوراق میں خود آپ کے صحاح سے بیان کیا ہے۔

رہ گیا یہ کہ ان نصوص و اہل سنت نے کیوں نہیں ذکر کیا تو اسے آپ کیا پوچھتے ہیں۔ یہ تو آل محمد(ص) سے پر خاش اور ان کی طرف سے دل میں ینہ رکھنے ملے لودور اول سے اکر باب تسلط و اقتدار کی پرانی ادت ہے۔ جنھوں نے فضائل اہلبیت(ع) پر پردہ ڈالنے اور ان کے نور و بجھانے کے لیے وئی وشش اٹھا نہ رکھی۔ سلطنت کے خزانے لٹا دیے، اپنی وتوانیاں صرف کردیں اور ہر ہر شخص و لالچ دے کر، ڈرا د مکا کر یا وہ کیا کہ اہل بیت(ع) کے مناقب و فضائل مخصوص و چھپا ، جھٹلا ۔ اس مقصد کے لیے درہم و دینار سے کام لیا گیا۔ بڑے بڑے وظیفے مقرر کیے گئے۔ اعلی عہدوں پر فائز کیا گیا اور جو ان تر بیوں سے قابو میں نہ آیا یا اسے وڑوں تلواروں سے زیر کیا گیا۔

یہ فرعون خصلت ، نمرود سرشت افراد فضائل اہلبیت(ع) کی تکذیب کرنے والوں و تو قربت بخشے، مقرب بارگاہ اور تفریق کرنے والوں و گھر سے بے گھر کر ۔ جلا وطن کر ، ان کے ال و اسباب و لوٹ لیتے یا قتل کر دیتے۔

آپ سے یہ حقیقت مخفی نہ رہ سکی کہ امامت و خلافت کے متعلق نصوص و ارشادات پیغمبر(ص) ایسی چیز تھی جس سے خاص و عام سلاطین بے حد خطرہ محسوس کرتے تھے۔ ہر وقت انھیں خدشہ رہتا تھا کہ یہ حدیثیں کہیں ہمارا تختہ نہ الٹ دیں۔ بنیاد سلطنت ان ڈھادیں لہذا ان صریحی نصوص و احادیث کا ان سلاطین جور اور ان کے واخواوں سے چھپانا اور متعدد اسناد و طرق مختلف سے ہم تک پہنچنا راستی و سچائی کا ایک کرشمہ اور حق و صداقت کا بہت بڑا معجزہ ہے کیونکہ اس وقت کی حالت یہ تھی کہ جو لوگ حقوق اہلبیت(ع) کا غصب کیے بیٹھے تھے اور ان کے مدارج و مراتب کے چھیننے والے تھے جس پر خداوند عالم نے ان اہلبیت علیہم السلام کو فائز کیا تھا۔ ان کا وتیرہ یہ تھا کہ محبت اہلبیت(ع) کا جس پر الزام قائم ہو جائے دردناک و بدترین عذاب میں مبتلا کرتے، اس کی ڈاڑھی مونڈتے اور بازاروں میں تشہیر کرتے تھے۔ اسے ذلیل وخوار کرنا اور جملہ حقوق سے محروم کردیتے یہاں تک کہ اس کے لیے حکام کی عدالت کا دروازہ[1] بھی بند ہوجاتا اور سماج میں رسوائی کھی۔ مومن وجاتی اگر کوئی شخص اچھائی کے ساتھ علی(ع) کا ذکر کرتا تو حکومت اس سے بری الزمہ وجاتی۔ آفتیں اس پر ٹوٹ پڑتیں۔ اس کا مال آپس میں بانٹ لیا جاتا اور اس کی زندگی برباد کردی جاتی۔ نہ معلوم کتنے بیگناہ انھیں لوگوں نے گدیوں سے کھینچ لیں۔ محض اس جرم میں کہ انھوں نے فضائل علی(ع) بیان کیے۔ کتنی آنکھیں ضائع

۱- ملاحظہ فرمائیے شرح نہج البلاغہ جلد۳ صفحہ ۱۵ علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے ایک مختصر تذکرہ ان مظالم کا کیا ہے جو دور بنی امیہ و عباسی میں آل بیت(ع) و شیعیان اہلبیت پر روا رکھے جاتے تھے

کردیں اس قصور میں کہ علی(ع) و احترام کی نظروں سے دیکھا ، تنے ہاتھ کاٹ ڈلے اس ۔ پاداش میں کہ علی(ع) کی کسی فضیلت و منقبت کی طرف اشارہ کیا۔ تنے پیر گھسیٹے گئے۔ اس خ ا پر کہ وہ علی(ع) کی طرف چلے تھے ۔ علی(ع) کے دوستوں کے گھر جانے تنے گھر جلا ڈالے گئے ۔ ان کے باغ اور کھیتیاں لوٹ لی گئیں اور درختوں پر انھیں ولیٰ بھی دے دی گئی یا ان سو گھر سے بے گھر کر کے نکال باہر کیا گیا ۔ا معلوم طریقوں سے ایذا پہنچائی گئی۔

اس وقت حاملین حدیث و حافظین آثار کی ایک بہت بڑی جماعت بسی تھی جو خدا و چھوڑ کر ان جابر بادشاہوں اور ان کے افسروں کی پرستش کر تھے۔ ان کی خوشامد اور چاپلوسی میں کسر بات سے دریغ نہ کر تھے۔ حدیثوں میں ا - ر پیدا کرنا۔ عبارت کچھ سے کچھ کرنا۔ ضعیف و قوی اور قوی و ضعیف کر کے پیش کرنے میں انھیں ذرا بھی باک نہ تھا جیسے ہم آجکل اپنے زمانے میں حکومت کے پٹھو اور تنخواہ دار علماء اور قاضیوں و دیکھتے ہیں کہ حکام و راضی کرنے کے لیے تنی انتھک و شبانہ روز کوشیش کر ہیں ان کی حکومت چاہے ادل ۔ یا جابر، احکام ان کے صحیح وں یا غلط ، مگر ہر معاملہ میں کی ۔ تائید ی کریں گے ۔ حاکم و جو بھی اپنے حاکم کی موافقت میں یا حکومت کے مخالف افراد کا قلع قمع کرنے کے لیے فتوی کی ضرورت وتی ہے۔ یہ علماء فورا ایسے فتوے صادر کردیتے ہیں جو ان حکام کی خواہش کے عین مطابق اور ان کی سیاسی اغراض کے لیے مفید و ضروری ہو ہیں۔ چاہے ان کے فتوے قرآن و حدیث کے مخالف ی کیوں نہ وں۔ ان کے فتوے کی وجہ سے اجماع امت۔ شکست و ریخت ی کیوں نہ وجا ۔ اجماع کی صریحی مخالفت ی کیوں نہ وتی و۔ لیکن انھیں وئی پرواہ نہیں وتی ۔انھیں تو

غرض وقتی ہے منصب و عہدہ کی۔ ڈر ہیں کہ کہیں حکام۔اراض وکر معزول۔ کرنے ۔ یا یہ لا ۔ ا ہے کہ خوش و کر ہمیں منصب ء ا کر دیں گے۔

آج کل کے علماء اور اس زانے کے علماء میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ آج کل کے علماء حکومت کی ز-گاہ میں -وئی وزن نہیں رکھتے لین اس زمانہ کے علماء کی حا تھ براگانہ تھی۔ سلاطین خود ان کے محتاج وا کر تھے کیونکہ اس وقت کے سلاطین علماء و آلہ ء کار بنا کو گیا خدا و ر ول(ص) سے جنگ کر تھے۔

اسی وجہ سے یہ علماء سلاطین اور ان کے اعلی عہداروں کے ز دیک بڑی قدر و منز ت رکھتے تھے اور ہر فر ائش ان کی پوری کی جاتی تھی جس کے نتیجہ میں یہ خود ثالہ جاہ و جلال اور دو ت و ادرت کے الک و ان کی یہ حا ت تھی کہ وہ صحیح حدیثیں جس میں علی(ع) یا اہل بیت(ع) کی وئی فضیلت مذ ور وتی ان میں تعصب سے کام لیتے۔ بڑی سختی سے ان کی تردید کر ۔ پایہ ء اعتبار سے رانے میں پوری طاقت سے کام لیتے۔ اس حدیث کے راویوں و رافضی قرار د یتے۔(اور رافضی و-ا ان کے ز دیک بدترین جرم تھا۔)

۔ ان کا طرز عمل ان تمام احادیث کے متعلق تھا جو حضرت علی(ع) کی ثان میں وارد وئی ہیں خصوصا وہ حدیثیں جن سے شیعیان علی(ع) تمسک کر ۔ ان حدیثوں سے تو اورَ بھی کد تھی انھیں۔

ان علماء کے کچھ مخلو و ۔ ا اثر افراد ہر قریہ و ہر شہر میں و جو ان کا پرپیگنڈا کیا کر ۔کچھ دنیا دار طلبا و جو ان کے ۔ فتاوے ان کے اقوال و آراء کی ترویج کر ۔

کچھ یا کار ابد و زاہد و کچھ رؤ ا قوم، شیوخ قبائل و ۔ ج یہ اشخاص ان صحیح احادیث کی رد میں ان علماء کے اقوال سنتے تو انھیں و حجت بنا لیتے اور عوام جاہل پبلک میں خوب ان اقوال کی ترویج کر اور ہر شہر میں اس کی اشاعت کر اور اصول دین میں ایک اصل بنا دیتے۔

اسی لئے اور اسی مقام پر کچھ ایسے علماء احادیث بھی تھے جنہوں نے خوف و ہراس سے مجبور وکر وہ حدیثیں ی بیان کرنا چھوڑ دیں جو امیرالمومنین(ع) اور اہل بیت(ع) کے فضائل میں پائی جاتی تھیں۔ ان غریبوں کی حالت یہ تھی کہ جب ان سے پوچھا جاتا تھا کہ یہ لوگ جو علی(ع) و اہل بیت(ع) کی شان میں وارد صحیح حدیث کی رد کررہے ہیں آپ کا کیا خیال ہے ان کے متعلق ۔ ان احادیث کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ تو وہ ڈر تھے کہ اگر صحیح بات کہہ دیتے ہیں تو آفت ہوگی ٹوٹ پڑے، مجبورا وہ حقیقت ظاہر ہونے کر پا اور نجات اسی میں دیکھتے کہ معارض اقوال بیان کردیے جائیں۔ اس ڈر سے کہ کہیں یہ سرکاری علماء درپے ایذا رسانی ہوجائیں۔

سلاطین اور ان کے عہدیداروں نے حکم دے رکھا تھا کہ امیرالمومنین(ع) پر لعنت کریں۔ اس کے بارے میں بڑی سختی سے کام لیتے ۔ علی(ع) کی برائی اور مذمت کرنے کے لیے ہر ممکن ذریعہ سے لوگوں کو آمادہ کرتے ۔ مال و دولت دے کر ، طرح طرح کے وعدے کر کے ، ڈرا دھمکا کر اور ان سب سے بھی کام نہ چلتا تو فوج کشی کر کے اپنے مکتبہ میں امیرالمومنین(ع) کی ایسی تصویر کشی کرتے جسے پڑھ کر ہر شخص نفرت و بیزاری کرنے لگے۔

مجلسوں میں امیرالمومنین(ع) کے متعلق ایسی بیان کرتے کہ کانوں کو ان کے تذکرے سے اذیت ہونے لگے۔ منبروں پر لعنت بھیجنا ، عیدین اور جمعہ کے

سنن و مستحبات میں سے قرار دے لیا تھا۔

ا ر یہ حقیقت ہ ر وتی کہ

وزِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن

ُ پونکوں سے یہ چراغ بجھایا ہ ر جا گا

خدا کا وز ہ ر بجھا ہے اور ہ ر اولیاء خدا کے فضائل مخفی رہتے ہیں۔ تو امیرا ومنین(ع) کی خلافت و امت اور فضائل کے متعلق وئی صحیح و صریح حدیث ہم کَ پہنچتی ں نہیں، ہ ر بطریق اہل سنت، ہ ر بطریق شیعہ۔ اہل سنتَ بھلا کا ہے و اسی حدیث بیان کرنے لگے جو ان کی اختہ عمارت ں و متزل کردے اور شیعہ گلے پر چھری اور دہنوں پر قفل لگے ونے کس وجہ سے بیان کرنے ں سے مجبور تھے۔

مگر خدا کا یہ کرشمہ ہے، حقانیت و صداقت کا مُعجزہ ہے۔ باوجودیکہ دشمنوں نے فضائل و چھپانے اور مٹانے میں وئی دقیقہ اٹھا ہ ر رکھا، مگر حق کا بول بالا و کے رہا۔ مجھے تو قسم بخدا حیرت ہے کہ خلقِ ام نے بندہ خاص اپنے ر ول(ص)کے کر بھائی علی بن ابی طا (ع) و کیا فضیلت بخشی تھی کہ لاکوں پردوں میں سے بھی جس کی روشنیَ پوٹ کر ر ں ، گہری تاریکیوں میں بھی جس کا اجالا وکے رہا۔

امیرا ومنین(ع) کی خلافت و امت کے متعلق جو قطعی دلیلیں آپ نے سماعت فرائیں۔ مزید برآں آپ حدیث وراثت سن و لے لیجیے جو بجا خود بہت بڑی دلیل ہے۔

ش

مکتوب نمبر ۳۳

حدیث وراثت بہ طریق اہل سنت تحریر فرمائیے؟

س

وجہ مکتوب

علی(ع) وارثِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وئی شبہ نہیں کہ آنحضرت(ص) نے حضرت علی(ع) کو اپنے علم و حکمت کا اسی طرح وارث بنایا جس طرح دیگر انبیاء کرام نے اپنے اوصیاء کو بنایا۔ چنانچہ خود آنحضرت (ص) کے ارشادات ہیں :

'' أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا- فَمَنْ أَرَادَ الْعِلْمَ فَلْيَأْتِ الْبَابَ.''

''میں شہر علم وں اور علی(ع) اس کا دروازہ ۔ جو علم کا طلبگار و وہ دروازے سے آ ۔''[1]

'' أَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا.''

'' میں حکمت کا گھر وں اورعلی(ع) اس کا دروازہ ۔''

'' عَلِيٌّ بَابُ عِلْمِي وَ مُبَيِّنٌ لِأُمَّتِي مَا أُرْسِلْتُ بِهِ مِنْ بَعْدِي حُبُّهُ إِيمَانٌ وَ بُغْضُهُ نِفَاقٌ ''

'' علی میرے علم کا دروازہ ہیں اور میں جن چیزوں ولے کر مبعوث وا، میرے بعد میری امت سے ان چیزوں -و علی(ع) ں بیان کرنے والے ہیں، ان کی محبت ایمان اور ان کی دشمنی نفاق ہے۔''

زید بن ابی اوفی کی حدیث میں ہے۔[2]:

'' وَ أَنْتَ أَخِي وَ وَارِثِي قَالَ وَ مَا أَرِثُ مِنْكَ ؟ قَالَ مَا وَرَّثَتِ الْأَنْبِيَاءُ مِنْ قَبْلِي ''

'' پیغمبر(ص) نے امیرالمومنین(ع) سے الفر یا : تم میرے بھائی و، تمھیں

۱- اس حدیث و نیز اس کے بعد کی دو حدیثوں و ہم م ۲۴ میں درج کر چکے ہیں۔ نیز شمارہ ۲۸۲ کی حدیث نمبر۹ ، ۱۰، ۱۱ بھی ملحوظ رہے اور وہاں جو ہم ن حاشیہ لکھا ہے اس کا بھی خیال رہے

۲- ہم اس حدیث کا م۱۶ پر ذکر کرچکے ہیں۔

میرے وارث و۔ امیرا ومنین(ع) نے پوچھا : میں آپ کی کس چیز کا وارث وں؟ افر یا : مجھ سے پیش-تر کسے انبیاء نے اپنے اوصیاء و جن چیزوں کا وارث بنایا انھیں چیزون کے تمَ بھی وارث وگے۔''

بریدہ کی حدیث میں صاف صاف تصریح ہے کہ وارث پیغمبر(ص) علی(ع) ی ہیں۔[1]

وعت عشیرہ کے موقع پر جو کچھ ر ول(ص) نے افر یا تھا اسی پر غور کیجیے وی آپ کی تسلی کے لیے کافی وگا۔ اسی وجہ سے حضرت علی(ع) ر ول(ص) کی زندگی میں افر یا کر تھے کہ:

'' قسم بخدا میں ر ول(ص)کا َ بھائی وں، ان کا ولیعہد وں، ان کے چچا کا بیٹا وں، ان کے علم کا وارث وں، لہذا مجھ سے ز یادہ حقدار ون وسکتا ہے؟'' [2]

ایک مرتبہ امیرا ومنین(ع) سے پوچھا گیا کہ چچا کے رہتے و آپ ر ول(ص) کے وارث کیونکر وگئ؟ آپ نے افر یا کہ :

'' آنحضرت (ص) نے کل اولاد عبرا طلب و جمع کیا جو روہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ وہ ب کے ب پر خور و پر نوش تھے، آنحضرت(ص) نے ۱۳ چھٹانک وزن کے کھانے سے ان کی دعوت کی ب

۱- اس و م ۲۴ میں ملاحظہ فرائیے

۲- یہ لمۂ جینہ انھیں الفاظ میں امیرا ومنین(ع)سے ثابت ہے بسے امام حاکم نے مستدرک ج۲ ۱۲ صحیح اسناد سے ذکر کیا ہے اور بخاری و مسلم دونوں کے معیار پر صحیح ارقدر یا ہے۔ علامہ ذہبی نے َ بھی تلخیص مستدرک میں اس کی صت کا اعتراف کیا ہے۔

نے کھایا اور پیٹ بھر کر کھایا اور کھانا اسی طرح بچ رہا جس طرح تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کسی نے کچھ چکھا بھی نہیں۔ آنحضرت(ص) نے کھانے سے فراغت کے بعد ارشاد فرمایا : ” اے فرزندان عبدالمطلب ! میں خاص کر تمھاری طرف اور عام طور پر لوگوں پر مبعوث ہوا ہوں، لہذا تم میں سے کون اس شرط پر میری بیعت کرتا ہے کہ وہ میرا بھائی ہو، میرا وصی ہو، میرا وارث بنے۔“ رسول(ص) کے اس ارشاد کے بعد کوئی بھی نہ کھڑا ہوا۔ میں البتہ کھڑا ہوگیا اور چونکہ سب میں چھوٹا تھا۔ رسول(ص) نے مجھ سے کہا : تم بیٹھ جاؤ، پھر تین مرتبہ آپ نے اسی مطلب کا اعادہ فرمایا اور ہر مرتبہ میں کھڑا ہوا۔ میں رہا اور آپ نے بٹھایا کیے ۔ تیسری مرتبہ

جب کوئی کھڑا نہ ہوا تو رسول(ص) نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا اسی وجہ سے میں اپنے چچا کے بیٹے (حضرت رسول خدا(ص)) کا وارث ہوا اور چچا وارث نہ ہو سکے۔“[1]

امام حاکم نے مستدرک ج ۳ صفحہ ۱۳۵ پر ایک روایت درج کی ہے اور علامہ ذہبی نے بھی تلخیص مستدرک میں اسے نقل کیا ہے اور ---------- صحت کا قطع و یقین ہے۔ اس حدیث میں ہے کہ قثم بن عباس

۱- یہ حدیث ثابت و مشہور ہے۔ ضیا مقدسی نے مختارہ میں ابن جریر نے تہذیب میں کیا ہے کنزالعمال جلد۶ ص۴۰۸ پر بھی موجود ہے۔ امام نسائی نے خصائص میں ہے ابن ابی الحدید نے اپنی شرح جلد۳ ص۲۵۵ پر طبری نے بھی اس کو مسند احمد ج۱ ص۱۵۹ پر ملتے جلتے لفظوں میں یہ حدیث موجود ہے۔

نے پوچھا ؟

" آپ لوگوں کے رہتے و علی(ع) کے وارث سے بن گیے؟"

قثم نے جواب دیا :

" اس لیے کہ وہ ہم میں سب سے پہلے اسلام لا اوب سے زیادہ رسول(ص) سے وابستہ و پیوستہ رہے۔" (۱)

میں کہتا ہوں کہ تمام لوگ یہی جانتے ہیں کہ رسول(ص) کے وارث علی(ع) ہی ہیں۔اسی طرح بنی ہاشم رسول(ص) کے وارث نہیں۔یہ بات اتنی آشکارا تھی کہ اسے بطور مسلمات ذکر کیا کرتے تھے لیکن ان لوگوں و اس کا سبب معلوم نہیں تھا کہ چچا کے و و علی(ع) جو پچھازاد بھائی تھے وہ کیونکر وارثِ رسول ہوگئے۔ اسی وجہ سے ان لوگوں نے کبھی خود حضرت علی(ع) سے اس کی وضاحت چاہی کبھی قثم سے پوچھا اور ان دونوں بزرگواروں نے جواب دیا وہ آپ سن چکے ۔ یہ جواب ان لوگوں کی عقل و فہم و دیکھتے و سمجھ بوجھ کے مناسب جواب ہے اور ان کو سمجھانے کے لیے زیادہ سے زیادہ یہی جواب دیا جاسکتا ہے ورنہ واقعی و حقیقی جواب تو یہ ہے کہ خداوند عالم نے روئے زمین کے باشندوں پر ایک نظر ڈال کر محمد مصطفی(ص) کو منتخب کیا اور انھیں خاتم النبیین(ص) بنایا پھر دوسری مرتبہ زمین پر نگاہ کی اور حضرت علی(ع) کو منتخب کیا اور اپنے رسول(ص) پر وحی فرمائی کہ علی(ع) کو اپنا وارث اور وصی مقرر کردیں۔

۱-

امام حاکم مستدرک ج۳ ص۱۲۵ پر قثم والی اس حدیث کو جسے ابھی ابھی آپ نے سنا۔ بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

"مجھ سے قاضی القضاۃ ابو الحسن محمد بن صالح ہاشمی نے بیان کیا، وہ کہتے تھے کہ میں نے ابو عمرو وقاص سے سنا، انہوں نے اسماعیل بن اسحاق قاضی سے سنا۔ اسماعیل بن اسحاق سے قثم بن عباس کے اس قول کا ذکر کیا تو انہوں نے انکار کیا: وارث کیلئے تو نسب کی وجہ سے وراثت ہے۔ یا ولا کی وجہ سے اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ چچا کی موجودگی میں چچا زاد بھائی وارث نہیں ہوسکتا۔"

اسماعیل بن اسحاق فرما رہے ہیں کہ:

"اس اتفاق و اجماع کی وجہ سے ظاہر ہوا کہ علی(ع) رسول(ص) کے علم کے وارث ہیں ان کے سوا اور کوئی وارث نہیں ہوا۔"

میں کہتا ہوں کہ وراثتِ امیرالمومنین(ع) کے متعلق متواتر حدیثیں موجود ہیں۔ خصوصاً بطریق اہلبیت(ع) تو بہت زیادہ ہیں اگر انصاف سے کام لیا جائے تو حضرت علی(ع) کا وصی رسول(ص) ہونا ہی اس مسئلہ میں قطعی فیصلہ کن ہے۔

ش

مکتوب نمبر ۳۴

بحثِ وصیت

ہم اہل بیت کو معلوم نہیں کہ رسول(ص) نے امیرالمومنین(ع) کو کب وصیت کی۔ اس کے متعلق ارشادات و تصریحات پیغمبر(ص) کا علم ہے ہرمہربانی کرکے اس کی وضاحت فرمائیے۔

س

جوابِ مکتوب

امیرالمومنین(ع) کے وصی پیغمبر(ص) ہونے کے

متعلق پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات

امیرالمومنین(ع) کے وصی پیغمبر(ص) ہونے کے متعلق اہل بیت (ع) سے صریحی

اور متواتر نصوص موجود ہیں۔ ا ر اہل بیت(ع) سے قطع نظر کر کے بطریق اغیار آپ ن پیغمبر(ص) کے متلاشی ہیں تو مکتوب نمبر۱۰ پر ایک نظرَ پھر کر لیں جس میں ر ول(ص) کی حدیث میں نے ذکر کی ہے کہ آنحضرت (ص) نےامیرا-ومنین(ع) کی ردن پر ہاتھ رکھ کر ارشاد افر یا کہ :

'' هَذَا أَخِي وَ وَصِيِّي وَ خَلِيفَتِي فِيكُمْ فَاسْمَعُوا لَهُ وَ أَطِيعُوا ''

'' یہ میرےَ بھائی ہیں، میرے وصی ہیں اور تم میں میرے خلیفہ ہیں، ان کا حکم سنو اور ان کی اطاعت کرو۔''

اور محمد بن حمیر رازی سے، سلمہ ابرش سے ، اُوں نے ابن ابی اسحاق سے ، اُوں نے شریک سے، اُوں نے الحدیث ا یادی سے، اُوں نے بریدہ سے اور بریدہ نے ر ول اللہ(ص) سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرت(ص) نے افر یا :

'' لِكُلِ نَبِي وَصِيٌ وَوَارِث وَ إِنَّ وَصِيِّي وَوَارِثِي عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ''

'' ہر نبی کا وصی اور وارث ہتا ہے اور میرے وصی و وارث علی بن ابی طا (ع) ہیں۔''[1]

ا- اس حدیث و ام ذہبی نے میزان الاعتدال میں بسلسلہ حالات شریک ذکر کیا ہے اور شریک و جھٹلایا ہے۔ چنانچہ فرا ہیں کہ شریک نے اس و کسی سے نہیں یا۔ محمد بن حمیر رازی کے متعلق یا ہے کہ وہ معتبر نہیں۔ علامہ ذہبی کا جواب یہ ں کہ ام احمد بن حنبل ام .وی ، ام طبری اور ضمن جرح و تعدیل کے ام ابن معین وغیرہ نے محمد بن حمیر و ثقہ سمجھا ہے اور ان سے حدیثیں بھی ہیں اس لحاظ سے محمد بن حمیر مذورہ ۔ بالا علما احادیث کے شیخ اور معتمد ہیں چنانچہ الامہ ذہبی نے بھی محمد بن حمیر کے تذکرہ میں اس چیز و لکھا ہے۔ محمد بن حمیر پر تشیع یا رفض کا ام کبھی لگایا نہیں گیا۔ یہ محمد بن حمیر علامہ ذہبی کے ؛ رگوں میں سے ہیں لہذا محض اس حدیث میں ان و جھٹلانا کیونکر روا وسکتا ہے۔

اور طبرانی نے معجم کبیر میں بسلسلہ اسناد جناب سلمان فارسی سے روایت کی ہے۔ سلمان کہتے ہیں کہ:

ارشاد افسر یا پیغمبر(ص) نے کہ:

''إن وصيّي و موضع سري و خير من أترك بعدي ينجز عدتي و يقضي ديني علي بن أبي طالب.''

'' میرے وصی اور میرے رازوں کی جگہ اور بہترین وہ ہستی ہے میں اپنے بعد چھوڑ جانے والا ہوں ، جو تیرے کیے ہوئے وعدوں کو پورا کرے گا ، میرے دیون کو ادا کرے گا علی بن ابی طالب (ع) ہیں۔[1]

یہ حدیث صریح ہے کہ حضرت علی (ع) وصی رسول(ص) تھے اور صریح ہے کہ آپ بعد رسول(ص) افضلِ خلائق تھے۔ غور سے دیکھا جائے تو اس حدیث سے آپ کی خلافت و امامت بھی ثابت ہوتی ہے۔

۱- یہ حدیث جسے انھیں اسناد کے ساتھ کنزالعمال جلد۶ صفحہ ۱۵۴ پر موجود ہے اور منتخب کنزالعمال میں بھی حاشیہ مسند پر چھپا ہوا موجود ہے۔ ملاحظہ ہو مسند ج۵، صفحہ ۳۲۔

ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں انس سے روایت کی ہے کہ :

'' يا أنس أول من يدخل عليك من هذا الباب إمام المتقين و سيد المسلمين و يعسوب الدين و خاتم الوصيين و قائد الغر المحجلين قال أنس فجاء علي فقام إليه مستبشرا فاعتنقه فقال له أنت تؤدي عني و تسمعهم صوتي و تبين لهم ما اختلفوا فيه بعدي ''

'' اے انس پہلا وہ شخص جو اس دروزے سے تمہارے پاس آ گا وہ امام المتقین ، سید المسلمین، یعسوب الدین، خاتم الوصیین، قائد الغر المحجلین وگا۔ انس کہتے ہیں کہ۔اگاہ حضرت علی (ع) تشریف لا ۔ ر ول(ص) انھیں دیکھتے و ہشاش بشاش -وکر ان کی طرف بڑھے اور گلے سے گایا اور افر یا : تم میری جانٔ سے حقوق ادا کرو گے ، تم میری آواز لوگوں و پہنچاؤ گے اور میرے ا بعد جو لوگوں میں اختلاف پیدا وگا تو حق واضح کرو گے۔''[1]

طبرانی نے معجم الکبیر میں بسلسلہ اسناد ابو ایوب انصاری سے روایت کی ہے کہ آنحضرت (ص) نے فاطمہ پارہ جگر جناب سیدہ (س) سے افر یا :

۱- شرح نہج البلاغہ جلد دوم ص۴۵ ، ہم ص ۲۷۹ پر بھی ذکر کرچکے ہیں۔

" اے فاطمہ(س) کیا تمھیں معلوم نہیں کہ خداوند ام نے رو زمین کے باشندوں پر ایک نگاہ ڈالی اور تمھارے باپ و منتخب کیا اور انھیں رسالت پر فائز کیا، پھر دوبارہ نگاہ ڈالی تو تمھارے شوہر و منتخب کیا اور مجھے وحی فرمائی تو میں نے تمھارا نکاح ان سے کردیا اور ان و اپنا وصی بنایا۔"[1]

غور فرمائیے کہ کس طرح خداوند ام نے حضرت خاتم النبیین(ص) و منتخب کرنے کے بعد تمام روئے زمین کے باشندوں میں حضرت علی(ع) و منتخب فرمایا۔ اور یہ بھی ملاحظہ کیجیے کہ خداوند ام نے جس طرح نبی کا انتخاب فرمایا، ٹھیک اسی طرح وصی نبی کو بھی منتخب فرمایا۔

یہ بھی دیکھیے کہ کیونکر خداوند ام نے اپنے پیغمبر(ص) پر وحی فرمائی کہ ان سے اپنی بیٹی بیاہ دو اور انھیں اپنا وصی بناؤ۔

یہ بھی دیکھیے کہ آنحضرت(ص) کے قبل دیگر انبیاء کے خلفاء و جانشین کیا ان کے اوصیاء کے علاوہ اور بھی تھے اور کیا خدا کے منتخب کیے و خاتم النبیین(ص) کے وصی کے موخر کردینا اور غیروں و اس پر مقدم کرنا جائز ہے؟ اور کیا کسی شخص کے لیے سزاوار ہے کہ ان حکمران بن بیٹھے۔ خود خلیفہ بن جائے اور وصی رسول(ص) و عوام اور امر یا جیسا چاہے دے اور کیا عقلاً ممکن ہے کہ زبردستی مسندِ خلافت پر بیٹھ جانے والے شخص کی پیروی ایسے شخص کے لیے واجب و جسے خدا نے نبی(ص)

۱- یہ حدیث جسمیں الفاظ و انھیں اسناد کے ساتھ کنزالعمال کی حدیث ۲۵۴۱ ہے ملاحظہ ہو جلد۶ صفحہ ۱۵۳۔ منتخب کنزالعمال میں بھی موجود ہے۔ ملاحظہ ہو منتخب کنزالعمال بر حاشیہ مسند احمد جلد۵ صفحہ ۳۱

کی طرح منتخب کیا وہ بھلا یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ خدا اور رسول(ص) تو اور کسی کو منتخب کریں اور ہم ان کے انتخاب کو ٹھکرا کر کسی دوسرے کو منتخب کر لیں۔

'' وَ ما كانَ لِمُؤْمِنٍ وَ لا مُؤْمِنَةٍ- إِذا قَضَى اللَّهُ وَ رَسُولُهُ أَمْراً أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ''

'' کسی مومن و مومنہ کو یہ حق نہیں کہ خدا و رسول(ص) جب کسی امر میں اپنا حکم صادر کر دیں تو وہ اپنے امر و اختیار کو دخل دے۔''

بے شمار حدیثیں اس مضمون کی کتب احادیث میں پائی جاتی ہیں کہ اہل نفاق و حسد کو جب یہ معلوم ہوا کہ رسول(ص) اپنی بیٹی علی(ع) سے بیاہنے والے ہیں (جو در حقیقت رشکِ مریم اور سیدہ نساء جنت ہیں) تو انھیں حضرت علی(ع) سے بہت بڑا حسد پیدا ہوا اور اس معاملہ کو انھوں نے بہت عظیم سمجھا۔ خصوصا ان لوگوں کے جلنے کو تو کچھ ٹھکانہ نہ رہا جو رسول(ص) کی خدمت میں خواستگاری کر کے ورواجب نہ پاچکے تھے۔''[1]

۱- ابن ابی حاتم نے انس سے روایت کی ہے انس کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر و عمر رسول(ص) کی خدمت میں آئے اور جناب سیدہ(س) کے لیے خواستگاری کی۔ رسالت مآب(ص) نے سکوت اختیار فرمایا جو ناراضگی کی دلیل تھا۔ وہاں سے وہ دونوں حضرت علی(ع) کے پاس پہنچے یہ کہنے کے لیے کہ ہم لوگوں نے خواستگاری کی مگر رسول(ص) نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ اب آپ درخواست کیجیے۔ ابن ابی حاتم کی اس روایت کو بہت سے نامور علماء اہل سنت نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر نے صواعق باب ۱۱ کے شروع میں نقل کیا ہے۔ اسی موقع پر امام احمد نے بھی اسی جیسی حدیث نقل کی ہے۔ جسے انھوں نے انس سے روایت کی ہے اور اسی صواعق محرقہ باب۱۱ میں ابو داؤد سجستانی کی روایت کردہ حدیث منقول ہے کہ حضرت ابوبکر نے جناب رسالت مآب(ص) کی خدمت میں سیدہ(ع) کی خواستگاری کی آپ نے منہ پھیر لیا پھر عمر نے خواستگاری کی اس مرتبہ بھی آنحضرت (ص) نے منہ پھیر لیا پھر یہ دونوں حضرات علی(ع) کے پاس تشریف لائے اور کہا اب آپ خواستگاری کیجیے۔ اور حضرت علی(ع) سے منقول ہے کہ ابوبکر و عمر نے رسول سے سیدہ کی خواستگاری کی آنحضرت(ص) نے انکار فرمایا۔ حضرت عمر نے حضرت علی(ع) سے کہا اب آپ خواستگاری کیجیے آپ کو یہ شرف حاصل ہوگا ابن جریر نے اس حدیث کی روایت کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے اور دولابی نے بھی ذریت طاہرہ (ع) میں اس کی روایت کی ہے۔ کنزالعمال میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔ ملاحظہ ہو حدیث ۶۰۰۷ صفحہ ۳۹۲ جلد ۶۔

ان جلنے والوں نے وچا کہ سیرہ(س) کا علی(ع) سے منسوب وہنا علی(ع) کے لیے ایسا شرف و افتیر کا ۔ باعث ہوگا کہ ہر چھوٹا علی(ع) کے مقابلہ میں وئی آنچ نہ سکے گا۔ لہذا انوں نے ریشہ دوانیاں شروع یں۔ بڑی بڑی تدبیریں یں ۔ اپنے گھر کی عورتوں کی جناب سیرہ(س) کی خدمت میں اس غرض سے بھیجا کہ انھیں حضرت علی(ع) کی طرف سے متنفر بنایا جا ۔ ان کے دل میں نفرت پیدا کی جا ۔ ان کی عورتوں نے اوروجہ باتیں یں اس میں کیا بات یہ بھی کہی تھی علی(ع) تو فقیر ہیں کچھ پاس رکھتے ں نہیں ، لین جناب سیرہ(س) ان عورتوں کے مکرو فریب میں نہ آئیں اور آپ اس سے بھی باخبر تھیں کہ ان عورتوں کی زبان سے کن لوگوں کی دلی ترجمانی وں ہے۔ باوجود حقیقیت حال سے باخبر ونے کے جناب سیرہ نے ان عورتوں سے کچھ کہا نہیں ۔ جب عقد انجام پاگیا ، خدا ور ول(ص) کا مقصد پورا وگیا۔ اس وقت جناب سیرہ(س) نے ضرورت سمجھی کہ اب علی(ع) کے

فضائل ظاہر کرنے و موقعے ۔ تاکہ آپ کے دشمن و بدخواہ ذلیل و خوار وں آپ نے آنحضرت(ص) سے عرض کی:

۔ !! ! جان آپ نے مجھے فقر و۔ادار شیخص سلے بیے یا "

اس موقع پر آنحضرت (ص) یہ لمات ارشاد فرا جوَ ابھی آپ نے سنے

وإذا أرادالله نشرفضيلة

طويت اتاح لهالسان حسود

'' ج خداونِ ام کسی ڈھکی چھپی فضیلت و ظاہر رکن ا چاہتا ہے تو اس کے لیے حاسد کی زن ان مقرر کرتا ہے''

خطیب نے اپنی تاب متفق میں معتبر اسناد سے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ:

'' ج آنحضرت (ص) نے اپنی ۔ پارہ جگر کی علی(ع) سے شادی کی تو جناب فاطمہ(س) نے رسول(ص) کی خدمت میں عرض کی: ! جان آپ نے مجھے و۔ادار شخص سلے بیے یا جس کے پاس کچھ بھی نہیں تو آنحضرت (ع) نے افر یا کہ: تمھیں یہ پسند نہیں کہ خداونِ ام نے روئے زمین کے باشندوں سے دو شخصیوں کے منتخب کیا ایک تمھارا ۔ باپ دوسرا تمھارا شوہر۔''[1]

ام حاکم نے مستدرک ج۳ ص ۱۲۹ پر باب مناقب امیرالمومنین(ع) میں

۱- یہ حدیث جسمیں انھیں الفاظ اور اسی سند کے ساتھ کنزالعمال جلد۶ ص ۲۹۱ پر موجود ہے۔ ملاحظہ و حدیث ۹۵۹۲ ۔ صاحب کنزالعمال نے اس حدیث کے اسناد کے حسن ہونے کی تصریح بھی کی ہے۔

سریج بن یونس سے ، اُوں نے حسن بار سے، اُوں نے اعمش سے اُوں نے ابو صالح سے اُوں نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ:

" فاطمہ(س) نے رسول(ص) کی خدمت میں عرض کی: یا رسول اللہ(ص) ! آپ نے میری شادی علی(ع) سے کس سے ہے اور وہ فقیر ہیں ، وئی مال و زر نہیں رکھتے ۔ آپ نے فرمایا کہ اے فاطمہ(س) ! کیا تم پر راضی و خوشنودی نہیں وکہ خداوند کریم نے روی زمین کے باشندوں پر ایک نگاہ ڈالی اور دو شخصوں کو منتخب کیا ایک تمھارا باپ دوسرا تمھارا شوہر ۔"

اور ابن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا :

"کیا تم اس راضی و خوشنود نہیں کہ میں نے تمھیں اس شخص سے بیاہا ہے جو تمام مسلمانوں میں سب سے پہلا اسلام لانے والا ہر ایک سے زیادہ علم رکھنے والا ہے۔ اور تم میری امت کی تمام عورتوں کی سردار ہو۔ اسی طرح جس طرح مریم(ع) اپنی قوم کی کل عورتوں کی سردار تھیں۔ کیا تمھیں اس سے خوشی نہیں کہ خدا نے روی زمین کے باشندوں پر نگاہ ڈالی اور دو(۲) افراد کو منتخب کیا ۔ ایک تو تمھارا باپ ہے یا دوسرے تو تمھارا شوہر۔"[1]

۱- یہ حدیث ٹھیک انھیں الفاظ اور اسی سلسلہ سند سے کنز العمال جلد۶ صفحہ ۱۵۴ پر موجود ہے ۔ منتخب کنزالعمال میں بھی موجود ہے ملاحظہ ہو حاشیہ مسند ص۳۹ جلد۵ سطر اول۔ علامہ ابی حدید معتزلی نے بھی ؟؟؟؟؟؟ مسند احمد سے نقل کیا ہے۔

اس کے بعد آنحضرت(ص) کا طرز عمل یہ رہا کہ جب جناب سیدہ(س) کو دنیوی پریشانیاں لاحق ہوتی تھیں تو آپ خدا و رسول(ص) کی اس نعمت و رحمت کو یاد دلاتے کہ تمھارا عقد ایسے شخص سے کیا گیا جو امت میں سب سے زیادہ اشرف و افضل ہے۔ یہ اس لیے تاکہ جناب سیدہ (س) کا دل چھوٹے بچوں کی نیرنگوں اور تکلیفوں سے دل تنگ نہ ہوں۔ اس کے ثبوت میں وہی روایت آپ کے لیے کافی ہے جسے امام احمد نے مسند جلد۵ صفحہ ۲۶ پر درج کیا ہے۔ معقل بن یسار کی حدیث ہے کہ :

" ایک مرتبہ سیدہ ام(س) بیمار ہوئیں ، رسول (ص) عیادت کے لیے تشریف لائے ۔ پوچھا کہ : پارہ جگر! اپنے کو کیسا پا رہی ہو آپ نے افسوس یا : خدا کی قسم میری تکلیف حد سے زیادہ ہوگئیں ، فاقہ کی مصیبت ناقابل برداشت ہوگئی اور علالت کا سلسلہ بڑھتا ہی جاتا ہے۔ آنحضرت(ص) نے افسوس یا : پارہ جگر کیا

تم اس سے راضی و خوشنود نہیں ہو کہ میں نے تمھاری شادی ایسے شخص سے کی جو میری امت میں سب سے پہلے اسلام لایا ، جب سے زیادہ علم والا ہے اور سب سے زیادہ حلم رکھتا ہے۔"

اس باب میں بے شمار حدیثیں موجود ہیں مکتوب میں اتنی گنجائش نہیں کہ سب ذکر کی جائیں۔

ش

مکتوب نمبر ۳۵

اہل بیت و جماعت حضرت علی(ع) کے وصی رسول(ص) ہونے کو نہیں مانتے وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جسے بخاری نے صحیح بخاری میں داود سے روایت کیا ہے۔ داود کہتے ہیں کہ :

" جناب عائشہ کی خدمت میں ذکر کیا کہ رسول(ص) اپنا وصی حضرت علی(ع) کو بنایا [1]۔ جناب عائشہ بولیں: یہ کون کہتا ہے؟ میں نے رسول(ص) کو دیکھا۔ میں اپنے سینہ پر رسول کو لٹا

۱- اس حدیث کو امام بخاری نے صحیح بخاری جلد۲ صفحہ ۱۰۱ باب الوصایا میں نیز صحیح بخاری جلد۳ صفحہ ۱۴۱ باب مرض النبی و وفات میں درج کیا ہے امام مسلم نے صحیح مسلم میں باب الوصایا میں نقل کیا ہے۔

و تھی۔ آنحضرت(ص) نے طشت طلب کیا۔ اس پر جھکے اور انتقال کر گئے اور مجھے پتہ نہی ں چلا لہذا حضرت علی(ع) کو وصی بنانے اور علی (ع) سے وصیت کرنے کا موقع کہاں ملا؟'' (۱)

نیز امام بخاری نے صحیح بخاری میں متعدد طریقوں سے اس روایت کو لکھا ہے کہ :

'' جناب عائشہ فرمایا کرتیں کہ آنحضرت(ص) نے میری آغوش میں

۱- آپ بے خبر نہ ہوں گے کہ شیخین نے اس حدیث میں رسول(ص) کے علی(ع) سے وصیت نہ فرمانے کی جو روایت کی ہے وہ بے قرار و ارادہ ایسا کہرام گیا ہے اور متوجہ ہو تو شاید اس حدیث کو لکھتے ہی نہیں۔ اس لیے کہ جن لوگوں نے جناب عائشہ سے یہ ذکر چھیڑا تھا کہ رسول(ص) نے علی(ع) کو وصی بنایا وہ امت سے خارج نہیں تھے بلکہ وہ صحابہ میں سے تھے جنھیں ام المومنین کے سامنے خلافت کے انکشاف کی جرائت پیدا ہوئی جو ام المومنین کی ناگواری کا باعث تھی اور اس عہد کی سیاست کے خلاف تھی اسی وجہ سے جناب عائشہ ان لوگوں کی یہ حدیث (جن میں حضرت علی(ع) کے وصی بنائے جانے کا ذکر تھا)سن کر بڑے شش و پنج میں پڑگئیں اور ان کی رد میں مہمل و رکیک باتیں کہنے لگیں۔ امام نسائی نے سنن نسائی جلد۶ صفحہ ۲۴۱ میں اس حدیث پر جو حاشیہ تحریر فرمایا ہے اس میں لکھتے ہیں کہ یہ بات مخفی نہ ہوگی کہ جناب عائشہ کا ارشاد اس سے بالکل نہیں کہ آنحضرت وصی بنا چکے ہوں نیز ان کا ارشاد اس کا بھی مقتضی نہیں کہ رسول(ص) دفعتا انتقال فرماگئے ہوں اور آپ کو وصیت کرنے کا موقع ہی نہ ملا ہو اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ پیغمبر(ص) بیمار ہونے سے پہلے ہی باخبر تھے کہ اب زندگی کےدن تھوڑے رہ گئے ہیں۔ اس عبارت پر غور فرمائیے۔ کس قدر سنجیدہ و متین عبارت ہے حقیقت بالکل منکشف ہو جاتی ہے۔

دم توڑا اور یہ بھی افسر یا کرتیں کہ میری ردن و سینہ پر لیٹے ر ول(ص) کا انتقال وا۔ کبھی افسر یا کہ۔ ر ول(ص) کا سر میرے زانو پر تھا کہ ملک الموت قبضِ روح و آ ۔ [1] ۔ لہذا ایسی حا ت میں ا ر ر ول(ص) وصیت فرما تو وہ حضرت ائشہ۔ و معلوم ھروو۔ تا۔"

صحیح مسلم میں جناب ائشہ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ :

" آنحضرت(ص)نے نہ۔ درہم چھوڑا نہ۔ اونٹ نہ۔ بکری نہ۔ کسی چیز کے متعلق آپ نے وصیت فرمائی ۔"[2]

اور صحیحین [3] میں طلحہ بن مصرف سے روایت ہے کہ :

" میں نے عبداللہ بن اوفی سے پوچھا کہ کیا پیغمبر(ص) نے اپنا وصی مقرر افسر یا؟ انہوں نے کہا : نہیں۔ تو میں نے کہا کہ یہ۔ کیونکر ۔ خود دوسروں کے لیے تو ر ول(ص) نے وصیت کرنا واجب رارقرد۔ یا۔ اور خود وصیت نہ۔ کی۔ تو انہوں نے کہا کہ۔ پیغمبر(ص) کتاب خدا کے متعلق وصیت کی۔"

ا- جناب ائشہ کا قول ات ہین حاقتی و ذاقتی نیز ات ہین سحری و نحری یہ دونوں صحیح بخاری کے باب مرض النبی و وفات میں موجود ہیں نیز جناب ائشہ کا یہ قول نقل بہ و راسہ علی فخذی ر ول(ص) کا سر میرے زانو پر تھا کہ ملک الموت قبض روح و آ ۔ ۔ باب آخر تکلم بہ ر ول کے آخری الفاظ کے باب مین موجود ہے ۔وجہ باب مرض النبی و وفات کے ذرا ہی بعد مذکور ہے۔

۲- ملاحظہ فرمائیے صحیح مسلم کتاب الوصیہ جلد۲ ص۱۴۔

۳- ملاحظہ فرمائیے صحیح مسلم و صحیح بخاری دونوکی کتاب الوصایا

چونکہ آپ نے جو حدیثیں ذکر کی ہیں ان سے یہ حل ہوتا ہے۔ یادہ صحیح ہیں کیونکہ بخاری و سلم دونوں میں موجود ہیں لہذا انھیں حدیثوں و مقدم سمجھا جا گا اور انھیں پر اعتماد کیا جا گا۔

س

وجب ِ مکتوب

پیغمبر(ص) کا حضرت علی(ع) سے وصیت فرمانا ایک ایسی بات ہے جس سے انکار ں نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آنحضرت(ص) نے حضرت علی(ع) سے وصیت فرائی تھی۔ قول و قرار افر یا تھا(بعد اس کے کہ آپ انھیں اپنے علم و حکمت کا وارث[1] بنا چکے تھے) کہ حضرت علی(ع) ں آپ و غسل دیں۔[2] تجہیز و تکفین کریں۔ آنحضرت(ص) کے دیون ادا کریں۔ رسول(ص) کے کیے و وعدوں

۱- ملاحظہ فرمائیے شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج۴ ص۴۰۰ تا ۴۰۵۔ وہاں آپ و اچھی طرح وضاحت نظر آ گی حضرت سرور کائنات(ص) نے امیرالمومنین(ع) و اپنے علم وحکمت کا وارث بنایا۔

۲- ابن سعد نے طبقات ابن سعدف جلد۲ قسم ثانی ص۶۱ پر امیرالمومنین(ع) سے روایت کی ہے امیرالمومنین(ع) فرما ہیں کہ رسول(ص) نے وصیت فرائی کہ میرے انھیں وئی غسل نہ دے اور ابو الشیخ اور ابن عجار نے امیرالمومنین(ع) سے روایت کی ہے (ملاحظہ و کنزل العمال جلد۴ ص۵۴) کہ رسول(ص) نے مجھ سے وصیت فرائی اور ارشاد افر یا کہ جب میں مرجاؤں تو مجھے ات مشکوں سے غسل دینا۔ ابن سعد نے طبقات جلد۲ قسم ۲ شہ ۶۳ پر عبدالواحد بن ابی وعن سے روایت کی ہے کہ رسالت اب(ص) نے بحالت مرض موت افر یا کہ اے علی(ع) جب میں مرجاؤں تو تم مجھے غسل دینا۔ عبدالواحد کہتے ہیں کہ حضرت علی(ع) نے ارشاد افر یا کہ : میں نے رسول(ص) و غسل یا، میں جس حصہ جس و غسل کے ارادے سے اٹھتا تھا وہ میری ملاحظہ ہوتا تھا۔ امام حاکم نے مستدرک ج۳ شہ ۵۵ پر اور علامہ ذہبی نے تلخیص مستدرک میں بسلسلہ اسناد امیرالمومنین(ع) سے روایت کی ہے اور دونوں نے اس حدیث و صحیح قرار دیا ہے امیرالمومنین(ع) فرما ہیں کہ میں نے رسول(ص) و غسل یا اور مردوں سے وجہ بات دیکھنے میں آتی ہے منتظر تھا کہ رسول(ص) سے کچھ ظہور پذیر وتی ہے کہ نہیں۔ میں نے کیا بات کھی نہ دیکھی۔ رسول(ص) زندہ اور مردہ دونوں حالتوں میں مجسم خوشبو رہے۔ اس حدیث و سعید بن منصور نے اپنے سنن میں، مروزی نے جنائز میں، ابو داؤد نے مراسلہ میں ابن منیع اور ابن ابی شیبہ نے سنن میں درج کیا ہے اور کنزالعمال جلد۴ ص۵۵ پر بھی

موجود ہے۔ جناب ابن عباس سے روایت ہے وہ فرا ہیں کہ علی(ع) واپچ۔ باتیں ایسی حاصل ہیں جو کسی اور و حاصل نہیں وئیں۔علی (ع) پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے ر ول(ص) کے اتھ نماز پڑھی ۔ علی(ع) ہر معرکہ میں علمدار پیغمبر(ص) رہے، علی(ع) ں ر ول(ص) کے پاس اس دن ثابت قدم رہے جب کہ ہر شخص ر ول(ص) و چوڑکر بھاگ گیا تھا اور علی(ع) ں وہ ہیں جنہوں نے ر ول(ص) و غسل یا اور قبر میں لٹایا ، اس روایت و ابن عبدالبر نے استیعاب میں بسلسلہ حالات امیرالمومنین(ع) اور حاکم نے مستدرک جلد۳ ص۱۸؟؟؟ پر درج کیا ہے۔ ابو سعید خدری سے روایت ہے وہ فرا ہیں کہ ر ا ت اب(ص) نے ارشاد افرمایا : '' اے علی(ع) تم ں مجھے غسل دو گے اور میرے دیون ادا کروگے اور قبر میں مجھے دفن کرو گے۔ '' ملاحظہ و کنز العمال ج۶ ص۵۵ حضرت عمر سے ایک حدیث مروی ہے جس میں ر ول(ص) نے علی(ع) سے افرمایا : تم ں مجھے غسل دینے والے و، مجھے دفن کرنے والے و۔ کنزالعمال جلد۶ ص۲۹۳ و منتخب کنزالعمال بر حاشیہ مسند امام احمد جلد۵ ص۵۴ حضرت علی(ع) سے مروی ہے : آپ فرا ہیں کہ میں نے ر ول(ص) و یہ کہتے سنا خدا نے مجھے (علم میں) پانچ چیزیں ایسی عطا یں جو مجھ سے پیشتر انبیاء و کسی میں عطا نہیں وئیں ہیں۔ بات تو یہ ہے کہ وہ میرے دیون ادا کریں گے اور مجھے دفن کریں گے۔ کنزالعمال جلد۶ ص۴۰۳ ج ر ول(ص۹ کا جنازہ تیار وا اور لوگوں نے نماز جنازہ پڑھنا چاہی تو حضرت علی(ع) نے کہا کہ ر ول(ص) کی نماز میں وئی شخص امام نہ وگا۔ وہ تم تمھارے امام ہیں زندگی میں بھی اور مرنے پر بھی لہذا لوگ تھوڑی تھوڑی دیر بعد آ اور صف بہ صف نماز پڑھتے گئے یہاں امت کسی نے نہ کسی وہ لوگ تکبیر کہتے اور حضرت علی(ع) جنازہ ر ول(ص) کے مقابل کھڑے وکر فرا : سلام و آپ پر اے پیغمبر(ص) خدا اور رحمت و اللہ کی۔ خداوندا ہم گواہی دیتے ہیں کہ جو کچھ وتے نازل کیا وہ ر ول(ص) نے ہم تک پہنچایا ۔ امت کی پوری خیر خواہی کی۔ تیری راہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ تونے ان کے دین و قوت بخشی اور ان کے لمہ و پورا کیا۔ خداوندا پس ہمیں قرار دے ان لوگوں میں جو پیغمبر(ص) پر تیرے نازل کیے و احکام کی پیروی کریں اور ر ول(ص) کے اٹھ جانے کے بعد ں ثابت قدم رکھ اور ہمیں ہمارے ر ول(ص) سے ملا۔ حضرت علی(ع) یہ فرا اور لوگ آمین آمین کہتے اسی طرح مردوں نے نماز پڑھی پھر عورتوں نے پھر بچوں نے ۔ یہ کل مضمون جیسا انہی الفاظ میں جو ہم نے ذکر کیا ابن سعد نے اپنی طبقات میں پیغمبر(ص) کے غسل کےبیان میں ذکر کیا ہے ۔ ر ول(ص) کےجنازے پر ب سے پہلے بنی ہاشم آ ئے پھر مہاجرین پھر انصار ، پھر دوسرے لوگ اور ب سے پہلے حضرت علی(ع) اور جناب عباس نے نماز پڑھی یہ دونوں حضرات ایک صف میں کھڑے و اور نہ پانچ تکبیریں کہیں۔

و پورا کریں۔ ر ول(ص) کی ذمہ۔ یاں اپنے سر لیں۔[1] اور ر ول(ص) کے مرنے کے بعد

ا- ان ب مذرہ ۔ بالا امور کے متعلق ائمہ طاہرین (ع) سے متواتر حدیثیں موجود ہیں۔ اہلبیت(ع) سے قطع نظر غیروں میں طبرانی نے مُجم کبیر میں ابن عمر سے ابُو یعلی نے اپنی م ۔ر میں حضرت علی(ع) سے جو روایت کی ہے تو ملاحظہ فرمائیے طبرانی کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت(ص) نے افر یا کہ اے علی(ع) تم میرے بھائی، میرے وزیر، میرے دیون ادا کروگے، میرے وعدوں و پورا کرو گے اور میری ذمہ داریوں سے مجھے سبکدوش بناؤگے ملاحظہ -و کنزالعمال جلد۶ ص۱۵۵ پر ابن عمر سے ابناد کر کے یہ حدیث مذ ور ہے اور جلد۶ ۔فر ۴۰۴ پر حضرت علی(ع) کی طرف ابناد کر کے مذ ورہ ہے۔ اسی جگہ علامہ۔ بوصیری سے منقول ہے کہ اس حدیث کے کل راوی ثقہ ہیں۔ ابن مردویہ و دیلمی نے جناب سلمان فارسی سے روایت کی ہے ملاحظہ۔ -و کنزالعمال جلد۶ -فر ۱۵۵ کہ۔ آنحضرت(ص) نے افر یا : علی(ع) میرے وعدوں و پورا کریں گے اور میرے دیون ادا کریں گے اسی مُ ون کی حدیث انس سے ؛ ار نے روایت کی ہے۔ ملاحظہ و کنزالعمال جلد۶ ص۱۵۳ امام احمد بن حنبل نے م ۔ر جلد۴ ۔فر ۱۶۴ پر حبشی بن جنادۃ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ر -ول(ص) -و کہتے سنا : میرے دیون وا میرے یا علی(ع) کے وئی اور میرے اور ادا نہیں کرسکتا اور ابن مردویہ نے امیرالمومنین(ع) سے روایت کی ہے ملاحظہ۔ -و کنزالعمال جلد۶ ص۱۰۴ کہ جب آیہ وانذ ۔نازل وا تو آنحضرت (ص) نے افر یا : علی(ع) میرے دیوان ادا کریں گے میرے وعدوں میں و پورا کریں گے۔ سعد سے روایت ہے کہ میں نے یوم حجفہ ر ول(ص) و کہتے سنا۔: آپ نے حضرت علی(ع) کا ہاتھ پکڑا اور خطبہ ارشاد افر یا بعد حمد و ثنا الٰہی کے ارشاد افر یا : اے لوگو ! میں تمھارا ولی وں۔ لوگوں نے کہا بےشک یا ر ول اللہ(ص) ، پھر آپ نے حضرت علی(ع) کا ہاتھ اٹھا کر افر یا یہ میرے ولی ہیں اور یہی میری جان سے میرے دیون ادا کریں گے۔ اس حدیث و آپ ۔فر ۳۳۲ پر ملاحظہ فرماچکے ہیں۔ عبدالرزاق نے اپنی جامع میں معمر سے اُوں نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ۔ علی(ع) نے ر ول(ص) کے بعد چند امور انجام دیے جن میں زیادہ تر ر ول(ص) کے کیے و وعدے تھے جنھیں آپ نے پورا کیا۔ میرا خیال ہے کہ اُ-وں نے ۔ پانچ لاکھ درہم کہے تھے۔ عبدالرزاق سے پوچھا گیا کہ کیا ر ول(ص) نے علی(ع) و اس کے متعلق وصیت بھی کی تھی اُوں نےجاب دیا کہ ہاں مجھے وئی شک نہیں اس میں کہ ر ول(ص) نے ضرور علی(ع)سے اس کی ۔ ابت وصیت کی تھی اور ا ر ول(ص) وصیت ۔ فرما گئے و تو لوگ علی(ع) -و ر -ول(ص) کے دین ۔ ادا کرنے دیتے۔ اس حدیث و صاحب کنزالعمال نے جلد۴ ص۶۰ پر درج کیا ہے ملاحظہ و حدیث نمبر۱۱۷۰۔

ج لوگوں میں اختلاف پیدا و تو احکام دین اور امور شریعت واضح کردیں اور آپ امت سے فرما چکے تھے کہ : ” یہ علی(ع) ن تمھارے ولی[1] ہیں میرے بعد[2] اور میرے بھائی [3] ہیں، میرے نوا وں کے باپ ہیں[4] ۔ میرے وزیر[5] ہیں۔

۱- بکثرت صریحی نصوص موجود ہیں کہ آنحضرت (ص) نے امیرالمومنین(ع) سے وصیت فرمائی تھی کہ آپ کے انتقال کے بعد امت میں کسی مسئلہ میں اختلاف پیدا و تو اس کی وضاحت کریں ۔ ملاحظہ و فرمائیں ۲۸۳ پر حدیث نمبر۱۲ ، نمبر۱۱ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں جن میں سے بعض ہم نے ذکر کی ہیں اور بعض و شہرت کی حیثیت سے ذکر کرنا ضروری نہ سمجھا ۔

۲- شیعہ فقہا میں بیشتر مقامات پر اس پر روشنی ڈالی جاچکی ہے۔

۳- رسول(ص) اور حضرت علی(ع) میں مواخات کا قائم ہونا متواتر احادیث سے ثابت ہے ہم نے اس پر کافی ثبوت فراہم کردیے ہیں اس مسئلہ میں۔

۴- امیرالمومنین (ع) کا فرزندان رسول(ص) کا باپ ہونا واضح طور پر واضح ہے۔ حضرت سرور کائنات(ص) نے امیرالمومنین(ع) سے فرمایا کہ تم میرے بھائی و، میرے نور چشموں کے باپ و۔ تم میری سنت کی حمایت میں جہاد کروگے، اس حدیث کو ابویعلی نے اپنی مسند میں درج کیا ہے ملاحظہ و کنزالعمال جلد۶ فقرہ ۴۰۴ اور اس کے رواۃ سب کے سب معتبر ہیں جیسا کہ علامہ بوصیری نے تصریح کی ہے ۔ امام احمد نے بھی اس حدیث و مناقب میں درج کیا ہے جیسا کہ صواعق محرقہ ص۷۵ باب فصل ثانی سے پتہ چلتا ہے اور آنحضرت(ص) نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ خداوند نام نے ہر نبی کی ذریت و اس کے سلب میں ودیعت فرمایا اور میری ذریت و سلب علی(ع) میں قرار دیا۔ اس حدیث و طبرانی نے معجم کبیر میں بسلسلہ حدیث ابن عباس سے روایت کیا ہے اور کنزالعمال جلد۶ ص۱۵۵ پر موجود ہے ۔ آنحضرت (ص) نے یہ بھی فرمایا کہ ہر دخترکی اولاد اپنے قبیلہ و خاندان کی طرف منسوب ہوتی ہے ماسوا فرزندان فاطمہ(س) کے ۔ کہ میں ان کا ولی ہوں۔ میں ہی ان کا رگ خاندان ہوں، میں ان کا باپ ہوں۔ اس حدیث و طبرانی نے جناب سیدہ سے روایت کیا ہے اور یہ حدیث ان احادیث میں سے ایک ہے جسے ابن حجر نے صواعق باب ۱۱ ص۱۱۲ پر نقل کیا ہے۔ اسی حدیث و طبرانی نے ابن عمر سے بھی روایت کیا ہے جیسا کہ اسی فقرہ پر مذکور ہے۔ اسی جیسی حدیث مستدرک جلد۲ فقرہ ۱۶۴ پر جناب جابر سے روایت کی ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے مگر شیخین نے اپنے صحیحین میں درج نہیں کیا ۔ ایک اور حدیث امام حاکم نے مستدرک میں اور ذہبی نے تلخیص مستدرک میں لکھی ہے اور شیخین کے معیار پر اس حدیث و صحیح قرار دیا ہے اس حدیث میں ہے کہ آنحضرت(ص) نے فرمایا کہ مگر اے علی(ع) تم میرے نور چشموں کے باپ ہو، مجھ سے ہو، مجھ تک و اور بھی بہتری صحیح حدیثیں ہیں ۔

۵- حضرت علی(ع) کے وزیر ونے کے متعلق مجملہ اور ارشادات کے ایک حدیث انت منیٰ بمنز ۃ ہارون من موسیٰ'' ں کافی وگی۔ جیسا کہ ہم م ۱۰ اور م ۱۳ پر توضیح کرچکے ہیں۔ نیز دعوت عشیرہ کے موقع پر جو آنحضرت(ص) نے ارشاد افر یا تھا اسی و لے لیجیے ۔ فَأَيُّكُمْ يُوَازِرُنِي عَلَى أَمْرِي هَذَا فقال علیٌ أَنَا يَا رَسولَ اللَّهِ أَكُونُ وَزِيرَكَ عَلَيْهِ '' ر ول(ع) نے مجمع سے پوچھا تھا کہ تم میں ون شخص ایسا ہے وجکار ر ا ت میں میرا بوجھ بٹا ۔ ج ب خ اموش رہے تو حضرت علی(ع) اٹھ کھ ے و اور کہا : میں آپ کا بوجھ بٹانے والا وں گا۔ اور اس حدیث وَ بھی آپ ملاحظہ فرا چکے ہیں خداَ بھلا کرے ام بوصیری کا کیا اچھے اشعار کہے ہیں۔ اپنے قصیرہ میں فرا ہیں : لم یزدہ کشف الغطاء یقینا بل ھو الشمس ما علیه الغطاء '' پردے اٹھنے کے بعدَ بھی آپ کے یقین میں اضافہ کس گنجائش ں نہ تھی بلکہ آپ تو آفتاب ہیں جس پر وئی پردہ نہیں۔

میرے ہمراز [1] ہیں، میرے ولی[2] ہیں، وصی [3] ہیں، میرے شہر علم کا

۱- تمام امت اسلامیہ کا اتفاق ہے کہ کلام مجید میں ایک ایسی آیت ہے جس پر وا امیرالمومنین(ع) کے کسی نے عمل نہیں کیا۔ نہ آپ کے بعد لمقیت ہ تک وئی اس پر عمل کرسکے گا اور وہ ورہ مجادلہ کی آیت نجوی ہے ۔ اس پر دو ت و دشمن ہر ایک بہ لفظ زہ ان متفق ہے اور اس کے متعلق شیخین کے معیار پر صحیح صریحی احادیث موجود ہیں جسے امت اسلام کا ہر نیک و بد فرد جانتا ہے ۔ ملاحہ و مستدرک جلد۲ ص۴۸۲ اور اسی فہ پر علامہ ذہبی کی تلخیص مستدرک اور دیکھیے تفسیر ثعلبی ، طبری ، سیوطی ، زمخشری، رازی وغیرہ کی تفاسیر آگے چل کر آپ ام سلمہ اورعبداللہ بن عمر کی حدیث ملاحظہ فرمائیں گے جس میں وفات سے چند لمہ پیشتر آنحضرت(ص) اور امیرالمومنین(ع) کی سرگوشی کا ذکر ہے۔ وہیں آپ و یہ بھی معلوم وگا۔ کہ طائف میں بھی ایسا س موقع پیش آیا تھا اور ر ول(ص) نے ارشاد فرمایا تھا کہ میں نے اپنے جی سے علی(ع) سے سرگوشی نہیں کی بلکہ خدا نے خود ایسا کیا ہے اسی کے حکم سے میں نے ان سے سرگوشی کی وہیں ہم اس کی طرف بھی اشارہ کریں گے کہ ، آنحضرت(ص) اور امیرالمومنین(ع) نے جناب ائمہ کے متعلق بھی سرگوشی کی۔

۲- امیرالمومنین (ع) کے ولی ونے کے متعلق آنحضرت(ص) کا یہ قول کافی ہے جو ابن عباس کی حدیث میں مذکور ہے ہم شتہ صفحات میں ذکر کرچکے ہیں : ’’ اے علی(ع) تم دنیا و آخرت میں میرے ولی و‘‘ اس کے علاوہ یہ تو ایسی واضح چیز ہے جس کسی دلیل کی ضرورت ں نہیں۔

۳- م ۱۳ میں اس کے متعلق نصوص ذکر کیے جاچکے ہیں۔

دروازہ [۱] ہیں ، میری حکمت[۲] کے گھر کا دروازہ ہیں، اس امت کےلیے باب حطہ(۳) ہیں،

امت کے لیے امان اور سفینہ نجات[۴] ہیں ان کی اطاعتَ بھی اسی طرح فرض ہے جس طرح میری اطاعت فرض ہے، ان کی نافرمانی اسی طرح باعث ہلاکت ہے جس طرح میری نافرمانی[۵] ، علی(ع) کی پیروی میری پیروی ہے اور ان سے حق کا رائی مجھ کا رائی ہے۔"

(جیسا کہ فقرہ ۲۸۸ کی سترھویں حدیث سے ثابت ہوتا ہے) علی(ع) سے جو صلح رکھے اس سے رسول(ص) کی بھی صلح ہے اور جس نے علی(ع) سے جنگ کی اس سے رسول(ص) بھی برسرجنگ[۶] ہیں۔ جس نے علی سے موالات کی رسول(ص) بھی اس کے ولی ہیں،

۱- ملاحظہ ہو فقرہ ۲۸۲ میں حدیث نمبر۹ اور اس پر جو حاشیہ ہم نے سپرد قلم کیا ہے وہ بھی دیکھیے۔

۲- ملاحظہ فرمائیے فقرہ ۲۸۳ میں حدیث ۱۰۔

۳- ملاحظہ ہو فقرہ ۲۸۵ میں حدیث ۱۴۔

۴- جیسا کی ان احادیث کا فیصلہ ہے جو ہم نے فقرہ ۶۷ تا فقرہ ۶۸ پر بیان کیں۔

۵- جیساکہ فقرہ ۲۸۸ کی حدیث ۱۶ سے معلوم ہوتا ہے۔

۶- امام احمد نے مسند ج۲ فقرہ ۴۴۲ پر ابوہریرہ سے ایک حدیث روایت کی ہے کہ رسول(ص) نے علی (ع) و فاطمہ(س) ، حسن (ع) و حسین(ع) کی طرف نظر کر کے ارشاد فرمایا : میں برسر جنگ ہوں اس سے جو تم سے جنگ کرے اور میریَ بھی صلح ہے اس سے جو تم سے صلح رکھے۔" اور جس دن آپ نے ان حضرات کو اپنی چادر اڑھائی تھی اس دن کے متعلقَ بھی حدیث صحیح میں ہے کہ آنحضرت(ص) نے فرمایا تھا، أَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَهُمْ وَ سِلْمٌ لِمَنْ سَالَمَهُمْ وَ عَدُوٌّ لِمَنْ عَادَاهُم چنانچہ علامہ حجر مکی نے فضائل اہلبیت(ع) میںَ پہلی آیت جو لکھی ہے اس کی تفسیر میں اس حدیث کو لکھا ہے ۔ رسول(ص) کا یہ قول تو کافی مشہور ہوچکا ہے : "حَرْبُ علی حَرْبِي وَ حَرْبِي حَرْبُ اللَّهِ وَ سِلْمُهُ سِلمِي " علی(ع) کی جنگ میری جنگ ہے اور علی(ع) کی صلح میری صلح ہے۔

اور جس نے علی(ع) و دشمن رکھا رسول(ص) بھی اس کے دشمن ہیں[1]۔ جس نے علی (ع) و دوست رکھا۔ اس نے خدا اور خدا کے رسول(ص) و دوست رکھا۔ جس نے علی(ع) سے بغض رکھا اس نے خدا اور اس کے رسول(ص) سے بغض رکھا [2] جس نے علی(ع) سے

۱- ملاحظہ فرمائیے ہمارے شمارہ ۲۹۱ پر حدیث نمبر۲۰ کے ، علاوہ اس کے رسول(ص) کا یہ ارشاد ''اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالاهُ وَ عَادِ مَنْ عَادَاه'' (خداوندا تو دوست رکھ اس کو جو علی(ع) و دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علی(ع) و دشمن رکھے) جو حد تواتر تک پہنچا ہوا ہے یہی کافی ہے نیز مکتوب نمبر۱۸ پر بریدہ کی حدیث ملاحظہ فرماچکے ہیں جس میں آنحضرت(ص) کا یہ قول ہے کہ جس نے علی(ع)سے حسد رائی اختیار کی اس نے مجھسے حسد رائی اختیار کی ہے ۔ یہ حدیث بھی حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے ''لَا يُحِبُّهُ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَ لَا يُبْغِضُهُ إِلَّا مُنَافِقٌ وَ اللَّهِ إِنَّهُ لَعَهِدَ النَّبِيُّ الْأُمِّي'' علی(ع) کو مومن ہی دوست رکھے گا اور علی(ع) کا دشمن منافق ہی ہوگا۔ یہ قول و قرار ہے نبی (ص) امی کا۔

۲- جیسا کہ ص ۲۴ پر بیان کی ہوئی حدیث نمبر۹، ۲۰، ۲۱سے ثابت ہوتا ہے۔

موالات رکھی اس نے خدا اور رسول(ص) سے موالات رکھی اور جس نے علی سے عداوت رکھی اس نے خدا و رسول(ص) سے عداوت رکھی[۱] ۔ جس نے علی(ع) کو اذیت دی اس نے خدا و رسول(ص) کو اذیت دی[۲] ۔ جس نے علی(ع) کو سب وشتم کیا اس نے خدا و رسول(ص) کو سب و شتم کیا[۳]۔ علی(ع) نیکوکاروں کے امام، بدکاروں کے قتل کرنے والے ہیں ۔ جس نے علی (ع) کی مدد کی وہ منصور ہوا، جس نے علی(ع) کی مدد سے منہ پھیرا وہ ذلیل و خوار ہوا[۴] ، علی(ع) مسلمانوں کے سردار ،متقین کے امام، روشن پیشانی والوں کے قائد اور نیک لے جانے والے ہیں[۵]۔ علی (ع) ہدایت کا علم ہیں، اولیا خدا کے امام ہیں، نور ہیں، فرمانداران الٰہی کے لیے ، اور وہ کلمہ ہیں جسے خدا نے متقین پر لازم کیا ہے۔[۶]

۱- ف ۲۹۴ کی حدیث نمبر۲۳ سے اس کی وضاحت ہوتی ہے نیز رسول(ص) کا یہ ارشاد'' اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالاہُ وَ عَادِ مَنْ عَادَاہ'' ہی کافی ہے اس کے ثبوت کے لیے۔

۲- اس کے ثبوت کے لیے عمرو بن شاس والی حدیث سن چکے ہیں جس میں رسول(ص) نے فرمایا کہ جس نے علی(ع) کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی'' عمرو بن شاس کی حدیث کو امام احمد نے مسند ج۳ ف۴۷۳ پر امام حاکم نے مستدرک ج۳ ف۱۲۴ پر ذہبی نے تلخیص مستدرک میں اسی ف پر اس حدیث کی صحت کا اعتراف کرتے ہوئے رقمطراز کیا ہے ۔ نیز بخاری نے تاریخ میں ابن سعد نے طبقات میں ابن ابی شیبہ نے اپنے مسند میں طبرانی نے معجم کبیر میں بھی اس کی روایت کی ہے۔ کنزالعمال ج۶ ف ۴۰۰ پر بھی موجود ہے۔

۳- جیسا کہ ف ۲۸۹ میں اٹھارویں حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔

۴- جیسا کہ ف ۲۷۷ کی پہلی حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔

۵- ملاحظہ فرمائیے ف ۲۷۷ پر حدیث نمبر۲ ، ۳، ۴، ۵۔

۶- ف ۲۷۷ پر چھٹی حدیث ملاحظہ کیجیے۔

ہی علی(ع) صدیق اکبر ہیں، اس امت کے فاروق ہیں، مومنین کے سردار ہیں[۱]، یہ بمنزلہ فراقِ عظیم اور ذکرِ حکیم کے ہیں [۲] ۔ علی (ع) رسول(ص) کے لیے ایسے ہیں جیسے موسی(ع) کے لیے ہارون تھے۔[۳]

علی(ع) و رسول(ص) سے وہی منزلت حاصل ہے جو منزلت رسول(ص) و خدا سے ہے[۴] ۔ علی(ع) رسول(ص) کے لیے ایسے ہیں جیسے بدن کے لیے سر[۵] ، علی (ع) مثلِ نفس رسول(ص) کے ہیں[۶]۔ خداوند امم نے تمام روئے زمین کے باشندوں پر نظر ڈالی اور رسول(ص) و علی(ع) کو منتخب کیا[۷]۔ رسول(ص) کا ایک یہی ارشاد لے لیجیے جو آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر یوم عرفات افراد یا تھا کہ میرے فرائض کی ادائگی علی(ع) ہی کرسکتے ہیں۔[۸]

۱- جیسا کہ شمارہ ۲۸۰ کی حدیث نمبر ۷ سے واضح ہوتا ہے۔

۲- مکتوب نمبر ۴ میں آپ صحیح حدیثیں اس کے ثبوت میں سن چکے ہیں ان احادیث کے دیکھنے کے بعد صاحب بصیرت کے لیے تو پھر کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ شمارہ ۳۱۵ پر یہ حدیث بھی ذکر کی گئی ''إِنَّ عَلِيّاً مَعَ الْقُرْآنِ، وَ الْقُرْآنَ مَعَ عَلِيٍّ، لَا يَفْتَرِقَانِ'' علی(ع) قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علی(ع) کے ساتھ ہے یہ دونوں ہی کبھی جدا نہ ہوں گے ۔

۳- جیسا کہ ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، اور ۱۷ تک ہماری تحریر سے وضاحت ہوتی ہے۔

۴- جیسا کہ شمارہ ۲۸۵ کی تیرہویں حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔

۵- شمارہ ۳۱۶ پر حدیث '' عَلِيٌّ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ رَأْسِي مِنْ بَدَنِي.'' ذکر کی جاچکی ہے۔

۶- جیسا کہ آیت مباہلہ بتاتی ہے نیز عبدالرحمن بن عوف کی حدیث سے ہم نے شمارہ ۳۱۶ کے آخر میں درج کیا ہے۔

۷- جیسا کہ ہم شمارہ ۴۰۹ تا ۴۱۰ شمارہ ۴۱۰ پر اس کے متعلق صریحی احادیث ذکر کرچکے ہیں۔

۸- ملاحظہ ہو شمارہ ۲۸۵ پر حدیث نمبر ۱۵ اور اس حدیث پر جو ہم نے حاشیہ تحریر کیا ہے وہ بھی دیکھیے۔

اس کے علاوہ بکثرت ایسی خصوصیات سے پیغمبرف(ص) نے امیرا ومنین(ع) و سرفراز کیا جو صرف وصی ں کے لیے زیبا دیتی ہیں اور قائم مقام پیغمبر ں کے لیے مناسب ہیں۔

لہذا ان خصوصیات اور مخصوص فضائل و کمالات کے بعد امیرا ومنین(ع) کے وصی پیغمبر(ص) ونے سے انکار کرنا سے درست وسکتا ہے تنی حدیثوں و جھٹلایا جا گا اور کہاں تک جھٹلایا جاسکتا ہے۔

حضرات اہل سنت جو امیرا ومنین (ع) کے وصی پیغمبر(ص) ونے سے انکار کر ہیں تو اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ار امیرا ومنین(ع) و وصی ر ول(ص) تسلیم کر لیا جا تو پھر خلفا ثلاثہ کی خلافت باطل وجاتی ہے۔

اور بخاری وغیرہ نے طلحہ بن مصرف والی حدیث جو ذکر کی ہے جس میں ہے ک میں نے عبداللہ بن ابی اوفی سے پوچھا کہ کیا ر ول(ص) نے وصیت فرمائی؟ انوں نےجواب دیا: نہیں ۔ میں نے کہا: ر ول(ص) لوگوں پر تو وصیت کرنا واجب کریں اور خود وصیت نہ کریں ۔ تو انوں نےجواب دیا کہ آنحضرت(ص) کتاب خدا کے متعلق وصیت فرمائی۔ یہ حدیث ہمارے لیے حجت نہیں اور نہ ہمارے جواب میں پیش کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ ہم لوگوں کے یہاں یہ ثابت نہیں۔ مزید برآں یہ تو سیاست کی کلید یاں تھیں۔ حکومت کے جبر و تشدد کا نتیجہ ہے۔ ان باتوں سے قطع نظر ں سچ بات تو یہ ہے کہ امیرا ومنین(ع) کے وصی پیغمبر(ص) ونے کے متعلق ائمہ طاہرین(ع) سے صحیح و متواتر حدیثیں موجود ہیں لہذا ان حدیثوں کی معارض حدیثیں رد کردی جائینگی ۔

اس کے علاوہ امیرا ومنین(ع) کا وصی پیغمبر(ص) ونا تو ایسا اظہر من الشمس ہے جس پر دلیل و برہان پیش کرنے کی ضرورت ں نہیں۔ خود عقل[1] بتاتی ہے ۔ وحدان

ا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہ ر ول(ص) اپنی امت و تو وصیت کا حکم دیں اتنی سختی فرمائیں اور خود وصیت نہ کریں در آنحالیکہ اوروں کی نسبت پیغمبر(ص) کا وصیت فرمانا زیادہ ضروری تھا کیونکہ کسی اور مرنے والے نہ تو ایسا ترکہ چھوڑا جیسا ر ول(ص) نے چھوڑا اور نہ ایسے ایتام چھوڑے جیسے ر ول(ص) نے چھوڑے نہ کسی اور کے متوکات نہ ورثہ نگران کار و سرپرست کے ایسے محتاج و جیسا ر ول(ص) کی چھوڑی ہوئی چیزیں کسی منتظم و نگران کی محتاج تھیں ۔ یا

ر ول(ص) کے چ وڑے و ۔ یتام سرپر ت کے ضرورت مند تھے پناہ بخدا ر ول(ص) بھلا اپنے قیمتی ترکہ یعنی شریعت الہیہ ، احکام الٰہی و یونہی چ وڑ جائیں اور اپنے یتامیٰ یعنی تمام رو زمین کے باشندوں و یونہی بے سہارا چ وڑ دیں کہ وہ ٹ وکریں کھا ۓ پھریں اور اپنی خواہشوں کے م ابق چلتے پھر رہیں اور ایسا نگران و منتظم نہ چ وڑیں جس کے ذریعہ بندوں پر خدا کی حجت تمام و۔ علاوہ اس کے کوہ ران بھی یہی کہتا ہے کہ ر ول(ص) نے علی(ع) و اپنا وصی مقرر کیا کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ر ول(ص) نے علی(ع) و اپنے غسل و حنوط و کفن و دفن کا حکم یا ۔ دیون کی ادائگی ذمہ داریوں سے بری ا ذمہ ہونے اور اختلاف کے وقت حق کی وضاحت کرنے کی ۔ تاکید کی ، نیز لوگوں کو بھی ۔ ا خبردیکر یا کہ ہمارے بعد علی(ع) تمھارے ولی ہیں ۔ اس کے علاوہ اور خصوصیات امیرا مومنین(ع) کے بھی ان کے گوش ار کردیے جنھیں ہم اس کے شروع میں ارشاد ت ذکر کرچکے ہیں لہذا ہاوہ پرا ا ہے کہ یقینا ر ول(ص) نے حضرت علی(ع) و اپنا وصی الفر یا وگا اور بغیر وصی بنا دنیا سے نہیں اٹھے۔

دلا تتہ کرتا ہے کہ یقیناً رسول(ص) نے امیرالمومنین(ع) کو اپنا وصی مقرر افرمایا۔

اور بخاری نے ابن ابی اوفی سے یہ جو روایت کی ہے کہ آنحضرت(ص)نے کہ تاب خدا کے متعلق وصیت فرمائی تو یہ درست ہے مگر رسول(ص) کا پورا ارشاد نہیں ذکر کیا گیا۔ کیونکہ رسول(ص) نے جہاں کتاب خدا کے متعلق وصیت فرمائی وہاں اہل بیت(ع) سے تمسک کرنے کا بھی حکم دیا۔ ایک ہاتھ دونوں سے تمسک کی

۔ تاکید کی اور امت سے افسر یا تھا کہ خداوند ام کی دونوں رسیوں و مضبوطی سے تھامے رہنا اور اڈ۔ یا تھا کہ۔ ا ۔ر دونوں سے تمسک ۔ نہ کروگے تو گمراہ وجاؤ گے اور یہ بھی امت سےکہاوجہ یا تھا کہ قرآن و اہلبیت(ع)ھیکہ ۔ حدا ۔ نہ وں گے یہاں تک کہ۔ حوض وثر پر میرے پاس پہنچیں۔

اس ۔ باب میں بکثرت متواتر حدیثیں ائمہ طاہرین(ع) سے مروی ہیں اہلبیت طاہرین(ع) کے علاوہ اغیار کی روایت سے متعدد حدیثیں ہم شتہ اوراق میں ذکر کرچکے ہیں۔ ش

مکتوب ۶ بر۳۶

افضل ازواج

یہ آخر آپ جناب عائشہ ام المومنین جو افضل ازواج نبی(ص) ہیں ان سے کیوں رو ردان ہیں کہ آپ نے ان کی حدیث و پس پشت ڈال یا اگر کچھ حقیقت ہی نہیں اس کی ۔ حالانکہ انھیں کا قول فیصلہ کن ہے ۔ جو وہ فیصلہ فرمادیں وہی مبنی بر انصاف ہوگا پھر بھی آپ کی جو رائے ہو اس اعراض کی وجہ بتائیے کہ ہم بھی دیکھیں سمجھے۔

وجہِ مکتوب

جناب عائشہ افضل ازواج نبی(ص) نہ تھیں

جناب ائشہ کا افضل ازواج نبی(ص) و۔ا تسلیم کے قابل نہیں۔ جناب ائشہ افضل ازواج نبی(ص) وَ بھی کیونکر سکتی ہیں، ان کس رد میں خود ان سے صحیح حدیث مروی ہے۔ جناب ائشہ فراتی ہیں کہ :

" ایک دن پیغمبر(ص) نے جناب خدیجہ کا تذکرہ افر یا تو مجھے برا معلوم وا۔ میں نے کہا: وہ تو بڑھیا تھیں ویسی تھیں اور خداوند ام نے آپ و ان سے اچھی بیوی دی(اشادہ تھا اپنی طرف) آنحضرت(ص) نے ارشاد افر یا : خداوند ام نے اس سے اچھی بیوی مجھے نہیں دی۔ وہ مجھ پر اس تقدیر یمان لائیں جب میرا انکار کر تھے اور اس وقت میری تر یق کس جب جھٹلا تھے اور اس وقت اُوں نے اپنے ال میں شریکہ بنا یا جب نے مجھے محروم کر رکھا تھا اور خدا نے مجھے ان سے اولاد مرحمت کی اور دوسری بیویوں سے اولا نہ دی۔"[1]

ا- یہ حدیث اور اس کے بعد والی حدیث بہت مشہور صحیح احادیث میں سے ہے ملاحظہ ---------- میں جو میں نے ابھی عرض کیے یہ دونوں حدیثیں موجود ہیں قریبا قریبا انھیں الفاظ کے ساتھ بخاری و مسلم نے بھی اپنی صحیحین میں ان دونوں حدیثوں و ذکر کیا ہے۔

جناب خدیجہ تمام ازواج میں افضل ہیں

جناب عائشہ سے یہ حدیث بھی مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ :" رسول اللہ(ص) جب تک خدیجہ کا ذکر نہ کر لیتے اور ان کی خوب مدح و ثناء نہ فرما لیتے گھر سے جاتے نہیں ۔ ایک دن آپ نے حسب دستور خدیجہ کا ذکر فرمایا تو مجھے بڑی غیرت معلوم ہوئی میں نے

کہا: وہ تو بڑھیا تھیں اور اب خدا نے ان سے بہتر بیوی آپ کو دی یہ سن کر رسول(ص) غصہ سے بھر گئے ۔ غیظ و غضب کا یہ عالم تھا کہ سر کے آگے کے بال غصہ کے مارے ہلنے لگے ۔ آپ نے ارشاد فرمایا : خدا کی قسم ان سے بہتر بیوی مجھے نہیں ملی۔ وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب لوگ کفر اختیار کیے ہوئے تھے۔ اس وقت میری تصدیق کی جب مجھے جھٹلایا تھے اور اپنا کل مال و زر میرے حوالے کر دیا، جب مجھے محروم کیے ہوئے تھے اور انھیں کے بطن سے خدا نے مجھے اولاد مرحمت فرمائی ۔ اور دوسری بیویوں سے کوئی اولاد نہیں دی۔"

لہذا ازواج رسول(ص) میں سب سے افضل و اشرف جناب خدیجہ الکبری ہیں جو اس امت کی صدیقہ ہیں جو سب سے پہلے ایمان لائیں جنہوں نے سب سے پہلے کتاب خدا کی تصدیق کی، رسول(ص) سے ہمدردی کی ، رسول(ص) پر وحی

نازل ہوئی تھی کہ جناب خدیجہ کو بشارت [1] دے دیں کہ ان کے لیے جنت میں جواہرات کا گھر ہے۔ رسول(ص) نے صاف لفظوں میں صراحت فرمادی تھی کہ جناب خدیجہ سب سے افضل و اشرف ہیں چنانچہ آپ نے فرمایا:

" جنت کی عورتوں میں چار عورتیں سب سے بہتر ہیں۔ خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بن محمد(ص)، آسیہ بن مزاحم، مریم بنت عمران"

آنحضرت(ص) نے یہ بھی ارشاد فرمایا :

" تمام امم کی عورتوں میں سب سے بہتر مریم بنت عمران ، خدیجہ بنت خویلد ، فاطمہ بن محمد(ص)، اور آسیہ زن فرعون ہیں۔"

اسی طرح اور بہت سی صریحی حدیثیں پیغمبر(ص) کی ہیں جو جملہ احادیث نبوی(ص) اور ارشادات پیغمبر(ص) میں صحیح تر اور ثابت تر ہیں۔[2]

اس کے علاوہ ہم تو یہ بھی کہتے ہیں کہ جناب خدیجہ کے علاوہ دیگر ازواج پیغمبر(ص) سے بھی جناب عائشہ کو افضل کہنا درست نہیں۔ صحیح حدیثیں ، معتبر روایات و اخبار بتاتی ہیں کہ جناب عائشہ و دیگر ازواج پر کوئی فضیلت نہ تھی جیسا کہ صاحبان نظر و ارباب عقل سے پوشیدہ نہیں۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ جناب عائشہ نے اپنے کو مقابلہ دیگر ازواج پیغمبر افضل و اشرف خیال کیا مگر رسول(ص) نے تردید کر دی جیسا کہ جناب صفیہ بنت حی کے واقعہ سے پتہ چلتا ہے۔

۱- جیسا کہ امام بخاری نے صحیح بخاری جلد ۳ ص ۱۷۵ باب غیرۃ النساء ووجدھن باب النکاح میں روایت کی ہے

۲- ہم نے فی الجملہ باب لمعہ غراء میں اسے تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

" رسول(ص) جناب صفیہ کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں۔ آپ نے رونے کی وجہ پوچھی ۔ صفیہ نے جواب دیا : مجھے معلوم ہوا ہے کہ عائشہ اور حفصہ میری برائیاں کرتی رہتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہم صفیہ سے بہتر ہیں۔ آنحضرت (ص) نے فرمایا : تم نے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ تم دونوں مجھ سے بہتر کیونکر ہو سکتی ہو ۔ میرے مقابلہ میں تمھاری کیا حقیقت ہے؟ میرے باپ جناب ہارون(ع)، اور چچا جناب موسی(ع)، شوہر محمد مصطفی(ص) ہیں جو خاتم النبیین(ص) ہیں۔[1] جناب عائشہ کے حالات ملاحظہ فرمائیے ، ان کے افعال و اقوال میں ان کی حرکتوں کا جائزہ لیجیے تو ہمارے قول کی صداقت آپ پر واضح ہو جائے گی۔

رہ گیا یہ کہ وصیت پیغمبر(ص) کے متعلق جو حدیث وہ بیان کرتی ہیں اسے ہم کیوں نہیں مانتے تو مختصر یہ سمجھ لیجیے کہ ان کی حدیث حجت نہیں۔ اب کیوں نہیں حجت ہے؟ کن اسباب کے پیش نظر ہم ان کی حدیث کو قابل اعتبا نہیں سمجھتے اس سے نہ پوچھیے تو بہتر ہے۔

ش

۱- ترمذی نے بطریق ابن نمیر مولی ام المومنین صفیہ سے روایت کی ہے اس حدیث کی اور ابن عبدالبر نے حالات صفیہ کے ذیل میں استیعاب میں اس حدیث کو بیان کیا ہے۔ اور ابن حجر عسقلانی نے بھی اپنی اصابہ میں ضمن حالات جناب صفیہ اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ نیز شیخ رشید رضا نے اپنے جریدہ شمارہ نمبر ۱۰ صفحہ ۵۸۹ پر ذکر کیا ہے ۔ اس کے علاوہ اور بہت سے حضرات نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

مکتوب نمبر ۳۷

آپ ان لوگوں میں ہیں جو کسی دھوکا دیتے ہیں مکرو فریب سے کام لیتے ہیں اور ان لوگوں میں سے ہیں جو دل میں کچھ اور زبان سے کچھ کہتے ہیں آپ براہ کرم تفصیل فرمائیے ۔ یہ بہت ضروری ہے ، میں حق کا طلبگار ہوں لہذا بجز تشریح و تفصیل آپ کے لیے کوئی چارہ نہیں۔

س

جواب مکتوب

حضرت عائشہ سے اعراض کے وجوہ

آپ تفصیل پر مجھے مجبور کر رہے ہیں حالانکہ تشریح و تفصیل آپ کے لیے

چران ضروری۔ تھی کیونکہ آپ بے خبر نہیں کہ ب ائشہ ں کا کیا دھرا ہے

ع اے باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست۔[1]

انھیں کی وجہ سے ہم لوگوں و یہ دن دیکھنے میں آ ۔ انھیں نے امیرالمومنین(ع) کے وصی پیغمبر(ص) ونے و نیا مٹیا کیا۔ دنیا سے چھپیا کسی و خبر ۔ ونے دی اور ار کسی دوسرے ذریعہ سے پتہ چلَ بھی گیا تو غلط ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور گایا۔ صاف و صریح ارشادات پیغمبر(ص) واضح نصوص و مو کرنے مٹانے کے لیے اپنی پوری واتائیاں صرف کردیں۔ جتنی آفتیں ٹوٹیں انھیں کی وجہ سے ۔ اہل بیت(ع) پر جتنی مصیبتیں ۔ازل وئیں آپ ں کی بدو ت ، ارے فتنہ و فساد ، ہر بلا و مصیبت کی جڑ یہی ہیں جنہوں نے امیرالمومنین(ص) سے جنگ کرنے کے لیے شہر بہ شہر دورہ کیا اور آپ کی خلافت چھیننے اور تخت سلطنت الٹنے کی فکر میں لشکر لے کر حملہ آور وئیں۔ جو کچھ وا اس کا کیا ذکر کروں آپ اچھے ں خیالات رکھیے ۔ حقیقت کا وال۔ کیجیے۔ لہذا امیرالمومنین(ع) کے وصی پیغمبر(ص)۔ ونے پر جناب ائشہ کے قول سے استدلال کرنا (وہ ائشہ جو سخت ترین دشمن امیرالمومنین(ع) تھیں) ہٹ دھرمی ہے جس کی کسی منصف مزاج سے توقع نہیں۔ علی(ع) پر ائشہ کی طرف سے ایک مصیبت ۔ازل نہیں ہوئی ۔ معلوم انہوں نے کتنی آفتیں ڈھائی ہیں۔ امیرالمومنین(ع) کی وصلیت سے انکار کہیں کم ہے۔ جنگ جمل اغر[2] اور جنگ جمل اکبر سے جس میں دل کی حالت آئینہ وگئی

۱- جیساکہ صحیح حدیثوں کا فیصلہ ہے ۔ ملاحظہ فرمائیے صحیح بخاری کتاب الجہاد والسیر ص۱۲۵ جلد۲ باب اجاء فی بیوت ازواج النبی(ص)۔

۲- جنگ جمل اغر کا واقعہ بصرہ میں ۲۵ ربیع الثانی سنہ۳۶ھ و امیرالمومنین(ع) کے وارد بصرہ ونے کے قبل پیش آیا تھا۔ امیرالمومنین(ع) ابھی کوفہ ہی پہنچے تھے کہ جناب ائشہ بصرہ پر حملہ کر بیٹھیں ۔ ان کے ساتھ طلحہ و زبیر بھی تھے۔ اس وقت بصرہ کے حاکم عثمان بن حنیف انصاری تھے۔ اس جنگ میں چار شیعیان امیرالمومنین(ع) مسجد کے اندر شہید و اور ستر طرفداران ائشہ قتل و عثمان بن حنیف گرفتار کر لیے گئے۔ یہ بڑے جلیل القدر صحابی پیغمبر(ص) تھے لوگوں نے چاہا کہ انھیں بھی قتل کر ڈالیں مگر ڈرے کے کہیں ان کے بھائی اور انصار ان کا انتقام لینے پر تل جائیں۔ اس لیے قتل وتا۔ کیا صرف داڑھی مونچھ ، بھنوؤں اور سر کے بال مونڈ ڈالے، رد و وب کیا کچھ دن قید میں رکھ کر بصرہ سے نکال یا۔ حکیم بن جبلہ جو صحابی بصرہ ، زیرک و دانا بہادر تھے۔ حضرت ائشہ کے مقابلہ کے لیے اپنے قبیلہ بنو عبدالقیس کی معیت میں کمر تہ و ۔ ان کے ساتھ قبیلہ ربیعہ کی بھی ایک جماعت وگئی۔ جنگ وئی مگر سب ایک ایک کر کے شہید و۔ حکیم کے ساتھ ان کے فرزند اشرف اور ان کے بھائی رلَ بھی شہید و ۔ اور بصرہ فتح وگیا۔ پھر امیرالمومنین(ع) تشریف لا تو اپنے لشکر و لے کر صف آرائیں اور اس مرتبہ جنگ جمل اکبر پیش آئی ۔ ان دونوں جنگوں کی پوری تفصیل تاریخ کامل و طبری اور دیگر کتب سیر و اخبار میں موجود ہے۔

وگئی۔ امیرالمومنین(ع) سے برسرپیکار ونے سے قبل جو دلی عناد تھا آپ ۔ یا لڑائیوں کے بعد جسو پوئے ۔ اب غم و غصہ امیرالمومنین(ع) کی طرف مر دم تک رہا حتی کہ آپ نے امیرالمومنین(ع) کی خبر انتقال سن کر سجدہ شکر کیا۔[1] اور خوشی کے اشعار پڑھے ان ب ۔ باتوں کا ذکر آپ نے اس جنگ میں پیش دکر یا تھا۔ ار آپ فرمائیں تو میں انھیں کی روایت کردہ حدیثوں سے

ا- جیسا کہ نقلہ یاں حدیث ب ۔ تاریخ نے ذکر کیا جیسے علامہ ابو الفرج ا نہانی کہ انُوں نے بھی اپنی کتاب مقاتل ا لبین میں بسلسلہ احوال امیرالمومنین(ع) بیان کیا ہے۔

چند نمونے پیش کروں جن سے آپ کو اندازہ ہو کہ وہ امیرالمومنین(ع) کی عداوت میں کس انتہا کو پہنچی ہوئی تھیں۔ سنیے : جناب عائشہ فرماتی ہیں کہ :

"رسول(ص)[1] پر مرض کی زیادتی ہوئی اور اذیت بہت بڑھ گئی تو آپ برآمد ہوئے اس حالت میں کہ دو آدمیوں کا سہارا لیے ہوئے تھے اور آپ کے پیر زمین پر گھسٹتے جاتے تھے جن دو آدمیوں کا آپ سہارا کر نکلے تھے ان میں ایک تو عباس بن عبدالمطلب اور دوسرا ایک اور شخص تھا۔"

جس شخص نے اس حدیث کو جناب عائشہ سے روایت کیا ہے یعنی عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ بن عباس سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم جانتے ہو وہ دوسرا شخص کون تھا۔ جس کا نام عائشہ نے نہیں لیا۔ کہا : نہیں ۔ کہا : وہ علی(ع) ہیں۔

پھر عبداللہ بن عباس نے کہا:

"علی (ع) کی ہوئی اچھائی عائشہ کو بھلی معلوم نہیں ہوئی۔"[2]

۱- جیسا کہ اس حدیث میں ہے جو بخاری نے صحیح بخاری جلد۲ ص۱۲ باب مرض النبی و وفات میں روایت کی ہے۔

۲- یہ لمہ خاص کر یعنی ابن عباس کا فقرہ عائشۃ لا تطیب لہ نفس بخیر بخاری نہیں لکھا بلکہ صرف اوپر والی عبارت لکھ کر چھوڑ دیا ہے جیسا کہ الفاظ حدیث میں کتر بیونت کی پرانی عادت ہے لیکن بے شمار اصحاب سنن جہاں اس حدیث کو لکھا ہے وہاں ابن عباس کا یہ فقرہ بھی ضرور لکھا ہے جیسے علامہ ابن سعد نے انہوں نے طبقات ابن سعد جلد۲ قسم ثانی ص۲۹ پر اس حدیث کو بسلسلہ اسناد درج کیا ہے اور سلسلہ اسناد کے کل کے کل رجال حجت ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ جناب عائشہ و امیرالمومنین(ع) کی کوئی خوبی دگرا نہ تھی اور وہ ان لوگوں تک کے ساتھ علی(ع) کا نام لینا پسند کرتی تھیں جو رسول(ص) کے ساتھ ایک قدم چلے تو وہ علی(ع) کے وصی رسول(ص) ہونے و بیان کرنے سے پسند کرسکتی تھیں جو تمام خوبیوں و اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے۔ امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند جلد۶ صفحہ۱۱۳ پر جناب عائشہ کی ایک حدیث عطاء ابن یسار سے نقل کی ہے۔ عطا ابن یسار کہتے ہیں کہ :

" ایک شخص جناب عائشہ کی خدمت میں آیا اور حضرت علی(ع) اور جناب عمار کا گالیاں دیتے لگا ۔ اس پر جناب عائشہ برافروختہ ہوئیں علی(ع) و گالیاں دینے سے منع نہیں کرتی لیکن عمار و گالیاں نہ دو میں نے رسول(ص) و عمار کے متعلق کہتے سنا ہے کہ عمار وہ شخص ہیں کہ اگر انھیں دو چیزوں و درمیان اختیار دیا جائے تو وہ وہی اختیار کریں گے جو زیادہ بہتر اور زیادہ موجب رستگاری ہو۔"

اللہ اکبر! عمار و گالیاں دینے سے جناب عائشہ تو منع کریں ۔ رسول(ص) کے صرف اس قول کی پیروی کریں عمار کو اگر دو چیزوں میں اختیار دیا جائے تو وہ وہی اختیار کریں گے جو بہتر و افضل ہو۔ اور علی(ع) کے متعلق ناسزا کلمات کہنے سے نہیں منع کرتیں ۔ وہ علی(ع) جو رسول(ص) کے بھائی ہیں، رسول(ص) کے ولی ہیں، رسول(ص) کے لیے ایسے ہیں جیسے جناب ہارون (ع) موسی(ع) کے لیے تھے۔ رسول(ص) کے ہمدم و ہمراز ہیں۔ امت رسول(ص) میں سب سے جچاتلا فیصلہ کرنے والے ہیں۔ شہر علم پیغمبر(ص) کے دروازہ ہیں اور وہ ہیں جن و خدا و رسول(ص) دوست رکھتے ہیں اور وہ بھی خدا و رسول(ص) و دوست رکھتے ہیں

جو تمام مسلمانوں میں ب سے پہلے اسلام لا ، جنہوں نے ب سے پہلا یمان قبول کیا، جب سے زیادہ علم کے

الک تھے ، جن کے فضائل بے حساب ہیں۔ افسوس ، معلوم ہوتا ہے کہ جیسے جناب ائشہ جانتی نہ تھیں کہ علی(ع) و خدا کے یہاں کیا منزلت حاصل ہے، رسول(ص) کے دل میں علی(ع) کی کیا جگہ ہے؟ اسلام میں کیا درجہ ہے ان کا، اسلام کی راہ میں تنی سختیاں جھیلی ہیں انہوں نے ، تنی آزائشوں میں ثابت قدم رہے اور نبالبا جناب ائشہ نے نہ تو امیرالمومنین(ع) کی شان میں نازل و وارد کلام مجید کی آیتیں سنی نہ احادیث پیغمبر(ص) سے کہ کم سے کم عمار کے برابر تو رکھتیں جس طرح عمار کو گالیاں دینے سے منع کیا علی(ع) کے متعلق بھی منع فرماتیں، جناب ائشہ کے اس جملہ پر کہ

" میں نے رسول(ص) کو دیکھا ، در آنحالیکہ انھیں اپنے سینہ پر لٹا ہوا تھی۔ آپ نے طشت منگایا، اس کی طرف جھکے۔ اسی حالت میں آپ کا دم نکل گیا اور مجھے خبر بھی نہ ہوئی ۔ لہذا علی(ع) سے انہوں نے وصیت کہاں فرمائی؟"

جو غور کرتا ہوں تو میری حیرت کا ٹھکانا نہیں رہتا ، سمجھ میں نہیں آتا کہ میں ان کے اس جملہ کے کس کس گوشے پر تبصرہ کروں، ان کا یہ فقرہ مختلف جہتوں سے قابل بحث ہے۔

خدا کے لیے مجھے کوئی سمجھادے کہ آنحضرت(ص) کا اس طرح انتقال فرمانا جیسا کہ جناب ائشہ بیان کرتی ہیں یہ کیونکر دلیل ہے کہ آپ نے وصیت نہ فرمائی ، اس طرح انتقال کرنے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ آپ بے وصیت کیے ہیں انتقال کر گئے۔ کیا جناب ائشہ کی رائے میں وصیت اسی وقت صحیح ہوسکتی ہے جب دم نکل رہا ہو ورنہ نہیں ۔ میرے خیال میں اس کا تو دنیا کے پردے پر کوئی

ٔ بھی قائل نظر ۔ٖ آ گا۔ حقیقت و جھٹلانے والا جو دلیلٔ بھی پیش کرے وہ ٹک نہیں۔سکیا ۔ خداوند ام نے اپنی محکم ۔اب میں ر ول(ص) و مخاطب کر کے ارشاد افر یا ہے۔

'' كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْراً الْوَصِيَّةُ ''(بقرہ، ۱۸۰)

'' تم لوگوں پر واج کیا گیا ہے ، فرض ارقد۔ یا گیا ہے کہ ج موت آ تو مرنے سے پیشتر اچھی وصیت ک جا ''

تو کیا جناب ائشہ کے خیال میں ر ول(ص) ۔اب خدا کے مخالف عمل کر تھے اس کے احکام سے بے رخی برتتے تھے۔ پ۔اہ بحدا جناب ائشہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ ر ول(ص) قدم بہ قدم قرآن کی پیروی کر ہیں۔ ہر فعل و ہر عم۔ل م ۔ابق کا۔لام الٰہی ہے ۔ کلام مجیر کے اوامر و نوا کی ۔ پابندی میں ب سے پیش پیش رہے۔ کلام مجیر کی جملہ باتوں پر عمل ک۔رنے م۔یں درج۔ انتہا وَ چ۔ے و تھے۔ یقینا جناب ائشہ نے ر ول(ص) و یہ [1] ارشاد فر ا ٔ بھی ۔نا وگا:

'' مرد مسلمان ا ر ایک چیزٔ بھی قابل وصیت رکھتا و۔ اس کے لیے جائ نہیں کہ اس چیز کے متعلق بغیر وص۔یت ۔امہ۔ لکھے و دو راتیں ار دے ۔''

اس قسم کے دیگر ارشادات پیغمبر(ص)ٔ بھی جناب ائشہ نے ضرور سنے وں گے

۱- جیسا کہ اس حدیث میں ہے جو بخاری نے صحیح بخاری جلد۲ ۔ٖ ۸۴۳ ۔اب الوصایا کے شروع میں اور مسلم نے صحیح مسلم جلدا ص۔ا ۔اب الوصیہ میں روای۔ت کی ہے۔

کیونکہ ہمیں جانتی ہے کہ وصیت کے متعلق آنحضرت(ص) نے بڑے سخت احکام دیے ہیں اور یہ ممکن نہیں تو آنحضرت(ص) کے لیے جائز ہے اور ممکن جملہ انبیاء میں سے کسی نبی کے لیے جائز رہا ہے کہ لوگوں کو تو کسی چیز کا حکم دیں اور خود اس حکم کی پابندی نہ کریں یا دوسروں کو تو کسی بات سے منع کریں مگر خود انھیں اس سے پرہیز نہ رہے۔ غیر ممکن ہے محال ہے کہ کسی نبی کسی رسول(ص) سے ایسی بات کبھی بھی سرزد ہوئی ہو اور امام مسلم وغیرہ نے جناب عائشہ سے یہ حدیث جو روایت کی ہے کہ رسول(ص)نے نہ کوئی دینار چھوڑا نہ درہم نہ بکری نہ اونٹ نہ کسی چیز کے متعلق وصیت فرمائی ۔ یہ بھی پہلی حدیث کی طرح قابل قبول نہیں علاوہ اس کے اگر جناب عائشہ کا یہ بیان درست ہے کہ آپ نے قطعی طور پر ایک چیز بھی نہ چھوڑی اور آپ ہرگز وصیت کیے جانے کے لائق چیز سے بالکل خالی ہاتھ تھے تو بھی صحیح نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ آپ دنیا کی فضولیات چھوڑ کر نہیں مرے جیسا کہ دنیا والے چھوڑ کر مرتے ہیں۔

عقل بتاتی ہے کہ پیغمبر(ص) نے یقینا وصیت فرمائی

اس لیے کہ آنحضرت(ص) تو دنیا بھر کے لوگوں سے زیادہ زاہد و پرہیزگار تھے آنحضرت(ص) نے جس وقت دنیا سے انتقال کیا اس[1] وقت آپ کے ذمہ کچھ قرض

۱- معمر قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی(ع) نے بعد وفات رسول(ص) چھ سو اسّی اشرفیاں جن کا وزن ساڑھے سات سو درہم تھا زیادہ تر وہ قرض تھے جسے امیرالمومنین(ع) نے بعد پیغمبر(ص) پورا کیا۔ میرا خیال ہے کہ اسحاق نے ۷ لاکھ درہم کہے تھے جو علی(ع) نے رسول(ص) کی جانب سے ادا کیے ملاحظہ فرمائیے ۔ کنزالعمال ج۴ ص۶۔

تھے، کچھ کیے و وعدے تھے، کچھ لوگوں کی اانتیں تھیں۔ جن کے متعلق آپ کا وصیت کر اب۔ا ضروری تھا۔ آپ نے اپنے بعد بس اتنا ال چھوڑا جس سے آپ کے دیون ادا و جائیں۔ آپ نے جن لوگوں سے وعدے کر رکھا تھا ۔ وہ وعدے پورے وجائیں اور ان دونوں باتوں سے جو کچھ فاضل بچ رہے وہ آپ کی وارث جناب سیدہ(س) کے لے جیسا کہ جناب سیدہ(س) کے مالبہ میراث پیغمبر(ص)سے ثابت ہوا ہے۔[1]

علاوہ اس کے رسول اللہ(ص) نے ایسی قابلِ وصیت چیزیں اپنے بعد چھوڑیں جیسی دنیا سے کسی اٹھنے والے نہیں چھوڑیں۔ آپ اسی سے لے لیجیے کہ آپ نے دین خدا و چھوڑا جس کی ابھی ابتدا ابتدا تھی۔ بالکل تازہ تھا۔ اور یہ بات اسلام، نقسرہ، مسکان و جائداد ، کھیتی و مویشی زکر یادہ وصی کا محتاج و ضرورتمند تھا اور آپ کی پوری امت، امت کے ایتام بھی، بیوائیں بھی بہت زیادہ جبور و مضطر تھے۔ بے حد ضرورت مند و محتاج تھے کہ رسول(ص) کا کوئی وصی ضرور و جو آپ کی جگہ پر ان کے امورع کا نگران و، ان کے دینی و دنیوی حالات کا مدبر و منتظم و۔ خدا کے رسول(ص) کے لیے یہ بات ناممکن تھی، محال تھی کہ وہ دین خدا و (جو ابھی گہوارہ میں تھا) خواہشوں کے حوالے کرجا یا اپنی شریعت کی حفاظت کے لیے خیالات و آراء پر بھروسہ کرلیتے اور اپنا وصی مقرر نہ کر جا ہے آپ دین و دنیا کے امور کی نگرانی کے لیے وصیت کرجا اور جو آپ کا ایسا

ا- جیسا کہ بخاری نے صحیح بخاری جلد۳ ص۳۰پر باب غزوہ خیبر کے آخر میں بیان کیا اور امام مسلم نے قول پیغمبر(ص) لا نورث ارتکناہ صدقہ کے ضمن میں لکھا ہے ملاحظہ و صحیح مسلم جلد۲ ص۴۱ کتاب الجہاد۔

قائم مقام۔ ۔ا جس پر پورا پورا بھروسہ کیا جاسکتا۔ ر ول(ص) سے بعید ہے آپ اپنے ایسے ام(یعنی تمام رو زمین کے ۔ باشندوں و) مثل اس بکری کے چھوڑ جائیں جو جاڑے کی رات میں ادھر ادھر اری اری پھرے اور اس کا وئی حفاظت کرنے والا چرواہا۔ ہو اور پناہ بخدا کہ ر ول(ص) وصیت۔ نہ کرجائیں حالانکہ اس وصیت کے متعلق ان پر وحی ۔نازل وچکی تھی اورع آپ اپنی امت و وصیت کرنے کا حکم دے چکے تھے۔ی سختی سے ۔ تاکید کر چکے تھے۔ لہذا وصیت سے انکار کرنے والوں پر عقل کان س نہیں دھرتی۔ چاہیے انکار کرنے والے بڑی شخصیت کے الک ی کیوں۔ نہ ول۔ یقینا ر ول اللہ(ص) نے اپنا دعوت اسلام میں جہ مکہ میں ابھی اسلام چھی طرح ظاہر بھی نہیں وا تھا یعنی دعوت عشیرہ کے موقع پر امیرا-ومنین (ع) -و پنا وصی مقرر افر یا۔ جیسا کہ ہم مکتوب نمبر۱۰ پر مفصلا بیان کرچکے ہیں۔

اس کے بعد بھی تکرار آپ و وصی فرما رہے اور جہ موقع ملا کیے بعد دیگرے اپنے ان ارشادات کے ذریعے جس کا ذکر ہم ابق میں کر چکے ہیں وصیت پہ تاکید کر رہے یہاں تک کہ جہ ر ول(ص) کے انتقال کا وقت آیا تو آپ نے ارادہ کیا کہ ہب تک علی(ع) کے متعلق لفظی طور پر حی ۔ اتوکی ۔ تاکید کر رہے ہیں تولا جو کچھ ان کے متعلق کہا کیسے اب صورت تحریر وصیت ۔امہ بھی علی(ع) و لکھوںتا ۔اکب ۔ تک جو کچھا کہہ یا بیانا اکیی کی ۔ تاکید و توثیق وجا ۔ قلم سے لکھ کر قطعی طور پر طے کروں اس مرحلہ و۔ اسی وجہ سے ، آپ نے لوگوں سے افر یا کہ:

" میرے پاس قلم و دوات لاؤ۔ میں ایسا وصیت ۔امہ تمھارے لیے لکھ جاؤں کہ پھر تم کبھی مگراہ ۔ نہ ہو"

ر ول(ص) کا یہ جملہ سن کر لوگ آپس میں جھگڑنے لگے ۔ حالانکہ ر ول(ص) کی خدمت

میں جھگڑا کہاں تک مناسب ہے؟ بعض کہنے لگے کہ رسول اللہ(ص) معاذ اللہ ہذیان بک رہے ہیں۔ جب رسول(ص) نے یہ سنا تو آپ نے یقین کر لیا کہ ان کے اس فقرے کے بعد وصیت نامہ لکھنا بیکار ہے۔ تحریر کا وئی اثر نہ ہوگا، سوا اس کے کہ اور فتنہ بڑھ جائے آپ نے ان سے فرمایا کہ :

'' میرے پاس سے اٹھ جاؤ''

اور آپنے اپنی طور پر جب تک جو کچھ کہہ سکتے تھے اسی پر اکتفا کیا پھر بھی آپ نے چلتے چلاتے لوگوں کو تین باتوں کی وصیت فرمائی۔

ایک تو یہ کہ علی (ع) کو اپنا ولی مقرر کردیں، دوسرے یہ کہ مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال باہر کریں اور جس طرح آپ وفد بھیجا کیے وہ بھی وفد بھیجتے رہیں۔

لیکن اس زمانے کی سیاست اور حکومت محدثین کو کب اجازت دے سکتی تھی کہ وہ وصیت کے پہلے جزو کو بیان کریں۔ لہذا محدثینے اس بات کو نہ سنا نہ سنائی کہ چلو اس بات ہم کو مل گئے۔

امام بخاری نے اس حدیث کے آخر میں جس میں رسول(ص) کا قلم دوات مانگنا اور لوگوں کا کہنا کہ رسول(ص) ہذیان بک رہے ہیں مذکور ہے۔ لکھتے ہیں۔

'' ان کی اصل عبارت کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ ۔'' رسول(ص) نے بوقت انتقال تین باتوں کی وصیت فرمائی۔ ایک تو یہ کہ مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو، دوسرے یہ کہ جس طرح میں وفد بھیجا کرتا تھا تم بھی بھیجنا۔''

یہ لکھ کر کہتے ہیں :'' اور تیسری بات میں بھول گیا۔''

اسی طرح امام مسلم نے بھی اپنے صحیح میں اور جملہ ارباب سنن و مسانید

نے ایسا ہی لکھا ہے۔ ہر ایک تیسری بات وَ . ول گیا۔ کسی ھوَ نہ یاد نہ رہا۔

حضرت عائشہ کا دعویٰ معارض ہے دیگر احادیث سے

رہ گیا ام المومنین کا یہ دعویٰ کہ رسول(ص) کا جب وصال ہوا تو آپ ان کے سینہ پر تھے۔ یہ بھی معارض ہے ان احادیث کے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اسی حالت میں انتقال فرمایا جب آپ اپنے بھائی ، اپنے وصی علی ابن ابی طالب (ع) کے آغوش میں تھے جیسا کہ ائمہ طاہرین(ع) سے مروی متواتر احادیث کا فیصلہ ہے۔ نیز حضرات اہل سنت کی کتب احادیث میں بھی صحیح حدیثیں موجود ہیں جو یہی بتلاتی ہیں۔ اگر آپ تلاش و جستجو کی زحمت گوارا فرمائیے تو آپ کو پتہ چلے۔

ش

مکتوب ۳۸

حضرت عائشہ اپنی حدیثوں میں ذرہ بات سے کام نہ لیتی تھیں

جناب عائشہ اور ان کی صریحی حدیث (کہ رسول(ص) بغیر وصیت کیے دنیا سے اٹھ گئے) کے متعلق آپ نے جو کچھ لکھا ہے اس کا دو باتیں ہیں اور انھیں دو باتوں کے رد آپ کا کلام دائر ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ جناب عائشہ چونکہ امیرالمومنین(ع) سے برگشتہ تھیں اس لیے وہ امیرالمومنین(ع) کے وصی پیغمبر(ص) ہونے سے انکار کر سکتی تھی۔ اس کے خلاف کی ان سے توقع ہی نہیں رکھنی چاہیے اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی سیرہ پر نظر کرنے سے یہ بات یقینی طور پر معلوم ہوتی ہے کہ وہ رسول اللہ(ص) سے حدیث روایت کرنے میں طبعی میلان کی پرواہ نہیں کرتی تھیں اور نہ اپنی خواہش اور ذاتی غرض ملحوظ رکھتیں لہذا انہوں نے رسول(ص)

سے جنت ۔ باتیں نقل یں ان میں ان پر اتہام نہیں گیا جاسکتا۔ و حدیثیں خواہ ان اشخاص سے متعلق وں جنھیں آپ محبوب رکھتی ں یا ان افراد سے متعلق وں جن سے آپ و عداوت تھی دونوں آپ کے ؛ دیک یکساں تھے۔ پناہ بخدا کہ جناب ائشہ ایسی ں ہستی پر غرض ا و اور وہ حق کے مقابلہ میں اپنی غرض و ترجیح دینے کے لیے ر ول(ص) کی طرف نبت دے کر خلاف واقع باتیں کرنے لگیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ عقل جناب ائشہ کی روایت کردہ حدیث کی سچائی ا ممکن سمجھتی ہے کیونکہ اس حدیث کا مفہوم ا ممکن و محال ہے۔ حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ر ول(ص) بغیر وصیت کیے انتقال فرما گئے اور ر ول(ص) کا بغیر وصیت کیے انتقال فرما ا محال ہے کیونکہ ر ول(ص) کے لیے کسی طرح جائز نہیں وسکتا کہ وہ دین خدا و جو ابھی ابتدائی منزل میں تھا اور برگ خذا جو پرانی فطرت (یعنی کفر و شرک) سے نکل کر نئی فطرت اسلام میں تازہ آ تھے کہ یونہی چھوڑ دیں اور بغیر اپنا وصی مقرر کیے اور ان کے امور کے متعلق تحریری طور پر وصیت کیے دنیا سے رخصت وجائیں۔

حسن و قبح اہل سنت کے یہاں عقلی نہیں شرعی ہیں

اس ۔ بات کا جواب یہ ہے کہ ر ول(ص) کے لیے یہ بات کا جائز ا جائز وا یہ موقوف ہے حسن و قبح کے عقلی ونے پر اور اہل سنت اس کے قائل نہیں ۔ کیونکہ حضرات اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ عقل ۔ تو کسی چیز کے حسن ونے و فیصلہ کرسکتی ہے اور ۔ کسی چیز کے قبیح ونے کا۔ بلکہ تمام

افعال میں حسن و قبح کا فیصلہ کرنے والی فقط شرع ہے۔ شرع جس چیز و حسن بتا و س حسن ہے چاہیے وہ عقل کے دیک قبیح ں کیوں ہ۔ و۔ اسی طرح شرع جس چیز و قبیح کہے وہ قبیح ں ہے ، چاہیے عقل کے دیک وہ حسن ں کیوں ہ۔ و۔ ر ہر حال عقل و کسی قسم کا دخل نہیں۔

دعوی عائشہ کے عارض کوئی حدیث نہیں

اور آپ نے اپنے مکتوب کے آخر میں جو یہ ارشاد افر یا ہے کہ جناب ائشہ کا یہ دعوی کہ ر ول(ص) نے میرے سینے پر دم توڑا یہ معارض ہے دوسری ایسی حدیثوں کے جن سے معلوم ہ ا ہے کہ ر ول(ص) نے امیرا ومنین(ع) کی آغوش میں رحلت فرائی تو اس کے متعلق کہنا یہ ہے کہ ہم ایک حدیث بھی بطریق اہلبت ایسی نہیں پا جو جناب ائشہ کی حدیث سے معارض و۔ ہاں ا ر آپ کے علم میں وئی ایسی حدیث و جن کے راوی و ائل حضرات اہلبت وں اور وہ جناب ائشہ کی حدیث کے معارض و تو براہ کرم تحریر فرائیے۔

س

جواب مکتوب

حضرت عائشہ کا روایت احادیث میں زہ بات سے مجبور وہ ا

آپ نے پہلے بات کے جواب میں افر یا ہے کہ جناب ائشہ کی سیرت سے یہ بات یقینی طور پر معلوم وتی ہے کہ وہ ر ول(ص) کی حدیث بیان فرانے میں اپنے طبعی میلان کی پرواہ نہیں کرتی تھیں اور اپنی ذاتی اغراض کا وئی

خیال نہیں فراتی تھیں۔ میری درخوا ت ہے آپ سے کہ ذرا چند لمحوں کے لیے تقلید اور جنبہ داری سے الگ ہو کر پھر ایک نظر ان کی سیرت پر ڈالیں ، ذرا چھان بین کیجیے کہ وہ بے محبوب رکھتی تھیں اس کے بارے میں ان کا کیا خیال تھا اور جس سے انھیں عداوت تھی اس کے ساتھ ان کی کیا روش تھی؟ وہاں آپ کو ان کا طبعی میلان بہت واضح اور بہت روشن نظر آ گا۔

جناب عثمان کے ساتھ قولا اور فعلا ان کا [1] جو طرز رہا اور حضرت علی(ع) جناب سیدہ(س) ، حسنین(ع) کے ساتھ در پردہ اور کھلم کھلا جو ان کا برتاؤ رہا اور دیگر ازواج رسول(ص) ، امہات المومنین کے ساتھ جو سلوک رہا ۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ رسول(ص) کے ساتھ جس طرح سے وہ پیش آیا یا ان سے برتاؤ کیا وہ سب کچھ سامنے آ جائے گا۔ وہاں آپ کو ان کی طبعی میلان اور غرض بھی بالکل طور پر نظر آ جائے گی۔

مثال کے طور پر آپ جناب اریہ والے واقعہ کو لے لیجیے ۔ جب فریبی چالباز افراد نے جناب اریہ اور ان کے فرزند جناب ابراہیم کے متعلق تہمت تراشی کی تو انھیں جناب عائشہ نے اپنے میلان طبیعت سے مجبور ہو کر اتہام رکھنے والوں کی تائید کی۔ وہ تو کہیے کہ خداوند کریم ام سلمہ سے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور سب سے چاہتا ہے ذلت میں ڈالتا ہے۔ جناب عائشہ کی کوششیں بار آوردہ نہ ہو سکیں اور خداوند کریم نے جناب اریہ اور

۱- ملاحظہ فرمائیے شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی جلد۳ ص۷۷، ۴۸۷ اور ص۴۹۷ آپ کو پتہ چلے گا کہ جناب عائشہ کا کیا سلوک تھا؟ حضرت عثمان اور امیرالمومنین(ع) و جناب سیدہ(ع) کے ساتھ۔

ابراہیم دونوں و بری الذمہ یا اور امیرالمومنین(ع) کے ذریعہ دشمنوں کے مرام سے محفوظ رکھا اور کلام مجید میں خداوند عالم نے ان کافرون کی تردید کردی۔[1]

اگر آپ مزید سننا چاہتے ہیں تو واقعہ افک یاد کیجیے جب جناب عائشہ نے رسول اللہ(ص) سے کہا[2] تھا کہ :

" مجھے آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے"

اس میں کوئی بھی کا طبعی میلان اور فطری جذبہ کارفرما تھا ۔ غرض یہ تھی کہ آنحضرت(ص) جناب زینب کے پاس نہ جائیں،نہ شہد نوش فرمائیں۔ لہذا جب ایسی رکیک غرض جناب عائشہ کے لیے قسمکی بات قرار دے سکتی ہے تو امیرالمومنین(ع) کےوصی پیغمبر(ص) ہونے سے ان کا انکار کیونکر جریر ہوگا؟ اور ان کے انکار پر آپ کیونکر کان دھرسکتے ہیں۔

واقعہ افک یاد کیجیے کہ جب اسماء بنت نعمان کو لانا کر رسول(ص) کی خدمت میں پیش کی گئیں تو جناب عائشہ نے انھیں[3] پٹی پڑھائی کہ رسول اللہ(ص)

۱- اس المناک سرگذشت کی تفصیل دیکھنا ہو تو ملاحظہ فرمائیے مستدرک امام حاکم جلد۴ ص۲۹ و تلخیص مستدرک علامہ ذہبی

۲- ملاحظہ فرمائیے صحیح بخاری کی روایت بسلسلہ تفسیر سورہ تحریم جلد۳ ص ۱۳۶ اسی محل پر متعدد حدیثیں عمر سے مروی ہیں جن میں ہے کہ وہ دو عورتیں جنھوں نے پیغمبر(ص) سے سرکشی کی وہ عائشہ اور حفصہ تھیں نیز اسی جگہ ایک طولانی حدیث ہے ان تمام احادیث میں یہی مضمون ہے۔

۳- جیسا کہ اس حدیث میں ہے جو امام حاکم نےمستدرک ج۳ ص۲۷ میں بسلسلہ حالات اسماء لکھے ہیں نیز ابن سعد سے طبقات جلد۲ ص۱۰۴ میں اسماء کے حالات میں درج کیا ہے یہ واقعہ بہت مشہور ہے علامہ ابن عبدالبر نے استیعاب میں ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں نیز ابن جریر نے اس کی روایت کی ہے۔

اس عورت سے بہت خوش ہو ہیں جو رسول(ص) کے پاس آنے پر اعوذ باللہ منک (خدا مجھے آپ سے بچا) کہے ۔ یہ واقعہ طبعی میلان کا نتیجہ تھا اور اس سے جناب عائشہ کی غرض یہ تھی کہ رسول اللہ(ص) اس تازہ عروس سے متنفر کردیں اور اس غریبہ کو آپ کی نظروں سے گرادیں۔ جناب عائشہ اپنی غرض کی دھن میں اس قسم کی حدیثیں بخوبی جائز سمجھتی تھیں چاہے وہ غرض ذلیل و رکیک بلکہ حرام ہی کیوں نہ ہو۔

رسول اللہ(ص) نے ایک مرتبہ جناب عائشہ سے ایک عورت کے متعلق کچھ اطلاع دریافت کرنے کا کہا۔ جناب عائشہ نے اپنی غرض کے خیال سے رسول(ص) کو غلط سلط باتیں[1] بتادیں۔ صحیح حالات کا علم ہی نہیں ہونے دیا۔

ایک مرتبہ اپنے باپ کے سامنے رسول(ص) سے جھگڑ پڑیں۔ اس کا سبب بھی وہی میلان طبیعت ، ذاتی جذبات و اغراض تھے اور رسول(ص) سے بولیں کہ انصاف سے کام لیجیے[2] ۔ جس پر جناب ابوبکر نے ایک طمانچہ ان کے اتنے زور سے مارا کہ ان کے کپڑوں تک خون بہہ گیا۔

ایک مرتبہ رسول(ص) سے بگڑ گئیں اور غصہ سے بولیں:

" آپ[3] ہی ہیں وہ جو دعوے کرتے ہیں کہ میں خدا کا نبی ہوں۔"

اس جیسی بہت سی مثالیں آپ کو ملیں گی۔ اس مختصر سے مکتوب میں کہاں تک

۱- ملاحظہ فرمائیے کنزالعمال جلد۶ ص۲۹۴ طبقات ابن سعد جلد۸ ص۱۱۵۔

۲- کنزالعمال جلد۷ ص۱۱۶ احیاء العلوم امام غزالی جلد۲ ص۵۳ باب آداب النکاح نیز امام الحرمین کی کتاب کاشفہ القلب ، باب ۹۴ ص۲۳۸۔

۳- جیسا کہ علامہ غزالی نے مذکورہ بالا باتوں میں ذکر کیا ہے۔

بیان کی جائیں۔ ہم نے جتنا ذکر کیا یہی ہمارے مطلب و واضح کرنے کے لیے کافی ہے۔

حسن و قبح کے عقلی ہونے کا ثبوت

آپ نے دوسری بات کے جواب میں اقرار کیا ہے کہ اہل سنت حسن و قبح کے عقلی ہونے کے قائل نہیں تو مجھے یقین نہیں آتا کہ آپ بھی ایسا مہمل عقیدہ رکھتے ہوں گے۔ ایسی رکیک بات کے قائل ہوں گے۔ یہ تو بالکل وحشیانہ عقیدہ ہے جو محسوس ہونے والے حقائق تک کے منکر ہیں۔ دیکھیے بعض افعال تو وہ ہیں جن کی اچھائی اور خوبی و ہلم یقینی طور پر جانتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ اس کام کے کرنے پر ہمیں اچھی جزا ملے گی، لوگ ہماری تعریف کریں گے جیسے احسان ، عدل ، انصاف اور بعض افعال وہ ہیں جن کی برائی کا ہمیں یقین ہے اور ہم جانتے ہیں کہ اس کام کے کرنے پر ہم سزا کے مستحق ہوں گے اور لوگ مذمت کریں گے جیسے بدسلوکی ، ظلم ، حسد وغیرہ۔ ہر عقل شخص جانتا ہے کہ احسان و عدل کا اچھا ہونا اور ظلم و جور کا برا ہونا خود عقل بتاتی ہے خود عقل فیصلہ کن ہے اور جس طرح صاحبان عقل اس کا یقین رکھتے ہیں کہ ایک نصف ہے دو کا اسی طرح ان کے اس یقین سے حسن و قبح کے عقلی ہونے کا یقین بھی کم نہیں۔

عقل ہمیشہ احسان کرنے والے اور ہمیشہ برائی کرنے والے کے فرق کو محسوس کرتی ہے پہلے کو اچھا کہتی ہے اور دوسرے کو برا۔ محسن کو مستحق مدح و جزا اور بد معاملہ کو مستحق مذمت و قصاص قرار دیتی ہے جو عقل کے اس فیصلہ کو نہ مانے وہ ہٹ دھرمی ہے۔

اور ا ر حسن و قبح عقل ے ن ہ وں، شرعی ان لیے جائیں ،ا شریعت ں و معیار قرار دے لیا جا کہ ا شریعت جس و حسن ہ ا وں حسن ہے، اور ا شریعت جس و قبیح ہ ا وں قبیح ہے ،عقل و اس میں وئی دخل نہیں ے ن ہ عقل کا فیصلہ قابل اعت ا ہے تو چاہیے تھا کہ وہ لوگ جو ا شریعت کے انتے ں نہیں ا شریعت کے قائل ں نہیں ،وہ ے ن ہ کسی چیز و حسن سمجھیں ے ن ہ کسی چیز و قبیح جیسے لامذہب دہریے حضرات جو مذہب کے دشمن ہیں، ا شریعت کے منکر ہیں چاہیے تھا کہ ان کے نزدیک ے ن ہ وئی چیز اچھی و ے ن ہ بری۔ رمگر باوجود منکر دین وا شریعت ونے کے وہ بھی احسان و عدل و اچھا ں سمجھتے ہیں اور اس کے کرنے والے و مستحق مدح و ثناء لائق انعام و اکرام جانتے ہیں اور اسی طرح ظلم و سرکشی کے قبیح ونے میں بھی انھیں وئی شک و شبہ نہیں۔ اور ظلم وسرکشی کرنے والےو ۔ پاداش میں قصاص کا سزاوار قرار دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کا یہ فیصلہ حسن و حسن سمجھنا ، قبیح و قبیح جاننا ں کی بنا پر ہے اور کسی چیز کی وجہ سے نہیں۔ لہذا آپ ان لوگوں کی ۔ باتوں پر توجہ ں ے ن ہ کیجیے جو عقل کے مقابلہ ر میں ہٹ دھرمی سے کام لیتے وہ ران کے جھٹلائیں اور بے ہر صحیح ا راغ انا اور جاننا ہے اس سے انکار کریں اور جس فطرت پر خدا نے انھیں پیدا کیا ہے اس فطرت کے فیصلہ کے خلاف فیصلہ صادر کریں۔

خداوند ام نے جس طرح حس و شعور کے ذریعہ اشیاء کے ذریعہ اشیاء کا معلوم کرنا بندوں کی فطرت میں داخل کیا ہے اسی طرح اکثر حقائق و عقل کے ذریعہ جاننا بھی فطری ارقدر یا ہے لہذا خود ہماری فطرت مقتضی ہے کہ ہم عدل کی اچھائی و ظلم وجور کی برائی و عقل سے جانیں جس طرح ذائقہ سے شہد کی مٹھاس اور ایلوے کا کڑواپن جانتے ہیں۔ جیسےوت ِ ثامہ

کےذریعہ مشک کی خوشبو اور مردار کی بدبو سونگھتے ہیں۔ ہاتھ سے چھو کر چکنائی اور کھردرا پن معلوم کر ہیں۔ آنکھ سے دیکھ کرخوبصورت و بدصورت میں فرق کر ہیں۔ کانوں سے سن کر گدھوں کی آواز اور بانسری کی آواز میں تمیز کر ہیں۔ اسی طرح عقل کےذریعہ نیکی ، انصاف کی اچھائی ، ظلم و ایذا رسانی کی برائی معلوم کر ہیں۔ یہ ہماری وہ فطرت و خلقت ہے جس پر خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے خدا کی خلق میں کسی قسم کی تبدیلی ممکن نہیں۔

اشاعرہ چاہتے تھے کہ شرع پر ایمان رکھنے اور اس کے حکم و تسلیم کرنے میں ہم انتہا کو پہنچ جائیں لہذا انہوں نے عقل کے فیصلہ کی سے انکار کیا : اور کہنے لگے کہ بس جس بات کو شریعت کہے وہی قابل تسلیم اور اور شریعت نہ کہے وہ قابل تسلیم اور دنیا بھر میں جو عقلی قاعدہ جاری و ساری ہے بلکہ جس بات کو عقل کہے گا اس کو بات کو شرع بھی کہے گی اسے فراموش کر بیٹھے اور اس کا خیال ہی نہ رہا کہ اس را کو اختیار کر کے خود اپنے کو الجھن میں مبتلا کر لیا۔ کیونکہ اور یہ مان لیا جا کہ جس جس چیز کو مذہب اچھا کہے وہی اچھا ہے اور جسے مذہب برا کہے وہی برا ہے تو پھر مذہب کی پیروی اور شریعت کے احکام پر عمل کرنے کا وجوب کیونکر ثابت ہوگا۔ کوئی پوچھے کہ مذہب کو ماننا اور مذہب کےاحکام پر عمل کرنا کیوں اچھا ہے؟اور نہ کرنا اور نہ عمل کرنا کیوں برا ہے؟ اس کے جواب میں اور آپ کہیں کہ مذہب اچھا کہتا ہے اور مذہب بتلاتا ہے تو یہ کھلا ہوا دور و تسلسل ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اور عقل مجبور ماننے والی اور سر تسلیم خم کرا دینے والی نہ ہوتی تو منقولات کےذریعہ استدلال دعوی بلا دلیل ہوتا بلکہ اور عقل نہ ہوتی تو کوئی خدا کی عبادت کرنے والا ہوتا نہ اس کی تمام مخلوقات میں کوئی اس کی معرفت حاصل کر سکتا

تفصیلی بحث ہمارے علماء کی تصنیفات

میں آپ و نظر آ گی جو انُوں نے اس موضوع پر تحریر فرا ہیں۔

صحیح حدیثیں مخالف ہیں دعوی عائشہ کے

اور جناب ائشہ کا یہ دعوی کہ ر ول(ص) نے اس حا ت میں انتقال کیا ج وہ میرے سینے پر تھے ۔ یہ معارض ہے ان صحیح و متواتر احادیث کے جو ائمہ طاہرین(ع) سے مروی ہیں۔

ائمہ طاہرین(ع) کے علاوہ غیروں کی حدیث ا ر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو ملاحظہ فرائیے طبقات ابن سعد [1] جلد۲ قسم پ انی ف ۵۱ اور کنزالعمال جلد۴ ف ۵۵ جن میں بسلسلہ ایناد امیرالمومنین (ع) سے روایت کی گئی ہے:

" حضرت علی(ع) فرا ہیں : کہ ر ا ت اب(ص) کا ج دم وپسیآ یا تو آپ نے افر یا : میرے بھائی و بلا دو، یہ سن کر میں آپ کے قریآ یا ، آنحضرت(ص) نے افر یا : کہ اور ذیک آؤ۔ میں اور ذیک آگیا۔ ر ول(ص) نے میرا سہارا لیا اور آخرت تک مجھ پر سہارا کیے مجھسے ب اتیں کر رہے۔ یہاں تک کہ آپ کا لعاب دہن بھی مجھ پر را اور اسی حا ت میں آپ نے انتقال افر یا۔"

ابو نعیم نے اپنےحلیہ میں ، احمد فرضی نے اپنے ند میں نیز بہت سے صاحبان سنن نے امیرالمومنین(ع) سے روایت کی ہے، آپ فرا ہیں:

" اس وقت ر ول(ص) نے مجھے ہزار باب علم کے تعلیم کیے۔

۱- طبقات ابن سعد جلد۲ قسم پانی ص۵۱ اور کنزالعمال جلد۴ ص۵۵ حدیث ۱۱۰۷

رہے۔ باب[1] سے مجھ پر ہلز۔ باب کھل گئے۔''

حضرت عمر کی یہ حالت تھی کہ جب آپ سے رسول(ص) کے آخری حالت زندگی وغیرہ کے متعلق پوچھا جاتا تو بس یہی کہتے کہ علی(ع) سے جا کر پوچھ کیونکہ انھیں کے ہاتوں تمام امور انجام پا چنانچہ جناب جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ۔ کعب الاحبار نے حضرت عمر سے پوچھا کہ رسول(ص) کا آخری کلام یا تھا؟ حضرت عمر نے (حسب دستور) اجازت دی یا:

'' علی (ع) سے پوچھو''

کعب نے علی (ع) سے آکر پوچھا، حضرت علی(ع) نے افرمایا کہ :

'' میں نے رسول(ص) کو اپنے سینہ پر لٹایا۔ آنحضرت(ص) نے میرے کاندھوں پر اپنا سر ڈالی یا اور افرمایا : الصلوۃ ، الصلوۃ۔ نماز ، نماز۔''

کعب نے یہ سن کر کہا کہ تمام انبیاء کی آخری وصیت یہی تھا کی اسکی تاکید پر وہ امور تھا اور اسی پر وہ رسول بنا کر بھیجے گئے۔

کعب نے پھر حضرت عمر سے پوچھا کہ غسل کسنے دیا؟ آپ نے اجازت دی یا کہ:

'' علی(ع) سے جاکر پوچھو۔''

کعب نے پھر آکر امیرالمومنین(ع) سے دریافت کیا۔ تو آپ نے اجازت دی یا کہ :

'' میں نے غسل دیا۔''[2]

جناب عبداللہ ابن عباس سے پوچھا گیا کہ آپ کیا کہتے ہیں۔ کیا

۱- کنزالعمال جلد۶ ص۳۹۲حدیث ۶۰۰۹

۲-طبقات ابن سعد جلد۲ قسم ثانی ص۵۰ اور کنزالعمال جلد۴ ص۵۵

ر ول اللہ(ص) نے اس طرح انتقال افر یا کہ آپ کا سر کسی کی آغوش میں تھا؟

جناب عبداللہ بن عباس نے کہا: ہاں! ر ول(ص) نے ج انتقال کیا تو آپ حضرت علی(ع) کے سینے پر تکیہ کیے و تھے۔

اس پر ان سے کہا گیا کہ :

'' عروہ تو جناب أئشہ سے یہ حدیث بیان کر ہیں کہ ر ول اللہ(ص) نے ان کے سینہ پر انتقال کیا۔''

جناب عباس نے اس کا انکار کیا اور کہا کہ :

'' تمھاری عقل میں یہ بات آتی ہے ؟ قسم بخدا ر ول(ص) نے تو اس حا ت میں انتقال کیا کہ آپ علی(ع) کے سینہ پر تکیہ کیے و تھے اور علی(ع) ی نے آپ و غسلَ بھی دیا[1] ۔''

اور ابن سعد نے بسلسلہ اسناد امام زین العابدین(ع) [2] سے روایت کی ہے :

'' امام زین العابدین(ع) فرما ہیں : کہ ج ر ول(ص) کا انتقال وا تو آپ کا سر حضرت علی(ع) کی گود میں تھا۔''

میں کہتا وں کہ اس کے متعلق تو ائمہ طاہرین(ع) سے بکثرت متواتر حدیثیں مروی ہیں۔ ائمہ طاہرین(ع) سے انحراف کرنے والےَ بھی اس حقیقت کے معترف ہیں یہاں تک کہ ابن سعد[3] نے بسلسلہ اسناد شعبی سے روایت کی ہے:

'' شعبی کہتے ہیں کہ ر ول(ص) نے ج انتقال کیا تو آپ کا سر

۱- طبقات ابن سعد جلد۲ قسم ثانی ص۵۵

۲- طبقات ابن سعد جلد۲ قسم ثانی ص۵۵

۳- طبقات ابن سعد جلد۲ قسم ثانی ص۵۵

امیرالمومنین (ع) کی آغوش میں تھا اور حضرت علی(ع) ہی نے آپ کو غسل دیا۔ امیرالمومنین(ع) جب دوسرے مجمع میں اپنے سلسلہ تقریر میں اس کا ذکر کیا کرتے تھے۔ ملاحظہ فرمائیے (نہج البلاغہ[1] جلد۲ ص۱۹۶)

امیرالمومنین(ع) فرماتے ہیں :

" اصحاب رسول(ص) جانتے ہیں کہ میں نے کسی گھڑی خدا و رسول(ص) کا کہنا نہیں ٹالا۔ میں نے ! ایسے ایسے مہلکوں میں اپنی جان پر کھیل کر رسول(ص) کی جان بچائی۔ جہاں بڑے بڑے شجاعان عرب کے پیر اکھڑ گئے، قدم پیچھے ہٹ گئے یہ میری شجاعت و طاعت تھی جس سے خدا نے مجھے سرفراز فرمایا اور آنحضرت(ص) نے جب انتقال فرمایا تو آپ کا سر میرے سینے پر تھا اور آپ کا لعاب دہن میرے ہاتھ پر برسا میں نے اپنے منہ پر مل لیا میں نے رسول(ص) کے غسل کا متکفل ہوا جس میں ملائکہ میرے مددگار تھے۔ ملائکہ کی وجہ سے مکان اور صحن آوازوں سے گونجنے لگا۔ ایک وہ آتا تھا دوسرا روانہ ہوتا تھا۔ ان کی آوازوں و میرے کانوں نے سنا۔ وہ آپ پر نماز پڑھتے تھے یہاں تک کہ میں نے آپ کو سپرد خاک کیا۔ لہذا مجھسے زیادہ رسول(ص) کا آپ کی زندگی میں بھی اور آپ کے مرنے کے بعد بھی کون حقدار ہوسکے گا۔"

اسی جیسے آپ کے وہ فقرات ہیں جو آپ نے جناب سیدہ(س) کو دفن کر کے کہے[2] :

۱- نہج البلاغہ جلد۲ ص۱۹۶ و شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد۲ ص۵۶۱

۲- نہج البلاغہ جلد۲ ص۲۰۷ و شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد۲ ص۵۹۰

" سلام و آپ پر اے ر ولِ خدا(ص) ! میری جانہ سےَ بھی اور آپ کی دختر کی طرف سےَ بھی جو آپ کے جوار مےں پہنچ گئیں۔ اور آپ کی خدمت میں جلدَ پہنچنے والی ہےں ۔ یا ر ول اللہ(ص)! آپکی اس ۔ پاکیزہ دخترکی ح .برائی پر دامن صبر ہاتھ سے چھوٹا جارہا ہے اور میرا صبر وضبط جواب دیے جارہا ہے۔ ہاں! آپ کی راںدتح .برائی اور آپ کی موت سے ہم پر سخت ترین مصیبت پڑی ہے۔ اس و وچتے و اس ۔ تازہ مصیبت پربرصآہ ا ہے۔ (ج) میں نے آپ و اپنے ہاتھوں سے آغوش لحد میںلہ لٹایا اور میرے سر و سینہ پر آپ نے دم توڑا (تو اتنی بڑی مصیبت جھیلنے کے .بعد اب جوَ بھی مصیبت مجھ پر پڑے وہ سہل ہے)اہ ا للہ وا ہ ا الیہ راجعون۔"

اور جناب ام سلمہ سے یہ حدیث مروی ہے ۔ آپ فراتی ہیں :

" قسم بخدا علی(ع) و ر ول(ص) کی خدمت میںب سے ز یادہ آخر وقف ۔ ار یاب رہے۔ جس دن آپ کی رحلت وئی اس دن ہم لوگ آپ کی عیادت میں مصروف تھے اور آپ فرارہے تھے۔ علی(ع) آئے؟ علی(ع) آ ؟ جناب سیرہ(س) بولیں:ا .ہا جان معلوم ا ہے کہ آپ نے انھیں کسی ضروری کام سےَ بھیجا ہے۔ جناب ام سلمہ کہتی ہے کہ ھوڑی دیسر کے .بعد حضرت علی(ع) آ ۔ ہم لوگوں و خیال وا کہ شاید ر ول(ص) تنہائی میں کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ ہم ب وہاں سے اٹھ کر دروازے پر آبیٹھے۔ میں دروازے سےَ .بہت قریہ بیٹھی

تھی۔ میں نے دیکھا کہ ر ول(ص) حضرت علی(ع) پر جھک پڑے اور ۔ باتیں کرنا شروع ی اور ۔ باتیں کر ی کر آپ نے انتقال افر یا۔ لہذا علی(ع) ب سے رآخ تک

پیغمبر(ص) کی خدمت میں یاب رہنے والے تھے۔"[1]

اور جناب عبداللہ بن عمر[2] سے مروی ہے کہ ر ا ت اب(ص) نے ج آپ

۱- اس حدیث کا ام حاکم مستدرک جلد۳ ص۱۳۹ پر روایت کر کے لکھے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے مگر بخاری و مسلم نے درج نہیں کیا۔ میں کہتا ہوں اس حدیث کی صحت کا علامہ ذہبی نے بھی اعتراف کیا ہے چنانچہ اُوں نے تلخیص مستدرک میں بھی اس حدیث و لکھا ہے ۔ ابن ابی شیبہ نے بھی سنن میں اس کی روایت کی ہے۔ کنزالعمال جلد۶ ص۴۶ پر بھی موجود ہے ۔ ملاحظہ و حدیث ۶۰۹۶۔

۲- جیسا کہ اس حدیث میں ہے جو ابو یعلی نے کامل بن طلحہ سے اُوں نے حی بن عبدمغافری سے اُوں نے عبدالرحمن حبلی سے اُوں نے عبداللہ بن عمرو سے مرفوعا روایت کی ہے نیز ابو نعیم نے اپنے حلیہ میں اور ابو احمد فرضی نے اپنے فضائل میں روایت کی ہے جیسا کہ کنزالعمال جلد۲ ص۳۹۲ پر مذکور ہے اور طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کی ہے کہ غزوہ طائف میں ر ول(ص) کھڑے و اور کچھ دیر تک حضرت علی(ع) سے چپکے چپکے باتیں کرتے رہے، اس کے بعد تشریف لے گئے۔ اس پر حضرت ابوبکر نے ر ول(ص) سے کہا کہ آج تو آپ علی(ع) سے بہت طولانی سرگوشی کرتے رہے ۔ پیغمبر(ص) نے افر یا کہ میں نے سرگوشی نہیں کی بلکہ خداوند ام نے کی ہے کنزالعمال میں بھی یہ حدیث موجود ہے ملاحظہ و جلد۶ ص ۳۹۹ حدیث نمبر۷۵، ۶۰ ۔ حضرت سرور کائنات(ص) ع و ا تنہائی میں حضرت علی(ع)سے ۔ باتیں کیا کر ۔ ایک دن پیغمبر(ص) اور امیرالمومنین(ع) تنہائی میں بیٹھے باتیں کررہے تھے کہ ائشہ آپہنچیں اور حضرت علی(ع) سے کہنے لگیں کہ اے علی(ع) تو دنوں میں مجھے ایک دن ملتا ہے (پیغمبر(ص) کی دو بیویاں تھیں اس لحاظ سے نو دن میں ایک دن پیغمبر(ص) جناب ائشہ کے یہاں آرام فرما) کیا تم مجھے میرے دن میں بھی چین سے نہ رہنے دوگے۔ یہ سن کر سرور کائنات(ص) کا چہرہ غصہ سے سرخ وگیا ملاحظہ و شرح نہج البلاغہ حمیری جلد۲ ص۷۸

بستر مرگ پر تھے افر یا کہ میرے بھائی و بلاؤ۔ ابو بکر امنے آ ۔تو آپ نے منہ پیر لیا ۔ پھر آپ نے کہا کہ میرے بھائی و بلاؤ۔ حضرت عمر امنے آ تو آنحضرت(ص) نے منہ پیرلیا ۔ وئی بڑھ کر حضرت علی(ع) ھ بلایا ۔ ج- علی(ع) آ تو آپ انھیں اپنی چادر میں لے لیا اور آپ پر جھک رکر باتیں کرنے لگے۔ حضرت علی(ع) باہر آ تو ان سے پوچھا گیا کہ رسول(ص) کیا کہہ رہے تھے آپ سے ؟

آپ نے کہا : رسول(ص) نے مجھے ہزار باب علم کے تعلیم کیے اور ہر باب سے ہزار باب مجھ پر کھل گئے۔

آپ سمجھ سکتے ہیں کہ میں اب حال انبیاء ہیں اور جناب عائشہ جو کچھ فراتی ہیں وہ تو وس پرستوں کے لغزیدہ موزوں ہیں۔

اگر وئی چرواہا اس طرح مرے کہ اس کا سر اس کی بیوی کے سینہ پر یا ٹھڈی اور ناف کے درمیان یا بیوی کی ران پر ہو اور وہ اپنے مویشی کی حفاظت و نگہداشت کی وصیت بیوی سے کرے تو یقیناً نفع یاں کار اور تباہ کرنے والا ہوگا۔

خدا معاف کرے جناب عائشہ کاش (جو انہوں نے یہی تہیہ کر لیا

تھا کہ یہ فضیلت علی(ع) کے لیے ثابت ہو پا تو اپنے باپ کی طرف اس کو منسوب کر کو یہ بیان کرتیں کہ میرے باپ کے سینے پر رسول(ص) کا دم نکلا لیکن اپنے باپ کی طرف وہ اس کی نسبت دے بھی سکتی تھیں کیونکہ انھیں تو رسول(ص) نے خود اسامہ کا امیر بنا کر لشکر کے اتھ روانہ کیا تھا جو مدینے کے باہر جا کر پڑاؤ کیے ہو تھا۔

بہر حال جناب عائشہ کا یہ کہنا کہ رسول(ص) نے ان کی گود میں دم توڑا صرف جناب عائشہ ہی کی طرف منسوب ہے فقط وہی اس کی بیان کرنے والی ہیں اور یہ قول کہ رسول(ص) نے علی(ع) کی گود میں دم توڑا بکثرت لوگوں کی طرف منسوب ہے۔ بہت سے بیان کرنے والے ہیں۔ جیسے حضرت علی(ع)، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، شعبی ، امام زین العابدین(ع)، اور جملہ ائمہ طاہرین(ع) لہذا یہ قول اپنی سند کے لحاظ سے بھی قابل ترجیح ہے اور رسول اللہ(ص) کی شان سے زیادہ مناسب ہے۔

ام سلمہ کی حدیث مقدم ہے حضرت عائشہ پر

جناب عائشہ کی حدیث اتنے حضرات کی احادیث سے معارض ہے اور ان حضرات سے قطع نظر صرف جناب ام سلمہ ہی کی حدیث سے معارض ہوتی تو اس صورت میں بھی متعدد وجوہ سے جناب ام سلمہ ہی کا قول قابل قبول ہوتا انھیں کی حدیث کو ترجیح دی جاتی۔

مکتوب نمبر ۳۹

جناب ام سلمہ کی حدیث کو ترجیح کیوں کر۔۔۔۔؟

آپ نے جناب ام سلمہ کی حدیث کو ترجیح دینے میں جو کچھ کہا اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ آپ اس کے دعویدار ہیں کہ بہت سی وجہوں سے جناب ام سلمہ کی حدیث قابل ترجیح ہے۔ تو براہ کرم وہ بہت سی وجہیں بھی ذکر کردیجیے وئی وجہ چھوڑیے گا نہیں۔ کیونکہ یہ بحث و مباحثہ اور افادہ و استفادہ کا محل ہے۔

س

جواب مکتوب

جناب ام سلمہ کی حدیث کے قدم و ارجح ہونے کے اسباب

جناب ام سلمہ[1] کے حج کو جانے پر قرآن نے منع نہیں کی۔ انھیں کلام مجید میں توبہ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ نہ(ص) سے سرکشی کرنے پر کلام مجید میں ان کے متعلق کوئی آیت نہیں اتری۔ انہوں نے بعد رسول(ص) ، رسول(ص) کے وصی[2] سے سرکشی کی۔ ان کے مقابلہ میں رسول(ص) کی مدد کرنے کے لیے خدا و جبرئیل(ع)

۱- اشارہ ہے خداوند ام کے قول "إِنْ تَتُوبا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُما" کی طرف

۲- وصی رسول(ص) سے سرکشی یوں کہ ان کے وصی رسول(ص) ونے سے انکار کیا اور حضرت سرورکائنات(ص) کے بعد جتنے دن جیتی رہیں حضرت علی(ع) کی طرف سے انتہائی عداوت دل میں لیے رہیں۔ رسول(ص) کے ساتھ ان کی سرکشی اور خداوند ام کا اپنے رسول(ص) کی مدد کے لیے آمادہ ہونا تو اس پر خود یہ آیت دلالت کرتی ہے " وَ إِنْ تَظاهَرا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلاهُ وَ جِبْريلُ وَ صالِحُ الْمُؤْمِنينَ وَ الْمَلائِكَةُ بَعْدَ ذلِكَ ظَهيرٌ " اگر تم دونوں یعنی عائشہ و حفصہ رسول(ص) سے سرکشی کرو گی تو سمجھ لو رسول(ص) کا خدا مددگار ہے اور جبریل اور صالح المومنین اور اس کے بعد ملائکہ بھی پشت پناہ ہیں۔

امین و اور صالح اُومنین و اور ملائکہ و آادہ وںا پڑ ںہ۔ انھیں خدا نے لاق کی د مکی دی ںہ۔ ان و اس سےاڈ یا گیا کہ۔ تمھارے بدلہ میں تم سے بہتر زوجہ [1] و

لےگ ںہ۔ انھیں زوجہ نوح(ع) زن لوط(ع) [2] سے مثال دی گئی اُوں نے کبھی ایلہ ںہ۔ کیا کہ ر ول(ص) پر ایسی چیز حرام کر دی و جو خدا نے ر ول(ص) کے لیے جائ کی تھی[3]۔ ر ول اللہ(ص) نے منبر پر کھ ے و کر خطبہ فرا و ان کے گھر کی طرف اشارہ نہیں کیا کہ ھا ھنا الفتنہ ‘‘ یہیں فتنہ ہے جہاں شیر ان کا سینگ رابھ ںا نظر آرہا ہے۔[4]

جناب ام سلمہ کے آداب ایسے نہیں تھے کہ ر ول(ص) نماز پڑھ رہے وں

۱- یہ فقرہ اور اس کے قبل کا جملہ اشارہ ہے قول خداوند ام کی طرف ’’ عَسى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبْدِلَهُ أَزْواجاً خَيْراً مِنْكُنَّ مُسْلِماتٍ مُؤْمِناتٍ ‘‘

۲- اشارہ ہے طرف آیہ ’’ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلاً لِلَّذينَ كَفَرُوا امْرَأَتَ نُوحٍ وَ امْرَأَتَ لُوطٍ ‘‘ کے ۔

۳- اشارہ ہے طرف آیہ ’’يا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ ما أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغي مَرْضاتَ أَزْواجِكَ ‘‘

۴- اس حدیث و بخاری نے ۔ باب ا جاء فی بیوت ازواج النبی ۔ باب الجہاد والسیر صحیح بخاری جلد۲ ص۱۲۵ پر درج کیا ہے اور صحیح مسلم کی عبارت یہ۔ ’’خَرَجَ النَّبِيُّ ص مِنْ بَيْتِ عَائِشَةَ فَقَالَ رَأْسُ الْكُفْرِ مِنْ هَاهُنَا مِنْ حَيْثُ يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ.‘‘ ملاحظہ و صحیح مسلم جلد۲ ص۵۰۳۔

اور وہ آپ کی جا سجدہ پر پیرَ پھیلا و وں اور ر ول(ص) کے سجدے کر وقتَ بھی پھر ۔۔ سمیٹیں [1] جـ ر ول(ص) پیرو د۔ ائیں تو وہ سمیٹ لیں، پھر جـ ر ول(ص) سجدے کر کے کھ ے وجائیں و تو د۔ ارہَ پھر اسی طرح پیـرَ پھـیلا دیں اور اس طرح پوری نماز میں یہی حرکت کرتی رہیں۔

جناب ام سلمہ جناب عثمان کی دشمن نہیں وئیں ۔ آپ کی جان لینے پر تلیں ۔ نعثل کہہ کر پکارا ۔ یہ کہا کہ اس نعثـل کو قتل کر ڈالو۔ یہ کافر وگیا ہے[2]۔ جناب ام سلمہ اپنے گھر سے نہیں نکلیں جس میں رہنے کی داخنے ۔ تاکید کی تھی۔[3]

۱- صحیح بخاری جلد۱ ۔ ۱۴۳ باب ایجوز من العمل فی الصلوۃ۔

۲- جناب ائشہ کا قولا و فعلا حضرت عثمان کے خلاف بزبء تنفر اظہار عداوت و بغض و عناد اور ان کا کہنا کہ اس نعثل کو قتل کر ڈالو یہ کافر وگیا ہے۔ ایسی مثبت بات ہے جس کے رد کی ۔ تاریخ کی وئی کتاب جس میں عہد حضرت عثمان کے حالات و حوادث کا ذکر ہے خالی نہ لے گی صرف تاریخ ابن جریر طبری و ۔ تاریخ کامل ابن اثیر جزری کو لے لیجیے بے کم و کاست حالات پوری تفصیل سے آپ کو معلوم وں گے۔ حضرت ائشہ کے نہ کے لوگوں نے حضرت ائشہ کی عثمان دشمنی پر انھیں سرزنش بھی کی منہ پر برا بھلا کہا۔ چنانچہ تاریخ کامل ابن اثیر جزری ۔ ۸۰ جلد۳ واقعہ جمل کے حالات میں

(بقیہ ۔ قبل) یہ اشعار موجود ہیں۔

فمنك البداة و منك الغير	و منك الرياح و منك المطر
و أنت أمرت بقتل الإمام	و قلت لنا انّه قد كفر

آپ ں سے ان فسادات کی ابتدا وئی آپ ں رنگ بدلتی رہیں آپ ں سے وائیں چلیں آپں سے ۔ ارش وئی آپ ں نے خلیفہ کے قتل کا حکم یا۔ آپ ں نے ہم سے کہا کہ وہ کافر وگئے ہیں۔

۳- جیسا کہ ارشاد ۔ باری تعالی ہے ”وَ قَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَ لا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجاهِلِيَّةِ الْأُولى“ اپنے گھروں میں ر و اور اگلی جاہلیت کی طرح بنو ٹھنو نہیں۔ وہ اونٹ جس پر وار و کر جناب ائشہ فوج کی کمان کرنے نکلیں اس کا نام عسکر تھا۔ یعلی ابن فیہہ وہ اونٹ لے کر ائشہ کے پاس پہنچا وہ اونٹ بڑے ڈیل ڈول کا تھا جـ جناب نے دیکھا تو بہت خوش وئیں جب معلوم وا کہ اس اونٹ کا نام عسکر ہے تو پیروں تلے زمین نکل گئی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور کہا اسے واپس لے جاؤ اس اونٹ کی مجھے ضرورت نہیں اور بیان کیا ائشہ نے کہ حضرت سرور کائنات(ص) نے بیبیوں ام ان سے ذکر کیا تھا اور اس پر وار ونے سے منع بھی فرمایا تھا۔ لوگوں نے اس اونٹ کے جھول تار کر دوسرے جھول پہنادیے اور آکر کہا کہ آپ کے لیے اس اونٹ سے بھی بڑا اور طاقت ور اونٹ ہمیں ہاتھ لگ گیا۔ جناب ائشہ اس مرتبہ راضی وگئیں۔ اس واقعہ کو اکثر اہل سیر و اخبار نے ذکر کیا تھا۔ ملاحظہ فرمائیے شرح نہج البلاغہ جلد۲ ۔ ۸۰۔

جناب ام سلمہ نے اونٹ پر سوار ہو کر فوج کی کمان کبھی نہیں کی اور وہ جو کبھی وادی میں لے جارہا ہو کبھی پہاڑ پر چڑھ رہا ہو یہاں تک کہ چشمہء حواب کے کتے بھونکنے لگے وں جس سے رسول(ص) نے پہلے ڈرایا[0] تھا مگر ڈری نہیں اور نہ ہی اس لشکر کی قیادت کرنے سے باز رہیں

۱۔اس کے بارے میں بہت مشہور حدیث ہے اور وہ حدیث نبوت کے علامات اور اسلام کی روشن نشانیوں میں سے ہے ۔ اس حدیث کو مختصر کر کے امام احمد نے اپنی مسند ج۶ ص۵۲، ۹۷ میں ذکر کیا۔ نیز اسی طرح مختصر کر کے امام حاکم نے مستدرک جلد۳ ص ۱۲۰ پر درج کیا ہے نیز علامہ ذہبی نے بھی اس کی صحت کا اعتراف کیا ہے اور خود تلخیص مستدرک میں نقل کیا ہے۔

بسے اام کے مقابلے میں جمع کیا تھا۔

لہذا جناب ائشہ کا قول کہ ر ول اللہ(ص) نے میرے سینے پر دم توڑا، ان کے اس قول سے مرتبط سمجھیے کہ۔ ر ول اللہ()ص نے حبشیوں و دیکھا وہ مسجد میں ہتھیاروں سے کھیل رہے ہیں آپ نے ائشہ سے کہا کہ کیا تم ان کا تماشہ دیکھنا چاہتی و؟

وہ بولیں : ہاں۔

ائشہ کہتی ہیں کہ اس پر ر ول(ص) نے مجھے اپنے پیچھے کھ ا کر لیا کہ۔ میرا رخسارہ ر ول(ص) کے رخسارہ پر تھا اور ر ول(ص) فرا تھے ہاں! ہاں! اے بنی ارفدہ۔

مطلب یہ تھا کہ وہ اور سر رمی سے اپنا کھیل دکھائیں تاکہ ائشہ خوش وں۔ جناب ائشہ کہتی ہیں کہ جب میں تھک گئی تو آپ نے پوچھا کہ بس۔؟

میں نے کہا : ''ہاں!'' تو آپ نے افر یا : اچھا جاؤ۔[1]

چاہے ان کے اس قول سے مرتبط کیجیے:

'' ر ول اللہ(ص) میرے پاس ایک دن آ اور میرے پاس دو کنیزیں گار ی تھیں۔ ر ول(ص) آکر بستر پر لیٹ گئے اس کے بعد ابوبکر آ انوں نے جب دیکھا تو مجھے جھ کا اور کہا کہ ر ول(ص)کے پاس اور شیطان کی ہ بانسری؟''

جناب ائشہ کہتی ہیں کہ :

'' ر ول(ص) ابوبکر کی طرف متوجہ و کر بولے : ان دونوں

۱- صحیح بخاری جلد اول ۔ کتاب العیدین و صحیح مسلم جلد اول ۔ ۳۲۷ مسند احمد ج ۶ ۔ ۵۷۔

و گانے دو۔[1]

اور چاہے تو ان کے اس قول سے مرتبط سمجھیے کہ :

'' ایک[2] مرتبہ ہم میں اور ر ول(ص) میں دوڑ وئی۔ میں ر ول(ص) سے آگے نکل گئی ۔ اسے کچھ دن ر گئے اورمیرے بدن پر گوشت چڑھ یاَ پھر دوڑ وئی تو اب کی ر ول(ص) آگے نکل گئے۔ آپ نے افر یا : کہ لو میں نے بدلہ د یا۔''

۔ یا ان کے اس قول سے مرتبط سمجھیے کہ :

'' میں لڑکیوں کے اتھ کھیلا کرتی اورمیری سہلیاں آتیں اور میرے اتھ کھیلتیں اور ر ول اللہ(ص) خود ان لڑکیوں و بلا کر میرے پاس لا اور وہ میرے اتھ کھیلتیں ۔''

۔ یا ان کے اس قول سے مرتبط سمجھیے کہ :

'' مجھ میں ات[3] خوبیاں ایسی ہیں کہ کسی میں ۔ دیاَ ۔ گئیں وا ایک کے۔ جو جناب مریم میں تھی۔ایک تو یہ کہ فرشتہ میری صورت میں ۔ازل وا۔ دوسرے یہ کہ ر ول(ص) کی کل ازواج میں بس میں ی ۔ اکرہ تھی اور ر ول (ص) پر وحی اتری اس حا ت

۱- بخاری و مسلم و امام احمد نے اس حدیث کی انھیں فحات و ادواب میں روایت کی ہے جو ہم اس کے اوپر کے حاشیے میں بیان کرچکے ۔

۲- مسند احمد جلد۶ ۵۷۔

۳- ابن ابی شیبہ نے اس کی روایت کی ہے اور یہ حدیث کنزالعمال میںَ بھی موجود ہے ملاحظہ و حدیث نمبر۱۰۱۷ جلد۷۔

میں کہ میں اور وہ ایک لحاف میں تھے۔ میں ر ول(ص) کی ب سے ز یادہ چہیتی تھی۔ میری ش ان میں کلام مجید کی ای سی آیتیں ا تریں کہ قریہ تھا کہ ت ان آ یات میں ہلاک وجا میں نے جناب جبرئیل(ع) کا دیکھا اور دوسری بیویوں میں سے کسی نے ن ہ دیکھا ۔ ر ول(ص)

کا انتقال میرے گھر میں وا۔ میرے وا ر ول(ص) کے پاس وہی ن ہ تھا[1]۔ میں اور ملک ۔۔۔۔۔الخ''

اسی طرح اور بہت سی حدیثیں جناب ائشہ نے بیان فر ائی ہیں جن میں اپنی مدح سرائی کی ہے اور اپنے خصوصیات کی لمبی چوڑی فہر ت گنائی ہے وہ ب اسی جیسی ہیں لیکن جناب ام سلمہ تو وہ یہی کافی سمجھتی تھیں کہ وہ اپنے ولی اور پیغمبر(ص) کے وصی سے موالات رکھیں، آپ صائ الرا اور کامل عقل وفہم غیر مت زل دین رکھنے والی معظمہ تھیں، آپ نے جنگ حدیبیہ کے موقع پر ر ول(ص) و جوورمشاورہ دیا تھا وہ بین ثبوت ہے کہ آپ تنی عقلمند ، تنی صائ نظر و صائ را اور بلند مرتبہ خاتون تھیں۔

ا- اس پر اتفاق و اجماع ہے کہ ر ول(ص) کے انتقال کے وقت حضرت علی(ع) موجود تھے وہی تیمارداری کر تھے لہذا حضرت ائشہ کا یہ کہنا کیونکر صحیح ہے کہ جس وقت ر ول(ص) کا انتقال وا وئی ر ول(ص) کے پاس موجو ن ہ تھا وا جناب ائشہ کے اور ملک کے۔ علی(ع) کہاں تھے، عباس کہاں تھے ، جناب فاطمہ(س) اور غیہ ر ول خدا(ص) کی پوچھی کہاں تھیں؟ ر ول(ص)کی دوسری بیاں کہاں تھیں ؟ بنی ہاشم ب کے ب کہاں تھے؟ اور کیونکر انہوں نے ر ول(ص) و تن و تنہا ائشہ کے پاس چھوڑ یا تھا پھر یہ بات مخفی ن ہ رہی کہ مریم میں ان اتوں ۔ باتوں میں سے ایک بھی نہیں ۔ پائی جاتی ہے جو جناب ائشہ نے ذکر یں لہذا ان کا یہ کہنا کیونکر صحیح ہے کہ صرف جناب مریم میں ان ات ۔ باتوں میں کسے یہ بات ۔ پائی جاتی ہے ان کا جناب مریم و مثنیٰ کرنا کیونکر صحیح ہے۔

مکتوب نمبر ۴۰

اجماع و خلافت

آپ نے جناب امیر(ع) وصی پیغمبر(ص) تھے اور آپ کے بارے میں صریحی نصوص موجود ہیں تو آپ اس کو کیا کریں گے کہ امت نے حضرت ابوبکر کی بیعت پر اتفاق کر لیا۔ انھیں اجماعی طور پر خلیفہ تسلیم کرلیا اور امت کا اجماع قطعی حجت ہے کیونکہ رسول(ص) خود ارشاد فرماچکے ہیں:

''لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى خَطَإٍ.''

'' میری امت خطا پر کبھی اجماع نہ کرے گی۔''

نیز یہ بھی فرمایا: ''لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى ضَلَالَةٍ ''

" میری امت گمراہی پر کبھی اجماع نہ کرے گی۔"

اس کا آپ کے پاس کیا جواب ہے ؟

س

جواب مکتوب

اجماع ہوا ہی نہیں

ہم یہ کہیں گے کہ رسالت مآب(ص) نے یہ جو فرمایا ہے کہ میری امت کبھی خطا پر اجماع نہ کرے گی اور گمراہی پر کبھی اجماع نہ کرے گی اس کا مطلب یہ ہے کہ جس امر پر امت کے اہم را مشورہ کر کے اپنی پوری اختیار سے اتفاق آراء سے طے کر لیں اس میں خطا و گمراہی نہ ہوگی۔ حدیثوں کو دیکھنے سے یہی مطلب سمجھ میں آتا ہے اور کوئی دوسرا مطلب سمجھ میں نہیں آتا لیکن وہ امر جس امت کے صرف چند نفر طے کر لیں اور اس پر تل جائیں اور اس پر اہل حل وعقد کو مجبور نہ کرلیں تو اس کی صحت پر کوئی دلیل نہیں۔

سقیفہ کی بیعت باہمی مشورہ سے نہیں ہوئی۔ اس کے برعکس ہوا تو حضرت عمر اور ابو عبیدہ اور چند گنتی کے لوگ تھے۔ انھیں دو چار آدمیوں نے یہ طے کیا اور ناگہانی طور پر اہل حل و عقد پر یہ چیز پیش کی۔ اس وقت کی نزاکت حالات نے مسلمانوں کو اور جو وہ چاہتے تھے کر گیا۔ خود حضرت ابوبکر نے صاف صاف لفظوں میں اقرار کیا ہے کہ میری بیعت باہمی مشورہ سے نہیں ہوئی۔ بغیر غور و فکر کر کے اچانک سمجھ کے ہوئی۔

چنانچہ اپنی خلافت کے شروع میں بطور معذرت خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے تو کہا کہ :

"میری بیعت اچانک گہانی تھی۔ خدا نے اس کے شر سے محفوظ رکھا ہے۔ مجھے تو فتنہ و فساد برپا ہونے کا بڑا خوف تھا۔"[1]

حضرت عمر نے بھی بھرے مجمع میں اس کی گواہی دی چنانچہ اپنے آخری ایام خلافت میں جمعہ کے دن منبر رسول(ص) پر انہوں نے کہا۔ ان کا یہ خطبہ بہت مشہور ہے امام بخاری نے بھی اپنی صحیح[2] بخاری میں نقل کیا ہے بطور ثبوت میں خود حضرت عمر کے اصل الفاظ پیش کرتا ہوں۔

"ثمّ انه بلغني ان قائلا منكم يقول: و اللّه لو مات عمر بايعت فلانا، فلا يغترن امرؤ أن يقول: انما كانت بيعة أبي بكر فلتة و تمت، ألا و انها قد كانت كذلك و لكن وقى اللّه شرها (الى ان قال) من بايع رجلا عن غير مشورة من المسلمين فلا يتابع هو و لا الذي بايعه، تغرة ان إِنَّ الْأَنْصَارَ خَالَفُونَا وَ اجْتَمَعُوا بِأَسْرِهِمْ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ وَ خَالَفَ عَنَّا عَلِيٌّ وَ الزُّبَيْرُ وَ مَنْ مَعَهُمَا"

۱- حضرت ابوبکر کے اس خطبہ و ابوبکر احمد بن عبدالعزیز جوہری نے بھی کتاب سقیفہ میں درج کیا ہے ان سے ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ جلد اول ص۱۳۲ پر نقل کیا ہے۔

۲- ملاحظہ فرمائیے باب رجم الحبلی من الزنا اذا احصنت جلد۴ صفحہ ۱۱۹ ۔ اس خطبہ و دیگر محدثین نے بھی نقل کیا ہے۔ ابن جریر طبری نے تاریخ طبری میں بسلسلہ حوادث سنہ۲۳ھ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ جلد اول صفحہ ۱۳۲ پر ذکر کیا ہے۔

'' مجھے یہ خبر پہنچی ہے ک تم میں سے کسی کہنے[1] والے نے کہا ہے کہ ار عمر مرگئے تو ہم فلان

کی بیعت کر لیں گے تو وئی شخص اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ ابوبکر کی بیعت اگہانی طورپر ہوئی اور پایہ تکمیل کو پہنچ گئی۔ یہ ضرور ہے کہ ان کی بیعت یوں ہی انجام پذیر وئی لیکن خدا نے ہم لوگوں کو اس شر سے محفوظ رکھا۔''

اسی سلسلہ تقریر میں کہا :

'' جو وئی شخص جماعت سے الگ وکر بغیر را و مشورہ کے اپنی استبرادی را سے ایک شخص کی بیعت کرے تو پھر ان دونوں میں وئی اامیاملہ نہ یا جا ۔ نہ وہ بیعت کرنے والااور نہ وہ بیعت کیا جانے والا ۔ کیونکہ اس میں دھوکہ ہے ایلہذا نہ دونوں ارے جائیں۔''[2]

۱- اس کے کہنے والے زبیر تھے اُوں نے یہ کہا تھا کہ ار عمر مرگئے تو میں علی(ع) کی بیعت کروں گا کیونکہ ابوبکر کی بیعت بھی اس طرح اگہانی طور پر وئی تھی رمگر پایہ تکمیل کو پہنچ گئی حضرت عمر نے جو یہ تو ہت برہم و اور یہ خطبہ اُوں نے القر یا ۔ بخاری کے اکثر شارحیں نے اس واقعہ کی تصریح کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے شرح قسطلانی ص ۲۵۲ جلد۱۱ جس میں بلاذری سے اُوں نے اس کی روایت کی ہے اور تصریح کی ہے کہ یہ روایت شیخین کے معیار پر صحیح الاسناد ہے

۲- میں کہتا وں کہ حضرت عمر کے عدل کا یہ ت ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے عدل کا تقاضا یہ ہے کہ جس بات کی تکلیف دوسروں کو دی جا اپنے لیے بھی گوارا سمجھی جانی چاہیے جس طرح بیعت کے متعلق حضرت عمر نے دوسروں کو یہ حکیم یا ہے کہ جماعت سے الگ وکر ار وئی شخص کسی کی بیعت کرے تو ان دونوں کو چھانڈ یا جا اور ان میں سے کسی کا اامیاملہ نہ یا جا نہ وہ بیعت کرنے والااور نہ وہ بیعت کیا جانے والا۔ تو کاش یہی حکم حضرت عمر اپنے لیے اور اپنے اتھی حضرت ابوبکر کے لیے بھی رکھتے۔

آگے چل کر آپ نے افر یا :

" ہم لوگوں کا واقعہ یہ تھا کہ ج حضرت کا انتقال وا تو انصار نے ہماری مخالفت کی اور وہ ب کے ب سقیفہ بنی اعدہ میں جمع و اور علی(ع) و زبیر نے بھی ہم سے اختلاف یا اور علی(ع) و زبیر کے وا خواہ بھی برگشتہ رہے۔"

اس کے بعد آپ نے سقیفہ کے اندر جو اختلافات رونما و جو آوازیں بلند وئیں جس کی وجہ سے اسلام میں تفرقہ پڑ جانے کا خوف تھا ان کی طرف اشارہ کیا اور یہ کہ ہم نے اس موقع پر ابوبکر کی بیعت کر لی۔

روا یات کی بنا پر یہ بات بالکل بدیہی طور پر معلوم وتی ہے کہ اہلِ بیت ر ا ت(ع) کا ایک فرد بھی سقیفہ کے اندر موجود نہیں تھا بلکہ ب کے ب حضرات علی(ع) کے گھر میں اکٹھا تھے اور ان کے اتھ اتھ جناب سلمان، ابوذر، مقداد، عمار، زبیر، خزیمہ بن ثابت، ابی بن کعب، براء بن اذب، خارجہ بن سعید بن اص اموی اور بھی ان کے جیسے بہت سے لوگ تھے۔

تو ج یہ ب کے ب بیعت کے موقع پر موجود نہیں تھے ج رسول(ص) کے کل اہل بیت(ع) کنارہ کش رہے جن کس حیثیت امت کے درمیان ایسی

ہے جیسے بدن میں سر اور چہرے پر آنکھیں جو ثقل پیغمبر(ص) تھے۔ خ.ء پیغمبر(ص) تھے باب خدا کے ہم پلہ تھے، امت کی نجات کا سفینہ تھے، امت کے لیے باب حطہ تھے، گمراہی و ضلالت سے جا ان تھے، علم ہدایت[1] تھے۔ (جیسا کہ ہم شتہ اوراق میں ذکر کرچکے ہیں) تو پھر اجماع کہاں سے وگیا؟

بخاری و مسلم نے اپنے اپنے صحیح[2] میں اور بکثرت محققین ، علماء محدثین نے اس کی ثبوت اکٹھا کیے کہ حضرت علی(ع) بیعت سے کنارہ کش ی رہے آپ نے بیعت ی نہ کی اور نہ مصالحت ی فرمائی۔ ہاں ج سیدہ کا انتقال وگیا چھ مہینہ بعد وقت کی نزاکت اور ملت اسلامیہ کی خیر خواہی نے آپ و مجبور کیا تو آپ نے مصالحت کر لی۔ اس کےثبوت میں خود جناب عائشہ سے ایک حدیث مروی ہے جس میں جناب عائشہ نے صاف صاف تصریح کی ہے کہ جناب سیدہ(س) ابوبکر سے ناراض وگئیں اور رسول(ص) کے بعد مرتے دم تک ان سے گفتگو نہ کی اور جب حضرت علی(ع) نے ان لوگوں سے مصالحت فرمائی تو یہ بھی کہدیا کہ ان لوگوں نے میرے حق خلافت و غصب کر کے زبردستی کی ہے حدیث میں صرف مصالحت کا ذکر ہے ۔ اس کی وئی تشریح نہیں کی کہ آپ نے صلح کر وقت ان کی بیعت بھی کر لی تھی۔ آپ نے ابوبکر سے خ اب

۱- ملاحظہ فرمائیے پھر سے ص۴۹ سے ص۱۱۵ تک آپ و اندازہ وگا کہ اہل بیت علیہم السلام کی کیا شان تھی؟

۲- ملاحظہ فرمائیے صحیح بخاری جلد۳ ص ۳۹ اواخر باب غزوہ خیبر اور صحیح مسلم جلدکتاب الجہاد والسیر ص ۷۲ باب قول النبی : لا نورث ارثکم ماترکناہ صدقہ۔

کر کے جو ارشاد افر یا تھا اس میں کس قدر مکمل اور بے پناہ احتجاج افر یا تھا آپ نے۔'' ار تم نے ر ول(ص) سے رشتہ ظاہر کر کے مخالفین و قائل کیا تو تمھارا غٹیر یعنی میں ر ول(ص) سے ز یادہ قرابت رکھتا وں۔ ر ول(ص) سے مجھ ز یادہ حق پہنچتا ہے اور ار را مشورہ کر کے تم امت کے معاملات کے الک بن بیٹھے تو یہ را مشورہ یسا جبکہ را مشورہ دینے وا لے ں ٹائ تھے۔''[1]

ا- یہ دونوں اشعار نہج البلاغہ میں موجود ہیں۔ علامہ ابن ابی الحدید ان دونوں شعروں کی تفسیر میں شرح نہج البلاغہ جلد۴ ۳۱۹ میں لکھتے ہیں کہ ان دونوں شعروں میں امیرا ومنین(ع) کا خ اب اصل میں ابوبکر سے ہے اس لیے کہ ابوبکر نے انصار کے مقابلہ میں یہ دلیل قائم کی تھی کہ :'' نحن عترة رسول الله ص و بيضته التي تفقأت عنه''ہم آنحضرت کی قوم کے لوگ ہیں اور وہ انڈا ہے جو انھیں میں سے پ وٹا ہے(یعنی قریشی ہیں) اور ج حضرت ابوبکر کی بیعت سقیفہ میں وگئی تو اب لوگوں کے امنے یہ دلیل پیش کرنے لگے کہ ہماری تو بیعت وچکی اور اہ حل و عقد نے ہماری بیعت کی اسی پر امیرا ومنین(ع) نے ابوبکر سے کہا کہ آپ نے انصار کے مقابلہ میں یہ جو دلیل پیش کی کہ ہم ر ول کے قوم و قبیلہ والے ہیں اور وہ انڈا ہے جو انھیں میں سے پ وٹا ہے تو آپ کا غٹیر یعنی میں بلحاظ رشتہ و قرابت آپ سے ںکہیں ز یادہ قریبہ تر وں ر ول(ص) سے ۔ ار آپ ہیں تو قوم و قبیلہ سے ہیں اور میں تو ر ول(ص) کا حقیقی چچازاد بھائی وں اور آپ یہ دلیل جو پیش کر ہیں کہ لوگوں نے ہمیں منتخب کیا ہے اور جماعت اسلام ہمیں خلیفہ بنانے پر راضی وگئی تو ایک بڑی جماعت سقیفہ سے ٹائ تھی ے ہٹ سے لوگ شریک ں ہ و لہذا کس طرح آپ کی خلافت در ت ہے شیخ محمد عبدہ مفتی ار مصر یہ جنہوں نے اپنے حواشی نہج البلاغہ پر تحریر کیے ہیں ا وں نے بھی امیرا ومنین(ع) کے ان دونوں شعروں پر ابن ابی الحدید کی عبارت سے ملتا جلتا حاشیہ تحریر کیا ہے۔

ایسی ہی دلیل ایک مرتبہ جناب عباس نے ، قابلہ ابوبکر پیش کی تھی۔ جبکہ ایک مرتبہ خلافت کی ۔ بات چیت ان دونوں کے درمیان چھڑی تو جناب عباس نے افسر یا:

" اگر تم رسول(ص) کے ذریعہ سے قرابت جتا کر یہ خلافت حاصل کی ہے تو تم نے ہم لوگوں کا حق چھینا ہے کیونکہ ہم تم سے زیادہ ہم رسول(ص) سے قرابت رکھتے ہیں اور اگر مومنین کے ذریعہ تم نے یہ خلافت حاصل کی ہے تو مومنین میں تو ہم مقدم ہیں اگر مومنین کے توسط سے یہ خلافت تمھیں پہنچتی ہے تو جب ہم ہی نہ راضی ہیں ہم ہی تمھیں خلیفہ بنانے پر راضی نہیں تو پھر کیسی تمھاری خلافت ؟"

تو جب پیغمبر(ص) کے چچا پیغمبر(ص) کے باپ کے بھائی یہ حضرات فرمائیں رسول(ص) کے پچازاد بھائی رسول(ص) کے ولی اور بھائی اور جملہ قرابتداران رسول(ص) اس سے بے تعلقی ظاہر کریں تو اجماع کہاں سے ہوگیا؟

ش

مکتوب نمبر ۴۱

اختلافات ختم ہونے کے بعد اجماع منعقد ہوگیا

اہل سنت اس سے انکار نہیں کرتے کہ بیعت مشورہ سے نہیں ہوئی وہ تسلیم کرتے ہیں کہ بالکل ناگہانی اور دفعتہً ہوئی۔ اس میں بھی ہوئی شک نہیں کہ اس موقع پر انصار نے مخالفت کی اور سعد بن خلیفہ بننا چاہا تھا اور یہ بھی ٹھیک ہے کہ اس بیعت کے بنی ہاشم بھی مخالف تھے اور مہاجرین و انصار میں بنی ہاشم کے طرفدار تھے انہوں نے مخالفت کی اور حضرت علی(ع) سے خلیفہ بننا چاہتے تھے لیکن وہ یہ کہتے ہیں کہ امر خلافت آخر میں حضرت ابوبکر کے لیے پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا اور آخر کار سب نے انھیں

ا امام بنا پر کر لیا۔ لہذا ج ب نے ا امام بنا پر کر لیا تو وہ ع یک قلم برطرف و گئی۔ اختلافات ایک اتھ دور وگئے اور ب نے جناب ابوبکر و بوجھ بٹانے ، خیرخواہی کرنے پر اتفاق کر لیا۔ لہذا جس سے حضرت ابوبکر نے جنگ کی ب نے اس سے جنگ کی اور جس سے ابوبکر نے صلح کی ب نے اس سے صلح کی اور ان کے اوامر و نواہی اور احکامات و جاری کیا اور کسی نے بھی انکی اطاعت سے ہاتھ نہیں کیا لہذا اس بنا پر اجماع مکمل وگیا اور بیعت خلافت صحیح ٹھہری ۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے مسلمانوں و ج کہ ان میں پراگندگی پھیل چکی تھی ایک نقطہ پر اکٹھا کیا اور ان کے دلوں و ج باہمی نفرت و بیزاری پیدا وچکی تھی دور کیا۔

س

جواب مکتوب

مسلمانوں و حضرت ابوبکر کا بوجھ بٹانے اور ظاہر و باطن میں ان کی خیر خواہی پر اتفاق کر لینا اور چیز ہے اور اجماع کے ذریعہ عقدِ خلافت کا صحیح ونا دوسری چیز ہے۔ ان دونوں میں سے تو عقلی تلازم ہے نہ شرعی ۔ کیونکہ امیرالمومنین(ع) اور آپ کی اولاد میں جو ائمہ طاہرین(ع) و ان کا جو طرز عمل شاہان اسلام کے اتھ رہا وہ دنیا و معلوم ہے اُنوں نے ہمیشہ کٹھن وقتوں میں ان کی مدد کی اور یہی ہم لوگوں کا بھی مسلک ہے۔

آپ نے جو کچھ کہا ہے اس کے جواب میں میں اس کی تفصیل عرض کرتا وں۔

ائمہ طاہرین علیہم السلام کا نظریہ یہ رہا کہ امت ِ اسلام و سربلندی اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک ایک ایسی سلطنت نہ ہو جو مسلمانوں کی شیرازہ بندی کرے ، ان کے اختلافات و پراگندگی کو دور کرے ، سرحدوں کی حفاظت کرے، مسلمانوں کے حالات پر کڑی نظر رکھے اور یہ سلطنت اسی وقت استوار ہو سکتی ہے جب خود اور اپنی جان و مال سے اس کا بوجھ بٹا حکومت سے تعاون کرے اور زمامِ سلطنت کا حاکم شرعی (یعنی رسول اللہ(ص) کے صحیح جانشین و نائب) کے ہاتھ میں رہنا ممکن ہو تو بس وہی فرمان روا ہوگا کوئی دوسرا نہیں اور یہ متعذر ہو اور مسلمانوں پر حاکم شرعی کے علاوہ کوئی دوسرا مسلط ہو جائے تو اس صورت میں امت اسلام پر واجب ہے کہ ہر ایسے معاملہ میں جس میں اسلام کی عزت و شوکت سرحدوں کی حفاظت ، ملک کا امن و امان منحصر ہو، بادشاہ سے تعاون کرے۔ مسلمانوں میں افتراق نہ پیدا کرے ۔ اس سے ٹکرا کر مسلمانوں کے شیرازہ و منتشر نہ کردے ۔ بلکہ امت پر یہاں تک واجب ہے کہ اس بادشاہ سے اس طرح پیش آئے جس طرح خلفاء برحق سے اسے پیش آنا چاہیے ۔ زمین کا خراج و لگان ادا کرے وچوپایوں کی زکوۃ دے نیز اس قسم کی چیزیں وجہ بادشاہ نے خراج و لگان کے طور پر لوگوں سے حاصل کی ہوں مسلمانوں کے لیے اس کا لینا بھی جائز ہے ۔خرید و فروخت کے ذریعہ انعام و بخشش کے طور پر یا اور جو صورتیں پیدا کی ہوں۔

یہی طرز عمل امیرالمومنین(ع) کا رہا اور آپ کی نسل سے جو ائمہ طاہرین(ع) ہوئے ان کا مسلک بھی یہی رہا۔ حضرت سرور کائنات(ص) نے فرمایا کہ :

" میرے بعد بڑے بڑے انقلابات پیش آئیں گے اور بہت سی ناگوار باتوں کا تمہیں سامنا ہوگا۔"

لوگوں نے پوچھ یا ر ول اللہ(ص) ا ر ہم میں سے وئی شخص اس زانے میں رہے تو کیا حکم ہے آپ کا ؟ آنحضرت (ص) نے افر یا کہ :

" تمھارے ذمہ جو حقوق آ وں انھیں ادا کر دو اور خود اپنے حقوق کے لیے درگاہِ الٰہی سے وال کرو۔"[1]

جناب ابوذر غفاری فر ا ہیں کہ :

" میرے خلیل پیغمبر خدا(ص) نے مجھے وصیت فر ائی ہے کہ میں سنوں اور اطاعت کروں ا رچہ وہ ت و ۔ پابریدہ غلام س کیوں۔ ۔ و۔"[2]

سلمہ جعفی نے ر ول اللہ(ص) کی خدمت میں وال کیا کہ یا حضرت کیا حکم ہے آپ کا ا ر ہم پر ایسا شخص حاکم بن بیٹھے جو اپنے حقوق تو ہم سے وصول کرے لیکن ہمارے حقوق ہمیں ۔ ۔ دے ۔ سرور کائنات(ص) نے افر یا :

" تم ان کی ۔ بات سنو ، ان کی اطاعت کرو کیونکہ وہ اپنے فرائض کے جواب دہ ہیں تم اپنے فرائض کے۔"[3]

احذیفہ بن یمان سے ایک حدیث مروی ہے جس میں آنحضرت(ص) نے افر یا کہ :

" میرے بعد کچھ ایسے بھی ائمہ وں گے جو ۔ ۔ میری راہ پر چلیں گے۔ ۔ میری سنت پر عمل کریں گے۔ عنقریب ان میں کچھ ایسے افراد

۱- صحیح مسلم جلد۲ ص۱۱۸ میں یہ حدیث موجود ہے اور دیگر اصحاب صحاح و سنن نے بھی اس کی روایت کی ہے۔

۲- صحیح مسلم جلد۴ میں یہ حدیث موجود ہے اور مشہور احادیث میں ہے۔

۳- صحیح مسلم و دیگر صحاح میں ہے۔

حاکم بن بیٹھیں گے کہ وں گے تو وہ انسانی پیکر میں مگر ان کے دل شیر انوں کے دل وں گے۔''

رحذیفہ نے پوچھا یا حضرت ا ر میں لےنوایسا پا یا تو میں کیا کروں گا؟

آنحضرت(ص) نے افر یا کہ :

'' تم یرہ کی ۔ بات سننا ، اس کی اطاعت رکرنا ا ر چہ وہ تمھاری پشت زخمی کردے ۔ تمھارے ال و چھین لے مگر پھر بھی تم اس کی ۔ بات انو اور اطاعت کرو۔'' (۱)

ایسا ں آنحضرت(ص) نے ام سلمہ کی ایک حدیث میں افر یا ہے کہ :

'' عنقریب تم پر چند فر انروا مسلط وں گے :

فتعرفون و تنکرون فمن عرف بریء ، و من انکر سلم''(۲)

لوگوں نے پوچھا کہ ہم ان سے برسرپیکار وں؟ ر ول(ص) نے کہا :

'' جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں تب تک نہیں۔''

اس ۔ بارے میں بہت سی متواتر اور صحیح حدیثیں ہیں۔ خصوصا بطریق ائمہ طاہرین(ع) تقتبہ زیادہ ۔ یہی وجہ تھی کہ ۔ باوجودیکہ ۔ ائمہ طاہرین(ع) کی حا ت

۱- مسلم نے جلد۲ ۱۲۰ میں اسے لکھا ہے اور اکثر اصحاب سنن نے اسے روایت کیا ہے۔

۲- صحیح مسلم جلد۲ ۱۲۲ میں یہ حدیث ہے۔ حدیث کی مراد یہ ہے کہ جس نے منکر کا جانا اور منکر اس پر مشتبہ نہیں وا تو اس کے گناہ سے برائت کی صورت یہ ہے کہ اس کے منکر (بدی) فعل کا پیچا کر ۔ ان سے دفع کرے۔ اور کچھ نہ کرسکے تو دل ں دل میں اسے برا کہے۔

اس جیسی وردی تھی جس کے گلے میں ہڈیَ پھنسی ہوئی و اور آنکھوں میں خس و خاشاک پڑے

وں ، دم گھٹ رہا و، آنکھیں جل رہی وں مگر وہ صبر کیے برداشت کر رہے ۔ ان کا صبر کرنا محض اسی وجہ سے تھا کہ پیغمبر(ص) انھیں مخصوص طریقے پر حکم دے گیے تھے، تاکید کر گئے تھے کہ دیکھو اس نوبت پر صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔ رسول(ص) انھیں حکم دے گئے تھے کہ دیکھو جتنی اذیتیں بھی تمھیں پہنچائی جائیں مگر تم صبر کرنا تاکہ امت والوں کا بھلا ہو، ان کی شوکت محفوظ رہے، اس وجہ سے یہ لوگ انتہائی تلخی کے باوجود حکام وقت و ہدایت کے راستے دکھا رہے ۔ تاکہ اپنی ذمہ داری کو پورا کریں اور رسول(ص) سے کیے ہو وعدے وفا کریں۔

اسی وجہ سے امیرالمومنین(ع) نے خلفاء ثلاثہ میں سے ہر ایک کے ساتھ سچے دل سے خیر خواہی کی۔ ہمیشہ ان کو مشورہ دیتے رہے۔ لہٰذا خلافتِ ثلاثہ میں امیرالمومنین(ع) کے حالات و طرز عمل کا جائزہ لیجیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ امیرالمومنین(ع) نے اپنے حق سے ہٹ امیر ہو کر ، جانشینی رسول(ص) سے ایوس ہو کر آپ نے مصالحانہ روش رکھی اور شایان وقت سے صلح و آشتی کو اپنا وتیرہ بنایا۔ آپ دیکھتے تھے کہ منبر رسول(ص) غیروں کے قبضہ میں حالانکہ رسول(ص) آپ کے حوالہ کر گئے تھے۔ مگر پھر بھی آپ ان سے آمادہ پیکار نہ ہوئے ۔ اپنا حق لینے پر کمر بستہ نہ ہوئے ۔ صرف اسی لیے تاکہ امت کا بھلا ہو۔ دین پر آنچ نہ آئے ۔ آواز سے قطع نظر کر کے آپ نے انجام کو ترجیح دی۔ اس کے لیے آپ کو جو مشقتیں جھیلنی پڑیں جن ہولناک مرحلوں سے گزرنا پڑا کسی اور کو یہ باتیں پیش نہ آئیں۔ آپ کے کاندھوں پر وہ ایسے گراں بوجھ تھے جو آپ کو تڑپا دے رہے تھے ۔ ایک جانب

خلافتِ ر و ز(ص) تمام نصوص۔ حکایتِ پیغمبر(ص) کے اتھ دل و خون کردینے والی آواز اور جگر چاک چاک کردینے والی کراہ کے اتھ آپ سےوفہ یاد کررہی تھی آپ و بے چین ہنا دے رہی تھی دوسری طرف فتنہ و فساد کے اٹھتے و طوفان سہما دے رہے تھے۔ جیروں کے ہاتھ سے نکل جانے عرب میں انقلاب عظیمہ پا ونے اور اسلام کے بیخ وبن سے اکھ جانے کا اندیشہ تھا مدینہ واطراف مدینہ کے عرب منافقین جو بڑے سر رم ازشی تھے ان کی طرف سے فتنہ و فساد کا بڑا خطرہ لاحق تھا کیونکہ ر ول(ص) کی آنکھ بند ونے کے بعد ان کا اثر ہت بڑھجاتا تھا۔ اور مسلمانوں کی حالت بالکل اس بکری جیسی تھی جو جاڑکی تاریک راتوں میں بھیڑیوں اور درندوں کے درمیان بھٹکتی پھرے۔

مسلمہ کذاب ، طلیحہ بن خویلد اور سجاح بنت حرث ایسے جھوٹے مدعیاں نبوت پیدا وچکے تھے اور ان کے ماننے والے اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کی تباہی ورہ بادی پر تلے و تھے۔ قیصر و کسریٰ یزدگرد تاک میں تھے۔ غرض اور بھی بہت سے دشمن عناصر جو محمد و آل محمد(ص) اور پیروان محمد(ص) کے خون کے پیاسے تھے اور لمہ اسلام سے خار کھا تھے بڑا غم و غصہ اور شدید بغض و عناد رکھتے تھے وہ اس فکر میں تھے کہ کسی طرح اس کی بنیاد منہدم وجا ۔ اور جڑ اکھ جا ۔ اور اس کے لیے بڑی تیزی و سر رمی ان میں پیدا وچکی تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ ہماری آرزوئیں بر آئیں۔ ر ول(ص) کے اٹھ جانے سے موقع ہاتھ یا۔ لہذا اس موقع سے فائدہ اٹھنا چاہیے اور قبل اس کے کہ ملتِ اسلامیہ کے امور میں نظم پیدا و، حالات استوار وں اس مہلت سے وکچھ نا نہ چاہیے۔

اب آپ اندازہ فرمائیں کہ امیرالمومنین(ع) کے قدم ان خطروں کے درمیان تھے۔ ایک طرف حق مٹ رہا تھا، خلافت ہاتوں سے جارہی تھی دوسری طرف اسلام کے تباہ ورباد ہوجانے ، رسول(ص) کی ساری محنت مٹی میں مل جانے کا خوف تھا لہذا فطری و طبعی طور پر امیرالمومنین(ع) کے لیے بس یہی راہ بچتی تھی کہ اسلام کی زندگی کے لیے اپنے حق سے ورقہ بالا کردیں۔ تاکہ مسلمانوں کی بھلائی کی خاطر اپنی محرومی گوارا کر لیں لہذا اس نزاع کا ختم ہونا اور ابوبکر اور آپ کے درمیان جو اختلافات تھے ان کا برطرف ہوجانا(جسے آپ اجماع کے ثبوت میں پیش کر رہے ہیں) وہ صرف دین اسلام کی تباہی اور مسلمانوں کی بربادی کے خوف کی وجہ سے آپ نے ، آپ کے تمام گھر والوں نے ، مہاجرین و انصار میں جتنی آپ کے طرفدار تھے سب نے صبر کیا اور اپنی بربادی دیکھا کیے مگر خلاف نہ کی۔

رسول(ص) کے بعد امیرالمومنین(ع) کے مرتے دم تک کی تقریریں ، خطبے، گفتگوئیں، بین ثبوت ہیں اس کا اور اس کے متعلق ائمہ طاہرین علیہم السلام سے متواتر حدیثیں موجود ہیں۔

لیکن انصار کے سردار سعد بن عبادہ[1] نے تو حضرت ابوبکر و عمر سے آخر

۱- سعد بن عبادہ کی نیت والبتہ ثابت تھی۔ یہ اصحاب بیعت عقبی سے تھے ۔ جنگ بدر نیز دوسری بہت سی لڑائیوں میں شریک رہے۔ یہ قبیلہ خزرج کے سردار اور نقیب تھے تمام انصار کے سرکردہ اور ان میں مشہور صاحب جود و کرم تھے۔ ان کے جس کلام کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے وہ تمام کتب سیر و تواریخ میں موجود ہے۔ ابن قتیبہ نے کتاب الامامہ والسیاست میں، ابن جریر طبری نے ۔ تاریخ طبری میں ابن اثیر خدری نے ۔ تاریخ کامل میں جوہری نے کتاب السقیفہ میں نیز اور بہت سے محققین علماء اہل سنت نے اپنے مصنفات کے اندر درج کیا ہے۔

۔ یک مصالحت ی ۔ز کی۔ ان میں اور شیخین میں کبھی میل ی ۔ز واے عیر کے موقع پ ۔ز جمعہ کی نماز میں کسی جماعت میں بھی ان دونوں حضرات کے شریک ۔ز و اُوں نے کبھی ان دونوں حضت کی ۔ باتوں پ کان ۔ز دھرا اور ۔ز ان کے اوامر و نواہی کا اثر ان کے دل پر وا۔ ۔ بالاخر مقام حوران میں جہد خلافت عمر اچانک طور پر قتل کر ڈالے گئے اور مشہور کیا گیا کہ جن نے ار ڈالا۔

اُوں نے سقیفہ کے دن اور اس کے بعد بھی وجہ باتیں کہیں ان کا ذکر ضروری معلوم نہیں ۔ تا۔ سعد بن عبادہ کے اصحاب حباب[1] بن منزر وغیرہ دیگر انصار اُوں نے بھی خوشی خوشی بیعت نہیں کی۔ بلکہ ان سے زبردستی بیعت لی گئی اور وہ جبر و تشدد کے آگے سر جھکانے پر مجبور وگئے لہذاوتاؤ کی ۔ باڑھ سے ڈرا کر یا گھر میں آگ[2] لگا کر ۔ انہیں خاموش کردی جائیں۔ مجمع وہمنوا بنا لیا جا

---

۱ - حباب بھی منجملہ سرداران وشجا ان انصار سے تھے ۔جنگ بدرواحد میں شریک رہ چکے تھے بڑھے فضائل وکمالات کے بزرگ تھے ۔

۲- عمر کا خضرت علی(ع) و د مکی دینا کہ ہم آپ کا گھر جلا دیں گے یہ تواتر قطعی ثابت ہے ابن قتیبہنے کتاب الامامت والیاست کے شروع میں ۔ طبری نے اپنی تاریخ میں دو جگہ بسلسلہ حوادث سنہ ااھ اور ابن عبدربہنے کتاب عقد الفرید جلد۲ تذکرہ سقیفہ میں جوہریںنے کتاب سقیفہ میں بیان کیا ہے ،جیسا کہ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی کی جلد اول صفحہ ۱۳۴ میں مذکور ہے مسعودی نے مروج الذہب میں عروہ بن زبیر نےاپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کی طرف سے جنہوں نے بنی ہاشم کے گھروں و جلانا چاہا تھا معذرت میں بیان کیا تھا کہ ار میرے بھائی عبداللہ نے بیعت ۔ز کرنے کی وجہ سے بنی ہاشم کا گھر جلانا چاہا تو اس سے ملتا جلتا واقعہ پہلے بھی پیش آچکا ہے جب خود عمر ابن خطاب نے علی(ع) کے بیعت ۔ز کرنے کی وجہ سے سیدہ (س) کا گھر پھونک دینا چاہا۔ شہرستانی نے ملل ونحل میں ذکر کیا۔ ابومخنف نے سقیفہ کے حالات میں مخصوصکتاب لکھی ہے اس میں بہت تفصیل سے آتش زنی کا ذکر کیا ہے اس کے تواتر و ہمہ گیری شہرت کے ثبوت میں مختصرا یہ سمجھ لیجیے کہ شاعر نیل حافظ ابراہیم نے اپنے مشہور و معروف قصیدہ عمریہ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

و قولة لعليّ قالها عمر	أكرم بسامعها، أعظم بملقيها
حرقت دارك، لا ابقي عليها بها	إن لم تبايع،وبنت المصطفى فيها
ماكان غير ابى حفص بقائلها	امام فارس عدنان و حاميها

اورکیا ۔ بات جو علی(ع) سے عمر نے کی اس ۔ بات کا سننے والا کس قدر معزز و محترم تھا اور کہنے والا کس قدر عظیم القدر تھا ار تم نے بیعت ۔ز کی تو میں تمہارا گھر جلا کے رہوں گا۔ یہ جانتے ہو کہ رسول(ص) کی دختر بھی اسی گھر میں ہے۔ مگر میں اس کی وجہ سے ذرہ برابر پر رحم ۔ز کروں گا۔! ابوحفص عمر کی اس بات کے کہنے والے ہیں وئی اور نہیں اُوں نے یہ بات پورے خطہ عرب کے شہسوار اور شجاع یعنی حضرت علی(ع) کے روبرو کہی۔"تو اجماع کے لیے ابوبکر و عمر کا یہ سلوک رہا ہمارے امام کے ساتھ ۔ہمارے دیکھ وہ اجماع قابل حجت نہیں ہے جو رسول امام کا کاشف ہو یہاں رسول امام کا کاشف ہو اوتوڑکر مار جیسا اجماع ہوا اور امام کو جس طرح مجبور کیا گیا وہ آپ سن چکے لہذا ایسے اجماع کو آپ بطور دلیل کیونکر پیش کرسکتے ہیں؟

تو کیا ایسی بیعت واقعی ہوگی؟ اور ایسا اجماع اس اجماع کا مصداق ہوگا جس کے متعلق رسول(ص) نے فرمایا تھا کہ :

''لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى خَطَإٍ.''

'' میری امت کبھی خطا پر مجتمع نہ ہوگی''

خدا کے لیے ہمیں بتائیے۔ آپ ہی انصاف کیجیے۔

ش

مکتوب نمبر ۴۲

اہل فہم و بصیرت اور صاحبان نظر وفکر صحابہ و رسول(ص) کی مخالفت سے پاک سمجھتے ہیں۔ صحابہ اور پیغمبر(ص) کے احکام کی خلاف ورزی کریں؟ اس وہ تصور بھی نہیں کرسکتے واطاعت و فرمانبرداری اور احکام کی بجا آوری کے دعوٰی اور بات ان سے ممکن نہیں تھی لہذا یہ محال ہے۔ ممکن ہے کہ وہ حضرت علی(ع) کی امامت کے متعلق صریحی اعلان پیغمبر(ص) کا سنیں اور پھر ان سے روگردانی کریں پہلی خلیفہ بنائیں دوسری مرتبہ تیسری مرتبہ۔ بلکہ چوتھی مرتبہ بنا ڈالیں۔ لہذا دو ہی صورتیں ہیں یا تو یہ کہیے کہ صحابہ جادہ صحت سے منحرف ہوگئے تھے جو انہوں نے باوجود نصوص پیغمبر(ص) سننے کے حضرت علی(ع) کو امام نہیں بنایا۔ یا پھر نصوص انہوں نے سنے ہی نہیں کیونکہ یہ دونوں باتیں ایک ساتھ جمع ہو ہی نہیں سکتیں کہ نصوص بھی سنیں اور سننے کے باوجود

آنحضرت (ص) کے حکم کے خلاف ورزی کر کے جادہ صحت پر برقرار رہیں۔ لہذا آپ سے ممکن وتو دونوں باتیں جمع فرمائیے ان کا نصوص پیغمبر(ص) کا سننا بھی اور سننے کے باوجود حضرت علی(ع) سے منحرف ہو کر جادہ صحت پر برقرار رہنا بھی۔

س

جواب مکتوب

اکثر صحابہ کی سیرت کے مطالعہ سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ وہ نصوص پر تنہا عمل پیرا ہوتے تھے اور انھیں احکام پیغمبر(ص) پر عمل کرتے تھے جو وہ صرف دین کے متعلق ہوتے تھے اور اخروی امور سے مخصوص ہوتے۔ جیسے حکم پیغمبر(ص) کا کہ ماہ رمضان میں روزے رکھنے واجب ہیں،نہ کسی اور مہینے میں۔ قبلہ رخ ہونا نماز کی حالت میں ضروری ہے ،نہ کہ دیگر حالات میں۔ یا پیغمبر(ص) کا حکم کہ دن میں اتنی نمازیں واجب ہیں اور رات میں اتنی۔ ہر نماز کی اتنی رکعتیں ہیں اور نماز کا طریقہ یہ ہے۔ یا پیغمبر(ص) کا حکم کہ خانہ کعبہ کا سات مرتبہ طواف کرنا چاہیے۔ غرض اسی جیسے اور دیگر ارشادات و احکام پیغمبر(ص) جو خالص اخروی نفع سے مخصوص ہوا کرتے ، ان کی تو وہ اطاعت کرتے لیکن پیغمبر(ص) کے وہ ارشادات جن کا تعلق سیاست سے ہوا کرتا جیسے حکام و افسران کا تقرر ، سلطنت و قوانین و قواعد کی ترتیب و تدوین ، امور مملکت کا نظم و انتظام ، فوج بھرتی، لشکر کی روانگی وغیرہ جیسے امور ، ایسے امور میں وہ پیغمبر(ص) کے اقوال و ارشادات کی تعمیل ضروری نہیں سمجھتے تھے ،نہ جملہ حالات میں مطابق حکم پیغمبر(ص) کام کرنے کو پابند رہنا چاہتے تھے۔ بلکہ اپنی رائے سمجھ بوجھ بھی دخل دیتے تھے اور اپنی نظر وفکر اور اجتہاد کے لیے بھی گنجائش

۔ باقی رکھتے ۔ لہذا جب بھی انہوں نے دیکھا کہ مخالفت رسول(ص) میں ہماری قدر و منزلت بڑھے گی یا ہماری حکومت و نفوذ بڑھے گا انہوں نے فوراً رسول(ص) کے حکم و پس پشت ڈالا اور وہی کیا جس سے ان کی اپنی دولت بالا ۔ یا حکومت و فائدہ پہنچے ۔البتہ وہ اسی طرح رسول(ص) و خوشنود کرنے اور اس کی رضا حاصل کرنے کی امید کرتے تھے۔

انھیں یہ ظن غالب پیدا ہوچکا تھا کہ عرب والے علی(ع) کے سامنے زیر نہ جھکائیں گے اور رسول(ص) نے ان کی خلافت کا جو اعلان کیا ہے تو وہ رسول(ص)کی بات بھی نہ مانیں گے کیونکہ علی(ع)نے راہ خدا میں انھیں اچھی طرح تہ تیغ کیا ہے اور خدا کا بول بالا کرنے کے لیے اپنی تلوار سے ان کے خون کی ندیاں بہائی ہیں۔ حق کی مدد کرنے میں ان سے ہمیشہ برسرپیکار رہے یہاں تک کہ سرکش و ضدی کافروں کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں اورخدا کا حکم غالب ہوکے رہا۔ لہذا ان حالات میں جب تک عرب والوں پر تخت نہ ہوجاتا جا وہ علی(ع) کی اطاعت نہ کریں گے اور جب تک طاقت کا استعمال نہ کیا جائے پیغمبر(ص) کے آگے سر نہ جھکائیں گے۔

اہل عرب کی عادت و فطرت میں یہ بات داخل تھی کہ اگر ان کا کوئی شخص قتل ہوجاتا یا جاتا تو جب تک اس کا انتقام نہ لے لیتے چین سے نہ بیٹھتے ۔ لہذا پیغمبر(ص) میں اسلام نے نہ معلوم کتنے کافروں کا خون بہایا ۔ ان سب کا انتقام وہ حضرت علی(ع) سے لینے کی فکر میں تھے کیونکہ رسول(ص) کے دنیا سے اٹھ جانے کے بعد آپ کے خاندان میں سوا حضرت علی(ع) کے کوئی شخص ایسا تھا ہی نہیں جس سے ان تمام جانوں کا بدلہ لیا جاسکتا۔ کیونکہ وہ خاندان کے سب سے بہتر فرد اور ممتاز ہستی سے انتقام لیا کرتے تھے

اور حضرت علی(ع) کا بنی ہاشم میں ب سے بہترؑ بھی تھے اور بعد رسول(ص) بے نظیر و اختلاف افضل و ممتازؑ بھی تھے۔ اسی وجہ سے اہل عرب آپ کے متعلق نئی کی ردشوں کے منتظر رہے۔ تمام امور ا پلٹ کردیے ۔ آپ سے اور آپ کی اولاد سے پوری پوری کاوشیں دل میں رکھیں ، آفتیں ڈھائیں اور جو کچھ وا وہ اری دنیا جانتی ہے۔

نیز قریش و ۔ بالخصوص اور اہل عرب و ۔ بالعموم حضرت علی(ع) کی طرف سے کیے اور ۔ بات کا بھی بڑا غم و غصہ تھا اور وہ یہ کہ آپ دشمنان خدا و سختی سے کچل ڈالتے اور جو شخص حدود الٰہی سے تجاوز کرتا۔ حرمت خداوندی کو بلا کرتا اسے آپ دردناک سزا دیتے تھے ۔ عرب والے یہ بھی ڈر تھے کہ ا ر علی(ع) حاکم وگئے تو اچھے کاموں کا بڑی سختی سے حکم دیں گے اور بری ۔ باتوں سے روکنے میں پورا پورا تشدد کام میں لائیں گے۔

ان و یہ بھی خطرہ تھا کہ وہ ر یا میں وئی امتیاز روا نہ رکھیں گے ہر ایک سے ادلانہ سلوک کریں گے۔ ہر معاملہ میں ب سو برابر سمجھیں گے۔ ان سے کسی ۔ بات کی طمع ی نہیں رکھی جاسکتی اور نہ کسی کی دال گلے گی۔ قوت و طاقت والے ان کے نہ دیک ضعیف وذلیل رہیں گے جب تک وہ ان سے حق نہ وصول کر لیں اور حقیر و ناتواں ان کے نہ دیک قوی و عزیز وں گے جب تک ان کا حق نہ دلوا دیں۔

لہذا ایسے شخص کے آگے عرب والے کیونکر سر جھکا پ ر کر ۔ وہ عرب والے جو کفر و نفاق میں انتہا کو پہنچے ہو تھے بڑے سر رم یہ اق تھے۔

نیز ایک وجہ یہ بھی تھی کہ قریش اور کل عرب حضرت علی(ع) سے انتہائی حسد رکھتے تھے ۔ دل میں جلتے رہتے تھے۔ خداوند عالم نے امیرالمومنین(ع) و

جو غیر معمولی شرف بخشا تھا بلکہ طور کہ امیر المومنین(ع) علم و عمل میں (خدا و رسول (ص) کے نزدیک) اس درجہ پر فائز تھے جس تک بڑے بڑے نہ پہنچ سکے بڑے نام و نمود والے محروم رہے، اپنے مخصوص کمالات و خصوصیات کی وجہ سے خدا و رسول(ص) کے نزدیک آپ کو وہ منزلت حاصل ہوئی جس کے لیے ہر دل میں تمنائیں کروٹیں لے رہی تھیں۔ اسی وجہ سے حسد کے بچھو منافقین کے دلوں میں رینگنے لگے اور کل فاسقین و ناکثین و قاسطین و فارقین تل گئے کہ ہم عہد و پیمان توڑ کے رہیں گے۔ لہذا جو کچھ نصوص پیغمبر(ص) نے ارشاد فرمائے تھے وہ ان لوگوں نے پس پشت ڈال دیا اور یوں بھلا بیٹھے جیسے رسول(ص) نے کبھی کہا ہی نہ ہو۔

فکان ماکان مما لست اذکرہ　　فظن خیرا ولا تسال عن الخبر

" جو ہوا تھا وہ ہوا اب اس کا کیا ذکر آپ اچھا ہی گمان رکھیے اور کیا ہوا اس کو نہ پوچھیے"

نہ ہم سمجھے نہ آپ آئے کہیں سے　　پسینہ پونچھئے اپنی جبین سے

نیز یہ بھی ایک وجہ تھی کہ قریش اور جملہ عرب دل سے چاہتے تھے کہ خلافت ہمارے قبیلوں میں گومتی پھرتی رہے۔ اس کی بڑی طمع انھیں تھی لہذا انھوں نے یہ نیت کر لی کہ رسول(ص) نے علی(ع) کی خلافت کے لیے جتنے عہد و پیمان کیے ہیں سب توڑ دیے جائیں ۔ محکم ارادہ کرلیا۔ مرکر ۔ باندھ لی کہ علی(ع) کی خلافت کے جتنے قول و قرار ہیں سب شکست و ریخت کر کے رہیں گے لہذا انھوں نے ۔ باہم اتفاق کر لیا کہ تمام نصوصِ پیغمبر(ص) فراموش

کردیے جائیں، ایکا کر لیا کہ . ولے سے بھی کبھی ان نصوص یاد ہ. کریں گے آپس میں طے کر لیا کہ ہم خلافت و نبی(ص) کے مقرر کردہ جانشین اور معین کردہ ولیعہد کے ہاتھ میں جانے ی ہ. دیں گے۔

لہذا اُوں نے خلافت و اختیار و انتخاب پر موقوف کیا۔ الیکشن کے ذریعہ خلیفہ مقرر کرو. طے کیا کہ جتنے قبائل ہیں ان میں سے ہر قبیلہ و خلافت ہ. پانے کی امید رہے ہر شہ سوار اپ خلافت پر واری کرسکے چاہے کچھ دنوں بعد ی سہی۔

ار وہ لوگ نصوص پیغمبر(ص) کی پیروی کیے و ، رسول(ص) کا حکم انتے اور رسول(ص) کے بعد حضرت علی(ع) و مقدم سمجھتے تو اہلبیت(ع) سے کبھی خلافت ہ. باہر جاتی ی نہیں کیونکہ رسول(ص) غدیر خم اور دیگر مواقع پر انھیں کہ. تاب خدا کے لازم و ملزوم بنا چکے تھے۔ قیامت دن کہ. تک ارباب عقل و وش کے لیے نمونہ. عمل افر یا تھا۔ لہذا اہل بیت(ع) سے خلافت چھلتی ی نہیں اور عرب یہ برداشت نہیں کرسکتے تھے کہ خلافت ایک ی گھر میں منحصر رہے خصوصا ان کا برداشت کرو. اس وجہ سے اور زیادہ مشکل تھا کہ جملہ قبائل کے دل میں خلافت کی وس تھی اور ہر خاندان اس کا آرزو مند تھا۔

نیز ہر وہ شخص جس نے ایندا عہد اسلام میں شروع عرب کی ہ. تاریخ کا مطالعہ کیا ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ عربوں نے ہاشمی نبوت کے آگے سر ہ. جھکایا۔ سرور کائنات(ص) (بنی ہاشم کے چشم و چراغ تھے) کی نبوت اس وقت تک تسلیم ہ. کی جب تک ان کی رگ رگ توڑ ہ. دی گئی۔ جب تک قوت ان کی زائل ہ. ہوگئی اور ادا کس بل ہ. نکل گیا۔ تو وہ یہ کہ کر ہ. پکار کرسکتے ہیں کہ نبوت و خلافت دونوں کی دونوں بنی ہاشم ی میں منحصر

رہیں۔ خود حضرت عمر نے ایک مرتبہ عبداللہ بن عباس سے بسلسلہ گفتگو کہا تھا کہ عرب والوں نے ناپ ند کیا کہ تمھیں میں نبوت بھی رہے اور تمھیں میں خلافت بھی۔[1]

سلف صالحین جو تھے ان کا بس چل سکا کہ مجبور کر کے ان لوگوں کو اپنا ہم نوا بنائیں، وہ قادر سی نہ ہو سکے کہ زبردستی حکم رسول(ص) پر ان سے عمل کرا کے رہیں۔ وہ ڈرتے تھے کہ اگر ان سے مقاومت کی جاتی ہے تو کہیں یہ برگشتہ نہ ہو جائیں۔ یہ بھی خوف تھا کہ اگر ان حالات میں اختلافات رہے تو برے نتائج رونما ہوں۔ رسول(ص) کی آنکھ بند ہوتے ہی دلوں کا کھوٹ آشکار ہو چکا تھا۔ رسول(ص) کی عدم موجودگی سے کفر، منافقین کی شوکت اور زور پکڑ رہی تھی۔ کافروں کے نفوس سرکش ہو چکے تھے اور ارکان دین میں تزلزل پیدا ہو چکا تھا۔ مسلمانوں کے دل شکستہ تھے اور بعد رسول(ص) ان کی حالت بالکل اس بکری کی طرح ہو رہی تھی جو جاڑے کی تاریک راتوں میں بھیڑیوں اور وحشی درندوں کے درمیان بھٹکتی پھرے۔ عرب کی اکثر جماعتیں مرتد ہو چکی تھیں۔ دوسرے لوگ بھی مرتد ہو جانے کا تہیہ کر رہے تھے۔ لہذا ان حالات میں امیرالمومنین(ع) ڈرے کہ اگر میں لوگوں کے امور اپنے ہاتھ میں لیکر جدوجہد کرتا ہوں تو بڑی تباہی پھیلے گی۔ مسلمانوں کے دل کی وہ حالت منافقین کا بڑھتا ہوا وہ زور، اور غیظ و غضب کے انگلیاں چبا رہے تھے، مرتد ہونے والوں کا وہ انجام، کافروں کا وہ اٹھتا ہوا طوفان، انصار مہاجرین کی مخالفت پر کمر بستہ "منا امیر و

1- علامہ ابن الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ جلد ۳ ص ۱۰۷ پر ایک واقعہ کے ضمن میں نقل کیا ہے نیز علامہ ابن اثیر جوزی نے تاریخ کامل جلد ۲۴ پر حضرت عمر کے حالات کے آخر میں ذکر کیا ہے۔

منکم وزیر۔۔'' ہم میں سے ایک امیر و اور تم میں سے ایک وزیر۔'' کا نعرہ بلند کر و ہٹ کر ایک طرف وچکے تھے وغیرہ وغیرہ ۔ لہذا دین کی جہبودی کے خیال نے مجبور کیا امیرالمومنین(ع) و کہ وہ مسالبہ خلافت سے دستبردار و جائیں اور تمام معاملات سے کنارہ کش رہیں کیونکہ آپ و اچھی طرح یقین تھا کہ ان حالات میں اگر طلب خلافت کرتا وں تو امت کے لیے بڑا خطرہ پیدا وجا گا۔ دین پر بڑی تباہی آ گی۔ لہذا آپ نے اسلام و ترجیح دی امہ المسلمین کی بھلائی و مقدم رکھا اور انجام کو آغاز سے بہتر سمجھتے و طاقت کے ذریعہ سے مسالبہ خلافت سے باز رہے۔

آپ کا طرز عمل دیکھنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ آپ کس رقدر بالغ نظر صاحب الرا تھے کیا بے پناہ علم رکھتے تھے۔ کس قدر دل وسیع تھا آپ کا اور امۃ المسلمین کی بھلائی کا کس قدر خیال تھا آپ و اور کسی وقت بھلا یہ بات کب نصیب وئی۔

حضرت خانہ نشین وگئے اور بیعت نہ کرنا تھی نہ کی ،اگرچہ آپ کے گلے میں رسی باندھ کر آپ و گھر سے نکالا بھی گیا۔ یہ طریق کار آپ نے اختیار افرمایا اپنے اپنے حق کی حفاظت کے لیے اور ان لوگوں پر خاموش احتجاج فرما و جنہوں نے آپ سے رو ردانی کی اور غیر مستحق ہاتوں میں زمام خلافت رہنے دینا گوارا کیا اور بیعت کرلیتے وقت بات نہ وتی ۔ لوگوں پر حجت نہ قائم وتی۔ آپ نے وہ طرز عمل اختیار کیا جس سے دین پر آنچ نہ آنے پائی اور آپ کا حق خلافت بھی محفوظ رہا۔

رہ گئے خلفاء ثلاثہ اور ان کے وا خواہ تو انہوں نے بھی ان تمام نصوص کی جو خلافت امیرالمومنین(ع) کے متعلق تھیں تاویلیں کیں، معانی بدلے

اور ایسا کرنے میں وہی اسباب کار فرما تھے جو ہم ابھی بیان کرچکے ہیں اور ان سے ایسا ہونا کوئی تعجب خیز بھی نہیں کیونکہ ہم ابھی آپ سے ذکر کرچکے ہیں کہ سیاست ، ملکی حکام کا تقرر و قوانین سلطنت کی ترتیب و تدوین، امور مملکت کے نظم و انتظام کے متعلق پیغمبر(ص) کے جو احکام و فرامین تھے ان کی تاویل کرنے اور اپنے اجتہاد سے کام لینے کے وہ تنہا خود مختار تھے لہذا وہ خلافت و مذہبی چیز سمجھتے ہی نہ تھے اسی وجہ سے مسئلہ خلافت میں رسول(ص) کی مخالفت سے ان کے نزدیک اہمیت نہ رکھتی تھی۔

جب تمام امور خاطر خواہ انجام پاگئے ، جو وہ چاہتے تھے وہ ہوگیا، تو انہوں نے بڑی دور اندیشی و کام میں لاکر ان نصوص و مسلمہ کو شروع کیا اور جو شخص بھی ان نصوص کا ذکر کرتا کہ یا اشارہ کرتا تو اس پر تشدد کرنے لگتے۔

اور جب زمام سلطنت کی حفاظت ، دین اسلام کی اشاعت ملکوں پر فتح یابی دولت و طاقت پر تسلط و اقتداران و میسر ہوا اور باوجود ان تمام باتوں کے حاصل ہونے کے وہ ہوا و ہوس میں مبتلا ہوئے و عیش و عشرت میں پڑے تو انھیں بڑا فروغ ہوا بہت قدر بڑھ گئی۔ لوگ ان سے حسن ظن رکھنے لگے۔ دلوں میں ان کی محبت پیدا ہوتی گئی اور لوگوں نے بھی ان کی روش پر ان نصوص کو بھلانا شروع کیا۔ رفتہ رفتہ فراموش کرنے لگے۔

ان کے بعد بنی امیہ کے ہاتھوں میں زمام حکومت آئی۔ ان کی غرض اصلی تو تھی ہی یہی کہ کسی طرح اہلبیت(ع) نبوت و کا وجود ہی ان کا بالکل ہی قلع قمع کیا جا ۔ ظاہر ہے کہ انہوں نے نصوص و

یا منیا کردینے کے لیے کیا کچھ نہ کیا وگا۔

رمگر باوجود ان باتوں کے ہم تک صریحی نصوص اور صحیح سنن و احادیث پہنچ کے رہے ۔ انھیں میں ار غور کیا جا ، انصاف سے کام لیا جا تو وں کافی ہیں۔

ش

مکتوب نمبر ۴۳

وہ مقامات جہاں صحابہ نے ارشادات پیغمبر(ص) کی مخالفت کی

آپ کا نوازش نامہ موصول ہوا۔ میں جس امر کو مستبعد سمجھتا تھا آپ نے بطور احسن طور پر ممکن بنا کر دکھایا اور ایسا واضح نقشہ کھینچ کر دکھا دیا کہ میں دہشت میں پڑ گیا۔ میں تو یہ سمجھتا تھا کہ بنا کی بنیاد کو نہ پائیں گے کاش آپ ان مواقع کی طرف اشارہ بھی فرما دیتے جہاں صحابہ نے نصوص پیغمبر(ص) کی خلاف ورزی کی۔ رسول(ص) کی بات نہ مانی تاکہ حقیقت اچھی طرح منکشف ہو جاتی اور ہدایت کا رستہ بخوبی واضح ہو جاتا۔

س

جواب مکتوب

واقعہ قرطاس

وہ مواقع جہاں ارشادات پیغمبر(ص) کی مخالفت کی گئی، نصوص پیغمبر(ص) پر عمل نہ کیا گیا بے شمار ہیں۔ منجملہ ان کے پنجشنبہ کے دن والا حادثہ عظمیٰ ملاحظہ فرمائیے جو مشہور ترین قضیوں اور سنت مصیبتوں میں سے ایک ہے۔ باب صحاح اور کل اصحاب سنن نے یہ کہا ہے اور تمام اہل سیر و مورخین نے نقل کیا ہے ، صرف بخاری کی روایت آپ کے لیے کافی ہوگی۔

امام بخاری[1] بسلسلہ اسناد عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے ، ابن عباس کہتے ہیں:

" جب رسول(ص) کے انتقال کا وقت قریب پہنچا اور رسول(ص) کے گھر میں بہت سے اشخاص تھے جن میں حضرت عمر بھی تھے۔ رسول(ص) نے فرمایا : میرے پاس آؤ تاکہ میں تمھیں ایسا نوشتہ لکھ دوں کہ میرے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو۔ اس پر عمر بولے کہ رسول(ص) پر درد کا غلبہ ہے اور تمھارے پاس کلام مجید موجود ہے ہمارے لیے کتاب خدا کافی ہے۔ اس پر گھر میں جو

۱- صحیح بخاری پارہ ۴ فرد ۵ باب قول المریض قوموا عنی

لوگ تھے ان میں اختلاف وگیا آپس میں جھگڑنے لگے۔ بعض کہتے تھے کہ قلم و دوات ر ول(ص) کے قریب کر دو کہ ر ول(ص) ایسا نوشتہ لکھ دیں کہ پھر تم کبھی مگراہ نہ و اور بعض حضرت عمر کی ہم نوائی کر رہے تھے۔ جب تکرار اور چہ میگوئی زیادہ بڑھی تو ر ول(ص) نے افرمایا کہ تم میرے پاس سے اٹھ جاؤ"

ابن عباس کہتے ہیں کہ:

" ساری مصیبت یہ وئی کہ لوگوں نے باہم اختلاف کر کے شور و غل مچا کر ر ول(ص) کو وہ نوشتہ نہیں لکھنے دیا۔"

یہ حدیث وہ ہے کہ اس کے موجود ونے اور صحت میں کسی قسم کا شک وشبہ کیا ں نہیں جاسکتا۔ امام بخاری نے اپنے صحیح بخاری میں ایک جگہ نہیں متعدد جگہوں پر ذکر کیا ہے۔[1]

امام مسلم نے صحیح مسلم باب الوصایا کے آخر میں درج کیا ہے۔[2] امام احمد نے اپنے مسند میں ابن عباس سے اس[3] حدیث کی روایت کی ہے۔ نیز جملہ اصحاب صحاح ستہ باب سنن نے اس حدیث کو درج کیا ہے مگر ان سب نے الفاظ میں تصرف کردیا ہے۔ مفہوم و معنی تو ایک ہی رکھا ہے مگر الفاظ بدل دیے ہیں کیونکہ اصلی الفاظ حضرت عمر کے یہ تھے :

" ان النبي يهجر"

۱- صحیح بخاری پارہ اول صفحہ ۲۴ باب العلم نیز اور دیگر مقامات۔

۲- صحیح مسلم جلد۲ صفحہ ۱۴

۳- مسند جلد ۱ صفحہ ۳۲۵

'' ر ول(ص) ہذیان بک رہے ہیں۔''

لیکن محدثین نے بجا اس کے یہ بیان کیا کہ ر ول(ص) پر درد کا غلبہ ہے۔ یہ اس لیے کہا کہ عبارت تہ نویسی کے بیچ میں رہے اور حضرت عمر کے اس جملہ سے ر ول(ص) کی جو اہانت وقتی تھی اس میں کمی وجا ۔ میرے اس بیان پر وہ روایت شاہد ہے جسے ابوبکر احمد بن عبدالعزیز جوہری نے کتاب السقیفہ میں بسلسلہ اسناد جناب ابن عباس سے نقل کیا ہے۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی جلد۲ صفحہ ۲۰)

ابن عباس فرما تے ہیں کہ :

'' ر ول(ص) کی وفات کا جب وقت پہنچا ۔ گھر میں بہت سے لوگ موجود تھے جن میں حضرت عمر بھی تھے تو ر ول(ص) نے فرمایا کہ : میرے پاس دوات اور کاغذ لاؤ کہ میں تمھیں ایسا نوشتہ لکھ دوں کہ

ر ول(ص) پر درد کا غلبہ ہے ۔ اس کے بعد حضرت عمر نے کہا کہ ہم لوگوں کے پاس قرآن موجود ہے ہمارے لیے کتاب خدا کافی ہے ۔ حضرت عمر کے یہ کہنے پر لوگوں میں اختلاف واقع ہوا ۔ باہم تکرار ہونے لگی ۔ بعض کہتے تھے کہ قلم دوات ر ول(ص) دے دو کہ آپ نوشتہ لکھ دیں اور بعض حضرت عمر جیسی بات اس کے بعد تم ہر ہر مرحلہ پر یہ سن کر حضرت عمر نے ایک فقرہ کہا جس کا مطلب یہ تھا کہ کہہ رہے تھے۔ جب رارتکاز زیادہ بڑھی اور اختلافات حد سے تجاوز کرنے لگا تو ر ول(ص) کو غصہ آگیا اور آنحضرت (ص) نے فرمایا کہ تم میرے پاس سے اٹھ جاؤ''

اس حدیث سے آپ کو صراحتاً یہ بات معلوم ہوگی کہ حضرت عمر نے ر ول(ص)

و جو جواب یا تھا اس کے اصل الفاظ محدثین نے ذکر نہیں کیے ہیں بلکہ اس کا مطلب و مفہوم بیان کیا۔ اس کا ثبوت اس سے بھی مل سکتا ہے کہ محدثین نے دوسرے موقع پر جہاں جواب دینے والے کا نام ذکر نہیں کیا وہاں جواب کے اصل الفاظ بیان کردیے ہیں۔ چنانچہ امام بخاری صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۴۱ باب الجہاد والسیر کے باب جوائز الوفد میں روایت کرتے ہیں کہ :

" ہم سے قتیبہ نے بیان کیا کہ ہم سے بن عیینہ نے سلمان احول سے انہوں نے سعید بن جبیر سے انہوں نے ابن عباس سے نقل کرکے بیان کیا ہے ابن عباس کہتے تھے۔ : پنجشنبہ کا دن ہا وہ کیا دن تھا پنجشنبہ کا! یہ کہہ کر اتنا رو کہ ان کے آنسوؤں سے زمین تر ہوگئی۔ پھر کہا کہ اسی پنجشنبہ کے دن رسول(ص) کی اذیت بہت بڑھ گئی تھی۔ آنحضرت(ص) نے فرمایا کہ میرے پاس کاغذ لاؤ کہ میں تمھیں نوشتہ لکھ دوں تاکہ کبھی تم گمراہ نہ ہو سکو۔ اس پر لوگ جھگڑنے لگے حالانکہ نبی کے پاس جھگڑنا مناسب نہیں ، لوگوں نے کہا کہ رسول(ص) بے ہودہ بک رہے ہیں اس پر آنحضرت(ص) نے فرمایا : مجھے میرے حال پر چھوڑ دو میں جس حال میں ہوں بہتر ہے اس سے جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو ۔ اور آنحضرت(ص) نے مرنے سے پیشتر تین وصیتیں فرمائیں۔ ایک تو یہ کہ مشرکین و جزیرہ عرب سے نکال باہر کرو اور وفد بھیجنے کا سلسلہ اسی طرح باقی رکھو جس طرح میں بھیجا کرتا تھا ۔ابن عباس کہتے ہیں کہ تیسری وصیت [1]

۱- تیسری بات سے فراموش کردیا گیا ہے ۔ بات تھی سے پیغمبر(ص) وقت انتقال نوشتہ کی صورت میں لکھ جانا چاہتے تھے تاکہ امت والے گمراہی سے محفوظ رہیں۔ یعنی امیرالمومنین(ع) کی خلافت ۔ لیکن سیاسی شاطروں نے محدثین کو مجبور کیا کہ وہ اس چیز کو جانتے اور سمجھتے ہوئے چھپا جائیں جیسا کہ مفتی حنفیہ نے صراحت کی ہے۔

میں َ .ول گیا۔''

اس حدیث و ام مسلم نے َ بھی صحیح مسلم تاب الوصیت کے آخر میں درج کیا ہے۔ ام احمد ر نے ا پنے م ـ ر میں منجملہ ر احادیث ابن ع اس نقل یا ہے نیز تمام محدثین نے اس کی روایت کی ہے۔[1]

ام مسلم نے صحیح مسلم کے تاب الوصیت میں بواسطہ سعید بن جبیر، ابن عباس سے ایک دوسرے طریقہ سے روایت کی ہے۔ ابن عباس کہتے تھے:

''پنجشنبہ کا دن، ہا وہ کیا دن تھا پنجشنبہ کا!''

َ پھر آپ کی آنکھوں سے آنسو َ جھنا شروع و اور رخساروں پر یوں َ ہتے دیکھے گئے جیسے موتی کی لڑی و۔ اس کے بعد ابن عباس نے کہا کہ :

'' ر ول(ص) نے ارشاد افر یا : میرے پاس دوات کاغذ یا لوح و دوات [2] لاؤ۔ میں تمھیں ایسا نوشتہ لکھ دوں کہ اس کے بعد َ پھر کبھی تم مگراہ ہ و۔ تو لوگوں نے اس پر کہا کہ ر ول(ص) ہذیان بک رہے ہیں۔''

صحاح ستہ میں اس مصیبت کے احول پر نظر دوڑائیے تو آپ و معلوم

۱- صحیح مسلم جلد۲ ص۲۲

۲- اس حدیث و انھیں الفاظ میں ام احمد نے م ند ج ۱ ص۳۵۵ پر روایت کیا ہے ان کے علاوہ اور َ بھی اجلہ علما اہل سنت نے نقل کیا ہے۔

وگا کہ پہلا وہ شخص جس نے اس دن آواز بلند کی کہ ر ول(ص) ہذیان بک رہے ہیں وہ حضرت عمر تھے انھیں نے سب سے پہلے ر ول(ص) کے متعلق یہ جملہ کہا۔ ان کے بعد حاضرین میں جو ہم خیال افراد موجود تھے اُوں نے حضرت عمر کی ہم نوائی کی۔ آپ ابن عباس کا یہ فقرہ پہلی حدیث [1] میں سن چکے ہیں۔

'' گھر میں جو لوگ موجود تھے آپس میں تکرار کرنے لگے بعض کہتے تھے کہ ر ول(ص) کے پاس قلم دوات دو تاکہ ر ول(ص) یہ نوشتہ لکھ جائیں کہ اس کے بعد پھر تم کبھی گمراہ نہ ہو اور بعض حضرت عمر کی موافقت کررہے تھے۔''

یعنی وہ بھی یہی کہہ رہے تھے کہ ر ول(ص) ہذیان بک رہے ہیں۔

ایک دوسری روایت میں ہے جو طبرانی نے اوسط میں حضرت عمر [2] سے روایت کی ہے۔ حضرت عمر فرما تھے کہ :

'' جب ر ول(ص) بیمار ہو تو آپ نے فرمایا : کہ میرے پاس کاغذ اور دوات لاؤ، میں ایسا نوشتہ لکھ دوں کہ اس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو۔ اس پر پردے کے پیچھے سے عورتوں نے کہا تم سنتے نہیں کہ ر ول(ص) کیا کہہ رہے ہیں۔''

حضرت عمر کہتے کہ :

'' اس پر میں بولا کہ تم یوسف والی عورتیں ہو جب ر ول(ص) بیمار پڑتے ہیں اپنی آنکھیں پھوڑ ڈالتی ہو اور جب تندرست رہتے ہیں

۱- بے بخاری نے عبیداللہ بن عتبہ بن مسعود سے اُوں نے ابن عباس سے روایت کیا ہے اور امام مسلم وغیرہ نے جس کی روایت کی ہے۔

۲- کنزالعمال جلد۲ ص۱۳۸

تو ردن پر وار رہتی و۔ اس پر ر ول(ص) نے افر یا : کہ عورتوں و جانے دو یہ تم سے تو ہتر ں ہیں۔''

آپ ملاحظہ فر ا ہیں کہ یہاں صحابہ نے ارشاد پیغمبر(ص) و نہیں ا۔ا۔ ار انے و تو گمرا ی سے ہمیشہ کے لیے محف۔وظ وجا ۔ کاش صحابہ یہی کر کہ ر ول(ص) کی ۔ بات ٹال جا ۔ر انتے لین ر ول(ص) و یہ وکھا جواب وتا۔۔ر د یتے کہ۔ر '' ہمکبہ تاب اللہ'' ہمارے کیے تاب خدا کافی ہے۔'' اس فقرہ سے تو دھوکہ۔ تا کہ معاذ اللہ جیسے ر ول(ص) جانتے ں ۔ر تھے کہ۔ر کہ تاب خدا مسلمانوں کے لیے کیا حیثیت رکھتی ہے؟ امعاذ اللہ یہ صحابہ تاب خدا کے خواص و فائد ر ول(ص) سے ز یادہ جانتے ہیں۔ اس کے رموز مرالہ سے ز یادہ واقف ہیں۔ کاش اس پر ں اکتفا کر لیتے ۔ اسی حد پر آکر۔ ا ز رہ جا صرف یہی کہ '' حسبنا کہ تاب اللہ'' تاب خدا ہمیں کافی ہے۔ یہ کہہ کر کہ ر ول(ص)۔ ہذیان بک رہے ہیں ر ول(ص) و صدمہ۔۔اگہانی وتا۔۔ر پہنچا ۔ ر ول(ص) چند گھ ی کے مہمان تھے آپ کا دم واپسین تھا ایسی حا ت میں یہ ایذار ر انی کہاں تک مناسب تھی؟ جس۔ بات کہہ۔ر کر ر ول(ص) و رخصت کر رہے تھے۔

اور گ یا معلوم۔ تا ہے کہ (جس طرح ا ُوں نے کہ تاب خدا و کافی سمجھتے و ر ول(ص) کے ارشاد و ٹھکرا یا اسی طرح) ا ُوں نے کہ تاب خدا کافی کا ببانگ دہ یہ اعلان بھی نہیں سنا کہ ر ول(ص) جو کچھ تمھیں دے دیں اس و لے لو اور جس سے منع کر اس سے ۔ ا ز ر و۔

اور ان کے یہ کہنے سے کہ ر ول(ص)۔ ہذیان بک رہے ہیں یہ بھی پتہ۔چلتا ہے کہ ا ُوں نے خدا کا یہ ارشاد پڑھا ں نہیں :

''إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍذِى قُوَّةٍ عِندَ ذِى الْعَرْشِ

مَكِينٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ أَمِين وَ مَا صَاحِبُكُمُ بِمَجْنُون‘‘

’’ بے شک یہ قرآن ایک معزز فرشتہ جبرئیل(ع)کی زبان کا پیغام ہے جو بڑا قوی، عرش کے کلک کی بارگاہ میں بلند مرتبہ ہے وہاں سب فرشتوں کا سردار و امین ہے اور مکہ والو تمھارے ساتھی محمد(ص) دیوانے نہیں ہیں‘‘

نیز یہ ارشاد الٰہی :

’’إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ وَ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُون وَ لَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُون تَنزِيلٌ مِّن رَّبّ الْعَالَمِين‘‘

’’ بے شک یہ قرآن ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا پیغام ہے اور یہ کسی شاعر کی بات نہیں۔ تم لوگ تو بہت کم ایمان لاتے ہو اور کسی کاہن کی بات ہے تم لوگ تو بہت کم غور کرتے ہو ارے جہاں کے پروردگار کا نازل کیا ہوا کلام ہے۔‘‘

نیز ارشاد الٰہی :

’’مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوَى وَ مَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَى‘‘

’’ تمھارے رفیق محمد(ص) نہ گمراہ ہوئے ہیں نہ بہکے اور وہ تو اپنے نفسانی خواہش سے کچھ بولتے بھی نہیں یہ تو بس وحی ہے جو بھیجی جاتی ہے ۔ ان کو بڑی طاقت والے نے تعلیم دی ہے۔‘‘

نیز اسی طرح کی اور دوسری واضح اور روشن آیتیں کلام مجید کی جن میں صاف صاف تصریح ہے کہ ہر مہمل و بے ودہ ۔ بات کہنے سے رسول(ص) پاک و پاکیزہ ہیں جیسے انہوں نے کبھی پڑھی ہی نہیں۔

علاوہ اس کے خود تنہا اور فقط عقل بھی رسول(ص) سے مہمل اور بے ودہ ۔ باتوں کا صادر ہونا محال و ناممکن سمجھتی ہے لیکن اصل بات تو یہ ہے کہ صحابہ اچھی طرح جانتے تھے کہ رسول (ص) خلافت کی ۔ بات کو اور پکی کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے کئی بار حضرت علی(ع) خلیفہ و جانشین ہونے کے متعلق جتنے اعلانات کیے ہیں ان کی بھی یہی مقصود ہے لہذا اپنی ۔ بات کہہ کر رسول(ص) کی ۔ بات ہی کاٹ دی جیسا کہ خود حضرت عمر نے ابن عباس سے اس کا اقرار و اعتراف کیا ہے۔ اس موقع پر جو ان میں اور عبداللہ بن عباس کے درمیان خلافت کے مسئلہ پر گفتگو چھڑ گئی تھی ۔[1]

اور آپ رسول(ص) کے اس قول پر کہ میرے پاس قلم دوات لاؤ تاکہ میں ایسا نوشتہ لکھ جاؤں کہ اس کے بعد ہرگز تم گمراہ نہ ہو'' اور حدیث ثقلین میں رسول(ص) کے اس فقرہ پر کہ :

'' میں تم میں ایسی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم ان سے متمسک رہو تو کبھی گمراہ نہ ہو وہ کتاب خدا دوسرے میری عترت ۔'' ان دونوں فقروں پر آپ نظر کریں تو آپ پر یہ حقیقت منکشف ہوگی کہ دونوں حدیثوں میں رسول(ص) کا مقصود ایک ہی ہے ۔ ایک ہی مفہوم و دونوں حدیثوں میں آپ نے بیان کیا ہے۔

۱- شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی جلد۳ صفحہ ۱۴۰

پیغمبر(ص) نے زبردستی نوشتہ لکھ کر کیوں نہیں ڈالا

اور یہ کہ رسول(ص) نے حالتِ مرض میں کاغذ و دوات جو مانگا تھا وہ اسکے لیئے تاکہ حدیثِ ثقلین میں جو چیز امت کے لیے واجب بتائی تھی اس کی تفصیل تحریر فرمادیں۔ تحریری طور پر لکھ دیں۔ اب رہ گئی یہ بات کہ رسول(ص) نے ان لوگوں کے اختلافات کی پرواہ نہ کر کے نوشتہ لکھ کر کیوں نہیں دیا، لکھنے کا ارادہ کیوں ملتوی کر دیا؟

اس کا سبب وہی فقرہ تھا حضرت عمر اور ان کے ہوا خواہوں کا جسے بول کر ان لوگوں نے رسول(ص) کو دکھ پہنچایا تھا۔ جس فقرہ سن کر رسول(ص) نے ارادہ بدل یا نہ لکھا وہ نوشتہ۔ کیونکہ اتنے سخت جملہ کے بعد نوشتہ لکھنے کا کوئی فائدہ نہ تھا سوا اس کے کہ اور فتنہ و فساد برپا ہو۔ اور اختلافات اور بڑھتے۔ رسول(ص) کے لکھنے کا کوئی فائدہ سوا نہ ہوتا کیونکہ اب اگر رسول(ص) لکھتے بھی تو آپ کے نوشتہ کے متعلق لوگ کہتے کہ اس نوشتہ میں بھی تو رسول(ص) نے ہذیان ہی تحریر فرمایا ہے۔ جس طرح یہ کہنے پر کہ " میرے پاس دوات کاغذ لاؤ میں ایسا نوشتہ لکھ جاؤں کہ اس کے بعد پھر کبھی گمراہ نہ ہو" لوگ جھگڑنے لگے۔ ان میں تکرار ہونے لگی اور رسول(ص) کی آنکھوں کے سامنے خوب شور و غل مچا۔ اور رسول(ص) اس وقت کچھ نہ کرسکے۔ صرف اتنا کہہ کر خاموش ہوگئے کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ اور اگر رسول(ص) بھی اڑجاتے کہ بات پر، نوشتہ لکھ کر رہتے تو انھیں اور بھی ضد دلاتے زیادہ سختی سے کہتے کہ رسول(ص) نے جو کچھ لکھا وہ ہذیان ہے اور ان کے چپٹے بیٹے رسول(ص) کے لکھے ہوئے ہذیان ثابت کرنے میں بڑی چوٹی

کا زور گا دیتے ہی اپنی کتابوں میں لکھتے، تاریخوں میں بیان کر ، غرض ر ول(ص) کے نوشتہ کی د جیاں اڑا دیتے، تاکہ اس سے وئی کام لے ں ہ سکے۔

اسی وجہ سے حکیم اسلام کی حکمت ۔ بالغہ نے چاہا کہ اب نوشتہ کا ارادہ ں ترک دیا جا ۔ تاکہ ر ول(ص) کے منہ آنے والے اور ان کے حوالی موالی آپ کی نبوت میں طن کا دروازہ ہ کول دیں ۔ خدا کی پناہ۔

اور ر ول(ص) یہ جانتے تھے کہ علی(ع) اور علی(ع) کے دوسرار اس نوشتہ کے مضمون پر ہر حال عمل کریں گے۔ میں چاہے لکھوں اچھے ہ لکھوں اور ان کے علاوہ جو ہیں وہ ا ر میں لکھ بھی جاؤں تو کھی ہ انہیں گے ہ اس پر عمل کریں گے لہذا ان حالات میں حکمت کا تقاضا یہی تھا کہ آپ اس کا خیال ترک کردیں۔ کیونکہ والِ کاغذ و دوات پر ایسا جانکاہ واجب ۔ پانے کے بعد بھی نوشتہ لکھنے کا وئی اثر ں پڑا ہ وگا ۔ وا فتنہ و فساد کے۔

ش

مکتوب نمبر ۴۴

واقعہ قرطاس پر عذر و معذرت

شاید آنحضرت(ص) نے جس وقت قلم و دوات لانے کا حکم دیا تھا آپ کوئی چیز لکھنا چاہتے ہوں۔ تھے بلکہ آپ محض آزمانا چاہتے تھے اور کچھ مقصود نہ تھا اور صحابہ کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی مگر حضرت عمر سمجھ گئے کہ رسول(ص) درحقیقت ہم لوگوں کو جانچنا چاہتے ہیں لہذا انہوں نے قلم و دوات لانے سے صحابہ کو روکا۔ لہذا اس بنا پر حضرت عمر کی ممانعت منجملہ آپ کی توفیقات ربانیہ کے سمجھنا چاہیے اور آپ کی مخصوص کرامات سے شمار کرنا چاہیے۔

بعض علما اعلام نے یہ جواب دیا ہے لیکن انصاف یہ ہے کہ رسول(ص)

کا فرمانا : ان تضلوا بعدی'' میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ '' اس جواب دینے نہیں دیتا۔ کیونکہ یہ فقرہ حکم پیغمبر(ص) کا دوسرا جواب ہے ۔ مطلب یہ کہ اگر تم کاغذ و دوات لاؤ گے اور میں تمھارے لیے وہ نوشتہ لکھ دوں گا تو اس کے بعد تم گمراہ نہ ہو سکو گے اور یہ امر مخفی نہیں کہ اس قسم کی خبر بیان کرنا محض امتحان و اختیار کے لیے ہے، یہ کھلا ہوا جھوٹ ہے جس سے کلام انبیاکا پاک و منزہ واجب و لازم ہے ۔ خاص کر اس موقع پر جہاں قلم و دوات کا لانا بہتر تھا یہ نسبت نہ لانے کے۔

علاوہ اسکے یہ جواب اور بھی کئی وجہوں سے محل تامل ہے لہذا یہ جواب تو صحیح نہیں کچھ اور عذر پیش کرنا چاہیے۔ علاوہ سے زیادہ جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ رسول(ص) نے کاغذ و دوات لانے کا جو حکم دیا تو یہ حکم انتہائی ضروری و لازمی نہ تھا کہ اس کے متعلق مزید وضاحت چاہی نہ جاسکتی ورنہ پوچھا نہ جاسکتا تھا۔ بلکہ یہ حکم مشورہ کا حکم تھا اور ایسا برابر ہوا کہ صحابہ رسول(ص) کے بعض احکام میں دوبارہ پوچھ لیا کرتے تھے۔ مزید استصواب کیا کرتے تھے خصوصا حضرت عمر تو اور زیادہ ، کیونکہ انھیں اپنے متعلق یہ یقین تھا کہ وہ مصالح و بہتری پہچاننے میں موفق للصواب ہیں۔ میرا ظن و تخمین غلط نہیں ہوتا ۔ خدا کسی جانب سے ان پر الہام بھی فرماتا تھا۔ حضرت عمر نے چاہا کہ رسول(ص) و زحمت نہ اٹھائی پڑے۔ کیونکہ رسول(ص) پہلے سے بہت سے تعب میں تھے اور لکھنے کے لیے اٹھتے بیٹھتے تو تعب اور زیادہ بڑھ جاتا۔ اسی لیے آپ نے یہ فقرہ کہا۔ آپ کی رائے یہ تھی کہ دوات کاغذ نہ لانا ہی بہتر ہے۔ حضرت عمر یہ بھی ڈرتے تھے کہ رسول(ص) کہیں ایسی نہ لکھ ڈالیں جو کرنے سے لوگ عاجز ہیں۔ رسول(ص) کے لکھنے ووپرا نہ کرسکیں

اور اس سبب سے مستحق عقوبت ٹھہریں کیونکہ رسول(ص) جو کچھ لکھ جائیں وہ تو بہر حال منصوص اور قطعی ہے۔ اجتہاد کس گنجائش اس میں ہوسکتی ہے یا شاید حضرت عمر و منافقین کی جانب سے خوف محسوس ہوا کہ کہیں اپنے نہ منافقین رسول(ص) کے نوشتہ پر معترض ہوں۔ اس کی قدح کریں کیونکہ وہ نوشتہ مرض کی حالت میں لکھا جائے گا اور اس وجہ سے بڑے فتنہ و فساد کا باعث ہو گا اس لیے حضرت عمر نے کہا کہ :ہمیں کتاب اللہ'' ہمارے لیے کتابِ خدا کافی ہے۔'' کیونکہ خود خداوند کریم نے فرمایا ہے :

''ما فَرَّطْنا فِي الْكِتابِ مِنْ شَيْءٍ ''

'' ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی جو اپنی نہیں کردی ہو۔''

نیز یہ بھی ارشاد ہوا :

''ِ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دينَكُم''

'' آج کے دن ہم نے دین و تمھارے لیے مکمل کیا۔''

غالبا حضرت عمر و اپنے طور پر اطمینان تھا کہ امت تو گمراہ ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ خداوند کریم دین و کامل اور امت پر اپنی نعمت کا اتمام کرچکا ہے لہذا جب امت کی گمراہی کا خوف ہی نہیں تھا ۔ تو اب نوشتہ لکھنے کی ضرورت ہی کیا تھا۔

یہ ان لوگوں کے واہیات ہیں اور یہ جس قدر رکیک ہیں وہ آپ سے پوشیدہ نہیں کیونکہ رسول(ص) کا یہ فقرہ '' لا تضلوا بعدی'' تاکہ تم گمراہ نہ ہو بتاتا ہے کہ آپ کا حکم ، حکم قطعی ، حکمِ لازمی تھا۔ کیونکہ ایسے امر میں جو ضلالت سے محفوظ رہنے کا ذریعہ و قدرت رکھتے ہو ہر ممکن حد تک وجہد کرنا بیشک و شبہ واجب و لازم ہے ۔ نیز آنحضرت (ص) پر اس فقرہ کا ناگوار رہنا اور حضرت

عمر وغیرہ کے اس جملہ کا برا ماننا اور ان لوگوں کے تعمیل حکم نہ کرنے پر آپ(ص) کا ارشاد فرمانا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ یہ بھی دلیل ہے کہ آپ نے دوات و کاغذ لانے کا جو حکم دیا وہ حکم واجب ولازم تھا۔ بغرض مشورہ آپ نے نہیں فرمایا تھا۔

اور کوئی کہے کہ نوشتہ لکھنا اور ایسا ہی واجب و لازم تھا تو محض چند لوگوں کی مخالفت سے آپ نے نوشتہ لکھنے کا ارادہ ترک کیوں کیا۔ یا جس طرح کافرین آپ کی تبلیغ اسلام کے مخالف تھے مگر پھر بھی آپ تبلیغ سے باز نہ رہے اسی طرح اور کچھ لوگ کاغذ و دوات لانے کے مخالف تھے تو آپ نے ان کی مخالفت کی پرواہ نہ کر کے نوشتہ لکھ کر کیوں نہ دیا۔ تو میں کہوں گا کہ آپ کا یہ کہنا ٹھیک بھی زیادہ سے زیادہ قیاس یہ نکلتا ہے کہ نوشتہ کا لکھنا اور رسول(ص) پر واجب نہیں تھا لیکن رسول(ص) پر لکھنا واجب نہ ہونے سے کب ضروری ہے کہ ان لوگوں پر رسول(ص) کا حکم لانا اور کاغذ و دوات کا لانا بھی واجب نہ تھا۔ ہوسکتا ہے کہ نوشتہ کا لکھنا رسول(ص) پر واجب نہ رہا ہو مگر ان لوگوں پر دوات و کاغذ کا لانا واجب و لازم ہو جبکہ رسول(ص) نے لانے کا حکم دیا تھا اور اس کا فائدہ بھلا یہ تھا کہ گمراہی سے ہمیشہ کے لیے بے خوف ہوجاؤ گے اور ہمیشہ راہ ہدایت پر باقی رہو گے کیونکہ فی الواقع امر کا وجوب امور سے متعلق ہوتا ہے نہ کہ آمر سے خصوصا جبکہ امر کا فائدہ امور سے پہنچتا ہو لہذا یہاں یہ ہے کہ ان لوگوں پر امر کا بجالانا واجب تھا یا نہیں۔ رسول(ص) نے ان لوگوں و کاغذ و دوات کا جو حکم دیا تھا تو کاغذ و دوات کا لانا ان لوگوں پر لازم تھا یا نہیں۔ محل بحث یہ نہیں کہ رسول(ص) پر لکھنا واجب تھا یا نہیں؟

علاوہ بریں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ لکھنا رسول(ص) پر بھی واجب تھا لیکن لوگوں کی مخالفت اور رسول(ص) کا کہنا اننے اور یہ کہنے سے کہ رسول(ص) ہذیان بک رہے ہیں۔ رسول(ص) سے وجوب ساقط ہوگیا ہو۔ کیونکہ رسول(ص) اب سمجھتے بھی تو واقعہ فساد کے لکھنے کا اور وئی فائدہ نہ ہوتا۔ لہذا جو چیز باعث فساد ہو جس سے فتنہ برپا ہوجانے کا ڈر ہو اس کا رکنا رسول(ص) پر واجب سے ہوگا؟

بعض حضرات نے یہ عذر بھی بیان کیا ہے کہ حضرت عمر حدیث کا مطلب نہ سمجھے۔ ان کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ وہ نوشتہ امت کے ہر فرد کے لیے گمراہی سے بچنے کا ایسا ذریعہ کیونکر ہوگا کہ قطعی طور پر وئی گمراہ ہی نہ ہوسکے بلکہ حضرت عمر، رسول(ص) کے اس جملہ سے کہ لا تضلوا۔'' تم گمراہ نہ ہوگے'' یہ مطلب سمجھے کہ تم سب کے سب کل کے کل گمراہی پر مجتمع نہ ہوگے اور نوشتہ لکھنے کے بعد کسی ایک فرد میں بھی گمراہی سرایت نہ کرے گی اور حضرت عمر یہ پہلے ہی جانتے تھے کہ امت کبھی گمراہی پر مجتمع نہ ہوگی اسی وجہ سے آپ نے نوشتہ کو بیکار سمجھے اور یہ خیال کیا کہ رسول(ص) کا نوشتہ لکھنے سے مقصود صرف مزید احتیاط ہے اور کچھ نہیں کیونکہ آپ مجسم رحمت واقع ہوئے ہیں اس لیے آپ کا رحم و کرم چاہتا ہے کہ جہاں تک ہوسکے ان کے گمراہی سے محفوظ رہنے کے لیے احتیاطی تدابیر کردی جائیں۔ یہی سمجھ کر حضرت عمر نے آپ کو مشورہ دیا یہ طے کر کے کہ یہ رسول(ص) کا حکم واجبی حکم نہیں بلکہ رحم وکرم کی وجہ سے ایسا فرمارہے ہیں۔ حضرت عمر کی اس تیزی اور جلد بازی کی معذرت میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں مگر واقعہ یہ ہے کہ اگر نظر غائر سے دیکھا جائے تو یہ سب کے سب رکیک و مہمل ہیں کیونکہ رسول(ص) کا یہ فقرہ لا تضلوا بعدی۔'' کہ میرے بعد تم گمراہ نہ ہو و ہ خود بتا رہا ہے کہ امر ایجابی تھا نہ کہ کچھ اور۔

اور ر ول(ص) کا ان لوگوں پر غضب ناک ونا ان سے رنجیدہ ونا، یہ دلیل ہے کہ صحابہ نے ایک امر واج و ترک کیا لہذا ب سے بہتر یہ جواب ہے کہ یہ واقعہ در حقیقت ان صحابہ کی سیرت کے ونا منا ب تھا اور ان کی شان سے بعید تھا۔ یہ ایک لغزش تھی جو وگئی اور ونا گہانی بات تھی جو پیش آئی ۔

س

جواب مکتوب

عذر و عذرت صحیح نہیں

آپ کے جیسے اہل علم کے لئے یہی زیبا ہے کہ حق بات کہیں اور حق بات زبان سے نکالیں۔

واقعہ قرطاس کے متعلق آپ کے علمء اعلاکم نے تاویلات و اعذار جن کی آپ نے اپنے مکتوب میں تردید کی ہے الق نے تاویلات و اعذار کی تردید میں اور بہت سے گوشے باقی رہ گئے ہیں۔ جی چاہتا ہے کہ انھیں بھی عرض کر دوں تاکہ اس مسئلے میں خود آپ ہی فیصلہ فرمائیں۔

پہلا جواب دیا گیا ہے کہ ر ول(ص) نے جس وقت قلم و دوات لانے کا حکم دیا تھا تو شاید کچھ لکھنے کا آپکا ارادہ نہ تھا بلکہ محض آزمانا مقصود تھا آپ کو۔ اور کچھ نہیں۔

آپ نے اس جواب کی رد میں جو کچھ افر یا ہے اس کے علاوہ میں کہتا ہوں کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب آنحضرت(ص) کا دمِ واپسین تھا۔ حالتِ احتضار طاری تھی جیسا کہ حدیث سے صراحت ہوئی ہے۔ لہذا وہ وقت

اختیار و امانتی کا نہ تھا بلکہ اعذار و انذار کا تھا۔ ہر امر ضروری کے لیے وصیت کرجانے کا وقت تھا اور امت کے اتھ پوری ر بھلائی کرنے کا موقع تھا۔ جو شخص دم توڑ رہا وَ بھلا دل لگی اور مذاق سے اسے کیا واسطہ ،اسے تو خود اپنی پڑی وتی ہے، اہم امور پر اسکی توجہ رہتی ہے۔ اپنے تعلق والوں کی مہمات میں اس کا دھیان ہ ا ہے۔ خصوصا ج وہ دم توڑنے والا بنی و نیز ج- اس نے بحا ت صحت اپنے پورے عرصہ حیات میں اختیار نہ کیا تو وقت احتضار کیا اختیار و امتحان لیتا۔

علاوہ اس کے شور ل کرنے چیخ وپکار مچانے پر ان لوگونسے ر ول(ص) کا کہنا کہ : '' قوموا عنی'' میرے پاس سے اٹھ جاؤ'' صاف صاف بتا ہے کہ ر ول(ص) و ان لوگوں سے صدمۂ پہنچا ۔ آپ رنجیدہ و ۔ ار نوشتہ لکھنے سے روکنے والے ں جادہ ثواب پر و تو ان کے روکنے و ر ول(ص) پر نہ فرا ، مسرت کا اظہار فرا ۔

ار آپ حدیث کے ردو پیش پر نظر ڈالیے ، خصوصا ان لوگوں کے فقرے پر غور فر ائیے کہ-رجہر ر -ول اللہ '' ر -ول اللہ(ص) ہذیان بک رہے ہیں۔'' تو آپ و معلوم وگا کہ حضرت عمر اور ان کے تمام وا خواہ جانتے تھے کہ ر ول(ص) وقت ہ -ات لکھنا چاہتے ہیں جو ہمیں پر نہیں ۔ اسی وجہ سے ایسا فقرہ کہہ کر نا گہانی صدمۂ پہنچایا گیا ر ول(ص) و اور آپ(ص) کے حضور میں انتہائے زیادہ شور و غل مچایا گیا۔ اختلافات خوب اچھالے گئے۔ جناب ابن عباس کا اس واقعہ کو یاد کر کے شدت سے رونا کرنا اور اس واقعہ و مصیبت شمار کرنا یہ بھی اس جواب کا باطل ونے کی بڑی قوی دلیل ہے۔

معذرت کرنے والے کہتے ہیں کہ حضرت عمر مصالح کے پہچاننے میں

موفق للصواب تھے اور خدا کی جانب سے آپ پر الہام ہوا کرتا تھا۔ یہ معذرت اسی ہے کہ اس پر توجہ نہیں کی جاسکتی کیونکہ یہ کہنے سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ میں راستی و درستی حضرت عمر کی طرف تھی نہ کہ رسول(ص) کی طرف۔ نیز یہ کہ حضرت عمر کا اس دن کا الہام اس دن کی وحی جو رسول(ص) پر امین وحی لے کر نازل ہوا سے تھا۔ بعض علماء نے حضرت عمر کی طرف سے یہ معذرت کی ہے کہ حضرت عمر رسول(ص) کی تکلیف کم کرنا چاہتے تھے۔ بیماری کی حالت میں رسول(ص) لکھنے کی زحمت کرتے تو آپ کا تعب اور بڑھ جاتا۔ اسی تعب کے بڑھنے کے خوف سے حضرت عمر نے ایسا فقرہ کہا۔ مگر آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ نوشتہ لکھنے میں رسول(ص) کے دل زیادہ راحت ہوتی۔ آپ کا دل زیادہ ٹھنڈا، آنکھیں زیادہ خنک اور امت کی گمراہی سے آپ زیادہ بے خوف ہوجاتے۔ رسول(ص) کی فرمائش قلم و دوات کے متعلق تھی کسی سے حضرت کی تجویز کے خلاف قدم اٹھانا صحیح نہ تھا۔

"وَ ما كانَ لِمُؤْمِنٍ وَ لا مُؤْمِنَةٍ إِذا قَضَى اللَّهُ وَ رَسُولُهُ أَمْراً أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ"

"جب خدا و رسول(ص) کسی بات کا فیصلہ کرلیں تو پھر نہ مرد یا مومن عورت کو اس بات کے پلٹنے کا کسی گنجائش نہیں۔"

علاوہ اس کے حضرت عمر اور ان کے حواریوں کا مخالفت کرنا، اس اہم ترین امر میں رکاوٹ ڈالنا اور رسول(ص) کی نظروں کے سامنے شور و غل مچانا، جھگڑا فساد کرنا نبی کے ساتھ ادب تھا اور شان رسالت پر بہت

ایسا نوشتہ لکھنے کے جس سے امت ہمیشہ کے لیے گمراہی سے محفوظ ہو جاتی۔

بےچینی ہوئی۔ بات یہ ہے کہ حضرت عمر سے رسول(ص) کی اتنی زحمت تو دیکھی نہ گئی کہ آپ بیماری کی حالت میں نوشتہ تحریر فرمائیں مگر ایسا کرنے میں انھیں تامل ہوا کہ رسول(ص) قلم و دوات مانگیں اور وہ تکرار لگیں۔ ہذیان بک رہے ہیں۔'' کہہ کر اگہانی صدمہ پہنچائیں۔ لکھنے میں اس زحمت کی بھی روادار تو کیا اس دلی صدمہ سے بڑھ کر روا؟

لوگوں نے حضرت عمر کی طرف سے معذرت کا، بڑی بات کہ گئی۔ غور تو فرمائیے کہ جب رسول(ص) خود حکم دیں کہ قلم و دوات لاؤ، تو قلم ودوات کا نہ لانا بہتر ہوگا۔ کیونکر ہوگا۔ کیا حضرت عمر یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ رسول(ص) ایسی چیز کا حکم دیا کرتے ہیں جس چیز کا ترک کرنا زیادہ مناسب ہے۔

اس سے بڑھ کر حیرت خیز ان لوگوں کا یہ قول ہے کہ حضرت عمر ڈرے کہ رسول(ص) کہیں ایسا نہ لکھ جائیں جس کے کرنے سے لوگ اجر پائیں اور نہ کرنے پر سزاوار عقوبت ٹھہریں۔

غور فرمائیے کہ رسول(ص) کے یہ کہنے کے بعد ''تاکہ تم گمراہ نہ ہو۔'' حضرت عمر کا ڈنڈا کہاں تک بجا تھا۔ کیا حضرت عمر رسول(ص) کے زیادہ انجام سے باخبر رسول(ص) کے زیادہ محیط اور امت پر بہ نسبت رسول(ص) کے زیادہ مہربان تھے؟ کوئی بھی اس کا اقرار نہ کرے گا، ونہ بھلا یہ ماننے پر تیار ہوسکے گا؟

یہ بھی لوگوں نے حضرت عمر کی طرف سے معذرت پیش کی ہے کہ حضرت عمر و منافقین کی طرف سے اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں حالت مرض میں نوشتہ تحریر ہونے کی وجہ سے اس نوشتہ کی صحت میں قدح نہ کریں مگر

آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ یہ بھی غلط ہے۔ رسول(ص) کے لا ضلوا کہنے کے بعد اس اندیشہ کی کوئی وجہ نہیں تھی کیونکہ رسول(ص) جو خود وضاحت فرمادیں کہ میرا نوشتہ گمراہی سے محفوظ رہنے کا سبب ہوگا پھر منافقین کی قدح کس وجہ سے وہ نوشتہ باعث فتنہ و فساد کیونکر ہوجائے گا۔

اگر حضرت عمر منافقین کی سے ڈرتے تھے۔ ان کو یہی اندیشہ تھا کہ منافقین نوشتہ کی صحت میں قدح نہ کریں تو خود منافقین کے لیے انہوں نے قدح کا تخم کیوں بویا؟ رسول(ص) کی بات کا جواب دے کر، لکھنے سے روک کر،'' ہذیان بک رہے ہیں'' کہہ کر منافقین کے لیے راہ کیوں پیدا کر دی؟

حضرت عمر کے طرفداران کے فقرہ'' حسبنا کتاب اللہ'' کی تفسیر میں یہ جو کہتے ہیں کہ خود خداوند کریم نے ارشاد فرمایا ہے:

'' ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہ اٹھا رکھی ''

نیز ارشاد الٰہی :

'' آج کے دن ہم نے دین تمھارے لیے کامل کیا۔''

تو یہ درست نہیں اور نہ خداوند عالم کے ارشاد سے حضرت عمر کے رفقا کی تائید ہوتی ہے کیونکہ آیت سے یہ تو نہیں نکلتا کہ امت گمراہی سے ہمیشہ کے محفوظ بھی ہوگئی ہے نہ یہ آیتیں ہدایت خلق کی ضامن ہیں پھر ان دونوں آیتوں پر بھروسہ کر کے نوشتہ رسول(ص) سے بے پروائی کیونکر جائز ہوگی؟ اگر قرآن کا وجود گمراہی سے محفوظ رہنے کا موجب ہوتا تو یہ گمراہی کیوں ہوتی ؟ اتنی پراگندگی کیوں ہوتی؟ جس کے دور ہونے کی وجہ سے قریہ قریہ ایسی ہوچکی ہے۔

حضرت عمر کی طرف سے آخری جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ حضرت عمر

اراؤ ِ ر ول(ص) کا مطلب نہیں سمجھے ، ان کی سمجھ میں یہ بات ۔ ۔ آئی کہ وہ نوشتہ امت کے ہرہر فرد کے لیے گمرا ۔ ں سے بچنے کا ذریعہ وگا بلکہ حضرت عمر، ر ول(ص) کے اس جملہ سے کہ لا تضلوا بعدی'' تم میرے بعد مرگراہ ۔ ۔ وگے۔'' یہ سمجھے کہ ر ول(ص) کا نوشتہ گمراں پر مجتمع۔ ۔ ونے کا سبب وگا۔ اس نوشتہ کا فائدہ یہ وگا کہ امت والے گمراں پر متفق و متح ۔ ۔ ر وں گے اور حضرت عمر یہ پہلے ں سے جانتے تھے کہ امت والے کبھی گمراں پر مجتمع ں ۔ ۔ وں گے چاہے نوشتہ لکھا جا ۔ یا ۔ ۔ لکھا جا ۔ اسی وجہ سے آپ نے اس موقع پر اعتراض د ۔ یا اور نوشتہ لکھنے سے انع و ۔ اس کی تردید میں آپ نے جو کچھ کہا وہ تو کہا ں ہے میں عرض کرتا وں کہ حضرت عمر اس قدر ۔ ا سمجھ۔ ۔ تھے اور ۔ ۔ یہ حدیث جس کا مطلب ب پ ر واضح و روشن تھا کہ ان کی سمجھ ں ۔ ۔ آسکی کیونکہ قولِ ر ول(ص) سے ہر شہری اور دیہاتی کی سمجھ میں یہ ۔ ات آتی ہے کہ ۔ ا ر ر ول(ص) وہ نوشتہ لکھ دیتے تو ہر فرد کے لیے گمراں سے محفوظ رہنے کی علا ۔ امت ۔ ا وہ نوشتہ ہی معنیٰ ہیں مفہوم اس حدیث سے اری دنیا کی سمجھ میں آ ہیں۔

حضرت عمرؓ بھی یقینی طور پر جانتے تھے کہ ر ول(ص) و امت کی طرف سے گمراں پر مجتمع ونے کا خطرہ نہیں کیونکہ ۔ ۔ حضرت عمر ر ول(ص) کا یہ ارشاد سنتے رہتے تھے کہ :

'' میری امت کبھی گمراں پر مجتمع۔ ۔ وگی۔ خ ا پر مجتمع۔ ۔ وگی۔''

ہمیشہ میر امت سے ایک جماعت حق کی حمایتی وگی ۔ نیز حضرت عمر نے خداوند ام کا یہ ارشاد بھی سنا تھا:

'' تم میں سے وہ لوگ اج یمان لا اور نیک کام کیے

ان سے خداوند ام نے وعدہ کر رکھا ہے کہ انھیں وہ رو زمین پر خلیفہ ہنا گا جیسا کہ ان کے قبل کے لوگوں و خلیفہ ر ہنا یا تھا۔''

اسی طرح کی اور بہت سی کلام مجید کی واضح آیتیں اور احادیث پیغمبر(ص) میں سے صریحی حدیثیں حضرت عمر سن ہارے میں سن چکے تھے کہ امت کل کی کل کبھی گمراہی پر مجتمع نہ وگی لہذا اس کا دھیان بھی نہیں وسکتا کہ باوجود یہ سب سننے کے ج ر ول(ص) نے قلم و دوات طلب کیے تو حضرت عمر یا دوسرے لوگوں کے ذہن میں خطور وا وگا کہ ر ول(ص) اپنی امت کے گمراہی پر مجتمع ونے کا خوف رکھتے ہیں۔ جبھی قلم و دوات طلب کر رہے ہیں۔ حضرت عمر کے ہنا ب حال تو یہ ہے کہ وہ بھی اس حدیث سے وہی سمجھیں جو ہنا سمجھ ہی ہے نہ کہ وہ بات سمجھیں جس آیات کلام مجید بھی نفی کریں اور صحیح حدیثیں بھی۔

علاوہ اس کے ر ات اب(ص) کا اظہار ناگواری کرنا اور میرے پاس سے اٹھ جاؤ فرانا یہ بھی دلیل ہے کہ جس بات سو ان لوگوں نے ترک دیا ہے واجب تھی ۔ قلم و دوات جو ر ول(ص) نے انگی تھی وہ لانا ضروری تھی۔ انھیں نہ لاکر انوں نے ترک واجب کیا۔

اچھا ان لیا میں نے کہ حضرت عمر نے ر ول(ص) کی مخالفت جو کی اور آپ کے پاس قلم و دوات لانے جو دیا وہ غلط فہمی کی وجہ سے تھا۔ ر ول(ص) کی بات ان کی سمجھ میں نہ آسکی اس وجہ سے ایسا وا۔ ایسی حالت میں ر ول(ص) کو کیا چاہیے تھا۔ ایسے وقت میں ر ول(ص) کو تو چاہیے تھا کہ آپ ان کے شکوک و شبہات زائل کردیں۔ اچھی طرح بتانا مطلب ر واضح فرمادیں بلکہ ر ول(ص) کے لیے

اس کی بھی گنجائش تھی کہ ان و جس بات کا حکم یا تھا اس پر مجبور فرما لیں رسول(ص) نے یہ سب کچھ نہیں کیا بلکہ اپنے پاس سے اٹھ یا ۔ قوموا عنی۔ '' تم میرے پاس سے اٹھ جاؤ'' معلوم ہوا کہ رسول(ص) جانتے تھے کہ حضرت عمر کی مخالفت غلط فہمی کی وجہ سے نہیں بلکہ کسی اور سبب کے تحت وہ ایسا کہہ رہے تھے اسی لیے آپ نے پاس سے دور ہوجانے کا حکم دیا۔

جناب ابن عباس کا رونا فرمانا، مصیبت و رزیہ یاد کرنا اس دن کا یاد کر کے یہ بھی ہمارے بیان کا پورا پورا موید ہے۔ صاف تو یہ ہے کہ یہ (حضرت عمر کی لائی ہوئی) وہ زبردست مصیبت ہے جس میں کسی عذر کی گنجائش ہی نہیں ۔ اور آپ کے کہنے کس بنا پر اس واقعہ اندوہناک و صحابہ کی ایک لغزش ان کی ایک فرد اشت کہہ کر ختم کر دیا جا وتی بات آ ان تھی اور چیز محض یہ ایک واقعہ ہی زمانے بھر و ہلاک کردینے والا کمر و شکستہ کردینے والا ہے۔

ش

مکتوب ؒ بر۴۵

عذر و عذرت کے لغو ہونے کا اعتراف بقیہ مورد کے ؒ ق استثناء

آپ نے معذرت کرنے والوں کی تمام رائیں کاٹ دیں اور ان پر تمام راستے بند کردیے اور ان کے اور ان کے اغراض کے درمیان دیوار کھ ی کردی۔ جو کچھ آپ نے بیان افر یا اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائ ۔ ن ر ں۔ آپ ا۔ سلسلہ بیان جاری رکھیے اور ان تمام مواقع کا ذکر فرمائیے جہاں صحابہ نے نصوص پر عمل کیا اور من ا تاویلیں یں۔

س

جواب مکتوب

جیش اسا ۔

آپ کا حکم ہے کہ میں وہ ارے موارد بیان کروں جہاں صحابہ نے اطاعت ِ قول پیغمبر(ص) پر اپنی را و مقدم سمجھا۔

اچھا تو لشکر ا امہ کا واقعہ ملاحظہ فرائیے ۔ لشکر ا امہ ر ول(ص) کی زندگی کا آخری لشکر تھا جسے آپ نے روم کی طرف لڑنے وَ بھیجا تھا۔ اس لشکر کی روانگی میں آپ نے اہتمام عظیم افر یا تھا اور تمام صحابہ کو تیاری کا حکیم یا تھا مسلمانوں کے ارادوں و مضبوط اور ان کی ہمتوں و بڑھانے کے لیے لشکر کے ازو ان کی فراہمی آپ نے خود بنفس نفیس فرائی۔

مہاجرین و انصار کے سر برآوردہ افراد جیسے حضرت ابوبکر [1] وعمر ابو عبیرہ،

ا- جملہ اہل سیر ومورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر و عمرَ بھی اس لشکر میں تھے۔ ملاحظہ و طبقات ابن سعد، تاریخ طبری۔ تاریخ کامل ، سیرت حلانیہ وغیرہ، علامہ حلبی وغیرہ نے اسی جیش ا امہ کے ذکر کے سلسلہ میں بڑے مزے کا ایک واقعہ بھی ذکر کیا ہے۔ خلیفہ مہدی جب برسرآ یا تو اس نے ا یاس بن معاویہ و جو اس وقت بہت کم سن تھے اور جن کی ذہانت و فرا تط بطور ضرب المثل مشہور ہے امت کر اور چار و بوڑے علماء فقہاء و ان کے پیچھے نماز پڑھتے دیکھا ۔مہدی نے کہا خدا ان داڑھی والوں و نارت کرے کیا اتنے لوگوں میں وئی اس قابل نہیں ہے کہ آگے بڑھ کر نماز پڑھا دے پھر مہدی خود یاس کی طرف بڑھا صاحبزادے کیا سن ہے تمھارا؟ یاس نےاجد ہ یا حضور میرا سن اس وقت وں ہے خدا حضور و زندہ سلامت رکھے جو ا امہ بن زید کا اس وقت تھا جو ر ول(ص) خدا نے انھیں لشکر کا افسر مقرر کیا تھا جس میں حضرت عمرَ بھی اور حضرت ابوبکرَ بھی۔ مہدی نے کہا آگے بڑھو خدا تمہیں برکت دے (بے شک تم امت کے مستحق و) علامہ حلبی لکھتے ہیں اس وقت ا امہ کا سن سترہ ال کا تھا۔

سعد ابن ابی وقاص ، وغیرہ میں سے وئی بھی فرد ایلہ نہ بچا ہے فوج میں ر ول(ص) نے رکھا[1] و۔ یہ ر سنہ ۱۱ھ ۔ صفر ۲۶ ۔ تاریخ کا واقعہ ہے ج صبح وئی ۲۷ تاریخ آئی تو آپ نے ا امہ و طلب کیا اور افر یا کہ :

" جہاں تمھارے باپ قتل کیے گئے اس طرف روا نہ و اور ان لوگوں و اس لشکر سے روند ڈالو، میں تمہیں اس لشکر کا افسر اعلی مقرر کرتا وں تم صبح ویرے اہل اپنی[2] پر چڑھائی کر دینا اور بہت تیزی سے جانا کہ وہاں خبر پہنچنے سے پہلے پہنچ جاؤ۔ ا ر فتحیابی و تو بہت تھوڑی دیر وہاں ٹھہرنا ۔اپنے ساتھ رہا بتانے والے لے لو ، جا و وں و آگے روا نہ کر دو۔"

ج ۲۸ صفر وئی تو ر ول(ص) کا مرض موتا نمایاں وا۔ تپ آگئی، سر کا درد بڑھ گیا۔ ج ۲۹ تاریخ وئی اور آپ نے ملاحظہ افر یا کہ لوگ جانے میں تساہل کر رہے ہیں تو آپ باہر تشریف لا ۔ مسلمانوں کی حمیت و جنبش میں لانے اور ارادوں و پختہ بنانے کے لیے آپ نے اپنے ہاتھ سے لشکر کا علم در ت کر کے

۱- حضرت عمر ا امہ سے کہا کر تھے کہ پیغمبر(ص) نے ج انتقال یا تو تم میرے افسر تھے ۔ اس جملہ کا بکثرت مورخین مثلا علامہ حلبی و غیرہ نے ذکر یا ہے۔

۲- اپنی شام میں موتہ جہاں جناب جعفر طیار اور زید بن حارث شہید و تھے کے قریہ ایک جگہ ہے۔

ا امہ و بخشا اور ارشاد افر یا کہ خدا کا ۔ام لے کر چل کھ ے و اور راہ ِ خدا میں جہاد کرو اور تمام کافروں سے جنگ رکی۔ا۔

ا امہ ر ول(ص) کا علم لے کر چلے، علم و بریدہ کے حوالے کیا۔ مدینے کر باہرَ پہنچ کر لشکر سمیت قیام کیا۔ وہاںَ پہنچ کر مسلمانوں میںَ پھر سستی پیدا وئی ، اور وہاں سے آگے ۔ر بڑھے ۔ باوجودیکہ صحابہ نے ارشادات پیغمبر(ص) سنے۔ جلد روا۔ہ ۔ر ونے کا آپ (ص) نے جس قدر سختی کے اتھ صاف صاف لفظوں میں تاکیری حکیم یا تھا وہ پنا ۔ جیسے ر ول(ص) کا یہ فقرہ : '' صبح ویرے اپنی پڑ چڑھائی کر دو'' اور ر ول(ص) کا یہ جملہ :'' جلد روا۔ہ ۔ر و۔ا کہ وہاں خبرَ پہنچنے سےَ پہلےَ پہنچ جاؤ'' غرض اسی طرح اورتبھ سے ۔ تاکیری احکام لشکر کی روانگی کے موقع پر دیے تھے مگر صحابہ نےکسی حکم پر عمل نہیں کیا۔ ر ول(ص) کی ایک ۔ باتَ بھی نہیں انی۔ صحابہ میں سےُ بعض لوگوں نے ا امہ و افسر مقرر کرنے پر اعتراضَ بھی کیا جس طرح ابق میں ا امہ کے ۔ باپ زید و افسر مقرر کرنے پر وہ اعتراض کرچکے تھے۔ اور ہت کچھ باتیں ا امہ کے متعلق لوگوں نےکہیجد سے ز یادہ برا بھلا کہا۔ حالانکہ انُ وں نے اپنی آنکھ وں سے دیکھا کہ خود ر ول(ص) نے افسر مقرر کیا ہے۔ ا امہ ر ول(ص) و یہ کہتےَ بھی پنا کہ :

'' میں نے تمہیں اس لشکر کا افسر مقرر کیا ہے''

اپنی آنکھ وں سے دیکھاَ بھی کہ ر ول(ص) باوجود بخار میں ونے کے اپنے ہاتھ سے علم لشکر در ت کر کے ا امہ کے ہاتھ میں دے رہے ہیں رمگر باوجود یہ ب دیکھنے اور سننے کے وہ ا امہ کے سردار مقرر کیے جانے پر اعتراض کنے سے ۔ باز ۔ر رہے ۔ آخر کار ان کے اعتراض و طعنہ زنی سے ر ول(ص) شدید غم وغصہ میں اسی بخار کی حا ت میں سر پردپٹ ۔ باندھے ، چادر اوڑھ ۔ باہر تشریف لا ۔ یہ سنیچر

۱۰ ربیع الاول انتقال سے صرف دو یوم پیشتر کا واقعہ ہے۔ آپ منبر پر گئے حمد و ثنا الٰہی کے بعد ارشاد فرمایا (تمام مورخین نے اجتماعی طور پر رسول(ص) کے اس خطبہ کو نقل کیا ہے اور تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ رسول(ص) نے اس دن یہ خطبہ ارشاد فرمایا تھا)

" میرے اسامہ کو افسرِ فوج مقرر کرنے پر تمھیں اعتراض ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں ۔ اسامہ کے باپ زید کو جب میں نے افسر مقرر کیا تھا تب بھی تم لوگ معترض تھے۔ خدا کی قسم زید بھی افسر کے لائق تھا اور اس کا بیٹا بھی افسر کا سزاوار ہے۔"

اس کے بعد آنحضرت(ص) نے مسلمانوں کو جلد روانہ ہونے کے جوش دلایا صحابہ آپ سے رخصت ہونے لگے اور لشکر گاہ کی طرف روانہ ہونے شروع ہوئے آنحضرت (ص) انھیں جلد روانگی پر برانگیختہ کرتے رہے ۔ اس کے بعد آپ کے مرض میں شدت پیدا ہوئی مگر آپ شدتِ مرض میں بھی فرماتے رہے :

" لشکر اسامہ کو جلد بھیجو۔"

" لشکر اسامہ کو فوراً روانہ کر دو۔"

یہی جملے برابر دہراتے رہے۔ مگر ادھر لشکر والے سستی کی برتتے رہے جو ۱۲ ربیع الاول کی صبح کو اسامہ لشکر گاہ سے رسول(ص) کی خدمت میں پہنچے رسول(ص) نے فوراً روانگی کا انھیں حکم دیا۔ ارشاد فرمایا :

" خدا کی برکتوں کے ساتھ میرے روبرو جاؤ۔"

اسامہ نے رسول(ص) کو رخصت کیا اور لشکر گاہ کی طرف واپس ہوئے پھر چلے اور ان کے ساتھ حضرت عمر اور ابو عبیدہ تھے۔ یہ لوگ رسول(ص) کے پاس جا پہنچے۔ اس وقت آنحضرت(ص) کا دمِ واپسین تھا۔ اسی دن آپ نے دنیا سے

انتقال کیا۔ رسول(ص) کے انتقال کے بعد علم سمیت لشکرؔ بھی مدینہ واپس آگیا۔

جب حضرت ابوبکر خلیفہ بنگئے تو اس وقتؔ بھی لوگوں نے چاہا کہ لشکر کی روانگی ملتوی کردی جائے اس کے متعلق حضرت ابوبکر سے لوگوں نے گفتگوؔ بھی کی اور بڑا شدید اصرار کیا باوجودیکہ وہ اپنی آنکھوں سے لشکر کی روانگی میں رسول(ص) کا اہتمام دیکھ چکے تھے۔ جلد جانے کے متعلق زور لشکر روانہ ہونے کے لیے مسلسل پیغمبر(ص) کی تاکید میں کیا کیے اسےؔ بھی سنتے رہے۔ خود بنفس نفیس پیغمبر(ص) کا لشکر کا ازسر نو انتظام فراہم کرنا، بحالت تپ اپنے ہاتھ سے علم لشکر سنوار کر اسامہ کے ہاتھ میں دینا۔ یہ سب ان کی آنکھوں کے سامنے کی بات تھی مگر ان کی انتہائی کوشش یہی رہی کہ کسی طرح لشکر کی روانگی روک دی جائے۔ اسی حضرت ابوبکر سے تو لشکر بلالینے اور رہبت لشکر کو دل دینے پر دو بدو بات چیت کر چکے تھے۔ مگر خود حضرت ابوبکر نے نکال دیا۔

جب ان لوگوں نے دیکھا کہ لشکرؔ بھیجنے پر ابوبکر تلے بیٹھے ہیں تو حضرت عمر، ابوبکر کے پاس آئے اور بات ان انصار ان سے درخواست کی کہ اسامہ کو معزول کر کے کسی اور کو افسر مقرر کیا جائے۔ حالانکہ زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ اسی اسامہ کی افسری پر اعتراض کرنے کا حشر اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے۔ وہ آنحضرت(ص) کا غیظ و غضب اور اسی وجہ سے بخار، شدید تکلیف میں سر پر پٹی باندھے چادر اوڑھے گھر سے باہر آنا، لڑکھڑاتی چال ڈگمگاتا قدم، صدمہ کی وجہ سے سنبھلا نہیں جاتا۔ آپ کا منبر پر جانا، ٹھوکڑی انسیںؔ بھرنا اور فرمانا کہ :

" اے لوگو! اسامہ کے فسر مقرر کرنے پر تم میں سے کچھ لوگوں کے قیل و قال کرنے کی یہ کیا خبر مجھےؔ پہنچی ہے؟ اگر آج تم اسامہ

کے سردار مقرر کیے جانے پر معترض وتو کل اس کے باپ زید کے سردار مقرر کیے جانے پر بھی معترض رہ چکے و۔ خدا کی قسم زید بھی افسری کے لائق تھا اور اس کا بیٹا ا امہ بھی افسری کے لائق ہے۔''

ر ول(ص) نے قسم کے ذریعے ان جملہ اسمیہ اور لام تاکید کے ذریعے اپنے حکم کی پوری پوری تاکید کی ۔ تاکہ لوگ اعتراض سے ۔ باز رہیں ، قیل و قال نہ کریں، مگر افسوس ر ول(ص) کی یہ تمنا پوری[0] نہ ہوئی۔

ر ول(ص) کے جیتے جی بھی ا امہ کی انتخاب نہ قبول کی اور ر ول(ص) کے بعد حضرت ابوبکر سے خواستگاری کی گئی کہ ا امہ وہٹا کر کسی دوسرے و افسر مقرر کیا جا لیکن حضرت ابوبکر نے ان لوگوں کی اس درخوا ت و اسی طرح ٹھکرا دی جس طرح لشکر کی روانگی و ملتوی کردینے کی درخوا ت ٹھکرا دی تھی۔ آپ نے لپک کر حضرت عمر کی ڈاڑھی پکڑی(۲) اور کہا:

'' تمھاری ماں تمھارے اتم میں بیٹھے ، ستیاناس و تمھارا اے خطاب کے بیٹے ! ر ول(ص) تو ا امہ(۳) و افسر مقرر کریں اور تم مجھے حکم دیتے و کہ

۱- جملہ اہل سیر و مورخین جنھوں نے معرکہ ا امہ کی تاریخ تالیفات میں ذکر کیا ہے انھوں نے ا امہ کے افسر بنا جانے پر صحابہ کے اعتراض اور پیغمبر(ص) کی غضب ناکی اور بحا ت تپ مسجد میں تشریف لانے اور خطبہ فرمانے کا ذکر بھی کیا ہے ۔ ملاحظہ و طبقات ابن سعد ، سیرت حلبیہ ، سیرت وحلانی وغیرہ۔

۲- ملاحظہ و سیرت حلبیہ و سیرت وحلانور ۔ تاریخ طبری بر ذیل واقعات سنہ۱۱ ھ اور دیگر کتب تاریخ و سیر۔

۳- ا امہ اس جنگ میں ہر طرح کامیاب و منصور رہے اور پیغمبر(ص) نے جو ہدایتیں فرمائی تھیں ب عمل میں لا ئے نہ باپ کے قاتل و قتل کیا اور اس جنگ میں ایک مسلمان بھی مقتول نہ وا۔

میں انھیں معزول کردوں۔''

جـ لشکر روا۔ وا تو تین ہزار سپاہی ا امہ لے کر چلے جس میں ایک ہزار وار تھے۔ ایک اچھی خاصی تعداد صحابہ کی جنھیں خود ر ول(ص) نے فوج میں رکھا تھا ا امہ کے اتھانے کا ۔ تاکیری حکیم یا تھا لشکر کے ہراہ ۔۔ر ا۔ا تھا ۔۔ر گئیں ۔ حالانکہ ر التماب(ص) نے بڑی تاکید سے پیہم افر یا تھا (جیسا کہ علامہ شہرستانی تاب الملل و النحل مقدمہ چہارم میں رقطراز ہیں۔)

'' ا امہ کا لشکر برل روا۔ کرو، خدا لعنت کرے اس پر جو ا امہ کی اتحتی سے یر کرے۔''

آپ سمجھ سکتے ہیں صحابہ نے ایسراء ر ول(ص) کی زندگی میں جانے میں تسالی برتی اور آخر میں ر ول(ص) کے بعد جـ آخر کار لشکر روا۔ واَ بھی تو لشکر کے ہمراہ جانے سے ریر کیا۔ فوج کے اتھ۔ گئے۔ اسی لیے تاکہ سیا ت کے ستوں استوار کرلیں اُوں نے حکم ر ول(ص) کی تعمیل پر سیا ت و ترجیح دی ، امور مملکت کا انتظام و انصرام مقدم رکھا ۔ ر ول(ص)سے کر تاکیری احکام پسِ پشت ڈالے۔ وہ سمجھتے تھے کہ ہماری سستی اور کاہلی کی بنا پر لشکر کے

اتھ۔ جانے کی وجہ سے لشکر کی روانگی ملتوی نہیں وگی۔ لشکر تو ہر حال جا گا چاہے ہمجلئیں یا ۔۔ جائیں۔ لین ار ہم محاذ جنگ پر ر ول(ص) کے انتقال کے قبل ں چلے جا ہیں تو ہمارے آ آ خلافت کا مسئلہ طے وچکا وگا اور اب ۔ تک خلافت کے لیے دل میں جو تمنائیں پرورش پا ری تھیں ان کا خون وجا گ۔ اری امیدیں خاک میں مل جائینگی اور ہمیشہ کے لیے خلافت سے محروم وجائیں گے۔

حضور سرور کائنات(ص) چاہتے تھے کہ مدینہ ان لوگوں سے خالی وجا ۔ تاکہ ان کی عدم موجودگی میں امیر المومنین(ع) کی خلافت کے لیے وئی رکاوٹ دا۔ ۔۔ رہے۔

اور سکون و اطمینان کے ساتھ بغیر کسی اختلاف و نزاع کے امیرالمومنین(ع) کی خلافت پر متمکن ہوجائیں جب یہ صحابہ جنگ سے پلٹیں گے اور یہاں خلافت کا معاملہ طے ہوچکا ہوگا۔ بیعت ہوچکی ہوگی تو پھر نزاع و اختلاف کا انھیں کوئی موقع نہ باقی رہے گا۔

اسامہ کو جب وہ ۱۷ برس[1] کے سن کے تھے افسر مقرر کرنے میں آپ کی یہ مصلحت تھی کہ بعض لوگوں کی سردی ذرا جھنجھوڑ دی جائے۔ متمرد و سرکش ہستیوں کو ان کی سرکشی کا مزہ چکھا دیا جائے نیز اس سے ملک میں جو واقعہ پیش آئے آپ کسی شخص کو امیر مقرر فرمائیں جو سن میں بڑے بوڑھے صحابیوں سے کم ہو تو بڑائی کے لینے والوں کی طرف سے کسی نزاع کا خدشہ نہ باقی نہ رہے۔ لیکن یہ صحابہ رسول(ص) کی تدبیروں کو سمجھ گئے لہذا انہوں نے اسامہ کے افسر مقرر کرنے پر اعتراضات کرنا شروع کیے۔ رسول(ص) پر طعن کرنے لگے، ان کے امت بن کر جانے میں سستی کو راہ دی۔ رسول(ص) کے حکم سے مجبور ہوکر چلے بھی تو مدینے کے باہر جاکر ٹھہر گئے۔ وہاں سے کسی طرح آگے بڑھنا منظور نہ کیا۔ یہاں تک کہ پیغمبر(ص) نے انتقال کیا۔ اب انھیں کوئی کھٹکا باقی نہ تھا۔ پہلی کوشش تو ان کی یہ ہوئی کہ اسامہ کو معزول کر کے کسی اور کو افسر مقرر کیا جائے پھر کثرت سے لوگ لشکر کے ساتھ نہ گئے جیسا آپ سن چکے۔

یہ باتیں اس سریہ اسامہ میں پیش آئیں جن میں صحابہ نے سیاسی امور میں اپنی رائے کو مقدم رکھا اور نصوص پیغمبر(ص) پر عمل کرنے سے سیاسی اغراض میں

۱۔ زیادہ تر مورخین نے ۱۷ برس ہی کی عمر لکھی ہے، بعض نے ۱۸ برس، بعض نے ۱۹ برس، بعض نے ۲۰ بیس برس لکھی ہے۔ ۱۸ سے زیادہ کی عمر کا کوئی قائل نہیں۔

اپنے اجتہاد ؤ بہتر جانتے و صریحی احکام پیغمبر(ص) کی کھلی مخالفت کر کے کے حکم و راٹھکو یا:

۱ - ر ول اللہ(ص) نے ا امہ کی ا تحتی میں محاذ جنگ پؤ روا نہ ونے کا حکم یا لیکن نہ گئے۔

۲ - سیاسی امور میں اپنی را و اجتہاد و تعمیل حکمِ پیغمبر(ص) سے بہتر جانا۔

۳ - ا امہ کی افسری پر طعن کیا۔

۴- ر ول(ص) کے انتقال کے بعد وشش کی کہ لشکر کی روانگی ں ملتوی کردی جا ۔

۵ - ج اس میں ناکامی وئی تو ا امہ و معزول کر دینے کےلیے ازشیں یں۔

ش

مکتوب ۴۶

سریہ اسا ۔ میں صحابہ کے نہ جانے ی عذرت

یہ صحیح ہے کہ حضرت سرورکائنات(ص) نے صحابہ و محاذِ جنگ پر جلد روانہ ونے کی بڑی تاکید کی جیسا کہ آپ نے ذکر افر یا ہے۔ نیز آپ نے سختی بھی فرمائی چنانچہ آپ نے ا امہ سے افر یا تھا کہ صبح ویرے ی اہل انبی پر چڑھائی کر دو۔ آپ نے شام تک کہ مہلت بھی نہ دی نیز آپ نے ا امہ سے افر یا کہ جلد جاؤ اور وا جلد جانے کے آپ کی بات پر راضی نہ و لین اس کے بعد ورا ی ر ول(ص) کی حا ت اتنی سقیم وئی کہ اہیہ دا نہ رہی ۔ اسی وجہ سے صحابہ کے دل ایسی حا ت میں ر ول(ص) و چوڑ کر جانے پر آمادہ نہ و ۔ وہ مدینے کے باہر ٹھہر کر انتظار کر رہے کہ کیا صورت پیش آتی ہے۔ چونکہ صحابہ و ر ول(ص) کا بڑا خیال تھا یہ بہت تعلق خاطر

تھا اسی وجہ سے ان سے ایسی فروگذاشت ہوئی۔ ان کے سستی کرنے اور روانگی میں درنگ کرنے سے مت ر کچھ اور نہ تھا۔ دو باتوں میں صرف ایک بات تھی۔ یا رسول(ص) و تدرت دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہوں یا ارسول(ص) کا انتقال ہو جائے تو آپ کی تجہیز و تکفین میں شرکت کا شرف حاصل کریں اور رسول(ص) کے بعد ان کا جو حاکم مقرر ہو اس کے لیے راہ ہموار بنائیں۔ لہذا اس انتظار و توقف میں وہ معذور تھے اور ان کی کوئی خطا نہیں۔

رہ گیا امامہ کی افسری پر ان طعنہ زن ہونا در آنحالیکہ وہ اس بارے میں رسول(ص) کے صریحی احاکم سن چکے تھے۔ تولا و فلا رسول(ص) کے اہتمام تکبیر و اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے تو اس کی وجہ صرف یہ تھے کہ کچھ صحابہ اور ادھیڑ عمر کے کچھ بوڑھے تھے اور امامہ بہت کم سن۔ تو ادھیڑ عمر کے لوگوں اور بوڑھوں کے دل وہ یہ بات کسی طرح گوارا نہیں ہوسکتی کہ وہ نوجوان کی اطاعت اری کریں فطری و طبعی طور پر نوجوان کا حکم ماننے پر وہ کبھی تیار نہیں ہوسکتے۔ لہذا انہوں نے امامہ کی تحتی و توہین پر کیا تو یہ ان کی بدعت نہ تھی بلکہ اقتضا طبیعت بشری مقتضا فطرت انسانی انہوں نے ایسا کیا۔

رسول(ص) کے انتقال کےبعد انہوں نے امامہ و معزول کرنے کا جو مرالبہ کیا تو اس کے عذر میں بعض علماء نےلکھا ہے کہ ان لوگوں نے یہ وچا کہ حضرت ابوبکر بھی امامہ کی معزولی و معتبر سمجھتے ہیں ہماری موافقت کرینگے۔ کیونکہ (بنابر ان کے خیال کے) مصلحت اسی کی مقتضی ہے۔

مگر انصاف تو یہ ہے کہ امامہ و معزول کرنے کا جو انہوں نے مرالبہ کیا تھا ان کے اس مرالبہ کی وئی معقول وجہ میری سمجھ میں نہیں آتی در آنحالیکہ رسول(ص) تلاش بات پر پہلے کس قدر غیظ و غضب کا اظہار فرما چکے تھے۔ جن

لوگوں نے ا امہ کی سرداری پر اعتراج کیا تھا ان پر بتنا برہم و تھے کہ بخار کی حا ت میں آپ سر پر پڑی باندھے -و چادر اوڑھے و ۔ باہر آ خطبہ افر یا اور خطبہ میں کافی زجر و توبیخ کی لہذا اس کے بعدَ بھی ان کے معذور ونے کی وجہ خدا ں ، بہتر جانتا ہے۔

لشکر کی روانگی و روک دینے کی جو اُوں نے وشش کی۔ حضرت ابوبکر سے اس کے لیے اصرار جو اکیہ باوجودیکہ لشکر کس روانگس کے لیے ر ول(ص) کی بے چینی انتہائی اہتمام دیکھ چکے تھ تاکیری احکام سن چکے تھو توہ ۔ پایہ تخ ت اسلامیہ کس حفاظ ت و احتیاط کے مدنظر تھا ڈر تھے کہ ج مدینہ سے روانہ و جا گا تو فوجی طالقت یہاں موجو نہ رہےگی تو کہیں مشر ین بلہ ہ ر بول دیں۔ ر ول(ص) کی آنکھ بند و ں نفاق آشکار وچکا تھا ۔یہود و نصاری کے دل قوی وگئے تھے ۔ عرب کس متعدد ٹولیاں مرتد وچکی تھیں اورُ بعض جماعتیں زکوۃ دینے سے انکار کر چکی تھیں، انھیں ب ۔ باتوں و پیش نظر رکھ کر صحابہ نے حضرت ابوبکر سے خواہش ظاہر کی کی آپ ا امہ و سفر سے روک دیں لیکن حضرت ابوبکر نے انکار کر یا اور کہا :

" خدا کی قسم مجھے ار وئی پرندہ جھپٹ لے جا و زتر یادہ پ ند ہے، بہ نسبت اس کے کہ میں ر ول(ص) کے حکم -و پورا کرنے سے پیشتر وئی اور کام شروع کردوں۔"

حضرت ابوبکر کے متعلق ہمارے علماء نے یہی بیان کیا ہے۔ رہ گئے ان کے علاوہ اصحاب تو اُوں نے لشکر و واپس بلا لینے کا جو اردہ ظاہر کیا تو اس میں ان کا عذر ظاہر ہے وہ صرف اسلام کیَ بہبودی کی خاطر ایسا چاہتے تھے ۔ حضرت ابوبکر و عمر وغیرہ۔ لشکر ا امہ کے ساتھ چلے گئے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ انتظام

مملکت میں مصروف تھے۔ مملکت اسلامی کی بنیادیں مضبوط کرنا حکومت و قوی بنانا، حکومت کی حفاظت پر نظر تھی۔ جس کے بغیر نہ تو دین محفوظ رہ سکتا ہے نہ دین والے۔

آپ نے شہرستانی کی ملل و نحل سے جو حدیث نقل کی ہے وہ مرسل ہے بسلسلہ اسناد مذکور نہیں اور علامہ حلبی و سید دحلانی نے اپنی سیرتوں میں کہا ہے کہ سریہء اسامہ کے موقع پر رسول(ص) نے کوئی حدیث کی ارشاد نہیں فرمائی۔ اسکا بطریق اہلسنت کوئی حدیث آپ کے پیش نظر ہو تو بیان فرمائیے؟

س

جواب مکتوب

آپ نے یہ تسلیم کیا کہ لشکر اسامہ کے ساتھ جانے میں صحابہ نے تاخیر کی اور باوجودیکہ رسول(ص) جلد روانہ ہونے کا حکم دے چکے تھے، وہ مدینے کے باہر جاکر ٹھہر گئے۔ اور آگے جانے میں سستی کرنے لگے۔

آپ نے یہ بھی تسلیم کیا کہ صحابہ باوجودیکہ اسامہ کی افسری کے متعلق صریحی احکام پیغمبر(ص) سن چکے تھے اور اپنی آنکھوں سے رسول(ص) کا اہتمام بھی دیکھ چکے تھے لیکن پھر بھی انہوں نے اسامہ کے افسر مقرر کیے جانے پر اعتراض کیا۔

آپ نے یہ بھی تسلیم کیا کہ صحابہ نے حضرت ابوبکر سے خواہش کی کہ اسامہ کو معزول کریدیجئے۔ درآنحالیکہ وہ اسامہ کی افسری پر اعتراض کرنے کا حشر دیکھ چکے تھے کہ رسول(ص) کس قدر برہم ہوئے اور اسی کی وجہ سے بخار کی حالت میں سر پر پٹی باندھے چادر اوڑھے باہر تشریف لائے۔ اور خطبہ افروز ہوئے۔ جس میں کافی زجر و توبیخ کی اور اسی خطبہ میں اس کا بھی اعلان کیا کہ اسامہ افسر مقرر

کیے جانے کے یقیناً لائق ہے۔

آپ نے یہ بھی تسلیم کیا کہ بعد رسول(ص) صحابہ نے حضرت ابوبکر سے خواہش کی کہ رسول(ص) جو لشکر میسران جنگ کسی طرف روانہ کر رہے تھے اس کی روانگی روک دی جائے۔ آپ کو یہ بھی تسلیم ہے کہ جو لشکر روانہ ہوا تو بہت سے صحابہ جنھیں خود رسول(ص) نے ائمہ کی اتحتی میں رکھ کر جانے کا حکم دیا تھا وہ لشکر کے ساتھ نہ گئے۔

آپ نے یہ تمام باتیں تسلیم کیں جس طرح مورخین و محدثین، ارباب سیر اس کے معترف ہیں۔ آپ نے یہ بھی اعتراف کیا اور آپ نے یہ بھی اقرار کیا ہے کہ وہ اس میں معذور تھے۔ آپ کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ انھوں نے ان تمام امور میں اپنے خیال و فکر کی بنا پر اسلام کی مصلحت کو مقدم رکھا۔ حکمِ پیغمبر(ص) کی وجہ سے جو فریضہ ان پر عائد ہوتا تھا اس کی پرواہ نہ کی۔ ہم بھی تو یہی کہتے ہیں اس کے سوا ہم نے کیا کہا؟

موضوع کلام ہمارا آپ کا تو یہی ہے کہ صحابہ رسول(ص) کا ہر ہر حکم بجا لائے تھے یا نہیں۔ پہلے آپ کہتے تھے کہ صحابہ نے رسول(ص) ہر حکم کی پابندی کی اور میں یہ کہتا تھا کہ ہر حکم کی پابندی نہیں کی۔ اب آپ کا اعتراف کرنا کہ ان (مذکورہ) احکام پیغمبر(ص) کی انھوں نے اطاعت نہ کی ہماری ہی تائید ہے، ہمارا ہی کہا ثابت ہوتا ہے۔ اب رہ گیا یہ کہ صحابہ معذور تھے یا نہیں۔ ان احکام کی تعمیل نہ کرنے میں ان کا عذر صحیح تھا یا غلط، اس سے بحث نہیں یہ موضوع بحث سے خارج ہے۔

جس طرح آپ کو یہ تسلیم ہے کہ صحابہ نے سریۂ اسامہ کے معاملہ میں حکم پیغمبر(ص) پس پشت رکھا اور اپنے خیال میں اسلام کے لیے جو مفید سمجھتے تھے اس

و ترجیح دی۔ اسی طرح آپ یہ کیوں نہیں تسلیم کر لیتے کہ امیرالمومنین(ع) کی خلافت و جانشینی کے متعلق جس قسم کے ارشادات رسول(ص) تھے، جتنی تصریحات تھیں پیغمبر(ص) کی غدیر خم کے موقع پر، غزوہ تبوک میں جانے کے وقت وغیرہ وغیرہ اس کو بھی صحابہ نے رٹھکرا دیا اور ان کی نظر میں خلافت کا جو اہتمام اسلام کے لیے ضروری تھا اس کو مقدم رکھا۔ حکم پیغمبر(ص) کا ماننا ضروری نہ سمجھا اور اپنے نظریہ خلافت و اسلام کے لیے بہتر سمجھا۔

ا امہ کے افسر مقرر کیے جانے پر معترضین نے جو اعتراض کیا تھا ان کی جانب سے معذرت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا ہے کہ انہوں نے اس لیے اعتراض کیا کہ ا امہ کم سن تھے صحابہ کچھ ادھیڑ کچھ بوڑھے تھے اور ادھیڑ اور بوڑھے لوگوں کے نفوس کسی نوجوان کی ماتحتی میں اطاعت کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ ان کی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ کسی نوجوان کی اطاعت نہ کریں۔ تو یہ بات آپ ان لوگوں کے متعلق کیوں نہیں کہتے جنہوں نے امیرالمومنین(ع) کی خلافت کے متعلق نصوص پیغمبر(ص) کو رٹھکرا دیا اس لیے کہ علی(ع) کم سن تھے نوجوان تھے اور وہ لوگ ادھیڑ اور کچھ کہن سال بوڑھے تھے۔ انہوں نے بعینہ اسی طرح بوقت وفات رسول(ص) علی(ع) کو کم سن سمجھا، خلافت اور سرداری فوج میں تو زمین و آسمان کا فرق ہے۔ لیل و نہار کا تفرقہ ہے۔ جو صرف ایک جنگ کے موقع پر صحابہ کی فطرتیں ایک کم سن کی ماتحتی اطاعت قبول نہ کر سکتی تھیں تو زندگی بھر کے لیے دینی معاملات میں ایک نوجوان کی اطاعت و رفاقت برداشت سے گوارا کر سکتی تھیں۔

علاوہ اس کے جو آپ نے فرمایا ہے کہ بوڑھوں کی فطرت کسی فوج کی ماتحتی گوارا نہیں کر سکتی تو اگر آپ نے مطلقاً یہ فرمایا ہے یہ مطلب ہے

آپ کا کہ جوَ بھی بوڑھا و وہ نوجوان کی اطاعت پر تیار نہیں وسکیا۔ تو قطعا صحیح نہیں کیونکہ کامل الایمان ضعیف و کن ال مومنین کے نفوس وقوج کی ۔ استعداری سے جسکی ۔ استعداری جعینہ خدا و رسول(ص) ۔ استعداری و کبھی ریز نہیں کر ۔

جیش اسامہ سے تخلف کرنے والوں کے متعلق وہ جو فقرہ تھا جسے علامہ شہرستانی نے بطور مسلمات مرسلا تحریر کیا ہے یعنی : ''لعن اللّه من تخلّف عن جيش ''''خدا لعنت کرے اس پر جو جیش اسامہ سے تخلف کرے۔'' تو مرسل ہی نہیں بلکہ۔ بسلسلہ اسناد بھی یہ حدیث کتب احادیث والسیر میں مذکور ہے چنانچہ علامہ جوہری نے کتاب السقیفہ میں اس حدیث کو درج کیا ہے ۔ میں انھیں کی عبارت نقل کیے دیتا ہوں:

''قال أبو بكر و حدثنا أحمد بن إسحاق بن صالح عن أحمد بن سيار عن سعيد بن كثير الأنصاري عن رجاله عن عبد الله بن عبد الرحمن أن رسول الله ص في مرض موته أمر أسامة بن زيد بن حارثة على جيش فيه جلة المهاجرين و الأنصار منهم أبو بكر و عمر و أبو عبيدة بن الجراح و عبد الرحمن بن عوف و طلحة و الزبير و أمره أن يغير على مؤتة حيث قتل أبوه زيد و أن يغزو وادي فلسطين فتثاقل أسامة و تثاقل الجيش بتثاقله و جعل رسول الله ص في مرضه يثقل و يخف و يؤكد القول في

تنفيذ ذلك البعث حتى قال له أسامة بأبي أنت و أمي أ تأذن لي أن أمكث أياما حتى يشفيك الله تعالى فقال اخرج و سر على بركة الله فقال يا رسول الله إن أنا خرجت و أنت على هذه الحال خرجت و في قلبي قرحة منك فقال سر على النصر و العافية فقال يا رسول الله إني أكره أن أسأل عنك الركبان فقال انفذ لما أمرتك به ثم أغمي على رسول الله ص و قام أسامة فتجهز للخروج فلما أفاق رسول الله ص سأل عن أسامة و البعث فأخبر أنهم يتجهزون فجعل يقول انفذوا بعث أسامة لعن الله من تخلف عنه و كرر ذلك فخرج أسامة و اللواء على رأسه و الصحابة بين يديه حتى إذا كان بالجرف نزل و معه أبو بكر و عمر و أكثر المهاجرين و من الأنصار أسيد بن حضير و بشير بن سعد و غيرهم من الوجوه فجاءه رسول أم أيمن يقول له ادخل فإن رسول الله يموت فقام من فوره فدخل المدينة و اللواء معه فجاء به حتى ركزه بباب رسول الله و رسول الله قد مات في تلك الساعة انتهى بعين لفظه"

" علامہ جوہری کہتے ہیں کہ مجھ بیان کیا احمد بن اسحاق بن صالح نے،

اُوں نے احمد بن یسار سے سنا ، اُوں نے سعید بن کثیر انصاری سے ، اُوں نے اپنے بزرگوں سے ، اُوں نے عبداللہ بن عبدالرحمن سے کہ رسول اللہ(ص) نے اپنے مرض الموت میں، اسامہ بن زید بن حارث کو سردار فوج مقرر کیا اس فوج میں اکثر معززین مہاجرین و انصار تھے۔ حضرت ابوبکر و عمر، ابوعبیدہ جراح، عبدالرحمن بن عوف، طلحہ و زبیر وغیرہ اور رسول(ص) نے اسامہ کو تاکید کی کہ موتہ پر چڑھائی کرو جہاں تمھارے باپ زید قتل کیے گئے۔نیز وادی فلسطین میں بھی جنگ کرو۔ اسامہ نے ذرا سستی سے کام لیا۔ ان کی سستی دیکھ کر لشکر والے بھی سستی کرنے لگے۔ رسول(ص) کی حالت بگڑتی تھی کبھی سنبھلتی تھی مگر اس حالت میں بھی لشکر کی روانگی کے متعلق تاکید فرما رہے۔ آخر کار اسامہ نے رسول(ص) کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ(ص) مجھے اجازت مل سکتی ہے کہ میں اتنے دن ٹھہر جاؤں کہ آپ کو صحت ہولے۔ رسول(ص) نے فرمایا : جاؤ روانہ ہو۔ خدا کی برکت تمھارے شامل حال رہے۔ اسامہ نے کہا اگر میں اس حال میں آپ کو چھوڑ جاؤں گا تو میرے دل میں گہرا زخم رہے گا۔ اس پر آپ نے فرمایا : چل کھڑے ہو خدا تمھیں عافیت و کامیابی نصیب کرے۔ پھر اسامہ نے عرض کیا یا رسول اللہ(ص) ! مجھے یہ بہت شاق ہے کہ میں جاؤں اور راستہ میں ہر سوار سے آپ کی خیریت پوچھتا رہوں۔ رسول(ص) نے فرمایا میں نے جو حکم دیا ہے اسے پورا کرو ۔ اس کے بعد آنحضرت(ص) کو

نش آگیا ۔ ا امہ نے جانے کی تیاری شروع کی۔ ج ر ول(ص) و وش یا تو آپ نے ا امہ اور لشکر کے متعلق یافت کیا لوگوں سے یا کہ وہ جانے کی تیاری کر رہے ہیں۔ آپ نے افر یا ا امہ کا لشکر جلد روانہ کرو۔ خدا لعنت کرے اس پر جو ا امہ کے لشکر کے اتھ نہ جلے ۔ یا ۔ ار اسی فقرے و دہرا رہے ۔ ا امہ روانہ و ۔ رایت۔ لشکر کے سر پر لہرا رہا تھا اور صحابہ ان کے ارد رد تھے۔ یہاں تک کہ ج مدینہ سے ۔ باہر مقام جرف پر پہنچے تو ا امہ اتر پڑے ان کے اتھ ابوبکر و عمر اور اکثر مہاجرین بھی تھے اور انصار میں سے اسید بن حضیر اور بشیر بن سعد وغیرہ جو معززین انصار میں سے تھے ۔ اتنے میں ایک ن کا قاصد ا امہ کے پاس پیغام لے کر پہنچا کہ جلدی آو ر ول(ص) کا وقت آخر ہے۔ ا امہ ذرا اٹھ کھڑے و اور مدینہ میں آ ۔ علم لشکر بھی اتھ تھا اسے ر ول(ص) کے دروازے کے امنے نصب کر یا۔ اور ٹھیک اسی وقت ر ول(ص) نے دنیا سے انتقال کیا تھا۔''

یہاں تک حدیث کی اصل عبارت تھی۔ اس حدیث و مورخین کی ایک جماعت نے بھی نقل کیا ہے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ جلد۲ فحہ ۲۰ پر بھی اس حدیث و تحریر افر یا ہے۔

ش

مکتوب ۴۷

سریہ ا امہ کے متعلق ہم لوگ طولانی گفتگو میں پڑ گئے جیسا کہ واقعہ قرطاس میں اچھا خاصہ طول وگیا تھا۔ اچھا اب دیگر مـوارد کا ذکر فرائیے۔

س

جواب مکتوب

پیغ بر(ص) کا حکم مارق (دین سے نکل جانے والے) کو قتل کر ڈالو

اچھا وہ روایت ملاحظہ فرائیے ۔بسے علما اعلام اور محدثین اسلام

نے لکھا ہے ۔ امام احمد بن حنبل کے لفظوں میں مسند جلد۳ صفحہ ۱۵ پر ابو سعید خدری کی حدیث درج کی ہے :

" ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ ابوبکر رسول(ص) کی خدمت میں آئے اور عرض کی ۔ یا رسول اللہ(ص) میں آج فلاں وادی سے آیا میں نے وہاں ایک خوشنما شکل و شمائل اور بہت سی خضوع و خشوع والے انسان کو نماز پڑھتے دیکھا ۔ رسول(ص) نے فرمایا : جاؤ اور اسے قتل کر ڈالو۔ ابوبکر گئے مگر جب اس شخص کو اسی حالت میں پایا یعنی نماز پڑھتے دیکھا تو انہوں نے اچھا نہ سمجھا معلوم کیا کہ اسے قتل کریں۔ رسول(ص) کی خدمت میں پلٹ آئے ۔ حضرت نے عمر سے کہا کہ تم جاؤ اسے قتل کر آؤ ۔ حضرت عمر گئے اور ان کو بھی اس کا قتل ناگوار ہوا۔ رسول(ص) کے پاس پلٹ آئے اور آکر عرض کی ۔ یا رسول اللہ(ص) ! میں نے اسے بہت خشوع وخضوع سے نماز پڑھتے دیکھا اس لیے مجھے اچھا معلوم نہ ہوا کہ میں اسے قتل کروں۔ اب رات کو(ص) نے حضرت علی(ع) کو حکم دیا کہ تم جاؤ اور جاکر اسے قتل کر ڈالو۔ حضرت علی(ع) گئے مگر پایا نہیں، حضرت علی(ع) رسول(ص) کی خدمت میں پلٹے اور عرض کی ۔ یا رسول اللہ(ص) میں گیا تو وہ چاچکا تھا میں نے اسے نہیں دیکھا۔ رات کو(ص) نے فرمایا : اس شخص اور اس کا اصحاب کی حالت یہ ہوگی کہ وہ قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا، دین سے یوں نکل جائیں گے جس طرح تیر ہدف کے پار ہو جاتا ہے ۔ ان کا دین میں واپس آنا اسی طرح ناممکن ہوگا جس

طرح چلا واتیر، وفار میں پلٹ نہیں سکیا۔ انھیں تہ تیغ کر ڈالو کہ وہ بد ترین خلائق ہیں۔''

ابویعلی نے اپنے مسند میں انس سے روایت کی (جیسا کہ ابن حجر عسقلانی کی اصابہ میں بسلسلہ تذکرہ ذی الثدیہ مذکور ہے) :

'' انس کہتے ہیں کہ رسول(ص) کے زمانے میں ایک شخص تھا جس کی عبادت و اجتہاد پر ہمیں بے حد تعجب ہوا کرتا تھا۔ ہم نے ایک مرتبہ رسول(ص)سے اس کا نام لے کر ذکر کیا۔ رسول(ص) نے نہیں پہچانا۔ ہم نے اس کی صفتیں بیان کیں۔ تب بھی آپ نے پہچانا نہیں۔ پھر ہم اس کے متعلق گفتگو کر ہی رہے تھے کہ ناگاہ وہ شخص ہمیں دکھائی دیا۔ ہم نے رسول(ص) کی خدمت میں عرض کی۔ یا رسول اللہ(ص) یہی وہ شخص ہے۔ آنحضرت (ص) نے فرمایا : تم لوگ مجھ سے ایسے شخص کا ذکر کر رہے ہو جس کے چہرے پر شیطان کی لعنت ہے۔ اتنے میں وہ شخص بالکل سامنے آگیا اور آکر کھڑا ہوا مگر سلام نہ کیا۔ رسول اللہ(ص) نے اس سے فرمایا۔ میں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تم جب مجمع میں تھے تو تم نے یہ بات کہی تھی کہ پوری قوم میں مجھ سے بہتر یا افضل کوئی شخص نہیں۔ اس نے کہا ہاں۔ پھر وہ وہاں سے چل کر نماز پڑھنے لگا۔ رسول(ص) نے فرمایا کون ہے جو جاکر اس کو قتل کر آئے۔ حضرت ابوبکر نے کہا۔ میں اس خدمت کے لیے حاضر ہوں۔ یہ کہا رسول اللہ(ص)۔ وہ اس کے پاس پہنچے دیکھا کہ نماز پڑھ رہا ہے حضرت ابوبکر نے کہا

اُوں نےَ بھی یہی کہا کہ یہ سؔ کہتے ہیں یہ آپ کے پڑوسی ہیںَ پھر ر ول(ص) کا چہـرہ متغیـر وگیـا۔ آنحضـرت(ص) نے ارشاد افر یا: اے روہ قریش! قسم بخدا خداوند اام یقیناً تم پر ایک ایسے شخص و مبـ وث کرے گا جس کے دلکا ر یہـان ملـیں وہ امتحان لے چکا ہے وہ تمہیں دیـن پـر باندھ کر رکھے گا۔ ابوبکر بولے میں وہ ں۔ یا ر ول اللہ(ص) آپ نے افر یـا نہـیں۔ حضـرت عمر بولے میں، یار ول اللہ(ص) ! افر یا : نہیں۔ لـین وہ ہے جو جوتیاں گانٹھ رہا ہے۔ ر ول اللہ(ص) نے حضرت علی(ع) و پنـس جوتیاں دی تھیں کہ اسے گانٹھ دو۔''

ش

مکتوب ۴۸

·البا حضرت ابوبکر اور عمر دونوں یہ سمجھے کہ ر ول(ص) اس شخص و قتل کرنے کا جو امر فرارہے ہیں وہ امر استحبابی ہے وجوبی نہیں اور اسی وجہ سے وہ دونوں حضرات قتل نے کسے ۔ باز رہے۔ ۔ یا اُوں نے یہ خیال کیا کہ اس کا قتل رکرنا ہے تو واجب تعین واجب کفائی ہے اسی وجہ سے ان دونوں نے یہ وچ کر ہم نہیں قتل کر تو دوسرے لوگ تو قتل ں کر ڈالیں گے اس و قتل ۔ر کیا کیونکہ ایسے اور لوگ بھی تھے جو اس فریضہ کا انجام دے سکتے تھے۔

اور حضرت ابوبکر و عمر جب بغیر قتل کیے پلٹ آ تو ان وں ۔ بات کا بھی اندیشہ ۔ر تھا کہ اس کر بھاگ جانے کس وجہ سے حکم پیغمبر(ص) فوت و جا گا کیونکہ ان حضرات نے اس شخص و حقیقت حال سے مطلع تو نہیں کیا تھا۔

س

جواب مکتوب

امر حقیقتاً وجوب ہی کے لیے ہوتا ہے اور واجب کے ذہن میں اور کچھ نہیں آتا لہٰذا اس کا استحباب پر حمل کرنا صحیح نہیں ہو سکتا ہے جب کوئی قرینہ بھی موجود ہو اور یہاں کوئی ایسا قرینہ نہیں ہے جس سے پتہ چلتا کہ یہ حکم استحبابی ہے ۔ بلکہ یہاں تو ایسے قرائن موجود ہیں جو تاکیدی طور پر بتاتے ہیں کہ یہاں معنی حقیقی مراد ہے۔ یعنی وجوب مقصود ہے نہ کہ کچھ اور سزا آپ ان احادیث پر ایک گہری نظر سے ملاحظہ فرمائیں آپ پر معلوم ہوگا کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں وہی درست ہے۔ منجملہ اور قرائن کے رسول(ص) کے اس فقرہ پر غور کیجیے:

" یہ اور اس کے اصحاب قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے گلے سے نیچے نہ اترے گا۔ دین سے یوں نکل جائیں گے جس طرح تیر ہدف سے پار ہو جاتا ہے۔ پھر ان کا دین کی طرف واپس آنا ایسا ہی محال ہے جس طرح چلے ہوئے تیر کا پھر سوفار میں پلٹ آنا۔ لہٰذا اسے اچھی طرح قتل کر ڈالو یہ بدترین خلائق ہے۔"

نیز رسول اللہ(ص) کا یہ جملہ بھی ملاحظہ فرمائیے کہ :

" اگر یہ شخص قتل ہو گیا ہوتا تو میری امت کے دو آدمی بھی باہم اختلاف نہ کرتے ۔"

اس قسم کے جملوں کے بعد بھی کوئی شک باقی رہ جاتا ہے کہ رسول(ص) کا حکم، حکم وجوبی تھا کہ استحبابی ۔ایسی عبارت تو وجوب اور تاکید شدید ہی کے لیے

استعال کی جاتی ہے۔

ا ر آپ م ںر احمد میں اس حدیث و ملاحظہ فرائیں تو آپ و معلوم وگا کہ رول(ص) نے یہ حکم خاص کر حضرت ابوبکر سو د یا تھا۔ ان کے قتل ںر کرنے پرَ پھر مخصوص طور پر حضرت عمر و حکیم یا۔ لہذا جو حکم مخصوص کے دکَ یاجا تو واج- کف-ائی کیونکر و جا گا؟

علاوہ اس کے حدیث سے اس امر کیَ بھی صراحت وتی ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر نے اس شخص کے قتل و جو ںاپ -ںر کیا وہ اسی وجہ سے کہ وہ ہت خضوع و خشوع سے نماز پڑھ رہا تھا۔ فقط یہی وجہ تھی اور وئی سبب قتل سے ں باز ےہنکا ںر تھا۔ لہذا نبی(ص) تو بجا ت نماز اس و قتل کرنے کا حکم دینا پ ںر کریں اور حضرت ابوبکر و عمر و ںاگوار و اس و قتل ںر کرکے تعمیل حکم پیغمبر(ص) و مقدم ںر سمجھیں۔

پس یہ واقعہَ بھی منجملہ ان شواہد کے ہے جن سے ثبوت ملتا ہے کہ یہ حضرات حکم پیغمبر(ص) بجالانے سے اپنی را پر عمل رںاکرنا یادہَ ہتر سمجھتے تھے ۔ حکمِ پیغمبر(ص) کی ان کے ز دیک وئی وقعت ں تھی۔بس جو کچھ تھا ان کا اجتہاد ، ان کی را تھی۔

ش

مکتوب ۴۹

آپ بقیہ موارد بیان فرمائیے ۔ وئی مورد چھوڑیے نہیں کہ مجھوو۔ بارہ آپ سے التجا کرنی پڑے ۔ طول وجا تو وئی مضائقہ نہیں۔

س

جواب مکتوب

مقامات جہاں صحابہ نے حکمِ پیغمبر(ص) پر عمل نہ کیا

بہتر، منجملہ ان مواقع کے جہاں صحابہ نے حکم پیغمبر(ص) کی مخالفت کی تو سنیے : صلح حدیبیہ میں مخالفت کی۔ جنگ حنین میں مخالفت کی ۔ جنگِ

حنین میں ال غنیمت جو ہاتھ یا اس کی تقسیم کے وقت مخالفت کی، جنگِ بدر کے قیدیوں سے جو فدیہ لیا گیا۔ غزوہ تبوک میں جو الل رسد ختم وگیا۔ اور فاقہ کی نوبت آئی اور پیغمبر(ص) نے بعض اونٹوں کے نحر کرنے کا حکم یا اس وقت مخالفت کی۔ جنگِ احد کے دن احد کی گھاٹیوں میں جو حرکتیں سرزد وئیں وہ بھی سراسر حکم پیغمبر(ص) کی مخالفت تھی۔

ابوہریرہ والے دن جو آنحضرت(ص) نے خوشخبری دی تھی ہراس شخص و جو خدا سے موحد بن کر ملاقات کرے ، منافق کی میت پر نماز پڑھنے کے روز۔

خمس و زکوۃ کی دونوں آیتوں میں۔ تہرے لاق کی آیتوں میں تاویل کر کے مخالفت حکم پیغمبر(ص) کی گئی۔ نوال شہر رمضان کے متعلق جو احادیث پیغمبر (ص) وارد ہیں ان میں کیفیتا وکما تاویل کر کے مخالفت حکم پیغمبر(ص) ک گئی۔ کیفیت اذان جو پیغمبر(ص) سے منقول ہے اس میں تغیر کر کے حکم پیغمبر(ص) کی مخالفت کی گئی۔

نماز جنازہ میں پیغمبر(ص) نے جتنی تکبیریں کا حکم یا تھا ان کی تعداد میں کمی بیشی کر کے حکم پیغمبر(ص) کی مخالفت کی گئی۔

غرض کہاں تک ذکر کیا جا بکثرت موارد ہیں جہاں حکم پیغمبر(ص) کی صریحی مخالفت کی گئی۔ جیسے حاطب بن بلتعہ کا معاملہ معارضہ کرنا۔ مقام ابرہیم(ع) میں رول(ص) سے وجہ باتیں ظہور پذیر وئیں ان پر کشائی اور جیسے مسلمانوں کے گھر و مسجد میں ملا لینا۔

ابوخراش بلی کے دنبے کے بارے میں یمینوں کے خلاف فیصلہ کرنا اور جیسے نصر بن حجاج سلمی و جلاوطن کرنا۔ جعدہ بن سلیم پر حد

جاری رکھنا[1] چرا گاوں پر نگاہ و نگاہ۔

کیفیت ترتیب جمعیہ، شوری کے ذریعہ خلافت کے مسئلہ کے طے رکھنا مخصوص طریقے سے رات و گروہ، لوگوں کے جمع کرنا، ان کی جا وسی رکھنا ، میراث میں عول و تعصیب ، اس کے علاوہ اور بے شمار موارد ہیں جہاں صحابہ نے حکم پیغمبر(ص) کو ٹھکرا دیا زبردستی سے کام لیا، مصالح امہ و پیش نظر رکھا۔

ہم نے پچھلے باب سبیل المومنین میں ایک مستقل باب اس کی نذر کیا ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی کچھ ایسے نصوص ہیں(نصوص خلافت و امت کے علاوہ) جو خاص کر امیرالمومنین(ع) اور اہل بیت طاہرین(ص) کے متعلق وارد ہوئے اور ان نصوص پر صحابہ نے عمل نہیں کیا بلکہ ان کی مخالفت کی ۔ ضد پر عمل کیا جیسا کہ تلاش و تجسس سے پتہ چلتا ہے۔

ظاہر ہے کہ جب صحابہ نے ان نصوص پر عمل نہیں کیا جو خلافت کے متعلق تھے بلکہ ان نصوص کی من مانی تاویلیں کیں تو ان نصوص میں انہوں نے تاویلیں کیں اپنی رائے اجتہاد پر عمل رکھنا اطاعت پیغمبر(ص) کرنے اور حکم پیغمبر(ص) ماننے سے بہتر سمجھا اسی طرح ان نصوص میں بھی اپنی رائے کو ترجیح دی۔

ش

۱- ملاحظہ فرمائیے طبقات ابن سعد میں حالات حضرت عمر جس سے آپ کا معلوم ہوگا کہ حضرت عمر نے جعدہ پر جب کسی نے اس کے جرم کی گواہی نہیں دی اور واقعہ کے وقت اس کے جرم کا مدعی نہ تھا حد جاری فرمادی تھی اس پر کسی نے اشعار بھی کہے جو ابن سعد نے لکھے ہیں۔

مکتوب نمبر 50

صحابہ کا مصلحت کو مقدم سمجھنا

وہ نا فہم و بصیرت اس میں شک نہیں کرسکتا کہ صحابہ نے ان تمام موارد میں صریحی احکام پیغمبر(ص) کی جو خلافت کی اور اپنی رائے واجتہاد کو بہتر سمجھا تو اس میں ان کی نیت رخ نہ تھی بلکہ مصلحت امہ کے خیال سے انوں نے ایسا کیا۔ کیونکہ ان تمام موارد میں ان کا مقصود یہ رہا کہ امت کی جس میں زیادہ و اور ملت اسلام کے لیے خیر زیادہ بہتر ہو، شوکت اسلام جس سے زیادہ بڑھے وہ کرنا چاہیے۔ لہذا انوں نے جو کچھ کیا اس میں ان پر کوئی جرم لاحق نہیں ہوا۔ خواہ وہ احکام پیغمبر(ص) کے بجالانے میں یا ان میں تاویل کے مرتکب ہوں۔ بہر حال ان سے کوئی مواخذہ کیا جاسکتا۔

۔ باقی موارد ں تصریح پر اصرار

ہم نے آپ و زحمت دی تھی کہ ان تمام موارد کا ذکر فرائیے جہاں صحابہ نے پیغمبر(ص) کی مخالفت کی اپنی خود رائی سے کام لیا۔ آپ نے جواب میں بہت کچھ موارد ذکر فرا ۔ اسی سلسلہ میں فرا ہیں حضرت علی(ع) اوراہلبیت طاہرین(ع) کے متعلق نصوص خلافت کے علاوہ کچھ اورَ بھی اسی طرح پیغمبر(ص) نے فرا اور جس طرح صحابہ نے نصوص خلافت و رائکیہ یا اسی طرح ان نصوص وکھی ۔ا۔ا۔ا۔ کاش آپ ان نصوص کاَ بھی تفصیلا ذکر فرا ۔

س

جواب مکتوب

موضوع بحث سے باہر ہوجانا

آپ نے تسلیم کیا مذوزہ ۔ بالا موارد میں صحابہ نے پیغمبر(ص) کے نصوص کی مخالفت کی۔ ہمارے کل بیانات کی آپ نے تصدیق کی فالحمد للہ۔ رہ گیا آپ کا یہ کہنا کہ ایسا کرنے میں ان کی نیت اچھی تھی اور انھوں نے مصلحت امت و مقدم سمجھا ۔ وہ ہمیشہ امت کی بھلائی اور ملت کی بہتری اور شوکت اسلام کی ترقی کے خواہشمند رہے۔ یہ تو ب محل بحث سے خارج ہے اس سے آپ بھی انکار نہیں کرسکتے۔

آپنے دریافت کیا تھا کہ صحابہ نے کب حکم پیغمبر(ص)۔ا۔ا۔ا اور اپنے اجتہاد و را پر چلنا بہتر سمجھا۔ ہم نے وہ مقامات ذکر کردیے اور آپ نے ان بھی لیا

اب رہ گیا یہ کہ انُوں نے کن وجوہ سے حکم پیغمبر(ص)۔ ۔ ۔ حکم پیغمبر(ص)۔ ۔ اننے میں ان کی نیت اچھی تھی کہ بری اس کا وئی وال نہیں۔

مکتوب رامی کی آخری سطروں میں خواہش کی ہے کہ میں ان نصوص کا تفصیلی ذکر کروں جو خصوصیت سے امیرا-ومنین(ص) کے متعلق وارد و ہیں اور جو ان نصوص کے علاوہ ہیں جو خلافت سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ اس ۔ ۔ میں اام سنن ہیں۔ تما-ام سنن واحادیث کے جامع ہیں۔ احادیث وسنن کی تلاش و تحقیق میں آپ نے بڑی محنتیں کی ہیں لہذا کسی و یہ وہم وگمانَ بھی نہیں اور ۔ ۔ کسی و یہ غلط فہمی وسکتی ہے کہ وہ میرے اشارے و آپسے زیادہ سمجھتا ہے۔

تسنن میں آپ کا مد مقابل وئی وسکتا ہے؟ آپ کا وئی جواب بن۔سکتا ہے؟ ہر نہیں ۔ اصل بات یہ ہے کہ کسی نے سہ- کہا ہے:

'' وکم سائل عن امرہ وھو عالم''

''بہت سے لوگ جاننے پہنچانتے و کسی شے کے متعلق یافت کر ہیں''

آپ یقینا جانتے وں گے کہ بہتر سے صحابہ حضرت علی(ع) سے بغض رکھتی تھے آپ کے دشمن تھے۔ انُ-وں نے حضرت علی(ع)سے ح برائی اختیار کی آپ و ذیتیں دیں، ب و شتم کیا۔ آپ پر ظلم کیا، آپ کے حریف بنے۔ آپ سے جنگ کی ۔ خود آپ پر اور آپ کے اہل بیت(ع) پر تلوار چلائی ، جیسا کہ اس زانے کے ب رگوں کے حالات دیکھنے سے بدیہی طور پر معلوم ہ-ا ہے۔

حالانکہ ر ول اللہ نے افر یا تھا:

'' جس نے میری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی جس نے میری۔افرانی کی اس نے خدا کی ۔افر-انی کی اور جس نے علی(ع) کی اطاعت

لکی یقیناً اس نے میری اطاعت کی اور جس نے علی(ع)کی نافرمانی کی بے شک اس نے میری نافرمانی کی۔''

نیز آنحضرت(ص) نے فرمایا :

'' جس نے مجھسے حسن برائی کا اختیار کی اس نے خدا سے حسن برائی کا اختیار کی اور اے علی(ع) تم دنیا میں سردار ہو اور آخرت میں سردار و تم سے محبت رکھنے والا مجھ محبت رکھنے والا ہے اور مجھ سے محبت رکھنے والا خدا سے محبت رکھنے والا ہے۔ اور تمھارا دشمن میرا دشمن اور میرا دشمن خدا کا دشمن ہے اور ہلاکت اس کے لیے جو میرے بعد تم سے بغض رکھے۔''

یہ بھی آپ نے فرمایا:

'' جس نے علی(ع) کو دشنام دی اس نے مجھے دشنام دی اور جس مجھے دشنام دی اس نے خدا کو دشنام دی۔''

یہ بھی آپ نے فرمایا :

'' جس نے علی(ع) کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی ۔''

یہ بھی آپ نے فرمایا:

'' جس نے علی(ع) کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے علی(ع) سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔''

یہ بھی آپ نے فرمایا کہ :

'' اے علی(ع) تم سے وہی محبت کرے گا جو مومن ہوگا اور تمہین وہی دشمن رکھے گا جو منافق ہوگا۔''

یہ بھی آپ نے افر یا :

"خدا یا تو دو ت رکھ اسکو جو علی(ع) و دو ت رکھے ، دشمن رکھ اس و جو علی(ع) و دشمن رکھے، سرد کر اس کی جو علی(ع) کی مدد کرے اور ذلیل و خوار کر اس و جو علی(ع) کی مدد ترک کرے۔"

کیی ۔ بار آنحضرت (ص) نے حضرت علی(ع) جناب سیدہ(س) اور حسن(ع) و حسین(ع) و دیکھ کر افر یا :

" میں جنگ کرنے والا وں اس سے جو تم لوگوں سے جنگ کرے اور مجسم صلح وں اس کے لیے جو تم سے صلح کرے۔"

اور جب آپ نے ان حضرات و چادر میں لیا تھا تو افر یا:

" میں برسر پیکار وں اس سے جو ان سے برسرپیکار و اور مجسم صلح وں اس کے لیے جو ان سے صلح کرے اور دشمن وں اس کا جو ان سے دشمنی رکھے۔"

اسی طرح کی ۔ اے شمار احادیث و سنن ہیں جن میں سے کسی ایک و بھی جیتے صحابہ نے نہیں ا۔ا۔ کسی ایک پر بھی عمل۔ نہ کیا، بلکہ اپنے وا و وس و مقدم سمجھتے و اور ذاتی اغراض و ترجیح دیتے و ان تمام احادیث و سنن کے خلاف و ضد پر عمل کیا۔

ار۔ اہل بصیرت جانتے ہیں کہ تمام سنن و احادیث جو حضرت علی(ع) کی فضیلت و ب رگی میں وارد وئی ہیں وہ مثل انھیں صریحی نصوص کے ہیں جو آپ کی موالات کے واجب اور آپ کی مخالفت کے حرام ونے کے متعلق وارد وئیں۔ دونوں قسم کی حدیثوں کا ایک ی مطلب ہے۔کیونکہ دونوں قسم کی حدیثیں صرف کیی ۔ بات پر دلا ت کرتی ہیں اور وہ یہ کہ خدا و ر ول(ص) کے

: دیک آپ کی قدر ومنز تے ہت ں جلیل ، آپ کی شان ہت ں عظیم اور درجۂ ہت بلند ہے۔

ہم نے اان احادیث و سنن میں سے ہت کچھ ایرائی خطوط میں ذکر کیے اور جنہیں ذکر کیے وہ بے حد وحساب ہیں۔ ان لوگ وں میں سے جن کی نگاہ سنن و احادیث میں ہت وسیع ہے اور ان کی معانی و م ا ٔ بھی پوری طرح جانتے ہیں آپ ں انصاف سے فرائیں کہ ان احادیث و سنن میں وئی ایسی حدیثٔ بھی ملی جو امیرا ومنین(ع) کی مخالفت و عداوت اور آپ نے جنگ کرنے کس اجازت دیتی و۔ آپ کی ایذا ر انی، آپ سے ُ بغض و عداوت جائٔ قرار دیتی و۔ آپ کی ہج کنی، م ام کے پہاڑ ڈھانے ،بسر منبر آپ و برا ٔ بھلا کہنے و مذا ب یتی و اور مذا ب ں نہیں بلکہ جمعہ اور عید کے دونوں خطبوں کے لیے سنت قرار دیتیں وں ہر نہیں اور قطعا نہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ جو لوگ ان باتوں کے مرتکب و ا ُوں نے ان احادیث کے باوجود ان کے بکثرت اور بتواتر ونے کے ذرہ برابر پرواہ نہیں کی۔ ان احادیث میں سے وئی حدیثٔ بھی سیاسی اغراض پوری کرنے میں ان کے لیے انع ہ. وسکی۔

وہ لوگ جانتے تھے کہ حضرت علی(ع) ر ول(ص) کے ٔ بھائی ہیں، آپ کے ولی ہیں، وارث ہیں، ہمراز ہیں، آپ کس عسرت کے سر روہ ہیں آپ کی امت کے ہارون میں۔ آپکی ہ پارہ جگر کے ٔ و ہیں۔ آپ کی ذریت کے باپ ہیں اور ان تمام لوگوں میں ب سے ٔ پہلے اسلام لانے والے ہیں ب سے ز یادہ خال ٔ الایمان ب سے ز یادہ علم رکھنے والے ب سے ز یادہ عمل کرنے والے ب سے بڑھ کر ادب سے ز یادہ یقین میں پختہ ، ب

سے بڑھ کر اسلام کی خاطر مشقت جھیلنے والے، بلاؤں میں سب سے زیادہ عمدگی سے ثابت قدم رہنے والے سب سے زیادہ فضائل و مناقب کے مالک اسلام کے سب سے زیادہ حامی، اور سب سے زیادہ رسول(ص) سے قرابت رکھنے والے ہیں۔ رفتار، گفتار، اخلاق و عادات تمام باتوں میں سب سے زیادہ رسول(ص) سے مشابہ ہیں۔ قول و فعل اور خاموشی میں سب سے زیادہ بہتر و افضل ہیں۔

لیکن ذاتی اغراض کی ان لوگوں کے لیے سب کچھ تھے۔ ہر دلیل پر مقدم تھے۔ لہذا اس کے بعد اور وہ حدیث غدیر کو سنیں انہیں اور ٹھکرا دیں اور اپنی رائے و مقدم سمجھیں تو کون تعجب ہے۔ حدیث غدیر تو ان بے شمار احادیث میں سے فقط ایک حدیث ہے جسے ان لوگوں نے قابل تاویل سمجھا، واجب العمل نہ جانا اور اپنی رائے و اجتہاد کو ترجیح دی۔ اپنے مصالح کو مقدم جانا حالانکہ رسول(ص) کہہ چکے تھے کہ :

" میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم اس سے متمسک رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ایک دوسرا سب سے بڑا ہے دوسرے میری عترت و اہلبیت(ع)۔"

پیغمبر(ص) نے یہ بھی فرمایا تھا کہ:

" میرے اہلبیت(ع) کی مثال تمھارے درمیان ایسی ہے جیسی کشتی نوح(ع)، جو کشتی نوح(ع) پر سوار ہوا وہ تو بچا اور جو نہ سوار ہوا جس نے روگردانی کیا وہ ہلاک و تباہ ہوا۔"

" تمھارے درمیان میرے اہلبیت(ع) کی مثال ایسی ہے جیسی بنی اسرائیل کے لیے باب حطہ۔ جو اس میں داخل ہوا خدا نے اسے بخش دیا۔"

نیز یہ بھی فرمایا تھا کہ :

"ستارے روئے زمین کے باشندوں کے لیے امان ہیں غرقابی سے اور میری عترت و اہلبیت(ع) میری امت کے لیے اختلاف سے امان ہیں۔ پس اگر کوئی قبیلہ عرب سے میرے اہلبیت(ع) کا مخالف ہوگا تو وہ ابلیس کا گروہ بن جائے گا۔"

اسی جیسی اور بکثرت صحیح حدیثیں ہیں جن کو صحابہ نے سنا مگر ان پر عمل نہ کیا۔

ش

مکتوب ۵۱

حضرت علی(ع) نے بروزِ سقیفہ اپنی خلافت و جانشینی کی احادیث سے احتجاج کیوں نہ فرمایا؟

حق بخوبی واضح ہوگیا۔ خدا کا شکر ہے۔البتہ کچھ باتیں رہ گئی جس سے ذرا اشتباہ باقی رہتا ہے ، میں اس کا ذکر کردوں تاکہ آپ اس کی نقاب کشائی بھی فرمائیں اور اس کا راز ظاہر فرمائیں اور وہ یہ ہے کہ حضرت علی(ع) نے سقیفہ کے دن حضرت ابوبکر اور ان کی بیعت کرنے والوں کے آگے اپنی خلافت و وصایت کے متعلق کوئی حدیث بھی پیش نہیں کی۔ آپ بتاسکتے ہیں کہ کیوں؟

س

جواب مکتوب

احتجاج نہ کرنے وجوہ

اری دنیا جانتی ہے کہ ۔ ۔ تو حضرت علی (ع) سقیفہ میں موجود تھے اور ۔ ۔ آپ کے اننے والوں میں وئی ایک تھی تھا۔ خواہ وہ بنی ہاشم سے وں یا غیر بنی ہاشم وئی تھی ۔ ۔ تو بیعت کے وقت موجود تھا اور ۔ ۔ سقیفہ کے اندر ں گیا وہ تر بالکل الگ تھلگ تھے اور آنحضرت(ص) کی رحلت کی وجہ سے ان پر جو سخت ترین مصیبت ۔ ازل وئی تھی اسی میں مبتلا تھے۔ آنحضرت(ص) کے غسل و کفن کی فکر میں پڑے تھے۔ اس وقت انھیں کسی اور ۔ بات کے دھیان تھی ۔ ۔ تھا۔ یہاں تک کہ جب سقیفہ والوں نے اپنا کام کرلیا تو اب اُوں نے بیعت و پختہ کرنے کا تہیہ کیا اور خلافت کی رہ و اچھی طرح مضبوط کرنے پر کمر بستہ و اور ہر وہ فعل و قول جس سے ان کی بیعت کمزوری سکتی یا ان کے عقد خلافت و خدشہ لاحق ا ۔ یا عوام میں تشویش و اضطراب پیدا ۔ ۔ اس کے روکنے اس پر پہرہ بٹھانے کے لیے ایکا کر لیا۔

تو امیرالمومنین(ع) و سقیفہ اور بیعت ابی بکر اور بیعت کرنے والوں سے تعلق ں کیا تھا کہ ان پر آپ احتجاج فر ا اور وہ بھی جب کہ بیعت و جانے کے بعد حکومت کے کارندے پوری احتیاطی تدابیر کام میں لا رہے تھے اور اب قوت و اقتدار اعلانیہ جبر و تشدد برت رہے تھے۔

آپ ں فرمائیے آج کل ار وئی شخص حکومت سے ٹکر لینا چاہے، سلطنت

کا تختہ الٹنے پر آمادہ وتو کیا اس کے لیے آ ان ہے اور اکیلا۔ اب حکومت اس و اس کے حال پر چ وڑ دینا گوارا کریں گے۔ ہر نہیں اور قطعا نہیں۔ اسی طرح اس نل۔ر کا آجل کے نل۔ر سے اندازہ کیجیے۔

اس کے علاوہ امیرا ومنین(ع) سمجھ رہے تھے کہ اب ا ر میں احتجاج بھی کرتا وں تو وا فتنہ و فساد کے وئی فائدہ حاصل۔ل۔ر وگااور اس ۔ازک وقت میں حق تلفی آپ و گوارا تھی لین یہ کسی طرح منظور ۔ر تھا کہ فتنہ وفسادرونما پا و کیونکہ امیرا-ومنین(ع) اسلام پر آ ٔ آنے دینا نہیں چاہتے تھے۔ر لمہ توحید کی رونما بادی آپ و گوارہ تھی جیسا کہ ہم شتہ اوراق میں بیان کرچکے ہیں کہ۔ر آپ ان دنوں ایسے شدید ترین مشکلات سے دوچار تھے کہ کسی شخص وَ بھی ان مصائ و مشکلات کا ما۔ر وا وگا۔

آپ کاندھوں پردو۔ بار راں تھے۔ ایک طرف تو خلافت تمام نصوص اوصیا پیغمبر(ص) دل و خون کر دینے والی آواز اور جگر و چاک چاک کردینے والی کراہ کے اتھ آپ سے فر یاد ں تھی آپ و بے چین بنا دیتی تھی دوسری طرف فتنہ۔ر و فس۔اد کے اٹھتے و طوفان متاثر کررہے تھے جیروں کے ہاتھ سے نکل جانے عرب میں انقلاب عظیم رونما پا ونے اور اسلام کے بیخ و بن سے اکھ جانے کا اندیشہ تھا۔ مدینلور آس ۔ پاس کے منافقین جو بڑے سر رم ازشی تھے ان کی طرف سےفتنہ و فسادرونما پا -ونے کا بڑا خطرہ لاحق تھا کیونکہ ر ول(ص) کی آنکھ بند ونے کے بعد ان کا اثر بہت بڑھتا جاتا تھا اور مسلمانوں کی حا ت بالکل اس ۔ یہ۔ بکری جیسی و ر ں تھی جو جاڑے کی ۔ تاریک راتوں میں ۔ یوں اور وحشی درندوں میں بھٹکتی پھرے۔

مسلمہ کذاب، طلی ۔ بن خویلد ، سجاح بنت حارث ایسے جھوٹے

مدعیاں نبوت پیدا وچکے تھے اور ان کے اٹنے والے اسلام و مٹانے اور مسلمانوں کی تباہی ورۂ بادی پر تلے و تھے۔ قیصر و کسریٰ یروغہ۔ تاک میں تھے ۔ غرض اورۂ ہت سے دشمن عناصر جو محمد و آل محمد(ص) اور پیرواں محمد(ص) کے خون کے پیا سے تھے ملت اسلام کی طرف سے خار دل میں رکھتے تھے۔ بڑا غم و غصہ اور شدیدُ بغض و عناد رکھتے تھے ، وہ اس فکر میں تھے کہ کسی طرح اس کی بنیاد منہدم وجا اور جڑ اکھ جا اور اس کے لیے بڑی تیزی اور سر رمی ان میں پیدا وچکی تھی۔

وہ سمجھتے تھے کہ ہماری آرزوئیں بر آئیں ر ول(ص) کے اٹھ جانے سے موقع ہاتھ یا، لہذا اس موقع سے فائدہ اٹھنا چاہئیے اور قبل اس کے کہ ملت اسلامیہ کے امور میں نظم پیدا و، حالات استوار وں اس مہلت سے وچکنا چاہئیے۔

اب حضرت علی(ع) ان دو خطروں کے درمیان کھ ے تھے ایک طرف حق چھین رہا تھا ، خلافت ہاتوں سے جا ر ہی تھی ۔ دوسری طرف اسلام کے تباہ ورۂ باد وجانے اور ر ول(ص) کی اری محنت مٹی میں جانے کا خوف تھا لہذا فطری و طبعی طور پر امیرالمومنین(ع) کے لیے بس یہی راہ چلتی تھی کہ مسلمانوں کی زندگی کے لیے اپنے حق وبرقرار ان کردیں لیکن آپ نے اپنے حق خلافت و محفوظ رکھنے اور انحراف کرنے والوں سے احتجاج کرنے کے لیے ایک ایسی صورت اختیار کی جس سے مسلمانوں میں اختلاف و افتراق نہ پیدا و اور وئی فتنہ ایسا نہ اٹھ کھ ا و کہ دشمن موقع غنیمت سمجھ کر اس سے فائدہ اٹھانے کی وشش کریں۔ لہذا آپ خانہ نشین وگئے اور جو لوگوں نے مجبور کر کے آپ و گھر سے نکالا بغیر لڑے بھ ے گھر سے باہر نکلے۔ ار آپ جلد بازی

سے کام لیتے تو آپ کی حجت پوری نہ ہوتی اور نہ شیعیان امیرالمومنین(ع) کے لیے وئی ثبوت نمایاں نہ آپ نے اپنے طرز سے دین وَ بھی حفاظت کی اور اپنے حق خلافت وَ بھی محفوظ رکھا۔

اور جب آپ نے دیکھا کہ اسلام کی حفاظت و دشمنوں کی دشمنی کا جواب موجود حالات کے اندر صلح و آشتی پر موقوف ہے تو خود مصالحت کی راہ نکالی اور امت کے امن و امان ، ملت کی حفاظت اور دین و عزیز رکھتے و انجام و آغاز سے بہتر سمجھتے و شرفا و عقلا اس وقت جو فریضہ ادا کرتا تھا کہ جو زیادہ اہمیت کا حامل و اسے مقدم رکھا جائے ۔ آپ نے حکام وقت سے صلح کر لی کیونکہ اس وقت کے حالات تلوار اٹھانے یا حجت و تکرار کرنے کے متحمل نہ تھے۔

ایسا بھی نہیں کہ آپ نے بالکل احتجاج نہ فرمایا۔ باوجود ان تمام باتوں کے آپ، آپ کے فرزند ، آپ کے حلقہ بگوش علماء آپ کے وصی ونے پر اور آپ کے وصلیت و جانشینی کے متعلق جو صریحی ارشادات پیغمبر(ص) ہیں ان کی تبلیغ و اشاعت میں بڑی حکمت سے کام لیا کیے۔ جیسا کہ تلاش و تجسس سے پتہ چلتا ہے ۔

ش

مکتوب ۵۲

حضرت علی(ع) نے کب احتجاج فرمایا؟

امام نے کب احتجاج فرمایا۔ آپ کے آل و اولاد ، آپ کے دوستداروں نے کن مواقع پر احتجاج کیا۔ ہمیں بھی بتائیے۔

س

جواب مکتوب

حضرت علی (ع) اور آپ کے شیعہ کا احتجاج

امام نے ان نصوص اور ارشادات پیغمبر(ص) کی نشر و اشاعت میں جو پیغمبر(ص)

نے آپ کی وصایت و خلافت کے متعلق فرا تھے بڑی دل جمعی سے کام کیا۔ چونکہ اسلام کی حفاظت جان سے بڑھ کر عزیز تھی اور مسلمان کے شیرازہ کا بکھر ناکسی طرح منظور تھا۔ اس لیے آپ نصوص کا تذکرہ کر کے اپنے دشمنوں سے جھگڑا مول نہیں لیا۔ چنانچہ آپ نے اپنے سکوت اختیار کرنے اور ان نازک حالات میں اپنے حق کا مطالبہ نہ کرنے کی معذرت بھی بعض مواقع پر فرمائی ہے چنانچہ فرما ہیں۔

"کسی انسان و اس وجہ عیب نہیں لگایا جاسکتا ہے کہ اس نے اپنے حق و حاصل کرنے میں دیر کی۔ عیب تو اس وقت لگتا چاہیے جب انسان حق نہ رکھتے و زبردستی کسی چیز و حاصل کرے۔"

آپ نے نصوص کی نشر و اشاعت میں ایسے طریقے اختیار کیے جن سے حکمت کا پورا پورا منافہوا۔ یاد کیجیے۔ رحبہ کا والا روز جس دن آپ اپنے نانہ خلافت میں لوگوں و وفہ کے میدان میں جمع کیا تاکہ غدیر کی یاد دلائی جا۔ آپ نے اپنے خطبہ میں ارشاد افرمایا:

"میں ہر مرد مسلمان و قسم دیتا وں کہ جس نے غدیر خم میں اپنے کانوں سے رسول(ص) و اعلان فرما سنا و وہ اٹھ کھڑا و۔ جو کچھ سنا تھا اس و گواہی دے۔"

تو آپ کے یہ کہنے پر تیس صحابی اٹھ کھڑے و جن میں بارہ تو ایسے تھے جو جنگ بدر میں شریک رہ چکے تھے۔ ان سب نے حدیث غدیر کی گواہی دی جسے انوں نے خود اپنے کانوں سے رسول(ص) و ارشاد فرما سنا تھا۔

اس ناگفتہ بہ آشوب زانے میں جب کہ حضرت عثمان کے قتل اور بصرہ و

شام میں فتنہ و فساد جاری رہنے کی وجہ سے فضا خوشگوار نہ تھی۔ زیادہ سے زیادہ امیرالمومنین(ع) یہی کرسکتے تھے اور یہی آپ نے کیا۔ واقعہ یہ ہے کہ انتہائی ممکن صورت جو اس وقت احتجاج کرنے کی ہوسکتی تھی حکمت کے تمام پہلو سے نبھالے ہو وہ یہی تھی۔ ہم اندازہ کرسکتے ہے۔ امیرالمومنین(ع) کے محیرالعقول حکیمانہ طرز عمل کا کہ جو دنیا حدیث غدیر کو بھولتی جارہی تھی اور قریب تھا کہ کسی داغی عباسی کی یاد بھی داغ نہ رہے آپ نے بھرے مجمع سے اس واقعہ کو گواہی دلوا کر اسے تازہ بخشی اور رحبہ کے میدان میں مسلمانوں کے سامنے غدیر خم کے موقع پر رسول(ص) کے اہتمام کی تصویر کشی کر کے وہ منظر یاد دلا دیا جب رسول(ص) نے ایک لاکھ بیس ہزار مسلمانوں کے درمیان بالا منبر حضرت علی(ع) کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور پورے مجمع کو دکھا کر پہچنوا کر ارشاد فرمایا تھا کہ یہی علی(ع) میرے ولی ہیں۔ اسی واقعہ کے بعد حدیث غدیر احادیث متواترہ کا بہترین مدرک بن گئی۔

آپ غور فرمائیں حکیم اسلام کے طرز عمل پر کہ آپ نے بھرے مجمع میں انتہائی اہتمام و انتظام فرما کر صاف صاف لفظوں میں اس کا اعلان کیا تھا۔ اس کے بعد غور کیجیے رحبہ کے دن امیرالمومنین(ع) کے حکمت سے لبریز طرز عمل پر دونوں واقعے کسی قدر ملتے جلتے اور ایک دوسرے پر پوری پوری مشابہت رکھتے ہیں وہاں پیغمبر(ص) نے مجمع کو قسم دے کر پوچھا کہ :

''کیا میں تمھاری جانوں پر تمھے زیادہ قدرت واختیار نہیں رکھتا؟''

جواب میں سارے مجمع نے اقرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ :

'' جس جس کا میں مولا ہوں اس کے علی(ع) بھی مولا ہیں۔''

وں روش امیرا ومنین(ع) یہاں بھی اختیار کر ہیں ۔ رحبہ میں مسلمان سے جن میں ہر خطہ ملک اور ہر قسم و قبیلہ کے افراد جمع تھے فرا ہیں اور قسم دیتے ہیں کہ جس جس نے غدیر کے میدان میں ر ول(ص) و اپنی آنکھوں سے دیکھا -و اور اپنے کانوں سے ارشاد فرا سنا و وہ اٹھے اور اٹھ کر گوا ی دے۔

جس قدر حالات اجازت دے سکتے تھے امیرا ومنین(ع) نے اپنا حق جتلانے میں وئی دقیقہ فرو اشت نہیں کیا۔ اتھ ی اتھ سکون و سلامت روی و بھی ہاتھ سے نہ جا ن دی یا ہے آپ ہر حال مقدم سمجھتے تھے۔

اپنی خلافت و وصایت سے لوگوں و مطلع کرنے اور الاذات پیغمبر(ص) جو آپ کی خلافت و امت کے متعلق تھے اس کے نشر و اشاعت میں یہی طرز عمل امیرا ومنین(ع) کا ہمیشہ رہا چونکہ ناواقف و لا علمی افراد و واقف کار بنانے کے لیے آپ اسی ں صورتیں اختیار فرا ج ں تو کسی ہنگامے کا سبب و ں ان سے بیزاری پیدا ونے کا احتمال و۔

آپ ملاحظہ فرائیے ۔ دعوت ذوالعشیرہ سے متعلق امیرا ومنین(ع) کی حدیث جسے تمام محدثین مرو یات امیرا -ومنین(ع) کے ذیل میں درج کیا ہے۔ یہ حدیث طولانی اور ہت ی مہتم بالشان حدیث ہے، ابتداء عہد اسلام سے آج تک اسے اعلام نبوت اور آ یات اسلام میں سے شمار کیا جاتا ہے کیونکہ یہ حدیث حضرت سرور کائنات کے زبردست معجزہ نبوت یعنی توڑے کھانے سے بڑی تعداد میں لوگوں و شکم سیر کردینے کے واقعہ پر مشتمل ہے۔ اسی طرح حدیث کے آخر میں ہے کہ حضرت امیرا ومنین(ع) کی ردن پر ہاتھ رکھ کر ارشاد افر یا :

'' یہ میرے بھائی ہیں۔میرے وصی ہیں تم میں میرے جانشین ہیں۔ تمہان کی ۔ بات سنو اور ان کی اطاعت کرو۔''

امیرالمومنین(ع) برابر اس حدیث کا تذکرہ فرمایا کیے کہ رسالت مآب(ص) نے آپ سے فرمایا:

" اے علی(ع) تم میرے بعد ہر مومن کے ولی ہو"

اور نہ جانے کتنی مرتبہ آپ نے رسول(ص) کی یہ بات بیان کی کہ:

"اے علی(ع) میرے نزدیک تمھیں وہی منزلت حاصل ہے جو موسی(ع) سے ہارون کو تھی سوا اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔"

اور یہ بار رہا آپ نے غدیر خم کے موقع پر رسول(ص) کی ارشاد فرمائی ہوئی حدیث دہرائی۔ رسول(ص) نے لوگوں سے خطاب کر کے پوچھا تھا کہ :

" میں تم مومنین سے زیادہ تمھارے نفوس پر قدرت و اختیار نہیں رکھتا ؟ سب نے کہا بے شک ، اس پر آنحضرت(ص) نے فرمایا کہ جس کا میں ولی ہوں اس کے یہ علی(ع) ولی ہیں۔"

اس کے علاوہ اور بھی بے شمار حدیثیں ہیں جن کی امیرالمومنین(ع) روایت فرما لوگوں سے بیان کر رہے، آپ نے پورے طور پر ثقہ اور مستند افراد میں ان احادیث کی اشاعت کی اس پر پر آشوب اور نازک حالات زمانہ سے زیادہ امیرالمومنین(ع) کے لیے یہی گنجائش تھی کہ آپ پیغمبر(ص) کے ان اقوال کا تذکرہ فرمائیں ، ان حدیثوں کی روایت فرمائیں اور اس طرح اپنے حقدار خلافت ہونے و ملنا نہ کے کانوں تک پہنچائیں اور امیرالمومنین(ع) نے اسے اٹھا رکھا ۔ جتنی حالات نے اجازت دی اتنی اشاعت فرما رہے۔

شوری کے دن آپ نے مخالفین کے لیے عذر کی کون سی گنجائش باقی رہنے دی۔ خدا کا خوف دلانے میں کون سی بات اٹھا رکھی۔ اپنے جس قدر

خصوصیات و کمالات تھے ایک ایک کر کے گنوا ، اپنے تمام فضائل و مناقب یاد دلا کر اپنے حقدار خلافت ہونے کو ظاہر کیا۔ ہر طرح ان کا احتجاج ظاہر کیا :

پھر جب آپ خود سریر آرائے حکومت ہوئے تو برابر اپنی مظلومیت کا اظہار فرماتے رہے۔ شروع ہی سے مستحق خلافت ہونے کا ثابت کیا۔ ایسا میں خلافت سے محروم رکھے جانے پر آپ کو جو صدمہ ہوا ، اذیتیں پہنچیں ، بالا منبر آپ نے اس کا شکوہ کیا، یہاں تک آپ نے فرمایا:

" قسم بخدا اس جامہ خلافت کو زبردستی فلاں شخص نے پہن لیا حالانکہ وہ اچھی طرح واقف تھا کہ کہ مجھے خلافت میں وہی جگہ حاصل ہے جو آسیا میں میخ کو حاصل ہوتی ہے ۔ مجھ سے علوم دکھ یا جاتے ہیں اور وہ بلند منزلت ہے میری کہ طائر خیال بھی مجھ تک بلند نہیں ہوسکتا۔ مگر میں نے اس پر پردہ ڈال لیا اور اس سے پہلو تہی اختیار کی۔ میں جیب کشمش و اضطراب میں تھا ۔ جیب گومگو کی حالت تھی میری کہ میں اس کٹے ہوئے بازو سے حملہ کر بیٹھوں یا اس گھٹا ٹوپ تاریکی پر صبر کروں جس پر بڑا بوڑھا بوجھا اور چوٹا جوان بوجھا اور مومن انتہائی اذیت میں اس تک مبتلا رہے جب تک کہ خداوند سے ملحق ہوں۔ میں نے دیکھا کہ ان دونوں باتوں میں برصبر زیادہ بہتر ہے۔میں نے صبر کیا حالانکہ آنکھیں جل رہی تھیں اور گلا گھٹ رہا تھا کہ میری دولت لوٹی جارہی ہے۔"

اس پورے خطبہ (شقشقیہ) کے آخر تک آپ نے اسی کا اتمام کیا۔

نہج البلاغہ جانے کتنی مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا ہوگا:

”پالنے والے! قریش اور ان و مدد پہنچانے والوں کے مقابلہ میں تجھ سے طا ا انت وں۔ اُوں نے قطع رحم کیا اورمیری بلندی منز ت و حقیر و پست بنا یا اور ایسی چیز کے واے جو حقیقتاً میرے لیے ہے جس کا میں حقدار وں، مجھ سے جھگڑنے کے لیے ایکا کر بیٹھے ہیں۔“

”ثُمَّ قَالُوا: أَلَا إِنَّ فِي الْحَقِ أَنْ تَأْخُذَهُ وَ فِي الْحَقِ أَنْ تتركه“

کسی کہنے والے نے امیرالمومنین(ع) سے کہا کہ:

” اے فرزند ابوطا (ع) ! آپ اس امر خلافت میں حریص معلوم و ہیں“

آپ نے افر یا :

” بلکہ تم قسم بخدا زیادہ حریص و۔ میں تو اپنا حق طلب کررہا وں، اور تم لوگ میرے اور میرے حق کے درمیان رکاوٹ بن رہے و۔“

نیز آپ نے ایک موقع پر افر یا :

” قسم بخدا میں ہمیشہ اپنے حق سے روکا گیا اور ہمیشہ مجھ پر دوسروں و ترجیح دی گئی جس وقت سے ر ول(ص) کی آنکھ بند ہوئی اس وقت سے لے کر آج تک “

ایک مرتبہ آپ نے ارشاد افر یا :

” وہ ہمارا حق ہے ار ہمارا حق ہمیں دیے یا گیا تو خیر نہیں تو پھر ہمَ بھی چل کھ ے وں گے۔“

''لَنَا حَقٌّ فَإِنْ أُعْطِينَاهُ وَ إِلَّا رَكِبْنَا أَعْجَازَ الْإِبِلِ وَ إِنْ طَالَ السُّرَى''[1]

ایک خط جو آپ نے اپنے [2] بھائی عقیل و لکھا ۔ اس میں فرا ہیں :

'' بدلہ لینے والے ہماری طرف سے قریش و بدلہ دیں اُوں نے میرا قطع رحم یا اور میرے بھائی کی قوت و سطوت مجھ سے چھین لی۔''

امیرالمومنین (ع)نے ۔ بارہا افر یا: [3]

'' میں نے اپنے ردو پیش نگاہ ڈالی ۔ وئی اپنا مددگار نظر آ یا لے دے کے بس میرے گھر والے تھے۔ میں نے ان کا مر۔۔ا وگارا ۔۔ کیا۔ خس و خاشاک پڑے رہنے کے باوجود آنکھیں بند رکھیں اور گلہ گھٹ رہا تھا مگر پینے پر مجبور وا۔ سکوت اختیار کرنے اور علاج سے زیادہ تلخ گوٹ پینے پر میں نے صبر کیا۔''

ایک مرتبہ آپ نے افر یا[4] :

'' کہاں ہیں وہ لوگ جو ہمارے و و اپنے و راسخین فی العل کہتے ہیں ۔ جوٹ بولتے ہیں، سرکشی کر ہیں۔ خداوند ام نے ہمیں سر بلند یا ، انھیں پست کیا۔ ہمین اپنی ء اؤں سے

۱- نہج البلاغہ۔

۲- نہج البلاغہ ج ۳ ف ۶۷ چھتیسواں مکتوب۔

۳- نہج البلاغہ ج اول خطبہ ۳۵ ف ۶۸۔

۴- نہج البلاغہ ج ثانی ف ۳۶

مکتوب ۵۳

سلسلہ بیان و مکمل کرنے کے لیے میری التجا ہے کہ آپ امیرالمومنین(ع) و جناب سیدہ(س) کے ا وا دیگر حضرات کے احتجاج ذکر فرمائیے۔

س

جواب مکتوب

عبداللہ بن عباس کا احتجاج

میں آپ کی توجہ اس گفتگو کی طرف مبذول کرتا ہوں جو ابن عباس اور حضرت عمر کے درمیان ہوئی۔ ایک طولانی گفتگو کے دوران میں جب حضرت عمر نے یہ فقرہ کہا کہ :

'' اے ابن عباس تم جانتے و کہ ر ول(ص) کے بعد خلافت سے تمھیں کس چیز نے محروم رکھا۔''

ابن عباس کہتے ہیں کہ :

'' میں نے یہ جواب سنا کہ جواب دوں میں بولا : اے حضور! ا ر میں نہیں جانتا تو آپ تو جانتے ہیں۔''

حضرت عمر نے کہا:

'' لوگوں و یہ بات گوارا نہ ہوئی کہ نبوت و خلافت دونوں تم ں میں جمع و کر رہ جائیں اور تم خوش خوش رہ کر اپنی قوم والوں و روندو۔ لہذا قریش نے خلافت و اپنے لیے چنا اور وہ اس خیال میں درستی پر تھے اور وہ موفق بھی و ۔''

ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے کہا :

'' اے حضور! ا ر مجھے بھی بولنے کی اجازت دیں اور خلفہ ں وں تو کچھ عرض کروں۔''

حضرت عمر نے کہا:

'' ہاں ہاں کہو۔''

ابن عباس کہتے ہیں : تب میں نے کہا:

'' آپ کا یہ کہنا کہ قریش نے خلافت و اپنے لیے اختیار کیا اور اس خیال میں وہ اس کے لیے موفق بھی و تو ا ر قریش خدا کی مرضی سے اپنے لیے یہ اختیار کیے و (یعنی خدا بھی انھیں خلافت کے لیے پ ند کیے ہوتا) تو یقینا وہ حق پر تھے۔ نہ ان کی رد کی جاسکتی اور نہ ان پ رحسد کیا جاتا۔ آپ نے یہ جو کہا کہ قریش

والے راضخ ۔ہ۔ و کہ خلافت و نبوت دونوں تمھارے ی اندر رہیں تو خداوند ام نے ایک قوم کی اسی راضخ ۔ہ۔ ونے پسر ان الفاظ میں توصیف کی ہے۔

''ذلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا ما أَنْزَلَ اللَّهُ فَأَحْبَطَ أَعْمالَهُمْ''

''اُ وں نے ۔ہ۔ا پ ۔ہ۔ا اکیا آ۔ یات و جو خداوند ام نے ۔ہ۔انزل یں تو خدا نے َ بھی ان کے ارے اعمال خاک میں ملا دیے۔''

اس پر حضرت عمر بولے:'' وا و اے ابن عباس تمھارے بارے میں مجھے کچھ باتیں معلوم وتی ر ی ہیں۔ مجھے تو پ ۔ہ۔ر نہیں کہ واقعا وہ صحیح وں جس کی وجہ سے تمھاری منز ت میرے ؛ دیک گھٹ جا ۔''

ابن عباس بولے:

'' حضور وہ ون ی آ۔ باتیں ہیں، ا ر وہ حق بجانب ہیں ؛ وئی وجہ نہیں کہ میری منز ت آپ کے دل سے جاتی رہے۔ ا ر وہ ۔ باطل پر ہیں تو ں ان سے کنارہ کشی پر تیار وں۔''

حضرت عمر نے کہا :

'' مجھے یہ خبر َ پہنچی ہے کہ تم کہتے و کہ خلافت و لوگوں نے ہم سے حسد کر کے ، باغی وکر اور از راہ ِ ظلم َ پ یر لیا۔''

ابن عباس کہتے ہیں کہ میں بولا:

'' سرکار آپ کا یہ جملہ کہ از راہ ظلم َ پ یر لیا تو یہ رہدا۔ا اور ۔ہ۔ادان پر روشن ہے۔ رہ گیا یہ فقرہ کہ '' حسد کی وجہ سے '' تو اس کے متعلق عرض ہے کہ جناب آدم(ع) سے َ بھی حسد کیا گیا تھا اور ہم تو

انھی کی اولاد ہیں جن سے حسد کیا گیا۔''

تیسری گفتگو میں حضرت عمر نے کہا:

'' اے ابن عباس میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ علی(ع) واقعا مظلوم ہیں اور خلافت ان سے چھین کر ظلم کیا گیا۔''

اس پر ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے کہا :

'' تو حضور خلافت انھیں واپس کیوں نہیں کردیں۔''

اس پر حضرت عمر نے میرے ہاتھ سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور غرا تے ہوئے آگے بڑھ گئے پھر ٹھہر گئے میں قدم بڑھا کر پاس پہنچا ۔ حضرت عمر بولے :

'' اے ابن عباس میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ علی(ع) کو لوگوں نے غیر السن سمجھ کر خلیفہ ہونے دیا۔''

ابن عباس کہتے ہیں کہ اس پر میں بولا:'' مگر خدا کی قسم خدا و رسول(ص) نے تو اس وقت انھیں غیر السن نہیں بتایا تھا بلکہ علی(ع) کو خدا اور رسول(ص) نے حکیم بنایا تھا کہ جاکر آپ کے دوست ابوبکر سے سورہ براءۃ لے لیں۔''[1]

ابن عباس کہتے ہیں کہ :''اس پر حضرت عمر نے منہ پھیر لیا اور جلدی سے آگے بڑھ گئے۔ میں پلٹ آیا۔''

ابن عباس اور حضرت عمر کی نہ جانے اس مسئلہ پر کتنی مرتبہ باتیں ہوئیں لیکن صفحات اسبق میں وہ واقعہ آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں جو ابن عباس نے خوارج

۱- شرح نہج البلاغہ جلد۳ صفحہ ۱۶۵۔

کے مقابلہ میں علی(ع) کی دس(۱۰) خصوصیات ذکر کر کے احتجاج افر یا تھا ہت ں جلیل الشان اور ط-ولانی ح-ریث ہے ۔ اس میں ابن عباس نے کہا تھا۔

'' حضرت سرور کائ-ات(ص) نے اپنے بنی عمام سے کہا کہ تم میں ون ایسا ہے جو دین و دنیا میں میرا ولی ہے۔ ب نے ا-کار کیا صرف علی(ع) نے آادگی ظاہر کی کہ میں دین و دنیا میں آپ کا ولی ونگا یا ر -ول اللہ(ص) ۔ اس پ-ر س-رور کائ-ات(ص) نے حضرت علی(ع) سے افر یا تم دنیا و آخرت میں میرے ولی و-''

آگے چل کر ابن عباس نے کہا:

'' ر ول اللہ(ص) جنگ تبوک کےلیےروا-ہ و لوگ بھی ہمراہ تھے حضرت علی(ع) نے پوچھا ۔ میں بھی -اتھ چلوں؟ ر ول (ص) نے افر یا نہیں، اس پر حضرت علی(ع) رونے لگے ۔ ر ول (ص) نے افر یا: اے علی(ع) کیا تم -وہ ی ہ -ات گ-وارا نہیں کہ میرے ب-ع د تمھاری وہی منز ت و جو ہارون (ع) کی منز ت تھی موسی(ع) کے ب-ع د وا اس کے ک-ہ میرے ا بعد وئی نبی ہ-و گا۔ اے علی(ع) میرا ج-انا ممکن نہیں ج-ب تک تمھیں میں یہاں اپنا جانشین چ-وڑےک-ہ جاؤں۔''

ابن عباس کہتے ہیں کہ :

'' اور ر ول(ص) نے یہ بھی افر یا کہ اے علی(ع) ! تم میرے بعد ہر مومن کے ولی و-''

ابن عباس کہتے ہیں:

'' اور ر ول(ص) نے افر یا کہ جس کا میں مولا وں اس کے علی(ع) بھی مولا ہیں۔''

بنی ہاشم کے اکثر افراد نے اسی طرح مختلف مواقع پر احتجاج کیا یہاں تک کہ امام حسن(ع) ، ابوبکر کے پاس جبکہ وہ منبر رسول(ص) پر بیٹھے تھے پہنچے اور کہا:

'' اترو، میرے باپ کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔''

ایسا ہی واقعہ امام حسین(ع) کا حضرت عمر کے ساتھ پیش آیا، وہ بھی منبر پر ایک مرتبہ بیٹھے تھے کہ امام حسین (ع) پہنچے اور آپ نے ان سے اتر آنے کو کہا۔

ان شیخین کے دور میں بنی ہاشم اور بنی ہاشم کے طرفدار صحابہ کے علاوہ بیس صحابہ کے بے شمار احتجاج موجود ہیں۔ آپ ان کی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیے۔ صرف علامہ طبرسی کی کتاب الاحتجاج میں خالد بن سعید اموی[1] ، سلمان فارسی، ابوذر غفاری، عمار یاسر، بریدہ اسلمی، ابوالہیثم ابن تیہان و سہل و عثمان فرزندان حنیف، خزیمہ ذی شہادت دوالشہادتین، ابی ابن کعب ، ابو ایوب انصاری وغیرہ کے سے ہر شخص کے احتجاج مذکور ہیں ۔ وہی کافی ہوں گے ۔

۱- منجملہ ان لوگوں کے جنھوں نے ابوبکر کی خلافت کی مخالفت کی انھی خالد بن سعید بھی ہیں۔ تین مہینہ تک انھیں انکار رہا۔ طبقات ابن سعد جلد۴ ص۷۰ ابن سعد نے لکھا ہے کہ جب ابوبکر نے شام کی طرف لشکر روانہ کیا تو انھیں خالد کو سردار مقرر کیا اور علم لشکر لے کر ان کے گھر پر آئے ۔ اس پر عمر نے کہا تھا کہ تم خالد کو افسری دیتے ہو اور ان کے جو خیالات ہیں وہ تمھیں اچھی طرح معلوم ہیں۔ حضرت عمر کو یہ بھی پڑے کہ آخر ابوبکر نے آدمی بھیج کر علم واپس منگایا۔ خالد نے واپس دیکر کہا اور کہا تمھارے افسر بنانے سے تو پہلے مجھے خوشی ہوئی تھی اب معزول کرنے سے مجھے رنج ہوا۔ حضرت ابوبکر نے ان کے گھر آکر عذر و معذرت کی اور کہا کہ عمر کو میرا آپ کو معذرت کرنا معلوم نہ ہونے پایا ۔ جس جس نے شام کی طرف لشکر کی روانگی کا ذکر کیا ہے اس واقعہ کی طرف ضرور اشارہ کیا ہے۔ یہ واقعہ مشہور واقعات میں سے ہے۔

اہل بیت طاہرین(ع) اور ان کے دوستداران کے حالات کی چھان بین کیجیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ احتجاج کا جذبہ کس موقع پر ملا انہوں نے ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ مختلف طریقوں سے احتجاج اظہار کیا کبھی الفاظ میں ، کبھی اشارہ میں ، کبھی سختی سے ، کبھی نرمی سے، کبھی دوران تقریر میں، کبھی بصورت تحریر، کبھی نثر میں کبھی نظم میں، جیسا موقع ویا اور نازک حالات نے جس صورت سے اجازت دی نازل نہیں رہے۔

یہی وجہ تھی کہ احتجاج کرنے والے نے بطور احتجاج و استدلال امیرالمومنین(ع) کے وصی پیغمبر(ص) ہونے کا اکثر و بیشتر ذکر کیا جیسا کہ جستجو سے پتہ چلتا ہے۔

ش

مکتوب ۵۴

کن لوگوں نے آپ کے وصی ونے کا ذکر کیا اور کب احتجاج کیا؟ ئاید وں ایک مرتبہ ج جناب ائشہ کے امنے اس کا ذکر کیا گیا مگر جناب ائشہ نے تردید کر دی تھی جیسا کہ ہم قبل میں بیان کرچکے ہیں۔

س

جواب مکتوب

خود امیرا ومنین(ع) نے بر سر منبر ذکر افر یا ۔ ہم اصل عبارت فحات اسبق پر نقل کر چکے ہیں۔ نیز جس نے دعوت عشیرہ والی حدیث جس میں امیرا ومنین(ع) کے وصی پیغمبر(ص) ونے کی صاف صاف تصریح کی ہے روایت کی ہے اس نے امیرا ومنین(ع) ں کی طرف اس حدیث کی نسبت دی ہے ۔ تمام اسناد آپ ۔ تک

منتہی و ہیں۔ آپ ں سے ب نے سنا اور آپ ہے سے ب نے روای تکی ۔ جس کا مطلب یہ وا کہ جتنے اشخاص نے اس حدیث کی امیرا ومنین(ع) سے روایت کی ب سے آپ نے اپنے وصی ونے کا ذکر افر یا۔ ہم اس حدیث و شتہ صفحات پر ذکر کرچکے ہیں۔

امیرا ومنین(ع) کی شہادت کے بعد اام حسن مجتبی(ع) نے جو خطبہ ارشاد افر یا اس میں آپ نے افر یا تھا:

'' میں نبی(ص) کا فرزند وں میں وصی (ع) کا بیٹا وں۔''

اام جعفر صادق علیہ السلام فرا ہیں کہ:

'' حضرت علی (ع) ر ول(ص) کے اتھ اتھ ر ا ت کے پہلے روشنی دیکھتے اور آواز سنتے تھے۔''

نیز آپ فرا ہیں کہ :

'' حضرت سرور کائنات(ص) نے امیرا ومنین(ع) سے افر یا ا ر میں خاتم الانبیاء(ص)ہو ں تو تم میری نبوت میں شریک و ، ا ر نبی نہیں تو تم نبی(ص) کے وصی ، نبی(ص) کے وارث و۔''

یہ چیز تقریبا جملہ اہل بیت علیہم السلام سے بتواتر منقول ہے اور اہلبیت(ع) و موالیان اہل بیت(ع) کے د دیک صحابہ کے لہ ر سے لے کر آج تک بدیہات میں سے سمجھی جاتی ہے۔

جناب سلمان فارسی فرا ہیں کہ :

'' میں نے ر ول(ص) و کہتے سنا : میرے وصی، میرے رازوں کی جگہ اور بہترین وہ فرد ہے میں اپنے بعد چھوڑوں گا جو میرے وعدوں و پورا کرے گا اور مجھے میرے دیون سے سبکدوش سنا گا وہ

علی ابن ابی طا (ع) ہیں۔''

جناب ابوایوب انصاری فرا ہیں کہ:

'' میں نے ر ول اللہ(ص) و کہتے سنا آپ جناب سیرہ (س) سے فرارہے تھے کیا تم جانتی نہیں کہ خداوند ےام نے رو زمین کہ باشندوں پر نگاہ کی ان میں تمھارے باپ و منتخب کیا اور نبوت سے سرفراز کیا پھردو بارہ نگاہ کی اور تمھارے شوہر و منتخب کیا اور مجھے وحی کے ذریعہ حکیم یا تو میں نے ان کا نکاح تمھارے اتھدکر یا اور انھیں اپنا وصی بنا یا۔''

بریدہ کہتے ہیں کہ میں نے ر ول(ص) و کہتے سنا:

'' ہر نبی کے لیے وصی اور وارث وا کرتا ہے اور میرے وصی و وارث علی بن ابی طا (ع) ہیں''

جناب جابر بن یزید جعفی جو امام محمد باقر(ع) سے وئی حدیث روایت کر تو کہتے کہ مجھ سے وصی الاوصیاء وصیوں کے وصی نے بیان کیا (ملاحظہ و میزان الاعتدال ، علامہ ذہبی ، حالات جابر)

ام خیر سنت حرثؓ ۔ بارقیہ نے جنگ صفین کے موقع پر ایک تقریر کی [1] کی جس میں اُوں نے اہل وفہ و معاویہ سے جنگ کرنےرپاَ بھارا تھا۔ اس تقریر میں اُوں نے یہ بھی کہا تھا:

'' آؤ، آؤ، خدا تم پر رحمت نازل کرے ۔ اس امام کی طرف جو اول ہیں، وصی پیغمبر(ص) ہیں ، وفا کرنے وا لے اور صدیق اکبر ہیں۔''

اسی طرح کی پوری تقریر ان کی تھی۔

ا- بلاغات النساء، ص۴۱

یہ تو سلف صالحین کا ذکر تھا جنہوں نے اپنے اپنے خطبوں میں اپنی حدیثوں میں وصیت کا تذکرہ کر کے اس کو مستحکم کیا۔ اور ان کے حالات کا جائزہ لیجیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ وصی کا لفظ امیرالمومنین(ع) کے لیے یوں استعمال کرتے تھے جیسے مسمیات کے لیے اسماء کا استعمال ہوتا ہے۔ آپ کا نام ہی پڑگیا تھا وصی۔حد تو یہ ہے کہ صاحب تاج العروس جلد ۱۰ ص۳۹۲ لغت کے تاج العروس میں لفظ وصی کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' الوَصِيُّ، كغَنِيٍّ: لَقَبُ عليٍّ''

'' وصی بر وزن غنی حضرت علی(ع) کا لقب ہے۔

اشعار میں اس قدر کثرت سے آپ کے لیے لفظ وصی کا استعمال کیا گیا ہے کہ کوئی حساب ہی نہیں۔ ہم صرف چند شعر اپنے مدعا کی توضیح میں ذکر کیے دیتے ہیں۔

عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب کہتے ہیں۔

وَصِيُّ رَسُولِ اللَّهِ مِنْ دُونِ أَهْلِهِ وَ فَارِسُهُ إِنْ قِيلَ: هَلْ مِنْ مُنَازِلِ

'' آپ رسول خدا(ص) کے وصی ہیں اہلبیت(ع) میں آپ کے سوا اور کوئی وصی رسول(ص) نہیں اور اور میدان جنگ میں دشمن کی طرف سے مقابلہ کی طلب ہوتو آپ ہی شہسوار شجاعت ہیں۔''

مغیرہ بن حارث بن عبدالمطلب نے جنگ صفین میں چند شعر کہے تھے جس میں اہل عراق و معاویہ سے جنگ پر اکسایا تھا۔ اس میں ایک شعر یہ بھی تھا۔

هذا وصي رسول اللّه قائدكم و صهره و كتاب اللّه قد نشرا

'' یہ رسول اللہ(-) کے وصی اور تمھارے قائد ہیں۔ رسول(ص) کے داماد اور خدا کی کھلی ہوئی کتاب ہیں۔''

عبداللہ بن ابی سفیان بن حرث بن عبدالمطلب کہتے ہیں

و منا علي ذاك صاحب خيبر و صاحب بدر يوم سالت كتائبه
وصي النبي المصطفى و ابن عمه فمن ذا يدانيه و من ذا يقاربه

'' اور ہم ں میں سے وہ علی(ع) ہیں خیبر والے (جنہوں نے خیبر فتح کیا) اور بدر والے (جن کی بدو ت جنگ بدر میں فتح وئی) جو پیغمبر خدا حضرت محمد ؐ طفی(ص) کے وصی اور ان کے چچا کے بیٹے ہیں۔ ون ان کا مقابلہ ر کرسکیا ہے اور عزت و شرف میں ون ان سے قریۃ وسکیا ہے۔''

ابو الہیثم بن تیہان صحابی پیغمبر(ص) نے (جو جنگ بدر میںَ بھی شریک رہ چکے ہیں) جنگ جمل کے موقع جپر چہر شعر کہے تھے۔ ان میں یہ شعرَ بھی تھا۔

إن الوصي إمامنا و ولينا برح الخفاء و باحت الأسرار.

'' وصی پیغمبر(ص) ہمارے اام و حاکم ہیں۔ پردہ اٹھ گیا اور راز ظاہر وگئے۔''

زخ یمہ لیؓ ثابت ذوالشہادتین نے (یہَ بھی جنگ بدر میں شریک رہ چکے ہیں۔) جنگ جمل کے موقع جپر چہر شعر کہیے ، ان میں ایک شعر یہ تھا۔

يا وصي النبي قد أجلت الحرب الأعادي و سارت الأظعان

'' اے وصی ر ول(ص) جنگ نے دشمنوں و متحرکدکر یا ہے ۔ ودج نشین عورتیں مقابلہ کے لیے چل کھ ی وئی ہیں۔''

انھیں کے یہ اشعارَ بھی ہیں۔

أعايش خلى عن على و عيبه بما ليس فيه يا والدة
وصى رسول اللّٰه من دون اهله و انت على ما كان من ذاك شاهدة

'' اے ائشہ ، علی(ع) کی دشمنی اور ان کی عیب جوئی سے جو حقیقتا ان میں

نہیں بلکہ تمھاری من گھت ہے ۔ باز ر و ، وہ ر ول خدا(ص) کے وصی ہیں اہلبیت(ع) ہیں، آپ کے سوا اور کوئی وصی ر ول (ص) نہیں اور علی(ع) و ر ول(ص) سے جو خصوصیت حاصل ہے تم خود اس کی چشم دید شاہد ہو۔"

عبداللہ بن بدیل بن و رقاء خ اعی نے جنگِ جمل مین یہ شعر کہا تھا۔یہ ب رگ بہادرترین صحابہ میں سے تھے ۔ یہ اور ان کے بھائی عبدالرحمن جنگ غین میں شہید ہو ۔

يا قوم للخطة العظمى التي حدثت حرب الوصي و ما للحرب من آسي

" اے قوم والو! یہ تنی مصیبت ہے کہ جس نے وصی ر ول(ص) سے جنگ چ یڑ دی ہے اور جنگ کے لیے کوئی سراوا نہیں۔"

خود امیرالمومنین(ع) نے جنگِ غین کے موقع پر یہ شعر الفر یا :

ما كان يرضى أحمد لو أخبرا أن يقرنوا وصيه و الأبترا

" ر ول(ص) و ار ی یہ خبر پہنچائی جا کہ لوگوں نے آپ کے وصی اور منقطوع النسل یعنی معاویہ و ہم پلہ سمجھ لیا ہے تو ر ول(ص)س ب ات سے ہر خوش ہ ں وں گے۔"

ج یر بن عبداللہ بجلی صحابی نے چند اشعار شرجیل بن سمط و تحریر کر کے بھیجے تھے اس میں امیرالمومنین(ع) کا ذکر کر و کہتے ہیں :

وَصِيُّ رَسُولِ اللَّهِ مِنْ دُونِ أَهْلِهِ وَ فَارِسُهُ الْأُولَى بِهِ يَضْرِبُ الْمَثَلْ.

" آپ ر ول خدا(ص) کے وصی ہیں۔ اہلبیت(ع) میں آپ کے وا کوئی دوسرا وصی ر ول نہیں اور وہ جماعت کرنے والے شہسوار ہیں جن سے مثل بولی جاتی ہے۔"

عمر بن حارثہ انصاری نے چند شعر محمد بن امیرالمومنین(ع) (جو محمد بن حنفیہ

ے کہ ۔ام سے مشہور ہیں) کی مدح میں کہے تھے ۔ ان میں ایک شعر یہ َ بھی ہے۔:

سمي النبي و شبه الوصي و رايته لونها العندم

'' (محمد بن حنفیہ) نبی(ص) کے ہم۔ام اور وصی نبی(ص) ُ(یعنی امیرا ومنین(ع)) کے مشابہ ہیں اور آپ کے علم کے َ پھریرے کا رنگ خونین رنگ ہے۔''

ج قتل عثمان کے بعد لوگوں نے حضرت علی(ع) کی بیعت کی اس موقع پر عبدالرحمن بن جمیل نے ی شعر کہے تھے:

لعمري لقد بايعتم ذا حفيظة على الدين معروف العفاف موفقا

عليا وصي المصطفى و ابن عمه و أول من صلى أخا الدين و التقى.

'' اپنی زندگی کی قسم تم نے ایسے شخص کی بیعت کی جو دین کے معاملہ میں بڑ ا غیرت و حمیت ہے جس کی ۔ پاک دامنی شہرہ آفاق ہے اور توفیقات الٰہی جس کے شامل حال ہیں۔''

'' تم نے علی(ع) کی بیعت کی ہے جو محمد ُ طفی(ص) کے وصی اور ان کے چچا کے بیٹے ہیں اور َ پہلے نماز پڑھنے والے ہیں اور صاحب دین و تقوی ہیں۔''

قبیلہ ازد کے ایک شخص نے جنگ جمل میں یہ شعر کہے تھے:

هذا علي و هو الوصي آخاه يوم النجوة النبي

و قال هذا بعدي الولي وعاه واع و نسي الشقي.

'' یہ علی(ع) ہیں اور وہ وصی ہیں جنھیں رسول(ص) نے یوم نجوہ اپنا بھائی بنایا تھا اور کہا تھا کہ یہ میرے بعد میرے ولی ہیں ۔ یاد رکھنے والوں نے اسے یاد رکھا اور جو بدبخت تھے

وہ بھلا بیٹھے۔''

جنگ جمل میں بنی ضبہ کا ایک نوجوان جو جناب عائشہ کی طرف سے جنگ میں شریک تھا صف سے نکلا اور یہ اشعار بطور رجز پڑھے:

نَحْنُ بَنُو ضَبَّةَ أَعْدَاءُ عَلِيٍ ذَاكَ الَّذِي يُعْرَفُ قِدْماً بِالْوَصِيِ
وَ فَارِسِ الْخَيْلِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِ مَا أَنَا عَنْ فَضْلِ عَلِيٍّ بِالْعَمِيِ
لكننى أفعى ابْنَ عَفَّانَ التَّقِيَ

'' ہم بنو ضبہ ہیں جو علی(ع) کے دشمن ہیں۔ وہی علی(ع) جو ہمیشہ وصی کہے گئے۔ اور رسول(ص) کے زمانہ میں لشکر کے شہسوار تھے۔ میں علی (ع) کے فضل و شرف سے اندھا نہیں ہوں لیکن میں عثمان کی خبر مرگ سنانے آیا ہوں۔''

سعید بن قیس ہمدانی نے جو حضرت علی(ع) کے ساتھ جنگ میں شریک سے یہ اشعار کہے تھے:

أَيَّةُ حَرْبٍ أُضْرِمَتْ نِيرَانُهَا وَ كُسِرَتْ يَوْمَ الْوَغَى مُرَّانُهَا
قُلْ لِلْوَصِيِّ أَقْبَلَتْ قَحْطَانُهَا فَادْعُ بِهَا تَكْفِيكَهَا هَمْدَانُهَا
هُمُ بَنُوهَا وَ هُمُ إِخْوَانُهَا.

'' یہ وہی سی لڑائی کی آگ بھڑکائی گئی ہے اور جنگ کے دن نیزے ٹوٹ ٹوٹ گئے کہو وصی سے کہ بنو قحطان کل کے کل امڈ آئے ہیں آپ بنی ہمدان کو پکاریے وہ آپ کی کفایت کریں گے کیونکہ وہ بنو قحطان کے بیٹے اور بھائی ہیں۔''

زیاد بن لبید انصاری نے جو امیرالمومنین(ع) کے اصحاب سے ہیں جنگ جمل میں یہ شعر کہے تھے:

كيف ترى الأنصار في يوم الكلب إنا أناس لا نبالي من عطب
و لا نبالي في الوصي من غضب و إنما الأنصار جد لا لعب
هذا علي و ابن عبد المطلب ننصره اليوم على من قد كذب
من يكسب البغي فبئس ما اكتسب

" یہ پارہے ہیں ہم لوگ ایسے آدمی ہیں جو موت سے نہیں ڈر اور وصی کے بارے میں ہم غضب و غصہ کی پروا نہیں کر ۔ انصار کھیل ٹھٹھا نہیں، وہ حقیقت و واقعیت کے حامل ہیں۔ یہ علی(ع) ہیں جو فرزند عبداطلب ہیں۔ ہم ان کی آج جوٹوں کے مقابلہ میں ؟؟؟ کر رہے ہیں جس نے بغاوت کا ارتکاب کیا اس نے بہت برا کیا۔

حجربن عدی کندی نے بھی اسی دن یہ شعر کہے تھے :

یا ربنا سلم لنا علیا سلم لنا المبارك المضیا
المؤمن الموحد التقیا لا خطل الرأي و لا غویا
بل هادیا موفقا مهدیا و احفظه ربي و احفظ النبیا
فیه فقد كان له ولیا ثم ارتضاه بعده وصیا.

" پروردگار تو ہمارے لیے علی(ع) و صحیح و ام رکھ ۔ صحیح و ام رکھ ہمارے لیے مبارک اور ضیا گستر ہستی و جو مومن ہیں، موحد ہیں، پرہیز گار ہیں، مہمل را والے نہیں ۔ گمراہ ہیں بلکہ ہدایت کرنے والے توفیق رہ بانی کے حامل ہدایت یافتہ ہیں۔ ان و محفوظ رکھ پروردگار اور ان کی وجہ

سے نبی(ص) و محفوظ رکھ کیونکہ یہ رسول(ص) کے ولی ہیں۔ پھر اپنے بعد کے لیے نبی(ص) نے انھیں وصی بنا کر گیا۔"

عمر بن اجیہ نے جنگ جمل کے دن امام حسن(ع) کے خطبہ کی تعریف و توصیف میں جو آپ نے ابن زبیر کے خطبہ کے بعد افراد یا تھا چند شعر پڑھے۔ ایک شعر یہ ہے :

و أبی اللّه أن یقوم بما قا م به ابن الوصیّ و ابن النجیب

" خداوند امام و ہر گوارا نہیں کہ ابن زبیر وصی کے فرزند اور شریف و معزز کے لخت جگر یعنی امام حسن(ع) کس برابری کر سکے۔"

زجر بن قیس جعفی نے بھی جنگ جمل کے موقع پر یہ شعر کہا تھا :

أضربکم حتی تقروا لعلي خیر قریش کلها بعد النبي

اضربکم حتی تقرروا لعلی خیر قریش کلها بعد النبی

من زانه الله و سماه الوصي

" میں اس تک تم و یہ تیر کرتا رہوں گا جب تک تم علی(ع) کی امامت کا اقرار نہ کر لو۔ وہ علی(ع) جو بعد رسول(ص) قریش میں سب سے بہتر ہیں جنھیں خدا نے کمالات و فضائل سے زینت بخشی اور ان کا نام وصی رکھا ہے۔"

انھیں زجر نے جنگ صفین کے موقع پر یہ اشعار کہے تھے:

فصلی الإله علی أحمد رسول المليك تمام النعم

و صلی علی الطهر من بعده خلیفتنا القائم المدعم

علیا عنیت وصي النبي یجالد عنه غواة الأمم

" خدا رحمت نازل کرے حضرت احمد مجتبی(ص) پر جو خدا کے رسول(ص) تھے اور جن کے ذریعہ نعمتیں تمام ہوئیں۔ (رحمت نازل ہو) خدا کے

ر ول(ص) پر اور ان کے بعد ہمارے موجودہ خلیفہ پر جو جا پناہ ہیں۔ میری مراد علی(ع) سے ہے جو ر ول(ص) کے وصی ہیں جس سے امت کے گمراہ لوگ بر سر پیکار ہیں۔''

اشعث بن قیس کندی کہتا ہے:

أتانا الرسول رسول الإمام فسر بمقدمه المسلمونا

رسول الوصي وصي النبي له السبق و الفضل في المؤمنينا.

'' ہمارے پاس قاصد یا امام کا قاصد ، اس کے آنے سے مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، وصی کا قاصد آیا وہ وصی جو نبی(ص) کا ہے جسے تمام مومنین میں سبقت و فضیلت حاصل ہے۔

نیز یہ اشعار بھی اسی اشعث کے ہیں :

أَتَانَا الرَّسُولُ رَسُولُ الْوَصِيِ عَلِيٌّ الْمُهَذَّبُ مِنْ هَاشِمٍ

وَزِيرُ النَّبِيِّ وَ ذُو صِهْرِهِ وَ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ فِي الْعَالَمِ

'' ہمارے پاس قاصد یا وصی ر ول(ص) کا قاصد یعنی علی(ع) کا جو بنی ہاشم میں (کمالات سے) آراستہ و پیراستہ ہیں جو نبی(ص) کے وصی ہیں اور داماد ہیں اور تمام امام اور جملہ خلق سے بہتر ہیں۔''

نعمان بن جلان زرقی انصاری نے جنگ صفین میں یہ اشعار کہے :

كيف التفرق و الوصي إمامنا لا كيف إلا حيرة و تخاذلا

و ذروا معاوية الغوي و تابعوا دين الوصي لتحمدوه آجلا

'' یہ پراگندگی کیسی جبکہ وصی ر ول(ص) ہمارے امام ہیں ۔ نہیں بھلا کیونکر یہ پراگندگی ممکن ہے ۔یہ صرف سرگشتگی اور ایک دوسرے

کی مدد نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ گمراہ معاویہ و چھوڑو اور وصی رسول(ص) کے دین کی پیروی کرو تاکہ تمھارا انجام پسندیدہ ہو۔''

عبدالرحمن بن ذؤیب اسلمی نے چند اشعار کہے جن میں معاویہ و عراق کی نوجوان کی مدد کی تھی۔

يَقُودُهُمُ الْوَصِيُّ إِلَيْكَ حَتَّى يَرُدَّكَ عَنْ عَوَائِكَ وَ ارْتِيَابِ

'' ان وارروں کے لے کر وصی رسول(ص) تم پر چڑھائی کرینگے۔ یہاں تک کہ تم گمراہی اور اس اشتباہی کیفیت سے پلٹ آؤ۔''

عبداللہ بن ابی سفیان بن حارث [1] بن عبدالمطلب کہتے ہیں :

و انّ ولیّ الامر بعد محمّد علیّ و في كلّ المواطن صاحبه

وصیّ رسول اللّٰه حقّا و جاره و اوّل من صلّی و من لان جانبه

'' رسالتمآب(ص) کے بعد انکے وصی و مختار علی(ع) ہیں جو ہر منزل پر رسول(ص) کے ساتھ رہے ۔ رسول(ص) کے وصی برحق ہیں وہ اور رسول(ص) ایک جڑ کی دو شاخیں ہیں اورسب سے پہلے نمازی ہیں اور نرم پہلو رکھنے والے ہیں۔''

تاریخ یعقوبی اثبات ذوالشہادتین کہتے ہیں:

۱- یہ تمام اشعار کتب سیر و تواریخ خصوصا کتب ہیں جو جنگ جمل و صفین پر لکھی گئی ہیں میں موجود ہیں علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ جلد اول میں یہ تمام اشعار اکٹھا کر دیے ہیں اور ان اشعار کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ایسے اشعار جن میں حضرت کو وصی کہہ کر مراد لیا گیا بے شمار ہیں ہم نے یہاں صرف وہ اشعار درج کیے ہیں جو بالخصوص جنگ جمل و صفین کے موقع پر کہے گئے۔

وصي رسول الله من دون أهله و فارسه مذ كان في سالف الزمن
و أول من صلى من الناس كلهم سوى خيرة النسوان و الله ذو منن

" رسول خدا(ص) کے وصی ہیں اہلبیت(ع) میں آپ کے واحد وصی رسول(ص) نہیں۔ رسول(ص) کے شہسوار میدان ہیں گذشتہ زمانے سے تمام لوگوں میں واحد جناب خدیجہ کے بعد سے پہلے نماز پڑھنے والے ہیں اور خداوند عالم بڑے احسانات والا ہے۔"

زفر بن حذیفہ اسدی کہتے ہیں [1]:

فحوطوا عليا و احفظوه فإنه وصي و في الإسلام أول أول.

" علی(ع) کو اپنے حلقہ میں لے لو اور ان کی مدد کرو کیونکہ یہ وصی ہیں اور سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں اول ہیں۔"

ابوالاسود دولی کہتے ہیں :

أحبّ محمّدا حبّا شديدا و عبّاسا و حمزة و الوصيّا

" میں حضرت محمد مصطفی(ص) سے بہت زیادہ محبت رکھتا ہوں اور عباس اور حمزہ سے اور وصی رسول(ص) سے۔"

نعمان[2] بن جلان جو انصار کے شاعر ہیں اور ان کے سرداروں میں سے ایک سردار تھے ایک قصیدہ میں کہتے ہیں جس میں انہوں نے عمرو عاص سے خطاب کیا :

۱- زفر کا یہ شعر اور اس کے قبل والے دو شعر امام اسکافی نے اپنی کتاب نقض عثمانیہ میں ذکر کیا ہے اور اسے ابن ابی الحدید نے شرح النہج البلاغہ جلد ۳ صفحہ ۴۵۸ پر نقل کیا ہے۔

۲- شرح نہج البلاغہ جلد ۳ صفحہ ۱۳ و استیعاب حالات نعمان۔

و كان هوانا في عليّ و أنّه لأهل لها يا عمرو من حيث لا تدري
فذاك بعون الله يدعو إلى الهدى و ينهى عن الفحشاء و البغي و النكر
وصي النبي المصطفى و ابن عمه و قاتل فرسان الضلالة و الكفر

" عمرو اص علی(ع) کی اہانت کرتا ہے حالانکہ یہی علی(ع) سزاوار خلافت ہیں جیسا کہ تم جانتے ہو یا تم میں سے کوئی بھی جانتا ہے خدا کسی طرف سے ہدایت کی طرف لاتا ہیں اور بری باتوں سے بغاوت و سرکشی سے اور ہر ناپسندیدہ امر سے روکتے ہیں ۔ حضرت محمد مصطفی(ص) پیغمبر خدا کے وصی اور ان کے چچا کے بیٹے ہیں

اور گمراہی و کفر کے داروں و قتل کرنے والے ہیں۔

فضل بن عباس نے چند اشعار کہے تھے ان میں یہ دو شعر [1] بھی تھے۔

ألا انّ خير النّاس بعد نبيّهم وصيّ النّبيّ المصطفى عند ذي الذّكر
و أوّل من صلّى و صنو نبيّه و أوّل من أردى الغواة لدى بدر

" آگاہ ہو لوگوں میں بعد رسول(ص) سب سے بہتر حضرت محمد مصطفی(ص) پیغمبر خدا(ص) کے وصی ہیں رہے۔ یاد رکھنے والے کے نزدیک اور پہلے نماز پڑھنے والے ہیں اور رسول(ص) و علی(ع) ایک ہی جڑ کی دو شاخیں ہیں اور پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے جنگ بدر میں سرکشوں و ہلاک کیا"

حسان [2] بن ثابت نے چند اشعار کہے تھے جن میں بیان انصار امیرالمومنین(ع)

۱۔ تاریخ کامل جلد۳ ص۲۴

۲۔ اس شعر و زبیر بن بکار نے موفقیات میں درج کیا ہے اور اس سے ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ جلد۲ ص ۵ پر نقل کیا ہے۔

کی مدح سرائی کی ہے:

حفظت رسول الله فينا و عهده إليك و من أولى به منك من و من

أ لست أخاه في الهدى و وصيه و أعلم منهم بالكتاب و بالسنن

'' آپ نے ہمارے درمیان ر ول(ص) کی حفاظت کی اور اس عہد کی حفاظت کی جو ر ول(ص) نے آپ سے متعلق کیا تھا اور آپ سے بڑھ کر ر ول(ص) کے ز یادہ قربت و خصوصیت ون رکھتا سکے آ یا کار ہدایت میں آپ ان کے وصی نہیں اور تمام لوگوں سے ز یادہ قرآن و احادیث نبی(ص) کا علم رکھنے والے ہیں۔''

کسی شاعر نے امام حسن(ع) سے خ اب کر کے کہا ہے :

یا اجل الانام یا ابن الوصی انت سبط النبی وابن علی

'' تمام خلائق میں ب رگ و برتر ہستی اے وصی ر ول(ص) کے فرزند آپ سبط پیغمبر(ص) اور علی(ع) ک بیٹے ہیں۔''

ام سنان بنت خیثمہ بن خرشہ مذحجیہ [1] نے چند اشعار حضرت علی(ع) و مخاطب کر کے کہے جن میں آپ کی مدح کی تھی:

قد كنت بعد محمد خلفا لنا أوصى إليك بنا فكنت وفيا

'' آپ ر ول(ص) کے بعد ہمارے لیے ر ول(ص) کے جانشین تھے ر ول(ص) نے آپ کو اپنا وصی ب یا ۔ آپ نے ر ول(ص) کی تمام باتیں پوری یں۔''

یہ چند اشعار ہیں جنھیں جلدی میں لکھ سکا اور جتنی گنجائش وسکی

۱- بلاغات النساء

اس مکتوب میں ان اشعار کی جو امیرالمومنین(ع) کے فضائل میں اس مؤلف کے کہے گے اور عہد امیرالمومنین(ع) کے بعد کہے اشعار جمع کرنے بیٹھیں جن میں آپ کو وصی کہہ کر خطاب کیا گیا ہے تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہوجائے اور پھر بھی اشعار اکٹھے نہیں ہوسکیں۔ کتب اشعار لکھنے میں تھک بھی جائیں گے اور اصل مقصد سے بھی ہٹ جائیں گے اس لیے صرف مشاہیر کے کچھ اشعار پر ہم اکتفا کرتے ہیں۔ انھیں چند اشعار کو اس مؤلف کے تمام اشعار کا نمونہ سمجھ لیجیے۔

کمیت ابن زید اپنے قصیدہ ہاشمیہ میں کہتے ہیں[1] :

والوصی الذی امال التجوبی به عرش امه لانهدام

"وہ ایسے وصی ہیں جنھوں نے امت کے رکتے ہوئے و عرش کو سیدھا کیا۔"

1- علامہ شیخ محمد محمود الرافعی جنھوں نے کمیت کے اشعار کی شرح لکھی ہے اس شعر کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وصی سے مراد علی کرم اللہ وجہہ ہیں کیونکہ پیغمبر خدا(ص) نے آپ کو وصی مقرر الفرمایا چنانچہ ابن بریدہ سے روایت ہے کہ پیغمبر(ص) نے ارشاد الفرمایا ہر نبی کے لیے وصی ہوتا ہے اور علی(ع) میرے وصی و وارث ہیں اور امام ترمذی نے پیغمبر(ص) سے روایت کی ہے آپ نے ارشاد الفرمایا : من کنت مولاہ فہذا علی (ع) مولاہ اور امام بخاری نے سعد سے روایت کی ہے کہ جب پیغمبر(ص) غزوہ تبوک میں جانے لگے اور مدینہ میں علی(ع) کو اپنا خلیفہ بنایا تو علی(ع) نے کہا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں۔ آنحضرت(ص) نے الفرمایا اے علی(ع) کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تمھیں مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو ہارون (ع) کو موسی(ع) سے تھی وا اس کے کہ میرے بعد وئی نبی نہیں ہوگا۔ یہ لکھنے کے بعد علامہ رافعی لکھتے ہیں کہ حضرت علی(ع) کو وصی رسول(ص) کہنا اکثر و بیشتر کی زبان پر چڑھا ہوا تھا اور اس کے ثبوت میں انھوں نے مشہور شاعر کثیر عزہ کا شعر نقل کیا ہے ۔ جو ہم انھی صفحات پر درج کررہے ہیں۔

کثیر بن عبدالرحمن بن الا ود بن امر الخزاعی جو کثیر عزۃ کے نام سے مشہور ہیں کہتے ہیں:

وصي النبي المصطفى و ابن عمه و فكاك أغلال و قاضي مغارم.

" پیغمبر خدا محمد مصطفی (ص) کے وصی اور آپ کے چچا کے بیٹے ہیں غلاموں و آزاد کرنے والے اور قرضوں و پورا کرنے والے ہیں۔"

ابو تمام طائی اپنے قصیدہ رائیہ میں کہتے ہیں :

ومن قبله احلفتم لوصيه بداهيه دهياء ليس لها قدر

فجئتم بها بكرا عوانا ولم يكن لها قبلها مثلا عوان ولا بكر

أخوه إذا عد الفخار و صهره فلا مثله أخ و لا مثله صهر

و شد به أزر النبي محمد كما شد من موسى بهارونه الأزر

" اس کے پہلے تم نے ان کے وصی و خوفناک مصیبت میں مبتلا کیا جس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ تم نئی نئی مصیبتیں ان کے سامنے لا ایسی مصیبتیں اس سے پہلے کبھی نہیں آئیں۔ اظہار شرف کے موقع پر علی(ع) رسول(ص) کے بھائی اور داماد ہیں۔ علی(ع) جیسے نہ دوست بھائی تھے نہ داماد۔ رسول(ص) کی پشت ان کی وجہ سے اس طرح مضبوط ہوئی جس طرح ہارون(ع) کی وجہ سے موسی(ع) کی پشت مضبوط ہوئی۔"

دعبل بن علی خزاعی حضرت مظلوم کربلا(ع) کا مرثیہ کہتے ہوئے کہتے ہیں :

رأس ابن بنت محمد و وصيّه للرجال على قناة يرفع

" ہائے لوگو! حضرت محمد مصطفی(ص) کی دختر اور آپ کے وصی

کے فرزند کا سر اس قابل تھا کہ نیزے پر بلند کیا جا ۔"

ابوالطیب متنبی و ج لوگوں نے برَ بھلا کہا کہ تم ایرے غیرے کی مدح کر و اور حضرت علی(ع) کی مدح میں تم نے کبھی ایک شعرَ بھی نہیں کہا تو وہ کہتا ہے :

و ترکت مدحي للوصيّ تعمّدا إذ کان نورا مستطیلا شاملا

و إذا استطال الشيء قام بنفسه و صفات نور الشمس تذهب باطلا

" میں نے وصی ر ول(ص) امیرا ومنین(ع) کی مدح ۔ کی تو جان بوجھ کر ایسا کیا کیونکہ وہ ایسا نور ہیں جس کی روشنی ام میں َ پھیلی وئی ہے اور تمام کائنات و اپنے حلقہ میں لیے و ہے۔ ج وئی شے بلند وجاتی ہے تو اپنے بقاء کی خود ضامن بن جاتی ہے ۔وزِ خورشید کی شنا و فت رکنا فعلِ عبث ہے۔(خورشید اپنے وجود کا خود معرف ہے۔)

َ یہی متنبی ابوالقاسم طاہر بن الحسین بن طاہر علوی کی مدح لکھتے و ۔کہتا ہے جیسا کہ اس کے دیوان میں موجود ہے:

هو ابن رسول اللّه و ابن وصيه وشبههما شبهت بعد التجارب

" یہ ابوالقاسم ر ول(ص) اور ان کے وصی حضرت علی(ع) کے فرزند ہیں اور ان دونوں سے مشابہ ہیں۔"

میں نے ان و ان ؛ رگوں سے جو تشبیہ دی ہے تو ہت کچھ تجربوں کے بعد آراء پرکھ کے یوں ں نہیں ۔ اس جیسے ہت سے اشعار ہیں جس کی ۔ ۔ وئی انتہا ہے ۔ ۔ مد وحساب۔

مکتوب ۵۵

ہم نے ابق کے کسی مکتوب میں آپ سے عرض کیا تھا کہ بعض متعصب اشخاص آپ کے مذہب کے متعلق یہ کہتے پھرتے ہین کہ آپ کا مذہب ائمہ اہل بیت(ع) سے وئی تعلق نہیں رکھتا ۔ ان کی طرف آپ کے مذہب کو منسوب کرنا صحیح ہے ۔ آپ سے اس پر بھی روشنی ڈالنے کا وعدہ تھا۔ اب وقت آگیا ہے آپ وعدہ ایفا فرمائیے۔ ان متعصبین کی بکواس کا جواب دیجیے۔

س

جواب مکتوب

مذہب شیعہ کا اہلبیت(ع) سے ماخوذ ہونا

ار۔ باب فہم و بصیرت بدیہی طور پر جانتے ہیں کہ فرشتہ شیعہ کا سلف سے لے کر خلف تک ایسا آج دن تک اصول دین ، فروع دین ہر ایک میں بس ائمہ اہل بیت(ع) ہی کی طرف رجوع رہا۔ اصول و فروع اور قرآن وحدیث سے جتنے مسائل و استفادہ یا قرآن و حدیث جتنے علوم تعلق رکھتے ہیں غرض ہر چیز میں ان کی رائے کو متبع ہے۔ ان کی چیزوں میں صرف ائمہ طاہرین(ع) پر انھوں نے بھروسہ کیا۔ انھیں کی طرف رجوع کیا۔

مذہب اہلبیت(ع) ہی کے قاعدوں سے وہ خدا کی عبادت کرتے ہیں اس کا تقرب حاصل کرتے ہیں اس مذہب کے علاوہ کوئی رہ ہی نظر نظر نہیں آتا اور نہ اس مذہب کو چھوڑ کر اس کے بدلہ میں کسی اور مذہب کو اختیار کرنا انھیں گوارا ہوگا۔

ہر ایک امام کے زمانے میں امیرالمومنین(ع) کے عہد میں ، امام حسن(ع) کے عہد میں، امام حسین(ع) کے عہد میں، امام محمد باقر(ع) و جعفر صادق(ع) کے عہد میں، امام موسی کاظم(ع) و امام علی رضا(ع) کے عہد میں، امام محمد تقی(ع) و علی نقی(ع) کے عہد میں، امام حسن عسکری(ع) کے عہد میں ، غرض جس امام کا بھی عہد رہا ان گنت ثقات شیعہ حافظان حدیث ، بے شمار صلحا ورع و ضبط و اتقاق نے جن کی تعداد و تواتر سے بھی بڑھ کر تھی اپنے اپنے زمانے کے امام کی صحبت میں

بیٹھ کر ان سے استفادہ کر کے ان اصول و فروع و حاصل کیا اور انہوں نے اپنے بعد کے لوگوں سے بیان کیا۔ اسی طرح ہر زمانہ اور ہر نسل میں یہ اصول و فروع نقل و رہے یہاں تک کہ ہم تک پہنچے لہذا ہم بھی اسی مسلک پر ہیں جو ائمہ اہل بیت(ع) کا مسلک رہا کیونکہ ہم نے ان کے مذہب کی ایک ایک چیز جو ئی حی ہے۔ انہیں اپنے آباو اجداد سے حاصل ہیں، انہوں نے اپنے آباو اجداد سے حاصل یں اسی طرح شروع سے یہ سلسلہ جاری رہا۔ ہر نسل و ہر عہد میں جو دوسرے آگلے برزگوں سے حاصل کرتا آیا۔ آج ہم شمار کرنے بیٹھیں کہ سلفِ شیعہ میں کتنے افراد ائمہ طاہرین(ع) کی صحبت سے فیض یاب و ، ان سے احکام دین و سنا ، ان سے استفادہ کیا۔ تو ظاہر ہے کہ شمار کرنا سہل نہیں کس کے بس کی بات ہے کہ ان کا احصار کرسکے۔ اس کا اندازہ لگانا وتو آپ ان بے شمار کتابوں سے لگائیے جو ائمہ طاہرین(ع) کے ارشادات و افادات سے استفادہ کر کے لکھی ہیں، ائمہ طاہرین(ع) سے معلوم کر کے ان سے سن کر تحریر کی ہیں۔ کیا کتابیں کیا ہیں۔ ائمہ طاہرین(ع) کے علوم کا دفتر، ان کی حکومتوں کا سرچشمہ ہیں جو ائمہ طاہرین(ع) کے عہد میں ضبط تحریر میں لائی گئیں اور ان کے بعد شیعوں کا مرجع رقمہ پائیں۔

اسی سے آپ و مذہب اہلبیت(ع) اور دیگر مذاہب مسلمین میں فرق و امتیاز معلوم وجا گا۔ ہم و تو نہیں معلوم کہ ائمہ اربعہ کے مقلدین میں سے کسی ایک نے بھی ان ائمہ کے عہد میں کوئی کتاب تالیف کی و۔ ان ائمہ کے مقلدین نے کتابیں لکھیں اور بے شمار لکھیں لیکن اس وقت لکھیں جب ان کا زمانہ ختم وگیا انھیں دنیا سے رخصت و مدتیں ر گئیں اور تقلید انھیں چاروں ائمہ میں منحصر سمجھ لی گئی۔ یہ لے کہ لیا گیا کہ فروع دین میں بس انھیں چاروں اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید ضروری ہے۔

اپنے طبقہ کے لوگوں میں انھیں اس وقت وئی امتیاز ی ۔ز حاصل تھا۔ اسی وجہ سے انکے ز۔ز میں کسی شخص و یہ خیال َ بھی پیدا ۔ز وا کہ ان کے فتاوی اسی طرح اکٹھا کرنے کی زحمت اٹھا ۔ جس طرح شیعوں نے اپنے ائمہ معصومین(ع) کے اقوال ۔ فتاوی جمع کرنے کا اہتمام کیا۔

شیعہ تو اول یوم ی سے دینی امور میں وا ائمہ طاہرین(ع) کے کسی اور کی طرف رجوع رکز۔ا جائ ی نہیں سمجھتے تھے۔ اسی وجہ سے بس انھیں کے آستانے پر معتکف رہے۔ امور دین کے حاصل کرنے کے لیے بس انھیں سے لو گائی َ۔ یہی وجہ تھی جو انُوں نے ائمہ طاہرین(ع) سے سنی وئی رہ۔ بات اور ان کے و ز۔ بان سے نکلے و ہر لفظ و مدون کرنے کے لیے پوری طاقت صرف کی، تمام وتز۔ائیاں کام میں لا ۔ اس لیے تاکہ یہ علم کا خز۔ ائمہ کے ارشادات محفوظ وجائیں۔ جن کے متعلق ان کا اعتقاد تھا کہ بس یہی عز۔اللہ صحیح ہیں اور ان کے ا واب ۔ اطل۔ آپ صرف انھیکتابوں سے اندازہ گائیں جو شیوں نے امام جعفر صادق(ع) کے زانے میں لکھیں ۔ جو صرف علم اصول کی ان چاد کتابوں سے َ بھی دگنی چوگنی تعداد میں ہیں۔ جیسا کہ۔ آپ جلد ی اس کی تفصیل ملاحظہ فرائیں گے۔ رہ گئے آپ کے ائمہ الربعہ تو ان ائمہ میں سے کسی ایک امام سے َ بھی کسی ایک شخص کی نظروں میں ۔ز۔ تو وہ وقعت حاصل ہ أ ۔ز۔ کسی کے دل میں ان کی عزت پیدا وئی جو وقعت و عزت ائمہ۔ اہلبیت علیہم السلام کی شیوں کے ۔ دیک ر۔ بلکہ سچ پوچھیے تو آج یہ ائمہ الربعہ جس عزت کی نظروں سے دیکھے جا ہیں جو درجہ انھیں ان کے مرنے کے بعد یا جارہا ہے خود ان کے جیتے جی انھیں یہ عزت حاصل ۔ز۔ وسکی جیسا کہ علامہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ۔ میں وضاحت کی ہے اور دیگر علما

اعلام نے بھی ان کے قول و تسلیم کیا ہے اس کے باوجود بھی ہمیں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان ائمہ اربعہ کا وہی مذہب رہا ہوگا جو آج ان کے پیروؤں کا ہے اور جس مذہب پر نسلا بعد نسلٍ عملدر آمد ہوتا آرہا ہے اور اس مذہب وپیروان ائمہ اربعہ نے اپنی کتابوں میں مدون کرلیا ۔ کیونکہ پیروان ائمہ اربعہ اپنے ائمہ کے مذہب کی پوری پوری معرفت رکھتے تھے جیسا کہ شیعہ حضرات اپنے ائمہ طاہرین(ع) کے مذہب سےاچھی طرح واقف ہیں۔ جس مذہب پر عمل پیرا ہو کر خدا کی عبادت کرتے ہیں اور کہ تقرب الٰہی کے اور کسی کا تقرب ان کے پیش نظر نہیں۔

تصنیف و تالیف کی ابتداء شیعوں سے ہوئی

چھان بین کرنے والے بدیہی طور پر جانتے ہیں کہ علوم کی تدوین میں حضرات شیعہ سب پر سبقت لے گئے۔ علوم مدون کرنے میں سب سے تقدم حاصل رہا۔ کیونکہ دور اول میں ائمہ امیرالمومنین(ع) اور شیعیان امیرالمومنین(ع) کے تدوین علوم کسی کو خیال بھی پیدا نہ ہوا اور اس کا راز یہ ہے کہ ابتداء صحابہ اسی میں الجھے رہے کہ علم کی کتابی صورت میں لانا ، علم لکھنا جائز ہے یا نہیں؟ صحابہ کے درمیان شدید اختلاف تھا۔ کوئی جائز بتاتا تھا کوئی ناجائز ۔ چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی نے مقدمہ فتح الباری وغیرہ میں تحریر کیا ہے کہ خود حضرت عمر اس کو ناپسند کرتے تھے اور حضرت عمر کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت بھی ان کی ہم خیال تھی۔ انھیں یہ خطرہ محسوس ہورہا تھا کہ کہیں حدیث لکھنے میں خلط ملط نہ ہوجائے ۔ مگر حضرت علی(ع) اور آپ کے

فرزند امام حسن مجتبیٰ(ع) اور صحابہ کی ایک خاص تعداد نے اسے جائز قرار دیا۔ پہلے تابعین کا تو یہی کشاکش رہی ایک جماعت جائز کہتی تھی دوسری ناجائز بتاتی تھی دوسرے دور میں جب تابعین کا تابعین آخر تھا تو اس وقت اختلافات بر طرف ہو اور سب کا اجماع ہو گیا کہ لکھنا جائز ہے۔ اس وقت ابن جریج نے مکہ میں مجاہد اور عطاء (تابعین) سے استفادہ کرکے آثار میں کتاب تالیف کی۔ امام الغزالی کی اس کتاب کے متعلق فرماتے تھے کہ ہمارے کتاب جو اسلام میں لکھی گئی تین صحیح یہ ہے کہ یہ صحیح کتاب ہے جسے غیر شیعہ مسلم نے لکھا ہے۔ ابن جریج کے بعد معتمر بن راشد صنعانی نے یمن میں کتاب تالیف کی۔ تیسرا الجزر امام مالک کی موطاء کا ہے۔

مقدمہ فتح الباری میں ہے کہ ربیع بن صبیح پہلے وہ بزرگ ہیں جنہوں نے علوم جمع کیے اور یہ تابعین کے آخر میں گزرے ہیں۔ بہر حال چاہے ربیع ابن صبیح پہلے مولف ہوں یا ابن جریج کی تو یقینی اور اجماعی بات ہے کہ عصر اول میں شیعوں کے علاوہ مسلمانوں کی تو تالیف نہیں مگر حضرت علی(ع) اور آپ کے شیعہ تو عصر اول ہی میں اس کا خیال پیدا کیا۔ انہوں نے دور اول ہی میں تالیف کا کام شروع کیا۔ کتاب جسے امیرالمومنین(ع) نے مدون کیا وہ قرآن مجید ہے۔

حضرت علی(ع) جب رسول(ص) کے دفن و کفن سے فارغ ہوئے تو آپ نے یہ عہد کیا کہ جب تک قرآن جمع نہ کرلیں گے کوئی کام نہ کریں گے۔ چنانچہ آپ نے موافق نزول کلام مجید جمع فرمایا اور اتھ اتھ اس کی طرف بھی اشارہ کر گئے کہ کون آیت خاص ہے کون عام کون مطلق ہے کون مقید، کون محکم ہے کون متشابہ، ناسخ کون ہے منسوخ کون، عزائم کون ہیں رخص کون۔ سنن سے متعلق کون سی آیتیں ہیں۔ آداب سے متعلق کون۔ اسباب نزول کی بھی

آپ نے تصریح کی ۔ نیز جو آیتیں کسی جہت سے مشکل تھیں ان کی وضاحتَ بھی کی ۔

ابن سیرین کہا کر کہ ا ر حضرت علی(ع) کا جمع کیا وا قرآن مل جاتا تو تمام علم اسی میں مل جاتا۔

اورَ بھی صحابہ نے قرآن جمع کرنے کی وشش کی لین موافق ٔول جمع کر۔ا ان سے ممن ۔ہ وکا اور ۔ہ ۔سورہ ۔ ۔الا رمسوز وہ لکھ سکے ۔ اس ۔ا پر امیرا ٔومنین(ع) کی جمع و ترتیب ، یرتفسسے ز۔ یادہ مشابہ تھی اور ج آپ قرآن کے جمع سے فارغ وچکے تو آپ نے جناب سیرہ(س) کی تسکین و تسلی اور پدر ٔ رگوار کا غم غلط کرنے کےکلیےکیا ۔اب ۔ ۔الیف فرائی جو جناب سسرہ(س) کی اولاد طاہرین(ع) میں مُ ف فاطمہ(س)ےکر۔ام سے مشہور ہے۔ اس میں امیرا ٔومنین(ع) نے امثال حکمت کی ۔ اتیں ، مسوا ظ ، نصائح ، اخبار اور نوادر جمع کیے تھے۔

اس کے بعد آپکےکیا ۔اب د۔ یاتاں ۔ ۔الیف کی ۔ اس کا ۔ام صحیفہ رکھا۔ چناچہ ابن سعد نےاپنکی ۔اب جو جامع کے ۔ام سے مشہور ہے کے آخر مین امیرا ٔومنین(ع) کی طرف منسوب کر کے اس صحیفہ کا حوالہ یا ہے۔ اور اس سے روایتیں کس ہیں ۔ منجملان روا یات کے جو بخاری و مسلم نے اس صحیفہ سے لی ہیں وہ حدیث ہے جو اُوں نے اعمش سے روایت کی ہے اور اعمش نے ابراہیم تیمی سے اُوں نےاپنے باپ سے کی ہے وہ کہتے تھے کہ :

" حضرت علی(ع) فرا تھے کہ کلام مجید و چوڑ کےن وکئی ۔اب

۱- طبقات ابن سعد جلد۲ قسم ۲ صفحہ ۱۸ صواعق محرقہ بن حجی ز۔ یاض النضرہ جلد۲ صفحہ ۱۶۸

ہمارے پاس نہیں ہے ہم پڑھا کریں وا اس صحیفہ کے یہ کہہ کر آپ نے اس صحیفہ و ز-کالا تو اس م-یں کچھ مس-ائل جراحات اور ایذان الابل کے متعلق تحریر تھے اور اسی صحیفہ میں یہ بھی مرقوم تھا کہ مدینہ غیر سے لے کور تک حرم ہے اتنی جگہ میں جو شخص کسی حادثہ کا مرتکب ہوگا یا کسی فسادی و پناہ دے گا اس پر خدا اور ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔''

یہ پوری حدیث صحیح بخاری جلدکتاب الفرائض کے باب اثم من تبرا من موالیہ میں انھیں الف-اظ کے ساتھ موجود ہے ۔ اور صحیح مسلم جلد اول کتاب الحج باب فضل المدینہ میں موجود ہے۔امام احمد نے بھی اپنے مسند میں اس صحیفہ کا اکثر بیشتر مقامات پر تذکرہ کیا ہے منجملہ ان کے مسند جلد اول صفحہ ۱۰۰ پر طارق بن شہاب سے روایت کی ہے طارق کہتے ہیں کہ :

'' میں نے امیرالمومنین(ع) کو دیکھا کہ آپ منبر پر فرما رہے ہیں کہ ہمارے پاس وکئی کتاب نہیں ہے ہم تمھیں پڑھ کر سنائیں وا کلام مجید کے اور اس صحیفہ کے (وہ صحیفہ آپ کی تلوار میں لٹک رہا تھا) جسے میں نے رسول اللہ(ص) سے حاصل کر کے لکھا ہے۔'' یہ پوری حدیث صحیح بخاری جلدکتاب الفرائض کے باب اثم من تبرا من موالیہ میں انھیں الف-اظ کے ساتھ موجود ہے ۔ اور صحیح مسلم جلد اول کتاب الحج باب فضل المدینہ میں موجود ہے۔

امام احمد نے بھی اپنے مسند میں اس صحیفہ کا اکثر بیشتر مقامات پر تذکرہ کیا ہے منجملہ ان کے مسند جلد اول صفحہ ۱۰۰ پر طارق بن شہاب سے روایت کی ہے طارق کہتے ہیں کہ :'' میں نے امیرالمومنین(ع) کو دیکھا کہ آپ منبر پر فرما رہے تھے کہ ہمارے پاس وکئی کتاب نہیں ہے ہم تمھیں پڑھ کر سنائیں وا کلام مجید کے اور اس صحیفہ کے (وہ صحیفہ آپ کی تلوار میں لٹک رہا تھا) جسے میں نے رسول اللہ(ص) سے حاصل کر کے لکھا ہے۔'' غفاری نے عبدالملک سے روایت کی ہے کہ :'' امام محمد باقر(ع) نے حضرت امیرالمومنین(ع) کی کتاب طلب کی امام جعفر صادق(ع) اسے اپنے پدر بزرگوار کے پاس لائے وہ

مثل آدمی کی ران کے ضخیم اور لپٹی وتی تھی۔ اس میں یہ لکھا وا تھا: ج ثوہر مرجا تو اس کی زوجہ و اس کے کلا۔ات اور زمیوں سے کچھ۔ ر لے گا۔ امام محمد باقر(ع) نے دیکھ کر افر یا قسم بخدا یہ حضرت علی(ع) کے خ-ط ہے اور ر -ول(ص) کا املکھیا وا ہے۔''

شیعوں کی ایک خاصی تعداد نے بھی امیرا ومنین(ع) کی پیروی کی اور آپ کے عہد میں کہ ن ابیہ --الیف -یں۔ منجملہ۔ ان کے جناب سلمان فارسی اور ابوذر غفاری ہیں۔ جیسا کہ علامہ ابن شہر آشوب نے تحریر افر یا ہے:

'' اسلام میں ب سے پہلے مصنف حضرت علی(ع) ابن ابی طا (ع) ہیں پھر سلمان فارسی پھر ابوذر۔''

اور دوسرے لوگ منجملہ شیعان امیرا ومنین(ع) کے ابو رافع آزاد کردہ غلام ر ول اللہ(ص) ہیں امیرا ومنین (ع) کے عہد میں بیت المال کے نگران بھی رہے۔ یہ امیرا ومنین(ع) کے مخصوص موالیوں میں سے تھے اور آپ کی قدر ومنز ت کی معرف-ت رکھتے تھے ۔ اُوں نے کتاب سنن والقضیا میں لکھی ہے جسے اُوں نے صرف امیرا ومنین(ع) کی حدیثوں سے ترتیب د۔ یا تھا۔ کیہ کتاب ہمارے اسلاف کے نزدیک انتہائی عظمت و احترام کی نظروں سے دیکھی جاتی تھی اور ہمارے اسلاف نے اپنے اپنے ط-رق و اسناد سے اس کی روایت کی ہے۔''

انھیں میں سے علی بن ابی رافع ہیں(اصابہ میں ان کے حالات میں لکھا ہے کہ یہ عہد ر التماب(ص) میں پیدا و اور ر -ول اللہ(ص) ی نے ان کا نام علی رکھا انکی کتاب کہ فنون فقہ میں ہے جسے اُوں نے موافق مذہب

اہل بیت(ع) تحریر کیا ہے۔ اہل بیت علیہم السلام کی کتاب کی بڑی تعظیم کرتے تھے اور اپنے شیعوں کو اکثر کتاب کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت فرماتے۔

موسی بن عبداللہ بن حسن فرماتے ہیں کہ :

" میرے والد سے کسی نے تشہد کا مسئلہ پوچھا۔ والد نے مجھ سے فرمایا : کہ ابن ابی رافع کی کتاب لاؤ کہ جو ابھی گئی اور آپ نے اسے ہم لوگوں کو لکھوایا۔"

صاحب روضات الجنات نے خیال کیا ہے کہ یہ فقہ کی کتاب ہے جو شیعوں میں لکھی گئی لیکن انھیں غلط فہمی ہوئی۔

منجملہ ان مصنفین شیعہ کے عبیداللہ بن ابی رافع ہیں جو امیرالمومنین(ع) کے کاتب اور آپ کے مخصوص موالیوں میں سے تھے۔ انھوں نے رسول اللہ(ص) سے حدیثیں سنیں۔ انھیں سے رسول اللہ(ص) کی یہ حدیث مروی ہے جو آنحضرت (ص) نے جناب جعفر طیار کے متعلق فرمایا کہ :

" اشبهت خلقی و خلقی."

" تم صورت و سیرت دونوں میں مجھ سے مشابہ ہو۔"

اس حدیث کی ایک جماعت نے عبیداللہ بن ابی رافع سے روایت کی ہے۔ منجملہ ان کے امام احمد بن حنبل نے بھی اپنی مسند میں نقل کیا ہے۔ ابن حجر عسقلانی نے اصابہ قسم اول میں عبیداللہ اسلمی کے عنوان سے ان کے حالات لکھے ہیں کیونکہ ان کے باپ ابو رافع کا نام اسلمی تھا۔

انھیں عبیداللہ کے کتاب تالیف کی جس میں امیرالمومنین(ع) کے ان تمام صحابیوں کا تذکرہ کیا ہے جو جنگ صفین میں امیرالمومنین(ع) کے ساتھ شریک تھے۔ ابن حجر نے اپنی اصابہ میں اکثر و بیشتر اس سے نقل کیا ہے انھیں

میں سے ربیعہ بن سمیع ہیں انہوں نے چوپایوں کی زکوۃ کے متعلق حضرت امیرالمومنین(ع) کی حدیثوں کو لکھا یا تالیف کی۔ انھیں میں سے ایک عبیداللہ بن حر فارسی ہیں جن کی ایک کتاب حدیث میں لمعہ ہے جو انہوں نے امیرالمومنین(ع) کی حدیثوں سے جمع کی۔

انھیں میں سے اصبغ بن نباتہ صحابی امیرالمومنین(ع) ہیں یہ اصبغ ابن نباتہ تو بس امیرالمومنین(ع) ہی کے ہو رہے تھے۔انھوں نے امیرالمومنین(ع) سے اس عہد نامہ کی روایت کی ہے جو امیرالمومنین(ع) نے مالک اشتر کو تحریر فرمایا۔ نیز اس وصیت نامہ کو جو آپ نے اپنے فرزند محمد کے لیے لکھا تھا۔ ہمارے رواۃ نے ان دونوں عہد نامہ و وصیت کی ان ہی اصبغ بن نباتہ سے بہ سلسلہ اسناد صحیح روایت کی ہے۔

انھیں میں سے سلیم بن قیس ہلالی صحابی امیرالمومنین(ع) ہیں۔ انہوں نے امیرالمومنین (ع) اور جناب سلمان فارسی سے روایتیں لی ہیں۔ انہوں نے امت پر ایک کتاب لکھی جس کا ذکر امام محمد ابراہیم نعمانی نے اپنی کتاب غنیہ میں کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"جملہ اہل تشیع جنہوں نے ائمہ سے تحصیل علم کی یا حدیثیں روایت کیں۔ ان میں کوئی اختلاف نہیں کہ سلیم بن قیس ہلالی کی کتاب ان بنیادی و اصولی کتابوں میں سے ایک کتاب ہے جسے اہل علم اور احادیث اہل بیت(ع) کے حاملین نے روایت کیا ہے۔ یہ کتاب تمام کتب اصول سے مقدم ہے اور ان اصولوں میں سے ہے جو تمام شیعوں کا مرجع ہے اور ہر ایک کے نزدیک معتمد و معتبر ہے۔"

اس سے پہلے طبقہ میں ہمارے سلف صالحین میں سے جتنے حضرات صاحبِ تالیف و ان کے حالات ار آپ دیکھنا چاہیں تو آپ ہمارے علماء کی وہ فہرستیں ملاحظہ فرمائیںاور وہ کتابیں دیکھیں جو انہوں نے رجال کے تذکرہ میں لکھی ہیں۔

دوسرے طبقہ کی چیزیں ۔ یہ تابعین میں شیعوں میں جو جلالت تالیف رکھتے ہیں ان کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں ہوسکتا ۔ خصوصاً اس رسالہ میں اتنی گنجائش کہاں کہ سب کا تذکرہ ہو۔ ان مصنفین کے حالات اور ان کے آثار کا تفصیلی بیان دیکھنے کے لیے ہمارے علماء کی فہرستیں اور فن رجال کی کتابوں کا مراجعہ کیاجائے ۔[1]

اس طبقہ کے مصنفین کے زمانہ میں اہل بیت(ع) کے نور سے دنیا منور ہو رہی تھی۔ پہلے تو ظالموں کے ظلم کے بادل اس نور پر ڈھانکے ہوئے تھے لیکن کربلاکے دردناک المیہ نے دشمنان آل محمد(ص) کو پوری طرح رسوا کیا اور اس بے نظیر شہادت کس نگاہوں سے ان کا وقار رخصت ہوگیا ۔ اب ہر دل میں یہ سوال کانٹا بن کر کھٹکنے لگا۔ ہر سوچنے والے دماغ میں یہ فکر پیدا ہوئی کہ رسول(ص) کی آنکھ کے نور اور دل اہل بیت(ع) پر مصائب کے پہاڑ کیوں ٹوٹ پڑے ۔ آخر مصائب کے اسباب کیا ہو ۔ ہر شخص کو کوج پیدا ہوئی۔ اسباب ایسے مخفی تو تھے نہیں کہ سمجھ میں نہ آ ۔ دنیا جان گئی کہ ان مصائب کی تخم ریزی کیونکر ہوئی کیونکر یہ پودا پروان چڑھا ۔ کن لوگوں نے اس کی آبیاری کی۔ اس حقیقت کے انکشاف کے بعد اہل عزت مسلمان کمر بستہ ہو کہ اہل بیت(ع) کی حیثیت و منزلت

۱- جیسے فہرست نجاشی ،کتاب منتہی المقال کتاب نہج المقال وغیرہ

پر وئی آنچ نہ آنے پا ۔ نیز یہ کہ ان کے لوح ِ ۔احق کا بدلہ لیا جا ۔ انسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ فطری طور پر مظلوم کا ساتھ دیتی ہے اور ظالم سے نفرت کرتی ہے۔ کربلا کے خونین واقعہ نے مسلمانوں کی آنکھوں پر پڑے ہوئے پردے اٹھا دیے اب وہ ایک نئے دور میں داخل ہو ۔ امام علی بن الحسین(ع) زین العابدین(ع) کی اطاعت کا دل میں جذبہ پیدا ہوا اور اصول وفروع دین، قرآن و حدیث اور جملہ فنون اسلام میں انھیں کے در پر جبہ سائی اختیار کر کے ان تمام چیزوں میں انھیں کی طرف رجوع کرنا طے کیا۔ امام زین العابدین(ع) کے بعد امام محمد باقر(ع) سے وابستگی اختیار کی۔ ان دو اماموں یعنی امام زین العابدین(ع) و امام محمد باقر(ع) کے اصحاب ہزارہا تھے ، ان کے تعداد کا اندازہ کرنا ممکن نہیں لیکن ایسے افراد جن کے اسماء اور حالات تذکرہ کی کتابوں میں مدون ہوسکے وہ تقریبا چار ہزار حضرات جلیل القدر اصحاب علم اصحاب ہیں۔ ان حضرات کی تصنیفات کم و بیش دس ہزار تک ہوئیں ۔ ہمارے محدثین نے ہر دور میں صحیح اسناد سے ان سے روایتیں لیں ان میں اکثر ایسے خوش نصیب افراد بھی تھے جنھوں نے امام زین العابدین (ع) و امام محمد باقر(ع) کا زمانہ پایا اور امام جعفر صادق(ع) کی خدمت میں بار یاب ہوئے ۔

چنانچہ منجملہ ان کے ابوجعفر محمد بن جریر طبری مشہور قاری و فقیہ و محدث و مفسر اور اصول و اولی ہیں۔ یہ ثقہ ترین لوگوں میں سے ہیں تین اماموں سے ملاقات کا شرف انھیں حاصل ہوا اور تینوں اماموں سے بکثرت علوم کی انھوں نے روایت کی ۔ مختصرا اسی سے اندازہ کرلیجیے کہ انھوں نے صرف امام جعفر صادق(ع) سے تیس (۳۰) ہزار حدیثیں روایت کی ہیں۔ جیسا کہ منتہی المقال میں علامہ میرزا محمد نے بسلسلہ حالات بیان تحریر فرمایا ۔ انھیں ائمہ کی خدمت میں

بڑا تقرب اور مخصوص منز ت حاصل تھی۔

امام محمد باقر(ع)نے ا ابان سے افر یا تھا کہ :

'' مسجد میں بیٹو اور لوگوں و فتوی دو۔ میری دلی تمنا ہے کہ میں اپنے شیوں میں تمھارے جیسا شخص دیکھوں۔''

اور امام جعفر صادق(ع) نے ان سے افر یا تھا کہ :

'' اہل مدینہ سے بحث و گفتگو کرو۔ مجھے یہ بہت ں محبوب ہے کہ میں تمھارے جیسا شخص ا پنے مخصوصین اور راویوں میں دیکھوں ۔''

یاد ابان جب مدینہ آئے تو حلقے ٹوٹ کر ان کے رد آجا اور مسجد نبوی(ص) میں پیغمبر(ص) جہاں بیٹھا کر تھے وہ جگہ ان کے لیے خالی کردی جاتی ۔

امام جعفر صادق(ع) نے سلیم ابن ابی جتہ سے افر یا کہ :

'' تم ابان تغلب کے پاس جاؤ۔ انوں نے مجھ سےتیس ہزار یادہ حدثیں سنی ہیں۔ وہ جس حدیث کی تم سے روایت کریں تم میری طرف سے اس کی روایت کرو۔''

امام جعفر صادق(ع)نے ا ابان بن عثمان سے افر یا کہ:

'' ابان بن تغلب نے مجھ سے تیس ہزار حدیثین روایت کی ہیں تم ان حدیثوں کی ان سے روایت کرو۔''

جب یاد ابان امام (ع) کی خدمت میں آئے تو امام جعفر صادق(ع) ان سے معانقہ فرما مصافحہ کر اور مہربان کے لیے بچھانے کا حکم دیتے اور پوری طرح متوجہ و کر ہ کلام و ۔ جب امام نے ان کے نتقال کی خبر سنی تو افر یا :

'' رحمۃ ا ابان کی موت نے میرے دل و بیحد صدمہ پہنچایا۔''

ان کی وفات سنہ۱۴۱ھ میں وئی۔

ا۔ ان نے انس بن الک ، اعمش ، محمد بن منکدر، سماک بن ح ب ، ابراہیم نخعی ، فضیل بن عمرو، اور حکم سے بھی روایتیں لی ہیں۔ ان کی حدیثوں سے احتجاج یا ہے جیسا کہ ہم فحات اسبق میں ذکر کرچکے ہیں۔ صرف بخاری نے البتہ ان سے روایت نہیں کی۔ ان کے روایت نہ کرنے سے وئی نتصان بھی نہیں۔ ام بخاری کی حا ت وئی ڈھکی چھپی نہیں۔ ائمہ اہل بیت(ع) ام جعفر صادق(ع) ، ام موسی کاظم(ع)، ام رضا(ع)، ام محمد تقی(ع)، و علی نقی(ع)، حسن عسکری(ع) کے اتھ ان کے سلوک کا نہ موجود ہے۔ اُوں نے ان ائمہ اہل بیت(ع) میں سے کسی ایک ام کی حدیث بھی صحیح بخاری میں درج نہیں کی۔کسی ام کی حدیث و اس قابل نہیں سمجھا ۔ حد تو یہ ہے کہ نواسہ ر ول(ص) ام حسن مجتبی(ع) جو سید سردار وجنان اہل جنت ہیں ان کی حدیثیں بھی نہیں لیں۔ ہاں حدیث درج کس کی ہے۔ مروان بن حکم ایسے طرید ر ول(ص) کی، عمر بن ح ان ایسے سرغنہ خوارج کی عکرمہ بربری وغیرہ ایسے لوگوں کی ۔

ا۔ ان کی کئی مفید تصانیف ہیں منجملہ ان کے ایک تاب ہے جو غرائب قرآن کی تفسیر میں اُوں نے لکھی ۔ اس میں کلام مجید کی آیتوں کے شواہد میں بکثرت عرب کے اشعار درج کیے ہیں۔

ان کے بعد نہ میں عبدالرحمن بن محمد ازدی وفی رے ہیں۔ اُوں نے ا۔ ان بن تغلب ، محمد بن ائ لبی اور ابن روق عطیہ بن حارث کی تابوں و جمع کر کے ایک تاب کی شکل دی۔ جن جن مسئلوں میں ان حضرات نے اختلاف کیا ہے ا سے بھی لکھا اور جن جن مسئلوں میں یہ ب متفق رہے اس کی بھی وضاحت کی۔

ہمارے اصحاب نے ان دونوں کتابوں سے معتبر اسناد اور مختلف طریقوں سے روایتیں لیں۔ انھیں ا ن کی ایک کتاب الفضائل ہے کی ایک کتاب غیبت ہے اصول میں بھی ایک کتاب انھوں نے لکھی جو فرقہ امامیہ کے نزدیک مسلم طور پر احکام شرعیہ میں اپنی جگہ رکھتی ہے ۔ تفصیل دیکھنا ہو تو رجالی کتابیں ملاحظہ فرمائیے۔

منجملہ ان کے ایک راوی ابوحمزہ ثمالی ہیں۔ یہ ہمارے سلف صالحین کے ثقات و علما اعلام میں سے ایک راوی ہیں۔ انھوں نے امام جعفر صادق(ع) و محمد باقر(ع) و زین العابدین(ع) سے تحصیل علم کی اور بس انہی کے ہو رہے۔ ائمہ طاہرین(ع) کی بارگاہ میں انھیں بڑا تقرب حاصل تھا۔ خود امام جعفر صادق(ع) نے ان کی مدح وثنا فرمائی ہے ۔ چنانچہ امام کا قول ہے کہ:

'' ابو حمزہ اپنے زمانہ میں ایسے ہیں جیسے سلمان فارسی اپنے زمانہ میں تھے۔''

امام رضا(ع) فرماتے ہیں کہ :

'' ابوحمزہ اپنے زمانے میں ایسے ہیں جیسے لقمان اپنے زمانہ میں۔''

ان کی ایک کتاب تفسیر القرآن ہے۔[1] علامہ طبری نے اپنی تفسیر مجمع البیان میں اکثر جگہ اس تفسیر سے نقل کیا ہے۔ انھوں نے کی کتاب الزہد اور رسالہ حقوق بھی ہے۔ انھوں نے ان کتابوں و امام زین العابدین(ع) سے روایت کیا ہے۔ انھوں نے انس اور شعبی سے بھی روایتیں کی ہیں اور ان سے وکیع، ابو نعیم اور اس طبقہ کی ایک جماعت کے شیعہ و سنی دونوں نے حدیثیں بیان کیں۔

۱- ملاحظہ فرمائیے تفسیر مجمع البیان آیت قُلْ لا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبى کی تفسیر کے سلسلہ میں کہ کتاب سے نقل کیا گیا ہے۔

ان کا ذکرؑ بھی ہم فحات اسبق میں کرچکے ہیں۔

چند امور اصحاب ایسے ہیں جنہوں نے امام زین العابدین(ع) کا زمانہ تا پایا لیکن امام محمد باقر(ع) و جعفر صادق(ع) کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے رہے۔ ان سے شرف یاب و مستفید ہوئے۔ منجملہ ان کے ابوالقاسم برید بن معاویہ عجلی، ابوبصیر الاغر لیث بن مراد بجلی مرادی، ابوالحسن زراراہ بن اعین، ابو جعفر محمد بن مسلم بن ریاح وفی طائفی ثقفی ہیں۔ ان کے علاوہ ایک پوری جماعت ہے۔ اتنی گنجائش نہیں کہ سب کا ذکر کیا جائے۔ البتہ یہ چار حضرات بڑے جلیل القدر اور عظیم ترین شخصیت کے مالک ہیں۔ یہاں تک کہ خود امام جعفر صادق(ع) نے ان حضرات کے تذکرہ کے ضمن میں فرمایا کہ :

" یہ حضرات خدا کے حلال و حرام پر خدا کے امین ہیں۔"

ایک اور موقع پر فرمایا کہ :

" میں کسی کو نہیں پاتا جس نے ہمارے ذکر کا احیاء کیا ہو ماند زرارہ، ابوبصیر لیث، محمد بن مسلم و بریدہ کے۔ یہ لوگ نہ ہوتے تو ہمارے ذکر کو تازہ نہ کرتا۔"

ایک اور موقع پر فرمایا :

" یہ حضرات دین کے محافظ اور میرے والد کے مقرر کردہ حلال و حرام الٰہی پر امین اور دنیا میں بھی ہماری طرف سبقت کرنے والے ہیں اور آخرت میں بھی۔"

امام جعفر صادق(ع) نے بشر المخبتین بالجنہ کی تلاوت فرمائی اور اس کے بعد ان چاروں حضرات کا ذکر کیا۔

ایک اور طولانی گفتگو میں ان کا ذکر فرمایا اور امام نے کہا :

" میرے وا ر ؛ رگوار نے ان حضرات و حلال و حرام الہی پر امین بنا یا تھا یہ حضرات میرے وا ر ؛ رگوار کے علم کے خینہ دار ہیں اسی طرح آج بھی یہ حضرات میرے ؛ دیک و ں منز ت رکھتے ہیں اورمیرے رازوں کے خینہ دار ہیں۔ میرے وا سر برزگوار کے برحق صحابی ہیں اور یہ میرے شیوں کے لیے زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی ستارے ہیں۔ انھیں کے ذریعہ خدا ہر بدعت و دور کرے گا ر ۔ باطل کاروں کی اتہام تراشی و زائل کرے گا اور الیوں کی ۔ تاویلیں ۔ باطل وں گی۔"

اس کے علاوہ بے شمار ارشادات امام(ص) ہیں جن سے ان کا فضل و شرف کرامت ولایت پوری طرح ثابت و محقق ہے ۔ افسوس کہ اتنی گنجائش نہیں کہ مفصلا بیان کیا جا ۔ ۔ باجود انکی اس اہمیت و جلا ت قدر کے دشمنان اہل بیت(ع) نے ان پر بڑی بڑی تہمتیں رکھیں جیسا کہ ہمنے کتاب مختصر الکلام فی مولفی الشیعہ سن صدر الاسلام میں بیان کرچکے ہیں۔

دشمنوں کی تہمت تراشیوں سے ان کی وقعت و علو منز ت میں فرق نہیں پڑا اور نہ ان کی جلا ت قدر پر کوئی آنچ آتی ہے اور نہ اس وقعت میں کمی پیدا وتی ہے جو انھیں خدا اور ر ول(ص)کے ؛ دیک حاصل ہے۔ جس طرح انبیاء سے حسد کرنے والوں سے حسد کر کے انبیاء کا کچھ نہیں بگاڑا بلکہ برعس ان کی علو مرتبت دے کر باعث و اور بجا اس کے کہ وہ حسد کرنے والے ان انبیاء کی شریعتوں پر کچھ اثر انداز و وہ اور دین کی اشاعت اورہمہ یر مقبولیت کا سبب بن گئے۔

امام جعفر صادق(ع) کے عہد میں علم بیش از بیش پھیل چکا تھا اور چار جا

سے شیعیان محمد و آل محمد(ص) امام(ع) کی خدمت میں پہنچ رہے تھے۔ امام(ع) پوری خبرہ جبینی سے پیش آ ، بڑی توجہ فرما ، ان و استوار بنانے میں آ نے وئی وشش اٹھ نہ رکھی اور علم کے رموز ، حکمت کی ۔ باریکیوں ، حقائق امور سے آگاہ بنانے میں وئی دقیقہ فرو اشت نہیں کیا۔ جیسا کہ علامہ شہرستانی ملل و نحل میں امام کا ذکر فرما و ۔ رقطر از ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

'' امام جعفر صادق(ع) دین کا پہلے یاں علم، حکمت میں پوری طرح دستگاہ رکھنے والے دنیا سے انتہائی بے غرض اور خواہشوں سے مکمل طور پر بے نیاز بزرگ تھے۔''

اس کے بعد لکھتے ہیں:

'' آپ ایک مدت تک مدینہ میں مقیم رہے اور اپنے شیوں و فیض پہنچا رہے اور اپنے دوستوں و رموز و اسرار علم تعلیم فرما رہے۔ پھر آپ عراق تشریف لا ۔ یہاں بھی مدتوں آپ کا قیام رہا کبھی سلطنت کا خیال آپ کے دل میں پیدا نہ ہوا اور نہ خلافت کے لیے آپ نے کبھی کسی سے نزاع کی۔''

اسی سلسلہ میں علامہ شہرستانی لکھتے ہیں کہ:

'' جو شخص ہر معرفت میں غوطے لگانے والا و اسے احل کی طمع نہیں وتی اور جو حقیقت کی جڑ تک بلند وچکا و اسے نیچے رجانے کا خوف لاحق نہیں وتا۔''

اسی طرح کی پوری عبارت ہے ان کی ۔ تو یہ ہے کہ حق ، انصاف پر اورمعاند دونوں کی زبان پر آکر رہتا ہے۔

امام جعفر صادق(ع) کے بے شمار اصحاب ہمہ یر شہرت کے الک و ۔ وہ

ب کے ب ائمہ ہدایت، تاریکیوں کے چراغ، علمے دکر یا اور ہدایت کے نجوم تھے۔ جن اصحاب کے ناام اور حالات تذکرہ کی کتابوں میں مدون وسکے ان کی تعداد چار ہزر تک پہنچتی ہے۔ اس میں عراق کے رہنے والے تھے اور حجاز و فارس و شام کے بھی۔

یہ چاروں اصحاب بڑی مشہور مصنفات والے ہیں۔ ان کی مصنفات فرقہ امامیہ میں انتہائی شہرت رکھتی ہیں۔ منجملہ ان مصنفات کے صرف اصول میں چاوکتابیں ہیں۔ جیسا کہ ہم سابق میں بیان کرچکے ہیں کہ یہ چار و تصانیف چار و مصنفین کی ہیں جو امام جعفر صادق(ع) کے عہد میں انھیں کے فتاوی جمع کر کے لکھی گئیں اور امام کے بعد انھیں پر عمل کا دارو مدار رہا۔ کچھ بعض علما اعلاء نے سہو ت کے لیے ان کا خلاصہ کر ڈالا ۔ ان میں سے چکتابیں بہت عمدگی سے مراتبہ وئیں اور اصول و فروع میں شیعوں کا مرجع رقہ ہ پائیں ۔ صدر اول سے لے کر آج دکن ہ تک ۔ وہ چکتابیں یہ ہیں۔ کافی، تہذیب ، استبصار ، من لایحضرہ الفقیہہ۔

یہ چاروکتابیں متواتر ہیں اور ان کا صحیح وناقطعی و یقینی ہے۔ ان چاروں میں ''کافی '' مقدم عظیم تر اور بہت خوبیوں کی جامع انتہائیوشش کتاب ہے اس میں وہ ہزار ایک و ینانوے حدیثیں درج ہیں جو تعداد میں کل صحاح ستہ کی حدیثوں سے کہیں زیادہ ہیں۔ جیسا کہ شہید ثانی نے ذکری میں تحریر افرمایا ہے نیز اور علما اعلام نے وضاحت کی ہے۔

ہشام بن حکم جو امام جعفر صادق(ع) و امام موسی کاظم(ع) کے اصحاب میں سے تھے انوں نےریک کتابیف الیف کیں۔ ان میں انیس(۱۹) کافی مشہور وئیں یہ تمام بڑکتابیں بڑی بڑی اور بہت ی مفید تصانیف ہیں۔ اور متعدد فنون میں

لکھی گئی ہیں۔ اصولی، فروع، توحید ، فلسفہ عقلیہ میں زہادقہ ، ملحدین ، نیچری، قدریہ، جبریہ، امیرالمومنین(ع) اور اہل بیت(ع) کے متعلق غلو کرنے والے خوارج، نواصب، حضرت علی(ع) وصی پیغمبر(ص) ونے سے انکار کرنے وا لے ، آپ کو موخر رکھنے والے ، آپ سے جنگ کرنے والے اور وہ لوگ جو مفضول کی تقدیم افضل پر جائز سمجھتے ہیں ان سب کی رد میں لکھی گئی ہیں۔

یہ ہشام قرن ثانی کے لوگوں میں بڑے پایہ کے بزرگ اور علم کلام حکمت الہیہ اور جملہ علوم عقلیہ و نقلیہ میں سب سے بڑھ کر امام تھے۔ فقہ و حدیث میں امتیازی درجہ رکھتے تھے۔ تفسیر اور جملہ علوم و فنون میں انھیں تقدم حاصل تھا۔ یہ ہشام ان لوگوں میں سے ایک ہیں جنھوں نے امامت پر بحث کی اور مناظرہ کر کے مذہب کی تبلیغ کی۔ انھوں نے امام جعفر صادق(ع) و امام موسیٰ کاظم(ع) سے روایت کی ۔ ان حضرات کے نزدیک ان کی بڑی منزلت تھی۔ ان کی مدح و ثناء میں زبان امامت سے ایسے الفاظ صرف ہوئے ہیں کہ ان کے علو مرتبت کا اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا ۔ شروع شروع میں یہ فرقہ جہمیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ پھر امام جعفر صادق(ع) کی خدمت بابرکت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا اور آپ کی ہدایت سے معرفت و بصیرت کے حامل ہوئے ۔ آپ کے بعد امام موسیٰ کاظم(ع) کا زمانہ پایا اور آپ کے تمام صحابیوں میں فائق و ممتاز ہوئے ۔

دشمنوں نے جو نور خدا کے بجھانے کی دن رات کوشش میں مصروف رہتے ہیں اہل بیت(ع) سے حسد و دشمنی رکھنے کی بناء پر انھیں طرح طرح متہم کرنے کی سعی کی ۔ جسمیت خدا کا قائل ہونا ہے مگر ان کے مذہب سے جس قدر ہم شیعہ واقف ہوسکتے ہیں، ہمارے مخالفین نہیں۔ ہمارے پیش نظر انکے اقوال و افعال ہیں۔ ہمارے مذہب کی تائید میں ان کی رائقدر مصنفات ہیں جن کا

ہم اشارۃ ذکر کرچکے ہیں۔ لہذا ممکن ہی نہیں کہ غیروں و جو ان کے مذہب و مشرب سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتے ان کے اقوال کا علم و اور ہم لا علم رہیں۔ ہمیں کچھ پتہ نہ و حالانکہ یہ ہمارے سلف صالحین اور اہقین میں سے ہیں۔

علاوہ اس کے شہرستانی نے ملل و نحل میں جو عبارت ان کی طرف منسوب کر کے نقل کی ہے اس سے ہر یہ ثابت نہیں وہ تا کہ یہ جسمانیت کے قائل تھے۔

میں اصل عبارت نقل کیے دیتا وں۔

علامہ شہرستانی لکھتے ہیں:

" ہشام بن حکم صولِ مذہب میں بڑی گہرائی رکھتے ہیں ۔ اُوں نے فرقہ معتزلہ پر جو الزام ائدکیے ہیں ان سے غفلت نہ برتنا چاہیے۔ یہ شخص ان الزام سے آگے ہے جو دشمن اس پر گا ہیں اور اس کے کلام سے جو تشبیہ ظاہر وئی ہے اس سے پیچھے ہٹے یعنی تشبیہ کا قائل نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ اُوں نے علاف سے کہا کہ جب تم یہ کہتے و کہ خدا الم بہ سبب علم ہے اور علم اس کا عین ذات ہے تو اس کا مطلب یہ وا کہ وہ الم ہے مگر دنیا کے الوں کی طرح نہیں۔ تو پھر یہ بھی کیون نہیں انتے کہ وہ جسم ہے لین اور اجسام کی طرح نہیں ۔ معقولی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ ار یہ کلام انکا بھی لیا جا کہ ہشام س کا تھا تو وہ بطور معارضہ ہے ۔ علاف سے بطور معارضہ اُوں نے یہ بات کہی تھی اور معارضہ میں وہ بات کہنے سے یہ ضروری نہیں کہ اس بات کا انسان معتقد بھی و۔ کیونکہ وسکتا ہے کہ ہشام کا واقعی مقصد علاف کا جانچنا رہا و، یہ پتہ چلانا مقصود رہا و کہ

علاف ہیں۔ تنہ پانی میں ۔ کسی ۔ یک ان کا علم ہے۔''

مزید برآن ا ر فرضَ بھی کر لیا جا کہ ان کے اس جملہ سے ان کی قائل جسمانیت الٰہی و۔ا ۔ثابت۔ ۔ا ہے تو وسکیا ہے کہ وہ قبل میں ج۔ یک انھیں معرفت ۔ا۔ حاصل وئی تھی۔ ام(ع) کی خدمت بڑ۔ یاب ۔ا۔ و تھے، وہ ایسا ی عقی۔رہ رکھتے ۔وں کیونکہ ہمَ پہلے ی کہہ چکے ہیں کہ وہ ابتداءا جہمیہ مسلک پر تھے ۔ پھر ہدایتِ آل محمد(ص) سے انھیں بص۔یرت حاص۔ل ۔وئی اور ائمہ طاہرین(ع) کے مخصوص و ۔امور افراد میں سے و ۔ ہمارے سلف و خلف دونوں میں سے کسی فرد نےَ بھی ۔وئی ایسی ۔ بات ان میں نہیں ۔ پائی جن کا دشمن ان پر اتہام رکھتے ہیں جس طرح دشمن نے زرارہ بن اعین، محمد بن مسلم ، م۔ومن ط۔اق اور ان جیسے ب۔رگوں پر طرح طرح کی تہمتیں ۔ باندھیں، غلط سلط باتیں ان کی طرف منسوب کر کے بیان یں اور ہمیں ان کے متعل۔ق دوٴ۔ باتَ بھی خلاف۔ا۔ معلوم وسکی۔ اسی ہشام کے متعلقَ بھی دشمنوں نے افترا۔ا۔ یاں یں اور غلط اتہامات رکھے مگر ہمیں ۔وئی ۔ بات ان میں ڈھونڈے سےبھی ۔ا۔ی۔ باوجودیکہ ہم نے اپنی تمام وتا۔ائیاں ان حضرات کے حالات کی چھان بین میں صرف کردیں۔ مگ۔ر وئی چیز قابل اعتراض نظر ۔ا۔ آئی۔ یہ ب دشمنوں کی سرکشی وعلت اور ب۔ہتان تراشیاں ہیں۔

''وَ لا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غافِلاً عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ'' (ابراہیم: 42)

'' ظالمین جو کچھ کر رہے ہیں ان سے خدا و ہر ۔ال۔ا۔ بےخبر سمجھ۔''

علامہ شہرستانی نے ایک اور ا ام ہشام پر لگایا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہشام الوہیت امیرا ومنین(ع) کے قائل تھے۔ یہ ا ام ایسا ہے جسے سن کر زن پسر مردہَ بھی ہنس دے۔ ہشام وَ بھلا ان خرافات و مہملات سے کیا ۔بت ۔ ان کی طرف ایسی رکیک ۔ باتوں کی ۔بت دینا حد درجہ کی ۔ادانی ہے۔

توحید کے متعلق ایک طرف ان کا وہ کلام جو حلول سے خدا و ببانگ دہل پاک ۔ پاکیزہ اور جاہلوں کی ۔ باتوں سے بلند و برتر ظاہر کرے دوسری طرف امت اور امیرالمومنین(ع) کے وصی پیغمبر(ص) ہونے کے متعلق ان کے وہ خیالات جس سے واضح طور پر معلوم ہو کہ رسول(ص) علی(ع) سے افضل تھے اور علی(ع) کی امت و رعیت میں سے ایک فرد تھے اور خدا کے ان بندوں میں سے ایک تھے جن پر ظلم و جبر کیا گیا۔ جو اپنے مخلوق کی حفاظت سے عاجز رہے۔ بیم وہراس کے مارے دشمن کے آگے جھکنے پر مجبور ہو اور جن کا کوئی معین اتھ نہ ناصر ۔ ان دونوں باتوں کے بعد پھر ی اتہام رکھنا کہ ہشام علی(ع) کی خدائی کے قائل تھے کہاں تک قابل توجہ ہے۔

کہاں تو علامہ شہرستانی خود گواہی دیں کہ ہشام اصول مذہب میں بڑے گہرے تھے اور وہ ان الزامات سے بری تھے جو دشمن ان پر لگاتے ہیں۔

اس کے بعد ان کی طرف ان معاملات کی نسبت بھی دیتے ہیں کہ وہ حضرت علی(ع) کی الوہیت کے قائل تھے۔ کیا شہرستانی کے کلام میں یہ تناقض نہیں ہے؟ اور ہشام ایسے عظیم المرتبت ، صاحب فضل و شرف بزرگ کی طرف ان مہملات کا منسوب کرنا مناسب ہے؟ ون منصف مزاج اسے تسلیم کرے گا، لیکن واقعہ تو یہ ہے کہ مخالفین اہل بیت(ع) اور پیروان اہل بیت(ع) سے حسد رکھنے اور ان پر ہر ظلم روا سمجھنے کی جہت سے واقعی بہتان تراشیوں اور افترا پردازیوں کے کبھی باز نہیں رہ سکتے۔

امام موسی کاظم(ع) ، علی رضا(ع)، محمد تقی(ع)، علی نقی(ع)، حسن عسکری علیہم السلام کے زمانہ میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ بہت وسیع ہوچکا تھا۔ بے شمار کتابیں لکھی گئیں۔ ہر ہر شہر میں ائمہ طاہرین(ع) اور اصحاب ائمہ معصومین(ع) سے روایت کرنے

والےؑ پھیل چکے تھے۔ اُوں نے علم کی اشاعت پرمرکز بانددھی اور علم کی تدوین میں وئی کسر نہ رکھی۔ علوم و معارف جمع کرنے میں اپنی اری صلاحیتوں سے کام لیا۔

محقق علیہ الرحمہ معتبر میں فرما ہیں کہ ''

'' امام محمد تقی(ع) کے تلامذہ میں بڑے بڑے امور افاضل رے جیسے حسن بن سعید اور ان کے بھائی حسن، احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی ، احمد بن محمد بن خالد برقی، شاذان ، ابوالفضل العمی، ایوب بن نوح ، احمدبن محمد بن عیسیٰ وغیرہ جن کی فہرست بہت طولانی ہے۔''

محقق فرما ہیں کہ :

'' ان رجال کی کتابیں آج علماء میں نقل وتی چلی آرہی ہیں ان کتابوں کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ کس قدر پائے کے علوم کے حامل تھے یہ حضرات۔۔۔۔۔ الخ''

میں کہتا وں کہ آپ صرف برقی کی کتابوں و لیجیے ۔ تنہا ان کی کتابیں ہیں۔ بزنطی کی کتاب بڑی عظیم الشان کتاب ہے جو جامع کے نام کسے مشہور ہے۔ حسین بن سعید کی تیس مصنفات ہیں۔

امام جعفر صادق(ع) کی اولاد سے چھ اماموں کے جتنے تلامذہ رے اور اُوں نے جتنی کتابیں تالیف کیں ان کا اندازہ نہیں وسکتا۔ رجال کے حالات میں کتابیں اور فہرستیں ہیں ان میں ان چند حضرات کے حالات ملاحظہ فرمائیے محمد بن سنان، علی بن مہزیار، حسن بن محبوب، حسن بن محمد بن سماعہ، ان بن یحی، علی بن یقطین ، علی بن فضال ، عبدالرحمن بن نجران، فضل بن شاذان، (جن کی دو و مصنفات ہیں) محمد بن مسعود عیاشی، (جن کی مصنفات (دو و

سےکی زیادہ ہیں) محمد بن عمیر ، احمد بن محمد بن عیسی(انہوں نے امام جعفر صادق(ع) کے دو اصحاب سے حدیثوں کو سنا اور بیان کیا) محمد بن علی بن محبوب ، طلحہ بن زید ، عمار بن موسی الساباطی، علی بن نعمان ، حسین بن عبداللہ، احمد بن عبداللہ بن مہروان جو ابن ابی نصر کے نام سے مشہور ہیں۔ صدقہ بن منذر قمی، عبداللہ بن علی بن حلبی، جنہوں نے چوبیس کتابیں تالیف امام جعفر صادق(ع) کی خدمت میں پیش کی اور امام نے اس کی صحت فرمائی اور بنظر استحسان دیکھا اور فرمایا کہ :

''کیا تم نے ان لوگوں کی بھی ویسی ہی کتابیں دیکھی ہے؟''

ابوعمرو طیب ، عبداللہ بن سعید جنہوں نے بھی کتابیں امام رضا(ع) کی خدمت میں پیش کی۔ یونس بن عبدالرحمن جنہوں نے اپنی تالیف امام حسن عسکری(ع) کے ملاحظہ میں پیش کی۔

اور شیعیان آل محمد(ص) کے اگلے بزرگوں اور اسلافِ صالحین کے حالات ڈھونڈ کر معلوم کیے جائیں اور پتہ چلایا جائے کہ امام حسین(ع) کی نسل سے بقیہ نو اماموں میں سے ہر امام کے کتنے کتنے صحابی تھے اور ہر امام(ع) کے عہد میں کتنے صحابیوں نے کتنی کتابیں لکھیں اور حساب لگایا جائے کہ وہ لوگ کتنے ہزار تھے جنہوں نے ان کتابوں کے مضامین دوسروں سے بیان کیے اور اصول و فروع دین کے متعلق جو آل محمد(ص) کی حدیثیں تھیں ان کے حامل بنے، پھر اس پر غور کیا جائے کہ یہ علوم ایک جماعت سے دوسری جماعت میں ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں نو اماموں کے زمانے سے نسلا بعد نسل منتقل ہو آئے تو اندازہ ہوگا۔ اس وقت آنکھیں کھلیں گی کہ ائمہ اہل بیت(ع) کا مذہب کس قدر متواتر ہے پھر کوئی شک نہ رہے گا۔ کہ ہم اصول و فروع دین میں جس طریقہ پر طاعت الہی کر رہے ہیں وہ طریقہ

آل پیغمبر(ص) سے حاصل کیا وا اہل بیت(ع) ر ول(ص) سے اخوذ ہے۔ اس ں ۔ کسی شک کی گنجائش گ ۔ شبہ کس۔ ہاں ہٹ دھرمی اور خواہ مخواہ کا بغض رکھنے ا ل یا انتہائی جاہل و ودن انسان شک کرے و تو بات دوسری ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم لوگوں کی اس طریقے کی ا ر خداوند ام ہمیں ہدایت ر کرتا تو ہم خود ہدایت حاصل نہیں کر سکتے تھے۔

ش

مکتوب ۵۶

میں گواہی دیتا ہوں کہ اصول و فروع میں آپ اسی مسلک پر ہیں جس پر اہل بیت(ع)پیغمبر(ص) تھے۔ آپ نے اس چیز کو واضح کر کے بخوبی روشن کر دیا اور ڈھکی چھپی باتیں ویدا کر دیں۔ شک کرنا بے انصافی ہے اور شک و شبہ میں ڈالنا گمراہ بنانا ہے۔ میں نے آپ کے مذہب کو اچھی طرح دیکھا بھالا مجھے شروع سے آخر تک پسندیدہ نظر آیا۔ میں پہلے جبکہ آپ کے ذریعے حقائق تک نہیں پہنچا تھا، آپ لوگوں کے متعلق بڑی غلط فہمی میں مبتلا تھا کیونکہ تک میرے کانوں میں بہتان باندھنے والوں اور افسرا پردازوں کی آوازیں پہنچائی گئیں۔ جب خدا نے مجھے آپ تک پہنچایا تو میں آپ کے ذریعے ہدایت کے جھنڈے کے نیچے آگیا اور تاریکیوں کے چراغ تک پہنچ گیا اور آپ کے پاس سے میں فلاح یافتہ اور رستگار ہو کر واپس ہوا۔ خدا نے آپ کے ذریعے تنہا رانقدر نعمت مجھ پر نازل کی۔ میں کیا عرض کروں کہ آپ نے کتنے بڑا احسان مجھ پر افرمایا۔

س

جواب مکتوب

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ قلمرو دین و دانش کے کہنہ سوار ہیں۔ آپ نے شہسواری کی زیادہ سے زیادہ نشانیاں دکھائی۔ اور محیط بے کنار و نظر کے بے بہا گوہر غلطاں نکال لائے۔ تحقیق باریک نگاہی و آپ نے پایہ معراج تک پہنچا دیا۔ حقائق کی تہوں میں آپ کی نگاہ پہنچ گئی تھی۔ قوت حافظہ بذات نے آپ کا دامن کھینچا اور ذاتی شخصی اغراض نے آپ کی راہ روکی۔ اختلاف نظر نے آپ کو برہم کیا۔ آپ تو پہاڑ سے بھی زیادہ قوت برداشت رکھتے ہیں۔ آپ کے دل کی وسعت لا محدود ہے۔ حق بے نقاب ہو گیا۔ صبح چشم بینا کے لیے درخشاں ہو گئی۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے اپنے دین کی طرف رہنمائی کی اور موفق الغیر یا کہ اس کے راستے پر قوم لگ گئی۔

ش

حضرت علی علیہ السلام کو پہچانو ان کی لسان حکمت سے

مولا وفین ج جنگ نہروان سے فارغ و کر وفہ تشریف لا تو ایک فصیح و بلیغ خطبہ یا جس کا کچھ اقتباس یل جتا ہے:

ا بعد حمد خدا وصلوۃ محمد(ص) و آل(ع) محمد(ص) افر یا:

" میں ب سے پہلا مومن وں، ب سے پہلا مسلم، ب سے پہلا نماز ار ، ب سے پہلا روزہ دار اور ب سے اول جہاد کرنے والا وں۔"

" میں خدا کی محکم رسی (حبل اللہ المتین) اور اس کی برہنہ شمشیر۔۔۔۔

میں ی صدیق اکبر اور فاروق اعظم امت والوں ۔ باب ِ مدینہ علم اور راس الحلم وں ۔ میں ی ہدایت کا جھنڈا ، عدل سے فیصلہ کرنے والا ، اور فتو دینے والا ، میں شمع دین مبین اور امیرالمومنین وں۔ میں امام المتقین سید الوصیین اور یعسوب [1] الدین وں۔

میں خدا کا روشن ستارہ وں اور اس کے دشمنوں کے لیے سخت عذاب وں۔

میں ی وہ بہادر سمندر وں جو خشک نہیں ہوتا اور میں قاتل المشرکین اور مہلک الکافرین وں۔ مومنوں کا فخر اور نیکو کاروں کا راہنما سردار، میں ی اہل جہنم کو اس کی طرف ہنکانے والا اور میں ی ان پر عذاب ڈالنے والا وں۔

میں دیگر صف انبیاء سلف میں ایلیا نام رکھتا وں اور توریت میں یاور یا ، عرب میں علی اور قرآن میں میرا نام ہے جس کو پہچانتا ہے جو پہچانتا ہے۔ میں ی وہ صادق وں جس کی پیروی کا خدا نے حکم یا ہے اور امر یا ہے کہ سچوں کے ساتھ وجاؤ۔[2]

۱- یعسوب : سردار

۲- ”یا أَیُّهَا الَّذینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَ کُونُوا مَعَ الصَّادِقِینَ“ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ وجاؤ(سورہ توبہ۔۱۱۹)

میں ں صالح ا ومنین وں اور میں ں دنیا و آخرت میں خدا کی طرف سے پکارنے والا وں۔

میں ں م راق لافتی ، ابن الفتی اور اخو الفتی وں۔ اور میں ں ممدوح '' ل اتی'' وں۔

میں ں وجہ اللہ اور جنب[1] اللہ وں اورمیں ں ان ِ خدا وں ۔ میرے پاس ب علم شتہ اور رکھنہے ۔ ۱ روز قیامت میرے وا امت میں وئی اس کا مدعی و نہیں۔سکیا۔

اللہ تعالی نے میرے قلب و روشن اورمیرے عمل و پ ر افر یا ہے۔ اللہ تعالی نے مجھ و حکمت ء ا کس ہے اور اس سے پرورش یا ہے۔

ج سے میں پیدا وا وں ۔ چشم زدن کے لیے شرک کا مرتکب نہیں وا اور ج سے دنیا میآ۔ یا وں کبھی خوف نہیں ا کھیا۔ میں نے ں صنادید (بڑے بڑے سردار) عرب اور ان کے شہ سوار و قتل کیا ہے اور ان کے سرکشوں اور بہادروں و فنا کیا ہے۔

اے لوگو ! پوچو مجھ سے علمِ مخزون الہ کی ۔ ابت اور اس کی اس حکمت کی ۔ ابت جو مجھ میں ذخیرہ کی گئی ہے۔

اللھم صل علی محمد وآل محمد

(وکب دری ص۷۰ سے ۷۲)

۱- جنب اللہ : اللہ کا پہلو یعنی اللہ کے قریب وں۔

فہرست

پیش لفظ..... 3

عالیجناب شیخ سلیم البشری..... 6

(عالم اہل سنت کے مختصر حالات زندگی)..... 6

عالی جناب آقائے سید عبدالحسین شرف الدین موسوی (علیہ الرحمہ) 8

کے مختصر حالات زندگی 8

کتاب ہذا سے متعلق علمائے اعلام کے خطوط..... 10

شام کے ایک عالم دین..... 10

شیخ محمد نابی نفری کا مکتوب گرامی..... 10

ان ہی عالم دین کا دوسرا مکتوب گرامی 11

معلائے موصوف کا تیسرا مکتوب گرامی 12

۔ الا م ۔ شیخ مُ ر سین ا نفر 13

کا مکتوب راں 13

مکتوب ُ بر ا 15

۔ ناظرہ ں اجازت 16

وجب ِ مکتوب 18

۔ ناظرہ ں اجازت 18

مکتوب ُ بر۲ 19

شیعَہ بھی حضرات اہلسنت کا مسلک کیوں نہیں اختیار کرلیتے؟ 19

اتحاد و اتفاق ں ضرورت 20

اتحاد جمہور اہلسنت کا مذہب اختیار کرنے ں ے ہوسکتا ہے۔ 20

جواب مکتوب 21

شرعی دلیلیں مجبور کرتی ہیں کہ مذہب اہلبیت(ع) کو اختیار کیا جائے 21

جمہور اہلسنت کا مسلک اختیار کرنے ں کوئی دلیل نہیں ملتی 22

ؔ پہلے زمانہ کے لوگ جمہور کے مذہب کو جانتے ں نہ تھے 23

اجتہاد کا دروازہ ابؔ بھی کھ ہوا ہے 24

اتحاد ں آسان ورت یہ ہے کہ مذہب اہلبیت(ع) کو معتبر سمجھا جائے 25

مکتوب ۳ 28

جواب مکتوب 29

اتباعِ اہلبیت(ع) کے وجوب پر ایؔ ہلکی سی روشنی 29

امیرالمومنین(ع) کا دعوت دینا مذہب اہلبیت(ع) ں طرف 30

امام زین العابدین(ع) کا ارشادِ راں 36

مکتوب ۴ 38

کام مجیدہ یا احادیثِ پیغمبر(ص) سے دلیل ں خواہش 38

جواب مکتوب 39

ہماری تحریر پر غور نہیں کیا گیا..... 39

حدیثِ ثقلین 39

حدیثِ ثقلین کا تواتر..... 43

جن نے اہلبیت(ع) سے تمسک نہ کیا اس کا گمراہ ہونا 45

اہلبیت(ع) کی مثال سفینہ نوح(ع) اور باب حطہ کی ہے اور وہ اختلاف فی الدین سے بچانے والے ہیں 47

اہل بیت(ع) سے کون مراد ہیں ؟ 48

اہلبیت(ع) کو سفینہ نوح(ع) اور باب حطہ سے کیوں تشبیہ دی گئی..... 50

مکتوب نمبر۵..... 53

مزید نصوص کی خواہش 53

وجہِ مکتوب..... 53

نصوص کا مختصر سا تذکرہ 53

مکتوب نمبر۶ 65

ہماری تحریر پر اظہارِ پسندیدگی..... 65

حیرت و دہشت کہ مذکورہ احادیث اور جمہور ی روش کو ای کیونکر کیا جائے؟ 65

کا م مجید ے اولہ ی خواہش 66

جواب مکتوب 66

کا م مجید ے دلائل 66

مکتوب ۷ برے 96

جواب مکتوب 97

مکتوب ۸ بر 100

وجب ِ مکتوب 101

الله بان بن ثا ب بن براح قاری کوفی 101

ابراہیم بن یزید بن عمرو بن اسود بن عمرو نخعی کوفی 101

احمر بن مفضل ابن کوفی حضری 102

اسماعیل بن بان 102

اسماعیل بن خلیفہ ملائی کوفی 102

اسماعیل ابن زکریا خلقانی کوفی 103

اسماعیل بن عباد بن عباس طالقانی 103

اسماعیل بن عبدالرحمن بن ابی کریمہ مشہور مفسر 104

جو سدی کے نام سے شہرت رکھتے ہیں 104

اسماعیل بن موسی فہ اری کوفی 105

ت : 105

تلید بن سلیمان کوفی 105

ث : 106

ثابت بن دینار 106

ثوبر بن ابی فاختہ 106

ج : 106

جابر بن یزید جعفی کوفی 106

جریر بن عبدالحمید جنبی کوفی 107

جعفر بن زیاد احمر کوفی 107

جعفر بن سلیمان ضبعی بصری..... 108

جمیع بن عمیرہ بن ثعلبہ کوفی تیمی 108

ح : 108

حارث بن حصیرہ کوفی 108

حارث بن عبداللہ ہمدانی 109

حبیب بن ابی ثابت اسدی 109

حسن بن حی..... 109

حکم بن عتیبہ کوفی 110

حماد بن عیسی..... 110

حمران بن اعین 110

خ : 110

خالد بن مخلد قطوانی کوفی 110

ز : 111

زبید بن حارث بن عبدالکریم کوفی 111

زید بن الحباب کوفی تمیمی..... 111

س : 111

سالم بن ابی الجعد اشجعی کوفی 111

سالم بن ابی حفصہ عجلی کوفی..... 112

سعد بن طریف الاسکاف حنظلی کوفی..... 112

سعید بن اشوع 112

سعید بن خیثم..... 113

سمہ بن الفضل الابرش..... 113

سمہ بن کمیل بن حصین حضرمی 113

سلیمان بن صرد خزاعی کوفی 113

سلیمان بن طرخان تیمی بصری 114

سلیمان بن قرم بن معاذ ضبی کوفی..... 114

سلیمان بن مہران کاہلی کوفی مشہور بہ اعمش 114

ش : 117

قاضی شریح بن عبداللہ بن شداد بن اوس بن انس نخعی کوفی 117

شعبہ بن حجاج عتکی..... 119

ص : 119

صعصعہ بن ناجیہ بن وحیہ بن جزء بن حارث عبدی 119

ظ : 121

ظالم بن عمرو بن سفیان ابو الاسود دؤلی 121

ع : 122

ابو اسماعیل عامر بن واثلہ بن عبداللہ بن عمرو اللیثی 122

عباد بن یعقوب الاسدی..... 123

ابو عبدالرحمن بن داؤد خریبی کوفی 124

عبداللہ بن شداد 124

عبداللہ بن عمر مشہور بہ مشکدانہ 124

عبداللہ بن ہبیعہ قاضی و محاِ مصر 124

عبداللہ بن میمون قداح صحابی امام جعفر صادق(ع) 125

ابو مُ ر عبدالرحمن بن صالح ازدی 125

عبدالرزاق بن ہمام بن نافع حمیری 126

عبدامل بن اعین 130

عبداللہ بن عیسی کوفی 130

ابوالیقطان عثمان بن عُمیر ثقفی کوفی بجلی 131

عدی بن ثابت کوفی 131

طیہ بن سعد بن جنادہ عوفی 132

ء بن صالح تیمی کوفی 133

علقمہ بن قیس بن عبداللہ نخعی 134

علی بن بدیمہ 134

ابو الحسن علی بن جوہری بغدادی 134

علی بن زید بن عبداللہ تیمی بصری 135

علی بن صالح 135

ابو یحیٰی علی بن غراب فہ اری کوفی 135

ابوالحسن علی بن قادم خزاعی کوفی 136

علی بن عذر طرائفی 136

ابوالحسن علی بن ہاشم بن برید کوفی 136

عمار بن زریق کوفی 137

عمار بن عادیہ 137

ابواسحٰق عمرو بن عبداللہ ہ رانی کوفی 138

ابو سہل عوف ابن ابی جمیلہ البصری 139

ف : 139

فضل بن دکین 139

ابو عبدالرحمن فضیل بن مرزوق 140

فطر بن خلیفہ حناط کوفی 141

م : 141

ابوغسان مال بن اسماعیل بن زیاد بن درہم کوفی 141

ُ ر بن خازم 142

ُ ر بن عبداللہ نیشاپوری مشہور بہ امام حاکم 142

ُ ر بن عبیداللہ بن ابی رافع مدنی 143

ابوعبدالرحمن ُ ر بن فضیل بن غ وان کوفی 143

ُ ر بن مسلم بن طائفی 144

ُ ر بن موسیٰ بن عبداللہ الفطری ا رنی 144

عاویہ بن عمار دہنی بجلی کوفی 145

روف بن خربوذ کرنی 145

نصور بن ا عتمر بن عبداللہ بن ربیعہ کوفی 145

مہبال بن عمرو یابجی 146

موسیٰ بن قیس حضرمی 146

ن : 147

ابو داؤد نفیع بن حارث نخعی کوفی 147

نوح بن قیس بن باح الحدانی 147

ھ : 148

ہارون بن سعد عجلی کوفی 148

ابو علی ہاشم بن برید کوفی 148

ہبیرہ بن بریم حریری 148

ابوا قدام ہشام بن زیاد بصری 148

ابوالولید ہشام بن عمار بن نصیر بن میسرہ 149

ہیثم بن بشیر بن قاسم بن دینار سلمی واسطی 149

و : 149

وکیع بن جراح بن ملیح بن عدی 149

ی : 150

یحیٰ بن جزار عرفی کوفی 150

یحیٰ بن سعید قطان 150

یزید بن ابی زیاد کوفی 150

ابو عبداللہ جدلی 151

مکتوب نمبر ۹ 153

جواب مکتوب 155

مکتوب نمبر ۱۰ 156

باب دوم 158

امامت عامہ یعنی خلافت بلافصل پیغمبر (ص) 158

وجہ ِ مکتوب..... 158

دعوت عشیرہ کے موقع پر پیغمبر(ص) کا خ فت امیرالمو منین(ع) پر نص فرمانا..... 159

پیغمبر(ص) ی اس نص کا تذکرہ کن کن کتابوں میں موجود ہے..... 161

مکتوب ۱۱..... 164

حدیث مذکورہ بالا ی سند میں تردد..... 164

جواب مکتوب..... 165

نص کا ثبوت..... 165

نص سے کیوں اعراض کیا؟..... 167

مکتوب ۱۲..... 169

حدیث ی صحت کا اقرار..... 169

یہ حدیث منسوخ ہوگئی تھی..... 170

جواب مکتوب..... 170

اس حدیث سے استدلال کرنے کی وجہ 170

مخصوص خلافت کو کوئی بھی قائل نہیں 171

حدیث کا منسوخ ہونا ناممکن ہے 171

مکتوب نمبر ۱۳ 173

وجہِ مکتوب 173

حضرت علی(ع) کی دس(۱۰) ایسی فضیلتیں جس میں کی کوئی ایک بھی کسی دوسرے کو حاصل نہیں اور جس سے آپ(ع) کی خلافت کی صراحت ہوتی ہے۔ 173

اس حدیث سے ثبوت خلافت امیرالمومنین(ع) 179

مکتوب نمبر ۱۴ 184

جواب مکتوب 184

حدیثِ منزلت صحیح ترین حدیث ہے 184

اس کی صحت پر دلائل بھی موجود ہیں 185

وہ علمائے اہل سنت جنھوں نے اس حدیث کی روایت کی ہے 185

آمدی کے ش کرنے ی وجہ 191

مکتوب ۱۵ 192

ِ حدیث ی صحت کا اقرار 192

عموم حدیث م لت میں ش 192

اس حدیث کے جت ہونے میں ش 193

جواب مکتوب 194

عرب کے اہل زبان عموم حدیث کے قائل ہیں 194

اس کا ثبوت کہ حدیث کسی مورد کے ساتھ مخصوص نہیں 195

اس قول ی تردید کہ یہ حدیث جت نہیں 197

مکتوب ۱۶ 198

حدیث م لت و قلت 198

وجب ِ مکتوب 199

من جملہ ثلاث ِ حدیثِ من لت ملق ِ ام سلیم ہے..... 199

مکتوب ؑ بر۱۷..... 206

جواب مکتوب..... 206

یومِ شبر و شبیر و مبشر..... 207

یوم مواخات 207

سد ابواب..... 215

مکتوب ؑ بر۱۸ 221

وجب ِ مکتوب..... 221

مکتوب ؑ بر۱۹..... 231

جواب مکتوب..... 231

مکتوب ؑ بر۲۰..... 235

وجب ِ مکتوب..... 236

مکتوب نمبر ۲۱ 241

جواب مکتوب 241

زمخشری کا نکتہ 244

اور لطیف نکتہ 245

مکتوب نمبر ۲۲ 247

یہاں آیت دلالت کرتی ہے کہ ولی سے دوست یا اسی جیسے معنی مراد ہیں 247

وجہ مکتوب 248

سیاق آیت سے اس قسم کے معنی نہیں نکلتے 248

اقتضاء آیت اولہ کے قابلہ میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا 250

مکتوب نمبر ۲۳ 252

مراد آیت میں تاویل ضروری ہے تاکہ سلف پر آنچ نہ آئے 252

وجہ مکتوب 253

سلف کا احترام مستلزم نہیں کہ آیت کے معنی میں تاویل ی جائے ۔ تاویل ہو بھی کیا جاسکتی ہے..... 253

مکتوب ۲۴ 254

وجہ مکتوب..... 255

مکتوب ۲۵..... 290

امیرالمو منین(ع) کے فضائل کا اعتراف 290

فضائل مستلزم خ فت نہیں۔..... 292

وجہ مکتوب..... 293

امیرالمو منین(ع) کے فضائل سے آپ ی خ فت پر استدلال..... 293

مکتوب ۲۶..... 295

صحابہ کے فضائل ی حدیثوں سے عارضہ 295

وجہ مکتوب..... 295

دعوائے عارضہ ی رد 295

مکتوب نمبر ۲۷ 298

حدیثِ غدیر کی بابت استفسار 298

جواب مکتوب 298

مکتوب نمبر ۲۸ 312

وجہِ مکتوب 313

حدیثِ غدیر کا تواتر اور اس کی غیر معمولی اہمیت 313

مکتوب نمبر ۲۹ 331

حدیثِ غدیر کی تاویل پر قرینہ 333

وجہِ مکتوب 334

حدیث غدیر کی تاویل ممکن نہیں 334

مکتوب نمبر ۳۰ 343

حق کا بول بالا 343

جواب مکتوب 344

مکتوب نمبر ۳۱ 350

شیعوں کے سلسلہ سے نصوص کی خواہش 350

وجہِ مکتوب 351

مکتوب نمبر ۳۲ 367

شیعوں کی حدیثیں حجت نہیں اور یہ حدیثیں صحیح ہیں تو اہلسنت نے کیوں نہیں ان کی روایت کی ،مزید نصوص ذکر فرمائیں... 367

جواب مکتوب 368

مکتوب نمبر ۳۳ 374

وجہِ مکتوب 374

علی(ع) وارثِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 374

مکتوب نمبر ۳۴ 380

بحثِ وصیت 380

وجہ مکتوب 380

امیرالمومنین(ع) کے وصی پیغمبر(ص) ہونے کے 380

تحقیق پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات 380

مکتوب نمبر ۳۵ 390

وجہ مکتوب 393

مکتوب نمبر ۳۶ 407

افضل ازواج 407

وجہ مکتوب 408

جناب عائشہ افضل ازواج نبی(ص) نہ تھیں 408

جناب خدیجہ تمام ازواج میں افضل ہیں 409

مکتوب نمبر ۳۷ 412

جواب مکتوب 412

حضرت عائشہ سے اعراض کے وجوہ 412

نقل بہاتی ہے کہ پیغمبر(ص) نے یقیناً وصیت فرمائی..... 419

حضرت عائشہ کا دعویٰ عارض ہے دیگر احادیث سے..... 423

مکتوب نمبر ۳۸..... 424

حضرت عائشہ اپنی حدیثوں میں زجر بات سے کام نہ لیتی تھیں..... 424

سن و قبح اہل سنت کے یہاں عقلی نہیں شرعی ہیں..... 425

دعویٰ عائشہ کے عارض کوئی حدیث نہیں..... 426

جواب مکتوب..... 426

حضرت عائشہ کا روکنا احادیث میں زجر بات سے مجبور وہ نا..... 426

سن و قبح کے عقلی ہونے کا ثبوت..... 430

صحیح حدیثیں مخالف ہیں دعوی عائشہ کے 433

ام سلمہ کی حدیث مقدم ہے حضرت عائشہ پر..... 440

مکتوب نمبر ۳۹ 441

جناب امام سمعانی حدیث کو ترجیح کیوں کرتے ہیں؟ 441

جواب مکتوب 442

جناب امام سمعانی حدیث کے مقدم و ارجح ہونے کے اسباب 442

مکتوب نمبر ۴۰ 449

اجماع و خلافت 449

جواب مکتوب 450

اجماع ہوا ہی نہیں 450

مکتوب نمبر ۴۱ 457

اختلافات ختم ہونے کے بعد اجماع منعقد ہوگیا 457

جواب مکتوب 458

مکتوب نمبر ۴۲ 467

جواب مکتوب 468

مکتوب ؑ بر ۴۳ 477

وہ قلات جہاں صحابہ نے ارشادات پیغمبر (ص) کی مخالفت کی 477

جواب مکتوب 478

واقعہ قرطاس 478

پیغمبر (ص) نے زبردستی نوشتہ لکھ کر کیوں نہیں ڈالا 487

مکتوب ؑ بر ۴۴ 489

واقعہ قرطاس پر عذر و عذرت 489

جواب مکتوب 494

عذر و عذرت صحیح نہیں 494

مکتوب ؑ بر ۴۵ 502

عذر و عذرت کے لغو ہونے کا اعتراف بقیہ مورد کے تحقیق استقصاء 502

جواب مکتوب 503

جیش اسا ۔ 503

مکتوب ؐ بر۴۶ 512

سریہ اسا ۔ میں صحابہ کے نہ جانے ی عذرت 512

جواب مکتوب 515

مکتوب ؐ بر۴۷ 522

جواب مکتوب 522

پیغ ؐ بر(ص) کا حکم مارق (دین سے نکل جانے والے) کو قتل کر ڈالو 522

مکتوب ؐ بر۴۸ 526

جواب مکتوب 527

مکتوب ؐ بر۴۹ 529

جواب مکتوب 529

قلت جہاں صحابہ نے حکمِ پیغمبر(ص) پر عمل نہ کیا..... 529

مکتوب نمبر 50 532

صحابہ کا مصلحت کو مقدم سمجھنا..... 532

باقی موارد کی تصریح پر اصرار 533

جواب مکتوب..... 533

موضوع بحث سے باہر ہوجانا..... 533

مکتوب نمبر ۵۱ 540

حضرت علی(ع) نے بروزِ سقیفہ اپنی خلافت و جانشینی کی احادیث سے احتجاج کیوں نہ فرمایا؟..... 540

جواب مکتوب..... 541

احتجاج نہ کرنے وجوہ..... 541

مکتوب نمبر ۵۲..... 545

حضرت علی(ع) نے کب احتجاج فرمایا؟..... 545

جواب مکتوب 545

حضرت علی (ع) اور آپ کے شیعہ کا احتجاج 545

مکتوب نمبر ۵۳ 553

جواب مکتوب 553

عبداللہ بن عباس کا احتجاج 553

مکتوب نمبر ۵۴ 560

جواب مکتوب 560

مکتوب نمبر ۵۵ 578

جواب مکتوب 579

مذہب شیعہ کا اہلبیت(ع) سے ماخوذ ہونا 579

تصنیف و تالیف کی ابتداء شیعوں سے ہوئی 582

مکتوب نمبر ۵۶ 605

جواب مکتوب 606

حضرت علی علیہ السلام کو پہچانو ان کی لسان حکمت سے 607